واقعۂ کربلا

ترجمۂ مقتل الحسینؑ ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی کوفی

تحقیق: ترجمہ: شیخ محمد ہادی یوسفی غروی   سید مراد رضا رضوی

فہرست مطالب

حرف آغاز

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے، حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کرلیتی ہیں،تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے اپنی استعداد و قابلیت کے اعتبار سے اس کی کرنوں سے فیض حاصل کیا ۔اسلام کے مبلغ و موسّس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کردیا ۔آپ کے تمام الٰہی پیغامات نظریات اوراعمال فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھے، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں۔وہ تہذیبی اصنام جو ممکن ہے کج فکر افراد کو دیکھنے میں اچھے لگتے ہوں لیکن اگروہ حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا شعور نہ رکھتے تو مذہبِ عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا ۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی یہ گراں بہا میراث کہ جس کی حفاظت و پاسبانی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر کی ہے، خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکروقت کے ہاتھوں اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی، پھر بھی حکومت و

سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں اسلامی دنیا کو خدمت میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور پیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظریاتی موجوں کے مقابلے میں اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی اور ہرزمان و مکان میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام، قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں۔ اسلامی دشمن اس فکری و معنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوست اس مذہبی وثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں۔ یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام (عالمی اہل بیتؑ کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر عقل و خرد پر استوار اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی تعلیمات و ثقافت کوماہرانہ انداز میں عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب ''وقعۃ الطف'' (جس کو جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزہ نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو تحقیق فرما کر یکجا کیا ہے) کو فاضل جلیل جناب مولانا سید مراد رضا رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے، جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔ اسی مقام پر ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے۔ خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

گفتار مترجم

کربلا کی تاریخ وہ انقلاب آفرین تاریخ ہے جو اپنے بعد کے تمام حریت پسند انقلابوں کے لئے میر کارواں کا مقام رکھتی ہے۔ وہ انقلاب قومی وملی ہوں یا ذہنی و فکری، ہر انقلاب کے سنگ میل اور رہنما کا نام کربلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست طاقتوں نے ہمیشہ اس کے انمٹ نقوش مٹانے کی بھرپور کوشش کی؛ کبھی خود کربلا اور اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کی تو کبھی اس حماسہ آفرین واقعہ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں تحریف ایجاد کر کے اس زندگی ساز حسینی انقلاب کے رنگ کو ہلکا کرنا چاہا لیکن فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے۔ بنی امیہ اور بنی عباس نے اپنی پوری طاقت صرف کردی؛ کبھی حسینی زائروں کو تہہ تیغ کیا تو کبھی کربلا کو ویران کیا لیکن اللہ رے آتش عشق حسین، جو مزید شعلہ وری ہوتی گئی اور باطل کی آرزوؤں کے خرمن کو خاکستر کرتی گئی۔ حکومتوں کے زر خرید غلاموں اور ان کی چشم و ابرو کی حرکت پر کام کرنے والے کارندوں نے بھی ان حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی لیکن حق کو کبھی کوئی مٹا نہیں سکتا۔

کربلا کی تاریخ پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے مورخ کا نام ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی کوفی ہے؛ جنہوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ (ایک یا دو واسطے سے) واقعہ کربلا کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اور اس کا نام مقتل الحسین رکھا، لیکن یہ کتاب حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگی کیوں کہ اس کتاب سے حکومت کی کارستانیاں اور اس کی ظلم و ستم کی پالیسیاں کھل کر سامنے آرہی تھیں لہٰذا اس کتاب کا اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا ایک مسئلہ ہوگیا تھا۔

آخر کار ہوا بھی یہی کہ آج اصل کتاب ہماری دوسری میراثوں کی طرح ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے بلکہ ایک تحریف شدہ کتاب لوگوں کے درمیان موجود ہے جس کے بارے میں وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کی تدوین ابو مخنف نے کی تھی۔ اس کتاب کی قدیم ترین سند وہی ہے جسے طبری نے مختلف تاریخی مناسبتوں کے اعتبار سے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ خدا وند

عالم، محقق محترم جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزہ پر رحمتوں کی بارش کرے، جنھوں نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو یکجا کیا اور اس پر تحقیق فرما کر اس کتاب کو ایک تحقیقی درجہ عطا کردیا ۔ محترم محقق نے اس کتاب کا نام ''وقعۃ الطف'' رکھا، جس کا ترجمہ ''واقعۂ کربلا'' آپ کے سامنے موجود ہے ۔ واضح رہے کہ طبری شیعہ مورخ نہیں ہے لہٰذا قاتلان اور دشمنان امام حسین علیہ السلام کے لئے جو الفاظ استعمال کرنے چاہیئے وہ کہیں نہیں ملتے ۔ اس کے علاوہ مجالس کے صدقہ میں جو باتیں محبان اہل بیتؑ کے ذہن میں موجود ہیں اس کتاب میں بہت سارے موارد ایسے ہیں جو ان افکار کے مخالف ہیں ۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ باتیں غلط ہیں اور جو کچھ اس کتاب میں ذکر ہوا وہی صحیح ہے، بلکہ مصائب کا تذکرہ کرنے والے افراد مثاب ہونے کے لئے مختلف مقاتل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ عزاداروں کے سامنے پیش کرتے ہیں، لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھیں، تاکہ واقعۂ کربلا کے تجزیہ میں انھیں آسانی ہو اور آنسو کے مقولہ سے ہٹ کر کہ جو واقعۂ کربلا کا ایک اساسی اور بنیادی رکن ہے، امام حسین علیہ السلام کی امن دوستی اور باطل ستیزی کا بغور مطالعہ کر کے مدعی امن وامان کے سامنے پیش کر سکیں تاکہ امن و امان کے نعرہ میں دھشت گردی پھیلانے والوں کا چہرہ کھل کر سامنے آجائے اور کربلا کی آفاقیت کا آفتاب، امن وامان کی روشنی کے ذریعے دنیا کو خوف و ہراس اور دھشت گردی کی تاریکی سے نجات دے ۔ یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ قلمی خدمت کرنے والے افراد تو بہت ہیں لیکن ان کی قلمی خدمات کی قدر نہیں ہوتی اور ان کو کوئی چھپوانے والا نہیں ملتا ۔ انقلاب اسلامی ایران جو حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری میں برپا ہوا اور جس نے کربلا کے انقلاب کو پھر ایک نیا رخ دیا اور ساری انسانیت با لخصوص شیعیت کو افق کائنات کا آفتاب بنادیا ؛ اسی انقلاب کا صدقہ ہے جو آج رہبر انقلاب حضرت آیۃ العظمی خامنہ ای مد ظلہ العالی کی رہبری میں شیعیت کا پیغام ساری دنیا تک پہنچ رہا ہے اور مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے دنیا کی تمام زبانوں میں پیغام اسلام با لخصوص پیغام تشیع کو پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب ہیں اور قابل تبریک و تحسین ہیں ۔ یہ کتاب بھی اسی ادارہ سے شائع ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے ۔

خدا وند متعال اس ادارہ کے مسؤلین اور دیگر مخلصین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای، دیگر مراجع عظام اور نظام اسلامی کا سایہ تا ظہور حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین والسلام سید مراد رضا رضوی ۱۵، رجب ۱۴۲۶ مقدمۂ مولف جب انسان نے لکھنا سیکھا تو اپنے اور دوسروں کے کارناموں کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اور اس طرح آہستہ آہستہ تاریخ وجود میں آئی۔ ظہور اسلام کے وقت عرب میں تاریخ چند ایسے لوگوں پر منحصر تھی جو انساب عرب سے آگاہ اور انکے اہم دنوں سے واقف تھے۔ عرب ان کو کو علامہ کہا کرتے تھے۔[1] انہیں میں سے ایک نضر بن حارث بن کلدہ تھا جو ایران و روم کا سفر کیا کرتا تھا اور وہاں سے ایسی کتابیں خرید کر لاتا تھا جس میں اہل فارس کی داستانیں ہوا کرتی تھیں؛ جیسے رستم و اسفندیار وغیرہ کی کہانیاں۔ یہ شخص انہیں کہانیوں کے ذریعے لوگوں کو لہو و لعب میں مشغول رکھتا تھا تاکہ لوگ قرآن مجید نہ سن سکیں۔ خدا وند عالم کی طرف سے اسکی مذمت میں آیت نازل ہوئی: ''وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ''[2] مدینہ میں بھی اسی طرح کا ایک شخص تھا جس کا نام سوید بن صامت تھا وہ انبیائے ما سلف کے قصّے کو جو یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں موجود تھے لوگوں کو جمع کر کے سنایا کرتا تھا اور اس طرح سے لوگوں کو بیہودہ باتوں میں مصروف رکھتا تھا۔ جب اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کی خبر سنی تو مدینہ سے حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوا۔ مکہ پہنچ کر اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ سوید نے آپ سے کہا: ہمارے پاس لقمان کے حکمت آمیز کلمات موجود ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ذرا مجھے بھی دکھاؤ! اس نے ایک نوشتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ''ان ھذا الکلام حسن والذي

---

[1] کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں اپنی سند سے امام موسی کاظم علیہ اسلام سے روایت بیان فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا: علامہ، آنحضرتؐ نے سوال کیا: علامہ سے مراد کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ عرب کا سب سے بڑا نسب شناس، اہم واقعات اور تاریخوں سے آگاہ اور اشعار عرب کا بڑا واقف کار ہے؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسا علم ہے کہ نہ تو اس سے جاہل رہنا ضرر رساں ہے اور نہ ہی اس کا جاننا مفید ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: علم تین چیزوں پر مشتمل ہے، آیۃ محکمہ، فریضۃ عادلہ اور سنۃ قائمہ، اس کے علاوہ سب بیکار ہے۔ (کافی، ج۱، ص۳۲)

[2] سورۂ لقمان آیہ ۶-۷ تفسیر قمی، ج ۲، ص۱۶۱، مطبوعہ نجف و تفسیر ابن عباس، ص۳۴۴ مطبوعہ مصر

معي احسن منہ ،قرآن انزلہ اللہ عليٰ ھد ی و نوراً'' بیشک یہ کلام اچھا ہے لیکن میرے پاس اس سے بھی بہتر کلام قرآن ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے جو ہدایت اور نور ہے ۔تاریخی دستاویز میں گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کی داستانیں بھی شمار ہو تی ہیں، جسے طبری اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔یہ وہی تاریخی شواہد ہیں جو اسلام سے قبل بعض اہل کتاب دانشوروں کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں؛لہذا ظہور اسلام اور قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہونے سے پہلے کی تاریخ کے سلسلے میں ہماری معلومات اسی حد تک محدود ہے۔ ایسے بد ترین ما حول میں اسلام، قرآن مجید کے ہمراہ آیا اور صبح وشام اس کی تلاوت ہونے لگی۔ ایسی صورت میں حفا ظ کرام کے حفظ کے باوجود ضرورت پیش آئی کہ اس مبارک کتا ب کوقلمبند کیا جا ئے۔ اسی ضرورت کے پیش نظرقرآن مجید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دور میں صفحۂ دل پر نقش ہو نے کے ساتھ ساتھ صفحۂ قرطاس پر بھی محفوظ ہو نے لگا ،لیکن قرآن کی تفسیر ،گذشتہ شریعتوں اورادیان کی خبریں ، مسائل وا حکام شرعیہ کی تفصیلات کے سلسلے میں پیغمبر اسلاؐم کی احادیث ،آپ کی سیرت وسنت اور جنگ و غزوات کے حالات کی تفصیلات غیر مدوّن رہ گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم فنا سے ملک بقا کی طرف کوچ کر گئے؛ اب آپ کے پیرو مسلمان ان لوگوں سے حدیثیں کسب کر نے لگے جنھوں نے احادیث کو حفظ کر لیا تھا اورخود پیغمبر اسلامؐ سے ان حدیثوں کو سنا تھا یارسول اللہ کی عملی زندگی میں اس کو دیکھا تھا ۔

ادھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے سر اٹھا نا شروع کیا جوآپ کی حیات میں مسلمان ہونے کا دم بھرتے تھے ایسے لوگوں کے خلاف اصحاب رسول جنگوں میں شرکت کے لئے میدان میں اترآئے تو فقط یمامہ کی جنگ میں جو مدعی نبوت مسیلمہ کذ اب اور اس کے ساتھیوں کے خلاف لڑی گئی تھی تقریباً تین سو (۳۰۰)افراد سے زیادہ شہید ہوئے[۲] ایسی صورت حال میں اصحاب کواحادیث رسولؐ کی تدوین کی فکر لاحق ہوئی،لیکن صحابہ اس پر متفق نہ ہو سکے؛ بعض نے اجازت دی تو

---

[۱] طبری، ج۲، ص۳۵۳، مطبوعہ دارالمعارف ویعقو بی ،ج۲، ص۳۰ ،مطبوعہ نجف
[۲] طبری،ج ۳ ،ص۲۶۹،طبع دارالمعارف

بعض نے منع کیا لیکن افسوس اس کا ہے کہ ترجیح تدوین سے روکنے ہی والوں کو دی گئی کیوں کہ ادھر خلیفۂ اول[۱] و دوم[۲] و سوم[۳] تھے۔
منع حدیث کا یہ سلسلہ دوسری صدی ہجری تک ان کے پیروؤں کے درمیان باقی رہا آخر کار مسلمانوں نے مل جل کر خود کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور تاریخ نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔

---

[۱] تذکرۃالحفاظ، ج۱،ص۳و۵
[۲] گذشتہ حوالہ، ج۱، ص۷،۴،۳؛بخاری ،ج۶،باب الاستیذان ؛طبقات بن سعد ،ج۲،ص۲۰۶
[۳] مسند احمد، ج۱،ص۳۶۳ ، کتاب ” السنۃ قبل التد وین “ملاحظہ ہو۔

اسلام کا پہلا تاریخ نگار

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے بعد تدوین و تحریر کے کام کو لازم و ضروری سمجھتے ہوئے قلم سنبھالا اور خود یہ عہد کیا کہ نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر ردا نہیں ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید کو ترتیب نزولی کے مطابق مرتب نہ کر لوں۔ اس تدوین میں آپ نے عام و خاص، مطلق و مقید، مجمل و مبین، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ، رخصت وعزائم اور آداب وسنن کی طرف اشارہ کیا، اسی طرح آیات میں اسباب نزول کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی اور جہاں بعض پہلوؤں میں مشکل دکھائی دیتی تھی اس کو بھی واضح کیا ۔کتاب عزیز کی جمع بندی کے بعد آپ نے دیات کے موضوع پر بھی ایک کتاب تالیف فرمائی جسے اس زمانے میں ''صحیفہ'' کہا جاتا تھا ۔ابن سعید نے اپنی کتاب کے آخر میں جو ''الجامع'' کے نام سے معروف ہے اس کا ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے مثلاً جلد اول کی ''کتاب العلم'' ہی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اسی زمانے میں آپ کے چاہنے والوں کی ایک جماعت نے آپ کی اس روش کی بھرپور پیروی کی جن میں ابو رافع ابراہیم القبطی اور اس کے فرزند علی بن ابی رافع اور عبید اللہ بن ابی رافع قابل ذکر ہیں ۔ عبید اللہ بن ابی رافع نے جمل، صفین اور نہروان میں شرکت کرنے والے اصحاب کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی[1] جو تاریخ تشیع میں، تاریخ کی سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔ تاریخ نویسی میں شیعہ تمام مسلمانوں کے درمیان میر کارواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دیگر مورخین جیسے محمد بن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ ،ابو مخنف لوط متوفی ۱۵۸ھ اور ہشام کلبی ۲۰۶ھ وغیرہ کی تاریخی کتابیں، تاریخ اسلام کے اولین مصادر و منابع میں شمار ہوتی ہیں[2]۔

[1] رجال نجاشی، ج ۱ ، ص۵، مطبوعہ ہند؛الفہرست،ص ۱۲۲،مطبوعہ نجف

[2] مزید معلومات کے لئے مؤلفوا الشیعہ فی الاسلام ، الشیعہ و فنون الاسلام ، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، ص۹۱۔۲۸۷؛ اعیان الشیعہ، ج۱ ، ص ۸ و۴۸،اور الغدیر، ج۶ ، ص۰ ۲۹۔۲۹۷ کا مطالعہ کیجئے۔

کربلا

دشت کربلا میں وہ غمناک اور جاں سوزواقعہ رونما ہواجسے تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔اس سر زمین پر سبط رسول اکرم ؐسید الشہداء حضرت ابو عبداللہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر وہ وہ مظالم ڈھائے گئے جس سے تاریخ کا سینہ آج بھی لہو لہان ہے۔یہ دردناک واقعہ جو۶۱ھ میں پیش آیا، داستانوں کی صورت میں لوگوں کے درمیان سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچتا رہا ۔یہ واقعات لوگوں نے ایسے افراد کی زبانی سنےجو وہاں موجود تھے اور جو اُن خونچکاں واقعات کے عینی شاہد تھے،بالکل اسی طرح جس طرح دیگر اسلامی جنگوں کے واقعات سنے جاتے تھے ۔

لیکن کسی نے بھی ان واقعات کو صفحۂ قرطاس پر تحریر نہیں کیا تھا ۔یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا ؛یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم ازدی غامدی کوفی متوفیٰ۱۵۸ھ [1] نے اس واقعہ کو معتبر راویوں کی زبان سے یکجا کیا اور اس امانت کو کتابی شکل دیکر اس کا نام ''کتاب مقتل الحسین'' رکھا جیسا کہ آپ کی کتابوں کی فہرست میںیہی نام مرقوم ہے۔ یہی وہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس عظیم اورجانسوز واقعہ کے تاریخی حقائق کو بیان کرتی ہے ۔

دوسری تاریخ

ابو مخنف کی روشن بینی کے زیر سایہ تربیت پانے والے ان کے شاگرد نے تاریخ اسلام اور بالخصوص کربلا کے جانسوزواقعات کا علم اپنے استاد سے حاصل کیا ۔آپ کانام ہشام بن محمد بن سائب کلبی تھا ۔ نسب شناسی میںآپ کوید طولیٰ حاصل تھا ۔۲۰۶ھ میںآپ نے وفات پائی [2]۔ ہشام بن محمدبن سائب کلبی نے اسی سلسلہ کی دوسری کتاب تحریر فرمائی لیکن اس کی تنظیم و تالیف سے قبل وہ اسے اپنے استاد ابی مخنف کوفی کی خدمت میں لے گئے اور ان کے سامنے اس کی قرائت کی ؛پھر ان دلسوز واقعات کے تمام نشیب و فرازکواپنے استاد کے ہمراہ تکمیل کی منزلوں تک پہنچایا ۔ اس کتاب میں حدثنی ابو مخنف یا عن ابی مخنف (ابو مخنف نے ہم سے

---

[1] فوات الوفیات، ج۲ ، ص۱۴۰ ؛الاعلام للزرکلی ،ج۳ ،ص ۸۲۱؛مروج الذہب، ج۴ ، ص۲۴ ،مطبوعہ مصر

[2] مروج الذھب، ج۴ ، ص ۲۴، مطبوعہ مصر

بیان کیا ہے)بہت زیادہ موجود ہے۔ اپنے استاد کی کتابوں میں سے جس کتاب کو ہشام نے کتابی شکل دی اور ان کے سامنے قرا ئت کی نیز اس سے روایات کو نقل کیا، ابو مخنف کی وہی کتاب ''مقتل الحسین'' ہے جو ان کی کتابوں کی فہرست میں موجود ہے لیکن ہشام نے جو اہم کام انجام دیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے مقتل الحسین میں فقط اپنے استاد ابو مخنف ہی کی حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس میں تاریخ کے اپنے دوسرے استاد عوانةبن حکم متوفیٰ ۱۵۸ھ کی حدیثیں بھی بیان کیں ۔

صدر اسلام کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام اسلامی مورخین انھیں دو عظیم علماء کی عیال شمار ہوتے ہیں اور وہ سب ابی مخنف کے دستر خوان کے نمک خوار ہیں؛ اسکا سبب یہ ہے کہ وہ زمان واقعہ کے نزدیک ترین مورخوں میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا وہ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ جزئی مسائل کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور واقعہ کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح وہ واقع ہوا ہے ۔

اکثر مورخین نے تاریخ کے سلسلہ میں ابو مخنف کی کتابوں کو بطور خلاصہ اپنی تالیفات میں جگہ دی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت مورخین کے پاس موجود تھیں ۔ جن مورخین نے ابو مخنف کی تحریر سے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل افراد کے نام قابل ذکر ہے ۔

١۔ محمدبن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ ۔

٢۔ طبری، متوفیٰ ۳۱۰ھ ۔

٣۔ ابن قتیبہ، متوفی ۳۲۲ھ الامامۃ والسیاستمیں۔

۴۔ ابن عبدربہ اندلسی، متوفیٰ ۳۲۸ھ نے اپنی کتاب ''العقدالفرید''میں سقیفہ کی بحث کرتے ہوئے ۔

۵۔ علی بن حسین مسعودی، متوفیٰ ۳۴۵ھ نے عروہ بن زبیر کی عذر خواہی کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر نے بنی ہاشم سے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے لئے بیعت کا مطالبہ کیا ۔ بنی ہاشم نے مخالفت کی ؛اس پر عروہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی کہ تمہارے گھروں کو جلا دیں گے۔ اس کی اطلاع جب اس کے بھائی عبد اللہ کو ملی تو اس نے عروہ کی سر زنش کی اور عروہ نے اپنے بھائی سے عذر خواہی کی ۔

۶۔ شیخ مفیدؒ، متوفیٰ ۴۱۳ھ نے ''الارشاد ''میں امام حسین کی شہادت کے ذیل میں اور ''النصرہ فی حرب البصرہ'' میں ۔

۷۔ شہرستانی، متوفیٰ ۵۴۸ھ نے فرقہ نظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب '' ملل و نحل '' میں۔

۸۔ خطیب خوارزمی، متوفیٰ ۵۶۸ھ نے اپنی کتاب '' مقتل الحسین '' میں۔

۹۔ ابن اثیر جزری، متوفیٰ ۶۳۰ھ نے اپنی کتاب '' الکامل فی التاریخ ''میں ۔

۱۰۔ سبط بن جوزی، متوفیٰ ۶۵۴ھ نے اپنی کتاب ''تذکرہ خواص الامۃ''میں ۔

۱۱۔ آخری شخص جسے میں نے دیکھا ہے کہ کسی واسطہ کے بغیر ابو مخنف سے روایت نقل کرتا ہے، ابو الفدا ،متوفیٰ ۷۳۲ھ ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت ابو مخنف کی کتابیں بالخصوص ''مقتل الحسین ''ہماری معلومات کے مطابق دسترس میں نہیں ہے بلکہ تمام کتابیں ضائع ہو چکی ہیں ،دوسری کتابوں سے جستہ و گریختہ جو معلومات فراہم ہوئی ہیں وہی اس وقت موجود ہیں ۔

قدیم ترین سند

۱۔ گذشتہ سطروں میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابو مخنف کی ساری کتابیں ضائع ہو چکی ہیں لہذا وہ قدیم نص اور سند جو اس کتاب سے

متعلق ہمارے پاس موجود ہے تاریخ طبری ہے؛ جس میں محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ نے ہشام کلبی کی حدیثوں کو جو انہوں نے اپنے استاد ابو مخنف سے حاصل کی تھیں ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ طبری نے اس سلسلہ میں بطور مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی ہے اور نہ ہی اپنی تاریخ میں کوئی الگ سے باب قائم کیا ہے بلکہ ۶۰ھ اور ۶۱ھ کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے[1]۔ قابل ذکر ہے کہ طبری بلا واسطہ ہشام کلبی سے ان احادیث کی روایت نہیں کرتے بلکہ ان کی کتابوں اور تحریروں سے حدیثوں کو بیان کرتے ہوئے یوں ناقل ہیں: حدثت عن ہشام بن محمد، ہشام بن محمد سے حدیث نقل کی گئی ہے؛ لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتے کہ ان احادیث کو خود طبری سے کس نے بیان کیا ہے۔

ہمارے اس قول کی دلیل کہ طبری نے ہشام کے زمانے کو درک نہیں کیا ہے اور بلا واسطہ حدیثوں کو ان سے نہیں سنا ہے، طبری کی تاریخ ولادت ۲۲۴ھ اور ہشام کی تاریخ وفات ۲۰۶ھ ہے۔ طبری نے سیۂ تاریخ کے ناسور، واقعۂ حرہ کا ذکر کرتے ہوئے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ انھوں نے ان مطالب کو ہشام کلبی کی کتابوں سے نقل کیا ہے طبری کا بیان اس طرح ہے: ھکذا وجدتہ فی کتابی... میں نے اس واقعہ کو اسی طرح ان کی دونوں کتابوں میں دیکھا ہے[2]۔

۲۔ طبری کی نص و سند کے بعد ہمارے پاس ابو مخنف سے منقول کربلا کے واقعات کی قدیم ترین سند شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ کی کتاب ''الارشاد'' ہے جس میں انہوں نے بلا واسطہ ہشام کلبی کی کتاب سے روایتیں نقل کی ہیں کیونکہ شیخ مفید علیہ الرحمہ، اپنی کتاب میں واقعہ کربلا کو ذکر کرنے سے پہلے اس طرح بیان فرماتے ہیں: ''فمن مختصر الاخبار...ما رواہ الکلبی...'' ان خبروں کا خلاصہ ...جس کی روایت کلبی نے کی ہے[3]۔

---

[1] طبری، ج۵، ص۴۶۷، ۳۳۸، مطبوعہ دار المعارف

[2] طبری، ج۵، ص۴۸۷، اس مقام پر طبری کا بعض اسماء کو مختلف طریقوں سے لکھنا بھی دلیل ہے کہ اس نے روایت سنی نہیں بلکہ دیکھی ہے، مثلاً مسلم بن مسیب کا نام دو جگہ آیا ہے، ایک جگہ صحیح لکھا ہے لیکن دوسری جگہ سلم بن مسیب کردیا ہے جبکہ یہ ایک ہی شخص ہے، جیسا کہ مختار کے واقعہ میں ایسا ہی ہوا ہے۔

[3] الاشاد، ص۲۰۰، طبع نجف

۳۔ اس کے بعد ''تذکرۃ الاخصائص الائمۃ'' میں سبط ابن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ بھی بہت سارے مقامات پر امام حسین علیہ السلام کی خبروں کے ذیل میں ہشام کلبی ہی سے تصریح کے ساتھ روایتیں نقل کرتے ہیں۔ جب ہم طبری کی نقل کا شیخ مفیدؒ اور سبط ابن جوزی کی نقل سے موازنہ کرتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان نصوص کے درمیان کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے، البتہ شاذ و نادر اختلافات بھی دکھائی دیتے ہیں، مثلاً واو کی جگہ پر فاء ہے یا اس کے بر عکس۔ اسی قسم کے دوسرے اختلافات بھی آپ کو کتاب کے مطالعہ میں واضح طور پر دکھائی دیں گے۔

ابو مخنف تاریخ نے ہمارے لئے ابو مخنف کی تاریخ ولادت کو ذکر نہیں کیا ہے۔ فقط شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کشّی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے ان کو اپنی کتاب ''الرجال''میں راویوں کے اس گروہ میں شامل کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں، پھر شیخ طوسی فرماتے ہیں: ''وعندی ھذا غلط لان لوط بن یحییٰ لم یلق امیر المومنین علیہ السلام بل کان ابوہ یحییٰ من اصحابہ[1]''میری نظر میں کشی کی یہ بات غلط ہے کیونکہ لوط بن یحییٰ ابو مخنف نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ ہاں ان کے والد یحییٰ امام علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔

لیکن شیخ کے علاوہ کسی اور نے امیر المومنین کے اصحاب میں ابو مخنف کے والد یحییٰ کا تذکرہ نہیں کیا ہے، البتہ انکے دادا مخنف بن سلیم ازدی کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ اصحاب امیر المومنین میں شمار ہوتے تھے۔ اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ مخنف بن سلیم ازدی عائشہ کے خالہ زاد بھائی، عرب نژاد اور کوفہ کے رہنے والے تھے[2]۔ قابل ذکر ہے کہ شیخ طوسیؒ نے اس بات کو شیخ کشیؒ کی کتاب سے نقل کیا ہے، خود ان سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے، کیونکہ کشیؒ تیسری صدی ہجری میں تھے اور شیخ طوسیؒ ۳۸۵ھ کے متولد ہیں، جیسا کہ ابن شہر آشوبؒ نے اپنی کتاب ''معالم العلماء[3]''میں ذکر کیا ہے۔ کشیؒ کی اس کتاب کا نام ''معرفۃ الناقلین عن الا

[1] رجال، شیخ، ص ۵۷،مطبوعہ نجف
[2] گذشتہ حوالہ۵۸
[3] معالم العلماء ،ص ۲۰۲، ط نجف

ئمہ الصادقین‘‘ ہے لیکن آج یہ کتاب نایاب ہے۔ ہماری دسترس میں فقط وہی سند ہے جسے سید ابن طاؤوس نے فرج المہموم[1] میں ذکر کیا ہے کہ شیخ طوسیؒ نے ۴۶۵ ہجری میں اس بات کو کشی کی کتاب سے نقل کیا ہے. خود شیخ طوسیؒ کے مختار نظریہ کے مطابق بھی کہیں یہ دیکھنے کو نہیں ملتا کہ انھوں نے ابو مخنف کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہو۔شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ’’رجال‘‘ میں ابو مخنف کو اصحاب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں شمار کیا ہے، [2] جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں بھی انکا ذکر کیا ہے، [3] پھر اسکے بعد امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔

شیخ طوسیؒ اپنی کتاب ’’الفہرست‘‘ میں بھی کشیؒ کے اس نظریہ کو پیش کرنے کے بعد اظہار نظر کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ’’والصحیح ان اباہ کان من اصحاب امیر المومنین علیہ السلام وہولم یلقہ [4] ‘‘ صحیح تو یہ ہے کہ ابو مخنف کے والد اصحاب امیر المومنین میں شمار ہوتے تھے لیکن خود ابو مخنف نے حضرت کو نہیں دیکھا ہے۔اسکے بعد شیخ ابو مخنف تک سند کے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور نصر بن مزاحم منقری کا ذکر کرتے ہیں ۔شیخ نجاشیؒ نے بھی اپنی کتاب ’’رجال‘‘ میں انکا ذکر کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں : ’’لوط بن یحییٰ سعید بن مخنف بن سالم [5] ازدی غامدی ابو مخنف،کوفہ میں اصحاب اخبار واحادیث کے درمیان بزرگ اور جانی پہچانی شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے ۔آپ اس قدر مورد اطمینان تھے کہ آپ کی بیان کی ہوئی باتوں کو لوگ بغیر چون وچرا قبول کر لیا کرتے تھے۔آپ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایتیں نقل کیا کرتے تھے‘‘ لیکن یہ صحیح نہیں ہے(رجال النجاشی، ص ۲۲۴،طبع حجر ہند) اس کے بعد نجاشی نے ابو مخنف کی کتابوں کے تذکرہ میں ’’کتاب مقتل الحسین ‘‘کا بھی ذکر کیا ہے۔پھر ان روایتوں کے نقل کے لئے اپنے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کا ذکر کیا ہے جو ابو مخنف کے شاگرد تھے ۔ اب تک ہم نے علم

---

[1] فرج المہموم، ص ۱۳۰ ،ط نجف
[2] رجال، شیخ طوسی، ص۷۰
[3] سابقہ حوالہ، ص ۷۹
[4] الفہرست، شیخ طوسی ،ص۱۵۵،ط نجف
[5] کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہاں پرشیخ نجاشیؒ مخنف بن سالم کہہ رہے ہیں لیکن جب کتاب کا ذکر کر تے ہیں تو فر ما تے ہیں انکی کتاب بنام ’’اخبار آل مخنف بن سلیم ‘‘ہے ! بہتر یہی ہو گا کہ اسے نسخہ نویسوں کی غلطی شمار کیا جائے۔

رجال کی چار اہم کتابوں میں سے تین کتابوں سے ابو مخنف کے سلسلہ میں علمائے رجال کے نظریات آپ کی خدمت میں پیش کئے لیکن ان تینوں منابع میں کہیں بھی ابو مخنف کی تاریخ ولادت و وفات کا تذکرہ نہیں ملتا ۔

طبری اور خاندان ابو مخنف

طبری اپنی کتاب ''ذیل المذیل'' میں ان صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جو ٨٠ھ میں اس دنیا سے گذر گئے، بیان کرتے ہیں : ''مخنف بن سلیم بن حارث...بن غامد بن ازد'' پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مسلمان ہوئے ۔ آپ کوفہ میں خاندان ازد سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے تین بھائی تھے ۔ ١ ۔ ''عبد شمس''، جنھوں نے جنگ نخیلہ میں جام شہادت نوش فرمایا ۔

٢ ۔ ''الصقعب'' آپ جنگ جمل میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے ۔

٣ ۔ ''عبداللہ'' آپ بھی جنگ جمل ہی میں شہید ہوئے ۔

مخنف ہی کی اولاد اور نسل میں ابو مخنف لوط بن یحیٰی سعید بن مخنف ہیں جو تاریخ داں اور تاریخ نگار دونوں تھے ۔ لوگوں کے تاریخی واقعات آپ ہی سے نقل کئے جاتے ہیں ۔[1]'' پھر طبری بصرہ کے واقعات و احوال کے سلسلہ میں دوسرے مورخین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امیر المومنین نے ان ٧ گروہوں بجیلہ، انمار، خثعم، ازد... مخنف بن سلیم بن ازدی کو سردار لشکر قرار دیا [2]۔ ان دونوں عبارتوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ابو مخنف جنگ جمل میں شہید ہوئے ہیں، لیکن طبری جنگ جمل کے سلسلہ میں ابو مخنف سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ ابو مخنف نے اپنے چچا محمد بن مخنف سے اس طرح نقل کیا ہے : ''کوفہ کے کچھ بزرگوں نے جو جنگ جمل میں موجود تھے، مجھ سے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ میں خاندان ازد کا پرچم مخنف بن سلیم کے ہاتھوں میں تھا ۔ مخنف بن سلیم اسی جنگ میں جاں بحق ہوگئے ۔ ان کے بعد ان کے دو بھائیوں صقعب اور عبداللہ کے ہاتھوں یہ پرچم

---

[1] المطبوع مع التاریخ،مطبو عہ دارالقاموس، ج ١٣،ص٣٦۔ اورمطبوعہ دار سویدان، ج١١، ص٥٤٧

[2] طبری ،ج ٤،ص٥٠٠،مطبوعہ دارالمعارف

لہرایا گیا اور وہ دونوں بھی اسی جنگ میں شہید ہوگئے ''۔ طبری کی یہ عبارت '' ذیل المذیل ''کی عبارت سے مشترک ہے جس میں مخنف کے دو بھائی صقعب اور عبداللہ کی شہادت کا تذکرہ ہے ممکن ہے کہ '' ذیل المذیل ''میں طبری نے اسے اپنی ہی تاریخ سے نقل کیا ہو، لیکن مخنف بن سلیم کی شہادت کے سلسلے میں یہ خبر دوسری روایتوں سے منافی اور متعارض ہے، کیونکہ اس عبارت میں طبری نے کہا کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل میں شہید ہوگئے ۔ طبری کی یہ بات اس روایت کے منافی ہے جسے انھوں نے کلبی کے حوالے سے ابو مخنف سے جنگ صفین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے : ''حدثنی ابی، یحیٰی سعید عن عمہ محمد بن مخنف قال : کنت مع ابی (مخنف بن سلیم) یومئذ و انا ابن سبع عشرہ سنۃ[1]''مجھ سے میرے والد یحیٰی بن سعید نے اپنے چچا محمد بن مخنف کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا : ''میں جنگ صفین میں اپنے والد (مخنف بن سلیم) کے ہمراہ تھا اس وقت میری عمر سترہ سال تھی''۔ اسی طرح طبری نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا : ''مجھ سے حارث بن حصیرہ ازدی نے اپنے اساتید اور بزرگان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ '' قبیلہ ازد '' جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تو '' مخنف بن سلیم ''پر یہ بڑی سخت گھڑی تھی جس سے وہ کافی ناراض تھے''۔

اسی طرح طبری نے مدائنی متوفیٰ ۲۲۵ھ اور عوانہ بن حکم متوفیٰ ۱۵۸ھ سے روایت کی ہے کہ ان لوگوں نے سلسلۂ سند کو قبیلہ بنی فزار کے ایک بزرگ تک پہنچاتے ہوئے کہا : ''معاویہ نے نعمان بن بشیر کو ۲؍ہزار سپاہیوں کے ہمراہ امیر المومنین کی طرف روانہ کیا ۔وہ لوگ ایک مقام تک پہنچے جس کا نام عین التمر تھا ۔ وہاں سے ان لوگوں نے حضرتؑ کے لشکر پر حملہ کیا ،اس مقام پر مالک بن کعب ارحبی جو لشکر امیر المومنینؑ کے علمدار تھے،اپنے تین سو افراد کے ساتھ ان حملہ آورں کے سامنے ڈٹے رہے اور حضرت علیؑ کو خط لکھ کر فوج کی مدد طلب کی ۔مالک بن کعب نے ایک دوسرا خط مخنف بن سلیم کو لکھا کیونکہ وہ وہاں سے نزدیک تھے اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ مخنف نے فوراًاپنے فرزند عبد الرحمن کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ ان تک روانہ کیا ؛یہ افراد بلا تاخیر وہاں

[1] طبری ،ج۴، ص۲۴۶

پہنچ کر مالک کے لشکر سے ملحق ہوگئے ۔ جب اہل شام نے یہ منظر دیکھا اور سمجھ گئے کہ مالک بن کعب کی مدد کے لئے لشکر موجود ہے تو وہیں سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ۔[1] '' ان تمام تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد تک با حیات تھے اور نہ فقط بعد از جنگ جمل بلکہ جنگ صفین کے بعد بھی زندہ تھے، کیونکہ جنگ صفین ۳۷ھ میں ختم ہوگئی اور معاویہ کی طرف سے سرحدی علاقوں میں قتل و غارت گری کا سلسلہ ۳۹ھ سے شروع ہوا ۔اس درمیان فقط وہی ایک روایت ہے جس میں جنگ جمل میں شہادت کا تذکرہ موجود ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں میں اس کی وضاحت ہوگئی ہے، لیکن طبری اس کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے، نہ ہی اس کے اوپر کوئی تعلیقہ لگایا، جبکہ انھوں نے ''ذیل المذیل ''میں اس کی صراحت کی ہے کہ وہ ۸۰ھ تک زندہ تھے ۔[2] نصر بن مزاحم اور خاندان ابو مخنف طبری کے علاوہ نصر بن مزاحم منقری، متوفیٰ ۲۱۲ھ نے بھی اپنی کتاب '' وقعۃ صفین '' میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد بقید حیات تھے ۔ وہ اپنی کتاب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ یحییٰ سعید نے محمد بن مخنف سے نقل کیا ہے کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ سے پلٹنے کے بعد میرے والد (مخنف بن سلیم) کی طرف نگاہ کی اور فرمایا : ''لیکن مخنف بن سلیم اور ان کی قوم نے جنگ میں شرکت سے سرپیچی نہیں کی[3] ۔ ''

محمد بن مخنف اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا یہ کہنا ہے کہ امیر المومنین نے مخنف بن سلیم کو اصفہان اور ہمدان کی ذمہ داری دیکر گورنر کے طور پر وہاں روانہ کیا اور وہاں کے سابق ذمہ دار جریر بن عبد اللہ بجلی کو معزول کر دیا[4] ۔ محمد بن مخنف مزید کہتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے شام کا قصد کیا تو اپنے کارکنوں کو اس سے آگاہ کیا ؛ منجملہ ایک خط مخنف بن سلیم کو روانہ کیا جسے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے کاتب عبداللہ ابی رافع نے تحریر کیا تھا خط ملتے ہی مخنف بن سلیم

---

[1] طبری ،ج ۵ ،ص ۱۳۳ مطبوعہ دار المعارف
[2] ذیل المذیل، ص۵۴۷ ،مطبوعہ دار سویدان؛ تاریخ طبری کی گیارہویں جلد
[3] وقعۃ صفین، ص۸ ، طبع مدنی
[4] سابقہ حوالہ، ص۱۱

نے اپنے اہلکاروں میں سے دو آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے فوراً حضرتؑ کے لشکر کی طرف روانہ ہوگئے ؛یہاں تک کہ صفین ہی میں حضرت علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں شہید ہوگئے[1]۔ آگے بڑھ کر محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ مخنف بن سلیم چار بڑے قبیلے ازد، بجیلہ، انصاراور خزاعہ کے سربراہ تھے۔[2] پھر لکھتے ہیں: مخنف، بابل کے سفر میں علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔[3] اسکے علاوہ بزرگان ''ازد'' سے مروی ہے کہ ''قبیلہ ازد'' کا ایک گروہ شام کی طرف سے اور دوسرا گروہ عراق کی طرف سے (جس میں مخنف بھی تھے)جب آمنے سامنے ہوا تو مخنف بن سلیم کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی۔ان کے دل پر اس سے چوٹ لگی اور وہ بے چین ہوگئے؛ لہٰذا انہوں نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ یہ امر میرے لئے بڑا سخت ہے اور میں اس سے خوش نہیں ہوں[4]۔ اس سلسلے میں ابو مخنف کا بیان بھی قابل استفادہ ہے۔ وہ اس واقعہ کو اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ محمدبن مخنف کہتے ہیں : ''اس دن میں اپنے والد مخنف بن سلیم کے ہمراہ تھا اوراس وقت میری عمر ۱۷ سال کا تھی''[5]۔اس جملہ سے کہ ''میری عمر ۱۷سال تھی'' اندازہ ہوتا ہے کہ سعید اپنے بھائی محمد سے چھوٹے تھے اور وہ جنگ صفین میں حاضر نہ تھے لہٰذا اس جنگ کی روداد کو اپنے بھائی سے نقل کررہے ہیں۔ یہ خبر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محمد بن مخنف کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی ۔بنابراین سعید، جو لوط (ابو مخنف)کے دادا ہیں وہ بھی اسی سال کے آس پاس متولد ہوئے ہیں ۔لوط کے دادا سعید حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جبکہ آپ کے والد یحيٰ امیر المومنینؑ کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے ۔پس ہم اگر کم ترین مدت بھی فرض کریں تو یہی کہا جاسکتاہے کہ سعید کی شادی کے بعد جب یحيٰ دنیا میں آئے تو اس وقت سعید ۲۰ سال کے تھے ۔ اس بنیاد پر لوط کا اصحاب امیر المومنینؑ میں ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا،بلکہ ان کے والد یحيٰ کو بھی حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔اب ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ یحيٰ نے شادی کی اور اس سے لوط

---

[1] سابقہ حوالہ، ص۱۰۴

[2] صفین، ص۱۱۷

[3] سابقہ حوالہ، ص۱۳۵

[4] سابقہ حوالہ، ص۲۶۲ ؛کتاب تقریب التہذیب میں مذکو ر ہے کہ ''مخنف بن سلیم ۶۴ھ میں توابین کے ہمراہ عین الوردۃمیں شہید ہوئے لیکن یہ غلط ہے۔

[5] طبری، ج، ۴ص۴۴۶

دنیا میں آئے تو اس وقت ان کا سن ۲۰ سال تھا ؛ اس کا مطلب یہ ہو گا ۶۰ھ گذر گیا تھا جبکہ یہ بہت کم ترین مدت فرض کی گئی ہے۔ اسطرح خود لوط کے بارے میں ہم یہ فرض کر تے ہیں کہ انھوں نے اپنی عمر کے بیسویں سال کے آس پاس حدیث کا سننا اور حاصل کرنا شروع کیا ؛ اس کی بنیاد پر ۸۰ھ سامنے آجا تی ہے ،پھر انھوں نے اس کتاب کی تالیف میں تقریباً ۲۰ سال صرف کیے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ لوط پہلی صدی ہجری کے آخری سالوں یا صدی تمام ہونے کے بعد اس کتاب کی تالیف سے فارغ

ا۔ابو مخنف کے والد یحییٰ کس طرح اصحاب امیر المومنین میں شمار ہو سکتے ہیں؟اور کس طرح شیخؒ نے اسے اپنی دونوں کتا بوں میں لکھ دیا؟ یہ ایک سوال ہے اور ہم سے پہلے فاضل حائری نے اپنی کتاب منتہی المقال میں شیخؒ پر یہی اعتراض کیا ہے۔انہوں نے اس بات پر استدلال قائم کیا ہے کہ ابو مخنف نے حضرت علی علیہ السلام کو نہیں دیکھا ہے ؛ اسکے بعد انھوں نے شیخ طوسیؒ کے قول جو انھوں نے اپنی دونوں کتابوں میں بیان کیا ہے کہ یحییٰ نے حضرت علی علیہ السلام کا دیدار کیا ہے،کو اس دلیل سے ضعیف جانا ہے کہ ان کے پر دادا مخنف بن سلیم حضرت علی کے اصحاب میں تھے، جیسا کہ شیخؒ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ فاضل حائری کی عبارت اس طرح ہے : اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوط نے حضرت،کا دیدار نہیں کیا بلکہ ان کے باپ یحیٰیٰ حضرت کو درک کرنا بھی ضعیف ہے۔ بنا برین ابو مخنف کا اصحاب امیر المومنین میں شمار ہونا جیسا کہ کشی نے کہا ہے غیر ممکن ہے اور جو استدلال مقتل ابو مخنف کے مقدمہ پر شیخ غفاری نے تحریر کیا ہے وہ بھی بے جا ہے ۔شیخ غفاری کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابو مخنف اپنے پر دادا مخنف بن سلیم کے ہمراہ ہوں،اس طرح سے کہ اس وقت لوط ۱۵ سال کے ہوں اور ان کے والد یحییٰ ۳۵ کے ہوں اور انکے دادا سعید کی عمر ۵۵ سال ہو اور پر دادا مخنف بن سلیم کا سن ۷۵ سال ہو۔اس استدلال میں جو اعتراض وارد ہے وہ واضح ہے، کیونکہ ابو مخنف اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جنگ صفین کے موقع پر ۱۷ سال کے تھے یعنی ان کے بھائی سعید ان سے بڑے نہیں تھے بلکہ چھوٹے تھے اسی لئے جنگ صفین میں شریک نہیں ہوئے اور انھوں نے اس جنگ کی روداد اپنے بھائی سے نقل کی پس اس وقت ان کا سن ۱۵سال کے آس پاس ہو گا، نہ کہ ۵۵ سال کا ۔ ہوئے ،لیکن یہ بہت بعید ہے کہ انھوں نے اس

زمانے میں اسے لکھا ہواور پھر لوگوں کو املا کریا ہو۔کیونکہ اس زمانے میں تدوین حدیث پر بڑی سخت پابندی عائد تھی؛ بلکہ سخت ممنوع تھا۔ اس اموی دور سلطنت میں تاریخ نویسی کا کیا سوال پیدا ہو تا ہے اوروہ بھی شیعی تاریخ کا ؟ !جبکہ یہ زمانہ شیعوں کے لئے خوف،تقیہ اور گھٹن کا زمانہ ہے ۔ابو مخنف نے مسلم بن عقیل کے کوفہ میں وارد ہو کر مختار بن ابو عبید ثقفی کے گھر رہنے کے سلسلے میں جو خبر نقل کی ہےاس میںیہ جملہ موجود ہے : ''یہ گھر آج مسلم بن مسیب کے گھر سے معروف ہے''اس جملہ سے ہمیں ایک فائدہ یہ حاصل ہو تا ہے کہ انھوں نے اس مقتل کی تالیف پہلی صدی ہجری کی تیسری دہائی میں کی ہے ،کیونکہ مسلم بن مسیب ۱۲۹ھ میں شیراز کے عامل تھے،جیسا کہ طبری کی ،ج۷،ص۲۷۳پر مرقوم ہےاور یہ عہد بنی امیہ کے ضعف و شکست اور بنی عباس کے قیام کا دور شمار ہوتا ہے جس میں بنی عباس اہل بیت کی رضایت حاصل کر کے امام حسین اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے لہذا ممکن ہے عباسیوں ہی نے ابو مخنف کو مقتل حسین علیہ السلام کی تالیف کی دعوت دی ہو تاکہ ان کے قیام کی تائیدہو سکے پھر جب یہ لوگ زمام حکومت پر قابض ہوگئے تو ابو مخنف اور ان کے مقتل کو ترک کر دیا،جیسا کہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ دیا بلکہ ان سے جنگ پر آمادہ ہوگئے ۔

ابو مخنف کی کتابیں(الف)شیخ نجاشی ؒنے ابو مخنف کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیاہے۔

۱۔کتاب المغازی

۲۔کتاب الردّہ

۳۔کتاب فتوح الاسلام

۴۔کتاب فتوح العراق

۵۔کتاب فتوح الخراسان

۶۔کتاب شوریٰ

۷۔کتاب قتل عثمان

۸۔کتاب جمل

۹۔کتاب صفین

۱۰۔کتاب الحکمین

۱۱۔کتاب النہروان

۱۲۔کتاب الغارات

۱۳۔کتاب اخبار محمد بن ابی بکر

۱۴۔کتاب مقتل محمد بن ابی بکر

۱۵۔کتاب مقتل امیر المومنین علیہ السلام

۱۶۔کتاب اخبار زیاد

۱۷۔کتاب مقتل حجر بن عدی

۱۸۔کتاب مقتل الحسن

۱۹۔کتاب مقتل الحسین علیہ السلام

۲۰۔ کتاب اخبار المختار

۲۱۔ کتاب اخبار ابن الحنفیہ

۲۲۔ کتاب اخبار الحجاج بن یوسف ثقفی

۲۳۔ کتاب اخبار یوسف بن عمیر

۲۴۔ کتاب اخبار شبیب الخارجی

۲۵۔ کتاب اخبار مطرف بن مغیرہ بن شعبہ

۲۶۔ کتاب اخبار الحریث بن الاسدی الناجی

۲۷۔ کتاب اخبار آل مخنف بن سلیم اس کے بعد نجاشی نے اپنے طریق کو اس طرح ذکر کیا ہے : ''عن تلمیذہ ہشام الکلبی''ابو مخنف کے شاگرد کلبی سے مروی ہے[1]۔ (ب) شیخ طوسی نے بھی فہرست میں ان میں سے بعض کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابو مخنف کی ایک کتاب بنام ''کتاب خطبات الزہراء'' بھی ہے۔ شیخ طوسی روایت میں اپنے طریق کو بیان فرماتے ہیں[2]۔

(ج)ابن ندیم نے بھی اپنی فہرست میں ان کتابوں میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، منجملہ مقتل الحسین کوابو مخنف ہی کی کتابوں میں شمار کیاہے۔

---

[1] رجال نجاشی، ص۲۲۴،طبع حجر ہند
[2] فہرست، ص۱۵۵وطبری ،ج۷،ص۴۱۷،سال ۱۳۲ ہجری فی خروج محمد بن خالد بالکوفہ

دواہم نکات

ابو مخنف کی کتابوں کی فہرست کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو اہم نکات سامنے آتے ہیں: ا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ابو مخنف نے اپنی ساری کوششیں اس پر صرف کی ہیں کہ شیعی روایات بالخصوص کوفہ سے متعلق اخبار کو اپنی کتابوں میں درج کریں۔ ان کتابوں میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں بنی امیہ یا بنی مروان کا عنوان شامل ہو، اسی طرح ان کتابوں میں ابو مسلم خراسانی کا قیام اور بنی عباس کی تشکیل حکومت کے سلسلے میں بھی کوئی عنوان نظر نہیں آتا جبکہ بنی عباس کی حکومت کی تشکیل کے ۲۵ ؍ سال بعد ۱۵۸ھ ہجری میں ابو مخنف کی وفات ہوئی ہے۔ اگر فہرست کتب میں اس موضوع پر کوئی کتاب نظر آتی ہے تو وہ فقط ''کتاب حجاج بن یوسف ثقفی'' ہے اور حجاج کی تباہکاریوں کی داستان اس کی موت کے ساتھ ۹۵ھ ہجری میں ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ طبری نے بنی امیہ کے آخری ایام کی خبروں کو ۱۳۲ھ ہجری کے حوادث میں ابو مخنف ہی سے نقل کیا ہے[1]۔

۲۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ابو مخنف کی روایات کو ان کی کتابوں میں، خصوصاً طبری کی روایتوں میں ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ابو مخنف نے بہت سارے موارد میں اپنے باپ، چچا، چچازاد بھائیوں یا ''قبیلۂ ازد'' کے وہ بزرگان جو اس وقت زندہ تھے، ان سے رواتیں نقل کی ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابو مخنف کے قبیلہ میں بہت ساری خبریں موجود تھیں جس نے ابو مخنف کو ان کی جمع آوری اور تالیف پر برانگیختہ کیا۔ اسی وجہ سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی خبروں میں کوفہ اور اہل کوفہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس فن میں انھوں نے اتنا ید طولیٰ حاصل کیا کہ دوسروں کے مقابلہ میں وہ اس فن میں اعلم شمار ہوتے ہیں۔

مذہب ووثاقت

ابو مخنف کے آثار کو دیکھنے کے بعد اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام (جنکی شہادت ۹۵ ھ ہجری میں ہوئی ہے) سے کوئی روایت بلا واسطہ نقل نہیں کی ہے؛ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام (جنکی شہادت ۱۱۵ھ ہجری میں

---

[1] طبری، ج۵، ص۴۱۷

ہوئی ہے)سے بھی بلا واسطہ ایک روایت موجود نہیں ہے[1]۔ بلکہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک واسطہ اور امام زین العابدین علیہ السلام سے دو واسطوں سے روایت نقل کرتے ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے بلا واسطہ چند ہی روایتیں ملتی ہیں[2]۔ یہ مطلب شیخ نجاشیؒ کی ان باتوں کی تائید کرتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابو مخنف نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ''اسی طرح ابوا مخنف نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بھی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے جب کہ ابو مخنف امام علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے، کیونکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ۱۸۳ھ ہجری میں واقع ہوئی ہے ؛یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی ابو مخنف کو امام علیہ السلام کے صحابیوں میں شمار نہیں کیا ہے ۔

مندرجہ بالا قرینے اس مطلب کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ ابو مخنف شیعہ نہیں تھے اور شیعی اصطلاح کے مطابق ائمہ کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے تھے، جن کو مخالفین اہل بیت رافضی کہا کرتے تھے؛ البتہ اس زمانے میں اہل کوفہ کی طرح ان کا بھی فکری اور نظریاتی میلان تشیع کی طرف تھا لیکن سنی مذہب کو بطور کلی ترک نہیں کیا تھا ۔اس کی تائید میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مخالفین اہل بیت میں سے کسی نے بھی رافضی کے تیر سے ان پر حملہ نہیں کیا ہے جیسا کہ وہ ہر شیعہ کے لئے کرتے تھے حتیٰ کہ یہ ایک اصطلاح بن چکی تھی جو ابھی تک باقی ہے۔ بلکہ ابو مخنف کے سلسلے میں مخالفین اہل بیت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تشیع اور مذہب اہل بیتؑ کی طرف رجحان رکھتے تھے ، اسی وجہ سے ان کو شیعہ کہا کرتے ہیں؛ لیکن مخالفین اہل بیت علیہم السلام کو جن کے بارے میں معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ مذہب اہل بیت سے وابستہ ہیں ان پر فوراًرافضی ہونے کا تیر چلاتے تھے اور فقط شیعہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ دشمنان اہل بیت کے نزدیک اصطلاح شیعہ اور رافضی میں اساسی فرق یہی ہے ۔ ذہبی، اہل سنت کے معروف رجالی، کہتے ہیں : ''یہ اخباری مذہب کے حامی ہیں اور قابل اعتماد نہیں ہیں''۔ ابوحاتم وغیرہ نے ان سے روایت نقل نہیں کی ہے اور ان کو ترک کر دیا ہے ۔

[1] طبری،ج ۵،ص۴۸۸۔خبر شہادت شیر خوار کو ملا حظہ کیجئے ۔
[2] خبر شب عا شو راملاحظہ ہو ،ج ۵ ،ص۴۸۸

ابن معین کہتے ہیں : ''یہ ثقہ نہیں ہیں'' مرہ کہتے ہیں: '' وہ بہت قابل توجہ نہیں ہیں'' ۔ ابن عدی کہتے ہیں : ''وہ متعصب شیعہ تھے[1] ان کا شمارشیعہ محدثین و مورخین میں ہوتاہے ان میں سے کسی بھی رجالی نے ابو مخنف پر رافضی کے تیر سے حملہ نہیں کیا ہے جبکہ ان تمام رجالیوں کی سیرت یہ ہے کہ اگر ان کے لئے کسی کے سلسلے میں اہل بیتؑ کی پیروی ثابت ہو جائے تو فوراًرافضی کہہ کر اپنی دریدہ ذہنی اور شوریدہ فکری کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔ابن ابی الحدید معتزلی نے اس بات کی بالکل صراحت کر دی۔ وہ کہتے ہیں: ''ابو مخنف کا شمار محدثین میں ہوتاہے اوران کا تعلق اس گروہ سے ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ امامت عوام کے اختیار میں ہے ؛عوام جس کو چاہے امام بنادے، لہٰذا وہ نہ توشیعہ تھے اور نہ ہی شیعی رجال میں ان کا شمار ہوتا ہے[2]۔

سید صدرؒ نے ابن ابی الحدیدکی اس عبارت کو ''تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام'' میں نقل کیا ہے پھر اس عبارت پر تعلیقہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں: ''میرے نزدیک تشیع ہی کی بنیاد پر ان کی مذمت کی گئی ؛اس کے باوجود وہ اہل سنت کے علماء کے نزدیک مورد اطمینان وقابل وثوق ہیں اور ائمہ اہلسنت نے ان پر اعتماد کیا ہے جیسے ابی جریر طبری ،ابن اثیر بالخصوص،ابن جریر طبری جس نے اپنی ضخیم اور عظیم تاریخ کو ابی مخنف ہی کی روایتوں سے پر کر دیا ہے[3]۔علامہ سید شرف الدین موسویؒ نے اپنی کتاب ''المراجعات'' میں ایک خاص فصل قرار دی ہے جس میں ان سو شیعی رجال کا تذکرہ کیا ہے جو اہل سنت کی سندوں میں بلکہ صحاح میں موجود ہیں۔ علامہ مرحوم نے ان سندوں کو حوالے کے ساتھ ذکر کیا ہے۔علامہ شرف الدین موسویؒ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے :اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ (ابو مخنف)شیعہ تھے لیکن شیعہ امامی نہیں تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی اس کی صراحت کی ہے جو

---

[1] میزان الاعتدال، ج۳،ص ۴۳ ،طبع حلبی محترق کے معنی متعصب کے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں حارث بن حصیرہ کے سلسلے میں آیا ہے؛ محترق کے وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

[2] تاسیس الشیعہ، ص۲۳۵ ،طبع بغدادمیں آیا ہے کہ میں نے طبری کی سند میں ابو مخنف کی روایت کو شمار کیا تو ۴۰۰ روایتوں کے آس پاس پایا جیسا کہ فہرست اعلام ،ج۷،ص۴۱۷،سال ۱۳۲ میں محمد بن خالدکے خروج کے سلسلے میںیہ موجود ہے۔

[3] تاسیس الشیعہ، ص۲۳۵ ،طبع بغداد ،المراجعات،ص۱۶ تا۱۷ وص،۵۲ تا ۱۱۸،دار الصادق

اس پر تعجب نہ کیجئے کہ ابن ابی الحدید نے اس سلسلے میں کیونکر تصریح کردی، ذرادیکھئے!جب وہ جنگ جمل کے واقعہ میں ابو مخنف سے اس رجز کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں مولائے کائنات نے پیغمبر اسلامؐ کی جانب سے اپنی وصایت کا تذکرہ کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ان رجزوں کے نقل کرنے سے اس سے زیادہ کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ابو مخنف فکر و نظر کے اعتبار سے شیعہ تھے نہ کہ عقیدۂ امامت میں، جیسا کہ بہت سارے اہل سنت اس مطلب کی روایت کرتے ہیں ۔الغرض ابو مخنف شیعہ تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کے امامی مذہب ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے ،اس بناپر ابومخنف کی توصیف و تمدیح کا بہترین طریقہ وہی ہے جسے شیخ نجاشیؒ نے اپنایا ہے : ''شیخ اصحاب اخبار الکوفہ ووجھہم وکان یسکن الی ما یرویہ''وہ مورخین کوفہ کے بزرگ اور معروف آدمی تھے لوگ ان کی روایتوں پر اعتماد کرتے تھے ۔

ایک متین بیان ہے البتہ بعض اہل سنت نے انہیں اس بنیاد پر شیعہ لکھ دیا کہ محبت و مودت اور افکار میں ان کا میلان اہل بیت اطہار علیہم السلام کی طرف تھا لیکن یہ کہ وہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق بطور کامل شیعہ تھے، تو یہ غلط ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گذشتہ علمائے شیعہ میں سے کسی نے بھی ان کے شیعہ ہونے کی تصریح نہیں فرمائی ہے۔ شیخ نجاشی جو اس فن کے استاد تھے انھوں نے اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے توصیف فرمائی ہے کہ ''ابو مخنف مورخین کوفہ کے بزرگ اور استاد تھے''، یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے مورخین کے استاد و بزرگ تھے، چہ جائیکہ یہ کہیں کہ ہمارے علماء و دانشوروں کے بزرگ اور استاد تھے ۔ نجاشی کا یہ بیان ایک قابل اعتبار مدح وستائش ہے جس کی بنیاد پر ان سے مروی روایتوں کا حسن ہونا ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی روایتوں کو ''الوجیزہ''، ''البلغہ'' اور ''الحاوی'' وغیرہ میں حسن شمار کیا گیا ہے ۔

ہشام الکلبی

شیخ نجاشیؒ نے ہشام الکلبی کا ذکر کیا ہے اور ان کا نسب نامہ بھی مرقوم فرمایاہے اس کے بعد فرماتے ہیں : ہشام تاریخ دان، تاریخ نگار اور علم و فضل میں مشہور تھے۔ وہ پیروان مذہب اہل بیتؑ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ایک حدیث بہت مشہور ہے جس کی داستان بہت ہی دلچسپ ہے ۔ہشام کہتے ہیں: ''میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوگیا تھا جس کی وجہ سے میں اپنے سارے علم کو فراموش کرچکا تھا لہٰذا میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور امام سے ساری داستان کہہ سنائی امامؑ نے مجھے جام علم پلایا اس جام کے پیتے ہی میرا سارا علم دوبارہ واپس آگیا'' ۔امام جعفر صادق علیہ السلام ان کو اپنے قریب رکھتے تھے، ان کا احترام کرتے اور ان کے لئے ترقی و بلندی کے مواقع فراہم کرتے تھے؛ اسی لئے وہ کامیاب رہے اور بہت ساری کتابیں ان کے آثار میں باقی ہیں[1]۔ اس کے بعد نجاشی نے ہشام کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو اپنے طریق میں مرقوم فرمایا؛ منجملہ ان کتب میں ''مقتل الحسین''، کو بھی ہشام کی کتابوں میں شمار کیاہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہشام نے کتاب ''مقتل الحسین''، کے تمام حصوں یا

[1] رجال نجاشی،ص۳۰۵،حجر ہند

اکثر و بیشتر حصوں کو اپنے استاد (ابو مخنف) سے نقل کیا ہے ۔قابل تعجب بات یہ ہے کہ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب '' مختار ''میں رجال نجاشی سے نقل کیا ہے نجاشی فرماتے ہیں : ''کلبی کا شمار سنی رجال میں ہوتا ہے ہاں؛ اہل بیت سے انہیں شدت کی محبت تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کلبی تقیہ میں تھے، مخالف اہل بیتؑ نہیں تھے [1]۔ ا۔ شہیدثانی مسالک میں فرماتے ہیں : '' وظاہر حال النجاشی انہ اضبط الجماعہ واعرفھم بحال الرواۃ ''ظاہر یہ ہے کہ نجاشی کا حافظہ سب سے قوی اور راویوں کے احوال سے سب سے زیادہ باخبر ہیں ۔

۲۔ان کے نواسے ''شرح الاستبصار'' میں فرماتے ہیں : ''والنجاشی مقدم علی الشیخ فی ھٰذہ المقامات کما یعلم بالممارسۃ ''۔ نجاشی ان موارد میں شیخؒ پر مقدم ہیں جیسا کہ تحقیق و جستجو سے یہی معلوم ہوتا ہے۔۳۔ان کے استاد محقق استرآبادی کتاب ''الرجال الکبیر '' میں سلیمان بن صالح کے احوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں : '' ولا یخفی تخالف ما بین طریقتی الشیخ والنجاشی ولعل النجاشی اثبت ''۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رجال شناسی میں شیخ اور نجاشی کے درمیان اختلاف کی صورت میں نجاشی کا قول مقدم ہے ؛کیونکہ نجاشی کا نظریہ زیادہ محکم ہے ۔۴۔ سید بحر العلوم '' الفوائد الرجالیہ'' میں فرماتے ہیں : ''احمد بن علی نجاشی کا محکم،استوار اور عادل بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ جرح و تعدیل کے عظیم ترین رکن ہیں اور اس راہ کے سب سے بزرگ عالم ہیں'' ہمارے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ معتمد ہیں اور سب کے سب احوال رجال میں انہیں کی طرف استناد کرتے ہیں نیزان کے قول کو مقدم جانتے ہیں۔اصحاب نے ان کی کتاب کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اس باب میں صراحت کی ہے کہ نجاشی کا قول صحیح ہے ۔اس کے علاوہ نجاشی نے اپنی کتاب میں شیخ کشّی کے احوال کو پیش کرتے ہوئے فرمایا : ''کان ثقۃعیناً۔'' آپ مورد وثوق اور معروف انسان تھے،رجال کے موضوع پرآپ کی ایک کتاب ہے جو بڑی معلوماتی ہے لیکن اس کتاب میں کافی غلطیاں ہیں۔آپ عیاشی کے ساتھ تھے اور انہیں سے روایتیں نقل کی ہیں البتہ اس کتاب میں ضعیف راویوں سے بھی

---

[1] المختار من رجال الکشی، ص ۳۹۰ ،حدیث ۷۳۳ طبع مشہد، یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے کہ ہمارے متعدد بزرگ علمائے رجال تعارض کی صورت میں نجاشی کے قول کو مقدم مانتے ہیں

روایت نقل کردی ہے (ص۳۶۳) پھر نجاشی، عیاشی کے سلسلے میں لکھتے ہیں ''ثقہ و صدوق''، وہ مورد وثوق اور بڑے سچے تھے ''عین من عیون ھٰذہ الطائفہ'' اس گروہ شیعہ کی معروف ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ عیاشی پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہوئے۔ آپ نے ضعفا سے بہت روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص۲۴۷) شاید کشّی نے یہ قول عیاشی ہی سے حاصل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کلبی سنی تھے کیونکہ وہ شروع میں سنی تھے۔ ہاں کلبی اپنے کو چھپائے رہتے تھے اور تقیہ پر عمل کرتے تھے جیسا کہ کشی نے ذکر کیاہے۔ اسکے بعد شیخ نے ہشام کلبی کا بالکل تذکرہ نہیں کیا ہے؛نہ ہی رجال میں اورنہ ہی فہرست میں،ہاں اپنے اس طریق میں جس میں ابومخنف کی کتابوں سے روایت نقل کی ہے ہشام کا تذکرہ کیا ہے[1]۔ شاید اس کا سبب یہ ہوکہ کلبی کی جتنی کتابیں تاریخ شیعہ سے مختص ہیں ان سب میں انہوں نے اپنے استاد ابی مخنف سے روایتیں نقل کی ہیں، لیکن دوسری کتابیں کہ جو شیعوں کی تاریخ سے مخصوص نہیں ہیں دوسرے مورخین سے نقل ہیں۔

اہل سنت کے سیرو تراجم کے تمام دانشوروں نے ہشام کے علم و حافظہ اور انکے شیعہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ابن خلکان کہتے ہیں: ''تاریخ اور تاریخ نگاری کے سلسلے میں ان کی معلومات بڑی وسیع تھی۔ وہ علم انساب کے سب سے بڑے عالم تھے اور اخبارروایات کے حفظ میں مشہور روزگار تھے۔آپ کی وفات ۲۰۶ھ ہجری میں ہوئی [2]۔اہلسنت کے دوسرے بزرگ عالم رجالی ابو احمدبن عدی اپنی کتاب ''کامل'' میں کہتے ہیں: ''کلبی کی حدیثیں صالح ودرست ہیں۔ تفسیر میں بھی انکا علم وسیع تھا اور وہ اس علم کے ذریعہ معروف تھے؛ بلکہ تفسیر میں ان سے طولانی اور سیر حاصل بحث کسی نے بھی نہیں کی ہے۔ کلبی تفسیر میں مقاتل بن سلیمان پر برتری اور فضیلت رکھتے ہیں؛کیونکہ مقاتل کے یہاں عقیدہ اور مذہب کی سستی وخرابی موجودہے۔ ابن حبان نے کلبی کو ثقات میں شمار کیا ہے''[3]۔

---

[1] رجال طوسی ،ص۱۵۵ ۔

[2] طبری نے اپنی تاریخ میں کلبی سے ۳۳۰ موارد نقل کئے ہیں۔ اسکے باوجود اپنی کتاب" ذیل المذیل ''میں ان کے احوال مر قوم نہیں کئے ہیں۔ فقط کلبی کے باپ کا تذکرہ(ص۱۱۰)پر کر تے ہوئے کہا ہے :ان کے دادا بشربن عمرو کلبی ہیں اور انکے فرزند سائب ،عبید او رعبد الرحمن ہیں جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

[3] لسان المیزان ،ج۲،ص۳۵۹۔

رائج مقتل الحسین

اس زمانے میں متداول، لوگوں کے ہاتھوں اور مطبوعات میں جو مقتل ہے اسے ابو مخنف نے تالیف نہیں کیاہے، بلکہ اسے کسی دوسرے نے جمع کیا ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کہاں جمع کیا گیا، کس نے جمع کیا، کس کے ہاتھوں یہ کتاب ملی اور سب سے پہلے یہ کتاب کہاں چھپی ہے؟ کسی کو ان مسائل کا علم نہیں ہے ۔ امام شرف الدین موسوی رحمتاللہ علیہ فرماتے ہیں : ''یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مقتل امام حسین علیہ السلام میں جو کتاب رائج ہے وہ ابو مخنف کی طرف منسوب ہے جس میں بہت ساری ایسی حدیثیں موجود ہیں جنکا ابو مخنف کو علم بھی نہیں تھا اور یہ سب کی سب حدیثیں جھوٹی ہیں جو ان کے سر مڑھی گئی ہیں۔ جھوٹوں اور فریب کاروں نے بہت ساری چیزوں کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ فریب کاروں کا جھوٹی روایتیں گڑھ کر ان کی طرف نسبت دینا خود ان کی عظمت وجلالت کا بین ثبوت ہے[1]''کیونکہ جعل ساز کو معلوم ہے کہ تاریخ کے میر کارواں کا نام ابو مخنف ہے لہذا جھوٹی روایات انہیں کی طرف منسوب کی جائیں تاکہ لوگ صحیح و غلط میں تمیز دےئے بغیر قبول کر لیں۔ محدث قمی فرماتے ہیں : یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تاریخ و سیر میں ابو مخنف کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں ، ان میں سے ایک کتاب ''مقتل الحسین'' ہے جسے قدیم بزرگ علماء نے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد بھی کرتے تھے؛ لیکن بہت افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت اسکا ایک بھی نسخہ موجود نہیں ہے۔ یہ مقتل جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اسے ابو مخنف کی طرف منسوب کیا جاتاہے در حقیقت ان کا مقتل نہیں ہے، بلکہ کسی دوسرے معتمد مورخ کا بھی نہیں ہے ۔ اگر کسی کو اس کی تصدیق کرنی ہے تو جو کچھ اس مقتل میں ہے اور جسے طبری وغیرہ نے نقل کیا ہے ان کا مقایسہ کرکے دیکھ لے؛ حقیقت سامنے آجائے گی۔ میں نے اس مطلب کو اپنی کتاب نفس المہموم میں طرماح بن عدی کے واقعہ کے ذیل میں بیان کردیا ہے[2]۔ اب جبکہ ہم نے اس کتاب کی تحقیق کا بیڑااٹھایا ہے تو ضروری ہے کہ ہم اس کتاب کے جعلی ہونے کی بحث کو غور وخوص کے ساتھ آگے بڑھائیں تاکہ قارئین کرام پر بات واضح سے واضح

---

[1] مو لفوا الشیعۃ فی صدر الا سلام، ص۴۲،طبع النجاح
[2] الکنی والالقاب ،ج۱ ، ص۱۴۸؛نفس المہموم ص۱۹۵،اوراس کا مقدمہ، ص۸ ،طبع بصیرتی

تر ہوجائے ۔یہ بات یقینی ہے کہ اس کتاب کی جمع آوری ابو مخنف کے علاوہ کسی اور نے کی ہے لیکن کس نے کی اور کب کی ہے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا ،اگر چہ اس بات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کے جمع آوری کرنےوالا شخص متاخرین میں سے ہے اور عرب زبان ہے لیکن نہ تو تاریخ شناس ہے، نہ حدیث شناس اور نہ ہی علم رجال سے آگاہ ہے حتیٰ عربی ادب سے بھی واقف نہیں ہے کیونکہ کتاب میں اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو جدید عربی کے عام اور بازاری الفاظ ہیں ۔اس کتاب میں ۵۰ ا روایات موجود ہیں جن میں سے ۶ا روایتیں مرسل ہیں ۔مرسل روایات میں پہلی روایت چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام سے ہے جو ص۴۹ پر موجود ہے ۔

دوسری مرسلہ روایت عبداللہ بن عباس سے ہے جو ص۹۴ پر نقل ہوئی ہے ۔تیسری روایت عمارہ بن سلیمان سے ہے اور وہ حمید بن مسلم سے نقل کرتے ہیں ،ص۸۲ ۔ چوتھی روایت ایک ایسے شخص سے ہے جس کے بارے میں یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ وہ عبداللہ بن قیس ہے، ص۹۶ ۔پانچویں روایت کے بارے میں دعوی کیا جاتا یہ کہ عمار سے نقل ہوئی۔یہ روایت ص۷۰ پر کلینیؒ ،متوفیٰ ۳۲۹ھ سے مرفوعاًمنقول ہے اور اصول کافی میںیہ روایت موجود نہیں ہے۔جمع آوری کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵[1] سے کتاب میں ایک شخص کو داخل کیا ہے جس کا نام سہل شہر زوری ہے اور اس سے بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں ۔مولف نے اس شخص کوکوفہ سے شام، حتیٰ شام سے مدینہ تک اہل بیت کے ہمراہ دکھایا ہے اور اس سے ۳۱مرسل روایتیں نقل کی ہیں، منجملہ سہل بن سعد ساعدی کی روایت کو اسی شخص یعنی ''سہل بن سعید شہر زوری ''کے نام سے ذکر کردیا ہے[2]!اس کے علاوہ اس کتاب کی بقیہ روایتوں کی نسبت خود ابو مخنف کی طرف دی گئی ہے جو ۱۳۸ حدیثیں ہیں۔اس کتاب میں بہت ساری واضح اور فاش غلطیاں ہیں جن کی طرف مندرجہ ذیل سطروں میں اشارہ کیا جارہا ہے ۔

---

[1] مقتل ابو مخنف، ص۱۰۲،طبع نجف
[2] مقتل ابو مخنف، ص۱۲۳،نجف

واضح غلطیاں

اس رائج مقتل میں بہت ساری واضح غلطیاں ہیں: ۱۔ ایک صاحب بصیرت قاری اس مقتل کے پہلے صفحے کی پہلی ہی سطر میں واضح غلطی کی طرف متوجہ ہو جائے گا کہ ابو مخنف کہتے ہیں : ''حدثنا ابو المنذر ہشام عن محمد بن سائب کلبی'' مجھ سے ابو منذر ہشام نے محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، ذرا غور کیجئے کہ ابو مخنف ہشام کے استاد ہیں اور وہ اپنے شاگرد ہشام سے روایتیں نقل کر رہے ہیں! مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اس بے اساس مقتل کے مطابق ہشام نے اپنے باپ محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے اپنے استاد ابو مخنف کے لئے ان روایات کو نقل کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والا شخص راویوں کے حالات زندگی سے کس قدر نابلد تھا کہ اس کے اوپر یہ واضح امر بھی مخفی تھا[1]۔

۲۔ اس کے بعد جب آپ اس کتاب کے چند اوراق اور پلٹیں گے تو آپ کا اس عبارت سے سامنا ہوگا ''و روی الکلینی فی حدیث''[2] اے کاش معلوم ہوجاتا کہ کلینیؒ سے روایت کرنے والا شخص کون ہے جبکہ کلینیؒ نے ۳۲۹ھ ہجری میں اس دار فانی کو وداع کیا ہے اور ابو مخنف کی وفات ۱۵۸ھ ہجری میں ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہ روایت کافی میں بھی موجود نہیں ہے ۔
۳۔ کچھ اور ورق گردانی کرنے کے بعد آپ کو یہ عبارت ملے گی ؛ ''فانفذ (یزید) الکتاب الی الولید وکا ن قد ومہ لعشرۃ ایام خلون من شعبان''[3] یزید نے خط لکھ کر ولید کی طرف روانہ کیا اور یہ خط دس شعبان کو حاکم مدنیہ کے ہاتھ میں پہنچا ۔ جبکہ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام حسین علیہ االسلام ۳ ؍شعبان کو مکہ وارد ہو گئے تھے۔ خود طبری نے ابو مخنف کے حوالے سے بھی یہی لکھا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ان دونوں تاریخوں کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ایسی ہی ایک روایت سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب'' تنزیہ الانبیا ء'' ص ۱۷۱ میں نقل کی ہے کہ ابن عباس فرزند ہشام نے اپنے والد ہشام سے انھوں نے ابومخنف سے اور انھوں نے ابی الکنودعبد الرحمٰن بن عبید سے روایت کی ہے۔شاید اس کتاب کو جمع کرنے والے نے سید ؒ کی کتاب یاکسی اور جگہ سے اس بات کو تحریف و تصحیف و زیادتی کے ساتھ نقل کردیا ۔

[2] ص۷

[3] ص۱۱

۴۔ سفیر امام حسینؑ جناب مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کے سلسلے میں فقط اسی مقتل میں جناب مسلم کے راستے میں گڑھا کھودنے اور انھیں زنجیر میں جکڑ کر عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں لے جانے کی خبر ملتی ہے۔کتاب کی عبارت اس طرح ہے: ''ابن زیاد فوج کے پاس آیا اور ان سے کہا: میں نے ایک چال سوچی ہے کہ ہم مسلم کے راستے میں ایک گڑھا کھود دیں اور اسے خس وخا شاک سے چھپا دیں،پھر حملہ کر کے مسلم کو آگے آنے پر مجبور کریں۔ جب وہ اس میں گر جائیں تو ہم انھیں پکڑلیں۔میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس دام میں آکر زندہ نہیں بچ پائیں گے[۱]۔

۵۔ اسی طرح یہ خبر بھی فقط اسی کتاب میں موجود ہے: ''جب امام حسین علیہ السلام کے دو فدا کار ساتھی مسلم و ہانی کوفہ میں شہید کر دے ئے گئے اور امامؑ ان دونوں کی خبر سے مطلع نہ ہو سکے تو آپؑ بہت مضطرب اور پریشان حال نظر آنے لگے لہذا آپ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے سب کو فوراً مدنیہ واپس ہونے کا حکم دیا۔ امامؑ کے حکم کے مطابق سب کے سب امام کے ہمراہ مدنیہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ سب لوگ مدنیہ پہنچ گئے۔یہاں پر امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس قبر رسو لخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آے اور تعویذ قبر سے لپٹ کر زاروقطار رونے لگے اور روتے روتے آپ کی آنکھ لگ گئی[۲]''جبکہ اس بے بنیاد خبر کا ذکر کسی کتاب یا سفر نامہ میں نہیں ملتا ہے۔

۶۔تنہا یہی کتاب ہے جس میں یہ خبر ملتی ہے: ''جب امام وارد کربلا ہوئے تو آپ نے ۷ گھوڑے بدلے؛ لیکن جب کسی گھوڑے نے بھی حرکت نہ کی تو آپ وہیں اترگئے، وہیں پڑاوڈالا اور وہاں سے آگے نہ بڑھے[۳]۔''

۷۔ فقط اسی کتاب میں یہ خبر ملتی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے نقل فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام شب عاشور کربلا میں وارد ہوئے[۱]۔

---

[۱] ص ۳۰
[۲] ص۳۹
[۳] ص ۴۸

۸۔اسی کتاب میں لشکر پسر سعد کی تعداد ۸۰ ہزار بتائی گئی ہے[۲]۔

۹۔تنہا اسی کتاب نے فوج کی آمد پر زہیر بن قین کا خطبہ نقل کیا ہے کہ زہیر بن قین اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا: ''اے گروہ مہاجر و انصار !اس ملعون کتے اور اس جیسے افراد کے کلام تم کو دھوکہ میں نہ ڈالنے پائیں کیونکہ انھیں محمد صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی شفاعت ملنے والی نہیں ہے، اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت کی ذریت کو قتل کر رہے ہیں اور جو ان کی مدد کر رہا ہے اسے بھی قتل کرنے پر آمادہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے[۳]۔

۱۰۔تنہا اسی کتاب میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کنواں کھودا لیکن اس میں پانی نہیں ملا[۴]۔

۱۱۔تنہا اسی کتاب نے شب عاشور اور روز عاشور کے واقعہ کو تین بار بغیر ترتیب کے درہم برہم نقل کیا ہے: سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کی خبر نقل کی ہے اور اسکے بعد علمدار کربلا کی شہادت کی خبر بیان کی ہے۔تنہا اسی کتاب نے لکھا ہے کہ جب آخری وقت میں حضرت عباس کے ہاتھ کٹ گئے تو انھوں نے تلوار کو منہ سے پکڑ لیا ،اسکے بعد لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام خون سے غلطاں لاش پر پہنچے اور ان کی لاش کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر خیمے تک لائے، پھر امام حسین علیہ السلام نے شدید گریہ کیا اور آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے وہ بھی رونے لگے[۵]۔ اس کے بعد آپ ملاحظہ کریں گے کہ یہ کتاب شب عاشور کے واقعہ کو نقل کرتی ہے جس میں امام حسین اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان سے کہا: ''اے میرے ساتھیوں یہ قوم میرے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا نہیں چاہتی ہے پس جب شب کا سناٹا چھا جائے تو اس کی تاریکی میں تم سب یہاں سے چلے جاؤ ،پھر آگے بڑھ کر اس طرح رقمطراز ہے: اور پھر امام علیہ السلام سو گئے اور جب صبح اٹھے[۶]۔''

---

[۱] ص۴۹
[۲] ص۵۲
[۳] ص ۵۶
[۴] ص۵۷
[۵] ص ۵۹
[۶] ص ۵۹ ۔ ۶۰

پھر وہاں سے پلٹ کر صبح عاشور کی داستان چھیڑتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے ایک دوسرے خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ تنہا یہی کتاب ہے جو بیان کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے پسر سعد کے پاس انس بن کاہل کو سفیر بنا کر بھیجا۔ جبکہ اس نامہ بر کا نام انس بن حرث بن کاہل اسدی ہے ۔ تیسری بار پھر شب عاشورہ کا تذکرہ چھیڑا اور اس میں امام علیہ السلام کے ایک دوسرے معروف خطبہ کا ذکر کیا جس میں امامؑ نے اپنے اصحاب واہل بیت کو مخاطب کیا ہے۔ اس کے بعد پھر امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کے لشکر کی حکمت عملی کو بیان کیا ہے[1]۔"

۱۲۔ تنہا یہی کتاب ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ابراہیم بن حسین کا ذکر کیا ہے[2]۔

۱۳۔ اس کتاب نے طرماح بن عدی کو شہید کربلا میں شمار کیا ہے جبکہ طبری نے کلبی کے واسطہ سے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ طرماح کربلا میں موجود نہ تھے اور نہ ہی وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ قتل ہوئے ہیں[3]۔ محدث قمیؒ نے بھی اپنی کتاب نفس المہموم ص۱۹۵پر اس خبر کے نیچے تعلیقہ لگایا ہے ۔

۱۴۔ جناب حر ریاحی کے قصے میں یہ شخص چند اشعار ذکر کرتا ہے جو عبید اللہ بن حر جعفی کے ہیں اور وہ قصر بنی مقاتل کا رہنے والا ہے۔ (اس کی قسمت کی خرابی یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اسے بلایا تو اس نے مثبت جواب نہیں دیا اور سعادت کی راہ کو خود پر بند کر لیا) لیکن کتاب کی جمع آوری کرنے والے نے ان اشعار کو حر ریاحی سے منسوب کر دیا اور اس پر توجہ بھی نہ کی، کہ یہ اشعار حر ریاحی کے حال سے تناسب نہیں رکھتے، کیونکہ اس میں ایک شعر کا مصرع یہ ہے : ''وقفت علی اجسادہم وقبورہم '' ۴۔ ص۷۶ ،طبری نے ج ۵ ص ۴۷۰طبع دار المعارف پر اس شعر کو ابو مخنف سے نقل کیا ہے اور انہوں نے عبد الرحمن بن جندب سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن حر نے اس شعر کو مدائن میں کہا تھا :یقول امیر غادر وابن غادر۔ ألا کنت قاتلت الشہید ابن

---
[1] ص ۶۱ ۶۲
[2] ص ۷۰
[3] ص ۷۲

فاطمہ ؟ ذرا غور کیجئے کہ اس خیانت کا ر مؤلف نے کلمات بدل دیے تا کہ یہ شعر حر ریا حی کے حال سے متنا سب ہو جائے لیکن پھر بھی متنا سب حال نہ ہو سکا ۔ ہائے افسوس کہ یہ جمع آوری کرنے والا شخص کتنا نادان تھا ۔

۱۵۔ حر ریاحی کی شہادت پر اما م حسین علیہ السلام کی طرف چند رثائی اشعار منسوب کئے ہیں جبکہ یہ اشعار امام حسین علیہ السلام کی شان امامت سے منا سبت نہیں رکھتے ہیں نعم الحر اذ واسی حسینا لقد فازالذی نصروا حسینا![1] حر کیا اچھے تھے کہ انھوں نے حسین کی مدد کی حقیقت میں وہی کامیاب ہے جس نے حسین کی مدد کی!

۱۶۔ نیز اسی کتاب میں چند اشعار کو امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیاہے کہ آپ نے اصحاب کی شہادت پر یہ اشعار کہے جبکہ ان اشعار سے بالکل واضح ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے نہیں ہیں بلکہ متا خرین ہی میں سے کسی شاعر کے اشعار ہیں کیونکہ شاعر اس میں کہتا ہے کہ ''نصروا الحسین فیا لھم من فتیۃ'' اسی طرح کے اور دوسرے اشعار بھی ہیں [2]۔

۱۷۔ اسی کتاب نے کر بلا میں امام حسین علیہ السلام کے ورود کا دن روز چہار شنبہ لکھا ہے [3] اور شہادت کا دن روز دوشنبہ تحریر کیا ہے [4]۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حسین علیہ السلام پانچ محرم کو کربلا وارد ہوئے ہیں جبکہ تمام مورخین، منجملہ تاریخ طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کا نظریہ بھی یہی ہے کہ امام علیہ السلام ۲، محرم کو وارد کربلا ہوئے اور وہ پنجشنبہ کا دن تھا [5]۔

۱۸۔ اس کتاب کی تدوین کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ [6] سے مسلسل ایک ہی راوی سے کثرت کے ساتھ روایت نقل کی ہے جس کے بارے میں اس شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا نام سہل شہر زوری ہے۔ اس شخص کو مؤلف نے کوفہ سے شام

---

[1] ص ۷۹
[2] ص ۸۵
[3] ص ۴۸
[4] ص ۹۳
[5] ج ۵، ص ۴۰۹ ،اس مطلب کی تا ئید وہ روایت بھی کر تی ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ، ج۲،ص ۵۵۲پرامام جعفر صادق ؑ سے نقل کیا ہے کہ" وقبض یو م عاشورء ، الجمعہ ''جس کانتیجہ یہ ہو گا عاشور جمعہ کو تھا ۔
[6] ص۱۰۲

اور وہاں سے مدینہ تک اہل حرم کے ساتھ دکھا یا ہے۔ کوفہ میں سلیمان بن قتہ ہاشمی [1] کے ان اشعار کو جو اس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر پر کہے تھے : ''مررت علیٰ ابیات آل محمدِ [2]''مولف نے اسی شہر زوری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اسی طرح شام میں سہل بن سعد ساعدی کی خبر کو اسی سہل بن سعید شہر زوری کے نام سے منسوب کر دیا،[3] گویا مؤلف نے گمان کیا ہے کہ یہ شخص وہی سہل ساعدی ہے۔

۱۹۔اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام سے رزمیہ اشعار اور رجز کو منسوب کیا گیا ہے جو تقریباً تیس اشعار پر مشتمل ہیں[4]۔ اسی طرح عبید اللہ بن زیاد کے نزدیک عبداللہ بن عفیف ازدی کے قصیدہ کو بیان کیا ہے جو تقریباً ۳۰ ؍اشعار پر مشتمل ہے[5]۔

۲۰۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسے الفاظ کی بہتات ہے جسے بعد میں آنے والوں نے عربی میں داخل کر دیا ہے جب کہ وہ کوچہ و بازار کے الفاظ ہیں اور ایسے جملے ابو مخنف کی زبان سے ادا ہی نہیں ہو سکتے، مثلا جناب مسلم کے لئے گڑھا کھودنے کے سلسلے میں یہ جملے ہیں : ''واقبل علیھم لعین! وقال لھم... ونطمّھا با لدغل و التراب ...ونھزم قدامہ'' وہ لعین ان لوگوں کے پاس آیا اور ان سے کہا : ''...اور اسے خس و خاشاک اور مٹی سے بھر دو ...اور ہم آگے سے ان پر حملہ کریں گے۔'' (ص ۳۵) دوسری جگہ یہ جملہ ہے: ''راحت انصارہ''اس کے ساتھی ان کے پاس گئے۔ (ص ۱۳۵) تیسری جگہ یہ جملہ ہے : ''ویقظانہ'' ان کو بیدار کیا ۔ان تمام محذورات اور مشکلات کے باوجود میں تصور نہیں کرتا کہ کسی واقف کار انسان کے لئے اس کا احتمال بھی

---

[1] شیخ محمد سماوی نے اس پر تعلیقہ لگا یا ہے کہ وہ شخص خاندان بنی ہا شم کا چاہنے والا تھا ۔ اس کی والدہ کا نام قتہ اور باپ کا نام حبیب تھا۔اس نے ۱۲۶ ؁ہجری میں دمشق میں وفات پائی ۔مسعودی نے انساب قر یش جو زبیر بن بکار کی کتاب ہے ، سے استفادہ کیا ہے کہ اس کا نام ابن قتتہ تھا (ج۴،ص۷۴)

[2] ص۱۰۲، ۱۰۳

[3] ص ۱۲۳

[4] ص ۸۶ ۔۸۷، ان میں سے ۱۷ ؍ بیتیں علی بن عیسیٰ اربلی متوفی ۶۹۳ نے اپنی کتاب کشف الغمہ ، ج۲، ص ۲۳۸،طبع تبریزپر احمدبن ا عثم کوفی متوفی ۳۱۴ھ ؁ کی کتاب الفتوح کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام علیہ السلام کا شیر خوار جب شہید ہو گیا تو آپ نے اپنے ننھے بچے کی قبر کھو دتے وقت یہ اشعار پڑھے تھے۔ اسی طرح اسی کتاب نے اس مو قع پر امامؑ کے اشعار کو ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے دشمن کی فوج پر زبر دست حملہ کیا تھا اور وہ فوج بھاگ گئی در حالیکہ ان میں سے ۱۵۰۰ ؍ افراد فی النار ہو گئے امام ؑ یہ اشعار پڑھتے ہو ئے خیمے کی طرف بڑھے ۔ اربلی نے ص ۲۵۰پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ابیات جس کا پہلا جملہ ''غدرالقوم''ہے جو بہت مشہور ہے اسے ابو مخنف نے ذکر نہیں کیا ہے، واللہ اعلم ۔ خو ارزمی ،متوفی ۵۶۸ ؁ہجری نے ابن اعثم ہی کے حوالے سے ان میں سے ۳ ؍ اشعار ذکر کئے ہیں۔ (ج۶،ص۳۳)

[5] ص۱۰۸۔۱۰۹

(ص ۱۲۹) چو تھی جگہ جملہ یہ ہے : ''ویتحر ش''وہ دھوکہ دے رہا تھا۔ (ص۱۳۶)

درست ہو کہ یہ کتاب ابو مخنف کی ہے بلکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے ۔اسناد ابی مخنف اب ہم آپ کے لئے تفصیلی طور پر ان راویوں کے اسماء کی فہرست پیش کرتے ہیں جو ابو مخنف اور اس جانسوز واقعہ کے درمیان واسطہ ہیں۔ ہم ہر راوی کے نام کے سامنے اس روایت کو بھی ذکر کریں گے جو انھوں نے نقل کی ہے۔ اس صورت میں خود کتاب کی احادیث کی فہرست بھی سامنے آجائے گی۔راویوں کے اختلاف، روایت کے کوائف اور ابی مخنف نے جن لوگوں سے روایتیں نقل کی ہیں ان کے اختلاف کے اعتبار سے ان اسماء کی فہرست چھ۶گروہ پر تقسیم ہوتی ہے ۔

راویوں کے اسماء ۱۔پہلا گروہ وہ ہے جو اس جانسوزواقعہ کا عینی شاہد ہے اور اس نے ابی مخنف سے بلا واسطہ بطور مستقیم ان واقعات کو بیان کیا ہے؛ اس طرح ابو مخنف نے فقط ایک واسطہ سے معرکۂ کربلا کو صفحہ قرطاس پر تحریر کیا ہے۔ یہ گروہ تین افراد پر مشتمل ہے

۲۔دوسرا گروہ بھی وہی ہے جو اس واقعہ کا عینی گواہ ہے لیکن اس نے اس واقعہ کوابو مخنف سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے بلکہ ابو مخنف نے ایک یا دو واسطوں سے ان لوگوں سے واقعات نقل کئے ہیں یعنی معرکۂ کربلا کو دو یا تین واسطوں سے نقل کیا ہے۔اس گروہ میں ۱۵افراد ہیں ۔اس طرح کربلا کے روح فرسا واقعات کے عینی شاہدین کی تعداد ۱۸ہوتی ہے ۔

۳۔تیسرا گروہ وہ ہے جو واقعہ کربلا سے قبل یا بعد کسی نہ کسی طرح اس واقعہ میں شریک تھا ۔ان لوگوں نے ابو مخنف سے ان واقعات کی حکایت بلا واسطہ کی ہے اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک واسطہ سے اس معرکہ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ گروہ پانچ افراد پر مشتمل ہے ۔

۴۔ چوتھے گروہ میں بھی وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی طرح واقعہ کربلا کے پہلے یا بعد اس جانسوز واقعہ میں شریک تھے لیکن ابو مخنف نے ایک یا دو واسطہ سے ان لوگوں سے روایت نقل کی ہے اور وہ ۱۲افراد ہیں ۔

۵۔ پانچواں گروہ وہ ہے جو نہ تو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے اور نہ ہی اس واقعہ میں شریک ہے یہ افراد ابو مخنف کی روایت اور ان راویوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اس بنا پر ابو مخنف نے معرکہ کربلا اور وہاں گزرنے والے واقعات کو ان لوگوں سے ایک یا چند واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ ۲۹؍افراد ہیں ۔

٦۔ چھٹا گروہ وہ ہے جو عادل اور نیک کردار ہے، جس میں ائمہؑ کے اصحاب یا خود ائمہ علیہم السلام موجود ہیں ۔یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو اس معرکہ کے عینی شاہد ہیں نہ ہی العیاذ باللہ اس واقعہ میں شامل تھے۔ اس طرح یہ افراد بھی وسائط ہی میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں نے واسطہ سے حدیثیں نہیں بیان فرمائی ہیں یا واسطہ کی صراحت نہیں کی ہے اور یہ ۱۴؍افراد ہیں ۔ اس جدول سے یہ روشن ہوجاتا ہے کہ جن لوگوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ ابو مخنف سے حدیثیں نقل کی ہیں وہ کل انتالیس(۳۹) افراد ہیں جنھوں نے سند کے ساتھ۶۵ روایات نقل کی ہیں اور کتاب ابو مخنف کل انھیں روایتوں کا مجموعہ ہے جو فی الوقت ہماری دست رس میں نہیں ہے۔ ہم نے ان افراد کی شرح احوال یا تو کتب رجالی سے حاصل کی ہے یا تاریخ طبری میں ان کی روایت کے سلسلے میں تحقیق کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اب ہم تفصیلی طور پر مذکورہ فہرست کو بیان کررہے ہیں ۔

پہلی فہرست

وہ لوگ جو واقعہ کربلاکے عینی شاہد ہیں اور انھوں نے ابو مخنف سے بلا واسطہ روایتیں نقل کی ہیں جن کی تعداد تین ۳؍افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۔ ثابت بن ہبیرہ :اس شخص نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری اور اس کے بھائی علی بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔پورے مقتل میں اس راوی سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور مجھے رجال کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ملا۔، کتاب کی عبارت اس طرح ہے : '' قال ابو مخنف عن ثابت بن ہبیرہ : فقتل عمرو بن قرظہ بن کعب...''[1] ابو مخنف،ثابت بن ہبیرہ کے

[1] تاریخ طبری، ج۵،ص۴۳۴

حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عمر وبن قرظتبن کعب نے جام شہادت نوش فرمایااس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کربلا میں تھا اور اس نے اس روایت کو بلا واسطہ نقل کیا ہے ۔[1]

۲۔ یحیٰین ہانی بن عروۃ المرادی المذحجی: اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ متن روایت اس طرح ہے : ''حدثنی یحيٰ...ان نافع .!..'' مجھ سے یحيٰ نے بیان کیا ہے کہ نافع ... ۔واضح ہے کہ راوی نے بلا واسطہ نقل کیاہے۔ یحيٰ کی ماں کا نام روعہ بنت حجاج زبیدی ہے جو عمرو بن حجاج زبیدی کی بہن ہے یعنی مذکورہ شخص یحيٰ کا ماموں ہے[2]۔ یہ ملعون اپنے ماموں عمر وبن حجاج کے ساتھ عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔اسی ملعون نے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے ماموں عمروبن حجاج زبیدی کو نافع بن ہلال کی شہادت کے بعد یہ کہتے سنا کہ وہ اپنے لشکر کو جنگ سے روک رہا تھا اور حکم دے رہا تھا کہ حسین اور اصحاب حسین (علیہم السلام) پر پتھر برسائیں۔

اس کے بعد یحيٰ نے اپنے ماموں سے اس واقعہ کے بارے میں کچھ نقل نہیں کیا ہے[3]۔ اسی یحيٰ نے ابن زبیر کی طرف سے منسوب والیٔ کوفہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے لئے اپنے ماموں کی اس گفتار کو بھی نقل کیا ہے کہ جوعبد اللہ بن مطیع کو مختار بن ابو عبید ثقفی کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکا رہی تھی۔ خود یحيٰ مختار کے خلاف جنگ میں اپنے ماموں کے ہمراہ شریک تھا[4]۔ ابن حبّان نے یحيٰ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ دار قطنی نے کہاکہ اس کی باتوں کے ذریعہ استدلال کیا جاسکتا ہے۔نسائی کہتے ہیں:یہ ثقہ ہے اور ابو حاتم نے اضافہ کیا ہے کہ یہ بزرگان کوفہ میں شمارہوتا ہے۔ شعبہ نے کہا : ''کان سید اہل الکوفۃ'' یہ اہل کوفہ کا سید و سردار ہے،جیسا کہ تہذیب التہذیب میں بھی یہی مرقوم ہے۔

---

[1] طبری ،ج۵ ،ص۴۳۵
[2] طبری ،ج۵، ص۳۶۳
[3] طبری ،ج۵ ،ص۴۳۵
[4] طبری،ج۶ ،ص۲۸

۳ـ زہیر بن عبد الرحمن بن زہیر خثعمی : اسی نے سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی کی شہادت کا ذکر کیا ہے متن روایت اس طرح ہے : ''حدثنی ...قال ...کان ...''اس نے مجھ سے بیان کیا ہے ...اسی نے کہا !...اس شخص سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور کتب رجالی میں ہم کو کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملا ـ[1]

دوسری فہرست

یہ گروہ بھی کربلا کے دلسوز واقعہ کا چشم دید گواہ ہے لیکن ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے واقعات کربلا کو نقل کیا ہے اور یہ ۱۵؍افراد ہیں ـ

۱ـ عقبیٰ بن سمعان:[2] اس شخص نے امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کی روایت کو نقل کیا ہے نیز ابن زیاد کی طرف سے حر کو خط لکھنے کی خبر بھی اسی نے بیان کی ہے ـ (ج۵،ص۴۰۷)اس شخص سے ابو مخنف ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں ـ

۲ـ ہانی بن ثبیت حضرمی سکونی : اسی شخص نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے وارد ہونے کے بعد دونوں لشکر کے درمیان امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کی ملاقات کو نقل کیا ہے ـ اسی طرح عاشورا سے قبل بھی ایک ملاقات کو نقل کیا ہے ـ روایت کا متن اس طرح ہے : ''حدّثنی ابو جناب عن ہانی ...وکان قد شہد قتل الحسین''مجھ سے ابو جناب نے ہانی کے حوالے سے نقل کیا ہے ...درحالیکہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی شاہد ہے ـ (ج۵ ، ص۴۱۳) یہی شخص عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت میں شریک ہے جو سپاہ امام حسین علیہ السلام کے دوسرے شہید ہیں ـ (ج۵، ص ۴۳۶) اسی

[1] طبری، ج۵، ص۴۴۶

[2] یہ شخص سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کی ماں جناب رباب بنت امر ء القیس کلبیہ کا خد مت گذار ہے عاشور کے دن اسے پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لایا گیا اور اس سے پو چھاگیا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا : ''انا عبد مملوک'' میں ایک مملوک (غلام) ہوں ، تو پسر سعد نے اسے چھوڑ دیا ـ طبری (ج۵ ، ص ۴۵۴)
ملعون نے امیر المو منینؑ کے دو فر زند عبد اللہ اور جعفر کو شہید کیا۔ اسی طرح خا ندان امام حسین علیہ السلام کے ایک نوجوان کو قتل کیا ، نیز اسی گمراہ شخص نے امام حسین علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کو شہید کر کے جناب رباب کی آغوش کو ویران کر دیا ـ (ج۵، ص ۴۶۸)

۳۔ حمید بن مسلم ازدی : اس شخص سے مندرجہ ذیل خبریں نقل ہوئی ہیں: (الف) ابن زیاد نے پسر سعد کو خط لکھا کہ حسین اور اصحاب حسین علیہم السلام پر فوراً پانی بند کر دیا جائے اور شب ۷، محرم کو حضرت ابو الفضل العباسؑ پانی کی غرض سے باہر نکلے۔ (ج۵، ص ۴۱۲)

(ب) شمر ملعون کو کربلا بھیجا گیا ۔ (ج۵،ص۴۱۴)

(ج) امام حسین علیہ السلام کی سپاہ پر یزیدی فوج نے حملہ کر دیا ۔ (ج۵،ص۴۶۹)

(د)امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل جب شمر نے مخدارت عصمت کے خیمہ پر حملہ کیا تو امام حسین علیہ السلام نے اسے للکارا اور فرمایا: ''شیعہ آل ابی سفیان''،نیز نماز ظہر اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت ۔ (ج۵،ص۴۳۹)

(ھ) جناب علی اکبر کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کا بیان ،آپ کی شہادت پر حضرت زینب کبری کا خیمہ سے باہر نکل آنا، جناب قاسم بن حسن علیہ السلام کی شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں آپ کے نو نہال عبداللہ کی شہادت ۔

(ج۵، ص ۴۴۶ ۔ ۴۴۸)

(و) اپنے تمام اصحاب وانصار کی شہادت کے بعد سے لے کر اپنی شہادت تک سرکار سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام کی حالت ۔ (ج۵،ص۴۵۱ ۔ ۴۵۲)

(ز) امامؑ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل پر لشکر میں اختلاف عقبیٰ بن سمعان کی گرفتاری اور رہائی کی خبر ،امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑانا اور حمید بن مسلم کا خولی بن یزید اصبحی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو ابن زیاد کے پاس لے جانا ۔ (ج۵، ص ۴۵۵)

(ح)ابن زیاد کا خولی کو اپنے گھر کی طرف روانہ کرنا تاکہ وہ ابن زیاد کے اہل وعیال تک اس کی خیریت کی خبر پہنچا دے ،ابن زیاد کا دربار میں چھڑی کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کے لبوں سے بے ادبی کر نا ،اس جانکاہ منظر کو دیکھ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو حدیث نبوی کی طرف متوجہ کرانا،اس پر ابن زیاد کا زید کو جواب دینا ،پلٹ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو جواب دینا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا دربارابن زیاد میں وارد ہو نا ،نیز اس ملعون کا ستانے کی غرض سے حضرتؑ سے ہم کلام ہو نا ،اس پر حضرت زینب کبری کا ابن زیاد کو مسکت جواب دینا پریشان ہو کر ابن زیاد کا دوبارہ چھڑی کے ذریعہ اما م حسین کے لبوں سے بے ادبی کر نا ، عمرو بن حریث اور ابن زیاد کا امام زین العابدین علیہ السلام سے ہم کلام ہو نا ،اس پرامام علیہ السلام کا اسے جواب دینا ،اس جواب سے غصہ میں آکرابن زیاد کا امام علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کرنا،اس پر آپ کی پھوپھی زینبؑ کا امام علیہ السلام سے لپٹ جانا اور آخر میں ابن زیاد کا مسجد میں خطبہ دینا ،اس پر عبداللہ بن عفیف کا اعتراض اور ان کی شہادت کی روداد، یہ سب حمید بن مسلم نے نقل کیا ہے ۔

روایات کی سند

ان تمام روایات میں ابو مخنف کے لئے حمید بن مسلم سے روایت نقل کرنے کا واسطہ سلیمان بن ابی راشد ہیں۔ جستجو کرنے والے پر یہ بات روشن ہے کہ مختلف مناسبتوں کے اعتبارسے اس سند میں تقطیع (درمیان سے حذف کرنا)کی گئی ہے۔ان اخبار کو ملا حظہ کر نے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پورا واقعہ شمر کے بھیجے جانے سے شروع ہوتاہے اور ابن زیاد کے دربار اور عبداللہ بن عفیف کی شہادت پر تمام ہوتا ہے ۔یہیں سے دقت کرنے پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حمید بن مسلم ، شمر بن ذی الجوشن کلابی کے لشکر کے ہمراہ تھا ، خصوصاًیہ بات وہاں پر اور واضح ہو جاتی ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ حمید نے متعدد مرتبہ شمر سے گفتگوکی ہے اور بہت سارے مواردمیں اسی نے شمر کی سرزنش کی ہے۔ اسی طرح حمید بن مسلم کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد خیموں میں

موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص شمر کے لشکر میں تھا کیونکہ امام کی شہادت کے بعد اسی ملعون نے اپنے اوباش ساتھیوں کے ساتھ خیمے پر حملہ کیا تھا اور اس کے علاوہ کسی نے بھی یہ قبیح فعل انجام نہیں دیا ہے۔

اسکے بعد یہی حمید بن مسلم توابین کے انقلاب میں بھی ہمیں شریک نظر آتا ہے، (ج ۵، ص۵۵۵)نیز قید خانے میں حمید نے مختار سے بھی ملاقات کی ہے لیکن سلیمان کو مختار سے برحذر کیا اور انھیں خبری دی کہ مختار لوگوں کو تمہاری مدد کرنے سے روک رہے ہیں۔یہ سنتے ہی حمید، مختار سے منہ موڑ لیتا ہے(ج۵، ص۵۸۱ ۔ ۸۵۴)اور توابین کے ساتھ شکست کھا کر لوٹ جاتا ہے۔ (ج۵، ص۶۰۶) حمید بن مسلم، ابراہیم بن مالک اشتر نخعی کا دوست تھا اور اس کا ابراہیم کے یہاں آنا جانا تھا لہٰذا توابین کے انقلاب کے بعد وہ ہر شب ابراہیم کے ہمراہ مختار کے پاس جایا کرتا تھا، صبح تک تدبیر امور میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی لوٹ آتا تھا۔ (ج٦،ص ١٨) حمید بن مسلم شب سہ شنبہ شب قیام مختار ابراہیم کے ہمراہ ان کے گھر سے نکلا اور سو(١٠٠) برہنہ شمشیر سپاہیوں کے ہمراہ جو اپنی قباؤں کے اندر زرہ پوش تھے (ج٦،ص١٩) مختار کے گھر پہنچا (ج٦،ص٣٦)لیکن جب اس کو معلوم ہو اکہ مختار کا مصمم ارادہ یہ ہے کہ قاتلین امام حسین علیہ السلام سے انتقام لیں گے تو اس نے عبدالرحمن بن مخنف ازدی (ابو مخنف کے چچا) کے ہمراہ مختار کے خلاف خروج کر دیا۔اس مڈبھیڑ میں جب عبدالرحمن زخمی ہو اتو حمید نے چند رثائی اشعار کہے (ج٦،ص٥١)اور جب عبدالرحمن بن مخنف نے کوفہ سے فرار کر کے بصرہ میں مصعب بن زبیر کے یہاں پناہ لی تو حمید بھی اس سے ملحق ہوگیا۔ (ج٦،ص٥٨)تاریخ طبری میں اس کا آخری تذکرہ اس طرح سے ملتا ہے (ج٦،ص٢١٣)کہ اس نے عبد الرحمن بن مخنف پر اس وقت مرثیہ سرائی کی جب ''کازرون'' کے نزدیک خوارج کے ایک گروہ نے ۷۵ھ ہجری میں اسے اس وقت قتل کردیا جب وہ مھلب بن صفرہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف ثقفی کی طرف سے گروہ خوارج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ذہبی نے میزان الاعتدل (ج١،ص ٦١٦)میں اور ابن قدامہ نے مغنی (ج١،ص١٩٥) میں اس مطلب کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی: شب عاشور اور روز عاشور کا واقعہ اسی شخص کی زبانی نقل ہوا ہے نیز لشکر کا مقابلہ اورروزعاشور امام علیہ السلام کا مفصل خطبہ بھی اسی راوی نے نقل کیا ہے (ج۵،ص۴۱۸۔۴۱۹،اور۴۴۴،۴۲۵،۴۲۳،۴۲۱)ابو مخنف نے ان واقعات کو ایک واسطہ سے ضحاک بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے اور اس واسطہ کا نام عبد اللہ بن عاصم فائشی ہمدانی ہے ۔یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ شخص بھی ہمدانی ہے اور یہ وہی شخص ہےجس نے امام حسین علیہ السلام سے اس شرط پر ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا کہ اگر آپ کے اصحاب شہید ہوگئے تو میں نکل بھاگوں گا ؛ امام علیہ السلام نے بھی اسے قبول کر لیا اور وہی ہوا کہ جب اصحاب وانصار شہید ہوگئے تو یہ شخص اپنی جان بچا کر عین معرکہ سے بھاگ گیا ۔ (ج۵،ص ۴۱۸، ۴۴۴) شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب رجال میں اسے امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے! ۔

۵ ۔ امام زین العابدینؑ: امام علیہ السلام سے شب عاشورکا واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا گیاہے ۔ (الف) حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اورعامری نے امام سجادؑ سے روایت نقل کی ہے۔ (ج۵،ص۴۱۸)

(ب) حارث بن کعب والبی ازدی کو فی اور ابو ضحاک بصری دونوں نے امام علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔ (ج۵،ص۴۲۰)

٦۔ عمرو حضرمی :یہ شخص عمر بن سعد کے لشکر کا کاتب تھا ۔ (ج۵،ص۴۲۲) عمرو حضرمی دو واسطوں سے حدیث بیان کرتا ہے۔ لیکن اہل رجال کے نزدیک یہ شخص غیر معروف ہے ۔

۷۔ غلام عبد الرحمن انصاری : عبد الرحمن بن عبد ربہ انصاری کے غلام سے شب عاشور بریر بن خضیر ہمدانی کے مزاح کا واقعہ منقول ہے۔ ابو مخنف نے یہ واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ دونوں واسطے اس طرح ہیں : ''عمروبن مرّہ جملی نے ابی صالح

حنفی سے نقل کیا ہے'' دوسری خبر میں اس طرح آیا: ''جب میں نے ان لوگوں کو تیزی کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہو گیا اور ان کو چھوڑ دیا''۔ (ج۵،ص۴۲۱و ۴۲۲)

۸۔ مسروق بن وائل حضرمی: جنگ شروع ہوتے وقت ابن حوزہ کی روایت اسی شخص سے دو واسطوں (عطاء بن سائب اور عبد الجبار بن وائل حضرمی) کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔اس نے کہا: ''کنت فی اوائل الخیل ممن سارالی الحسین ...''میں اس لشکر میں آگے آگے تھا جو امام حسین کی طرف روانہ کیا گیا تھا ... میں اس آرزو میں تھا کہ حسینؑ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لیجاؤں تا کہ اس کے دربار میں مجھے کوئی مقام حاصل ہو سکے۔ ''...فرجع مسروق ... وقال لقد رایت من اہل ہذا البیت شیئاًلا اقاتلہم ابداً''(ج۵،ص ۴۲۱)پھر مسروق وہاں سے پلٹ آیا ...اور اس نے کہا: میں نے اس خاندان میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ میں کبھی بھی ان سے نہیں لڑوں گا۔

۹۔ کثیر بن عبداللہ شعبی ہمدانی: ابو مخنف نے زہیر بن قین کا خطبہ علی بن حنظلہ بن اسعد شامی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ شامی نے اس خطبہ کو اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا شاہد تھا ،اس کا نام کثیر بن عبداللہ شعبی ہے۔ (ج۵،ص ۴۲۶) طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بڑا شجاع اور بے باک تھا کبھی بھی پیٹھ نہیں دکھاتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے سپہ سالاروں سے چاہاکہ وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے سوال کریں کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ تو تمام لوگوں نے انکار کردیا اور امام حسینؑ کے سامنے جانے میں جھجھک کا اظہار کیا ،کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھا اور بولا: میں حسینؑ کی طرف جاؤں گا ، خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو غافل گیر کر کے میں ان کا خاتمہ بھی کر سکتا ہوں ... یہ شخص اسلحے سے لیس ہو کر وہاں پہنچا ... تو زہیر قین نے کہا: اپنی تلوار اپنے جسم سے جدا کر کے آؤ !اس ملعون نے کہا: ہر گز نہیں !خدا کی قسم یہ میری کرامت کے منافی ہے۔ اس کے بعد

دونوں میں نوک جھونک ہونے لگی ...۔ (ج ۵ ،ص ۴۱۰)یہی وہ شخص ہے جس نے مہاجر بن اوس کے ہمراہ زہیر بن قین بجلی پر حملہ کیا اور ان دونوں ملعونوں نے مل کر اس شجاع اور پاک طینت انسان کو شہید کر دیا (ج۵، ص ۴۴۱)

۱۰۔ زبیدی : یہ شخص دوسرے حملہ کی خبر نقل کرتا ہے۔ (ج۵، س۴۳۵) یہ یمن کے قبیلہ زبید کا ایک فرد ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار عمرو بن حجاج زبیدی کی سپہ سالاری کے واقعات کی روایت کرتا ہے۔

۱۱۔ ایوب بن مشرح خیوانی: اس شخص نے مادروہب کلبی کی جانثاری، فداکاری اور خلوص کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے علاوہ جناب حر کے گھوڑے کو اسی نے پئے کیا تھا ۔ جب جناب حر کی شہادت کے بعد قبیلہ والوں نے اسے للکارا اور آپ کی شہادت کے سلسلے میں اسے متہم کیا تو اس نے کہا : ''لا واللہ ما انا قتلتہ ولکن قتلہ غیری''نہیں خدا کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے، انہیں تو میرے علاوہ کسی دوسرے نے قتل کیا ہے ''وما احبّانی قتلتہ'' : نہ فقط یہ کہ میں نے انہیں قتل نہیں کیابلکہ میں تو اس بات کو پسند بھی نہیں کرتا تھاکہ میں ان کے قتل میں شرکت کروں۔اس پر ''ابو وداک جبر بن نوف ہمدانی '' نے کہا : ولم لا ترضی بقتلہ،تم ان کے قتل سے کیوں راضی نہیں تھے ؟اس نے کہا : ''زعموا انہ کان من الصالحین'' لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ نیک سرشت ہیں'' فو اللہ لئن کان آثما...''خدا کی قسم اگر وہ گناہگار تھے اور خداوند عالم اگرمجھے جہنم میں ان کو زخمی کرنے کے گناہ میں ڈالنا چاہتا تو اس موقف کو پسند کرتا بجائے اس کے کہ مجھے ان میں سے کسی ایک کے قتل کر دینے کے عذاب میں مبتلاکر دے،اس پر ابووداک نے کہا : ''مااراک الا ستلقی اللہ بأثم قتلھم اجمعین...انتم شرکاء کلکم فی دمائہم ''میں تو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں سمجھتا کہ عنقریب خدائے متعال تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں مبتلاکرے گا۔تم سب کے سب ان کے خون میں شریک ہو۔ (ج۵،ص۴۳۷)

۱۲۔ عفیف بن زہیر بن ابی الاخنس :یہ شخص بریر بن خضیر ہمدانیؒ کی شہادت کو بیان کرتا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔وہ اپنی اس روایت میں یہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا سے قبل بریر مسجد کوفہ میں ان ظالموں کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے ۔ (ج۵،ص ۴۳۱)

۱۳۔ ربیع بن تمیم ہمدانی : اس شخص نے عابس بن شبیب شاکری کے مقتل کو بیان کیا ہے اور وہ کربلا کے جانسوز واقعے کا عینی شاہد ہے ۔ (ج ۵، ص۴۴۴)

۱۴۔ عبداللہ بن عمار بارقی : اس نے دشمنوں پر حملہ کے وقت امام حسین علیہ السلام کی حالت کو بیان کیاہے اور یہ شخص بھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے ۔ لوگوں نے جب اس بات پر اس کی ملامت کی کہ تو امام حسینؑ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا تو اس ملعون نے اپنی جنایت کاریوں کی توجیہ کرتے ہوئے کہا : ''ان لی عند بنی ہاشم لےدًا ''میں نے بنی ہاشم کی خدمت کی ہے اس سلسلے میں کسی حد تک ان پر حق رکھتا ہوں ۔لوگوں نے اس سے پوچھا :بنی ہاشم کے پاس تمہارا کونسا حق ہے ؟ تو اس ملعون نے کہا : میں نے نیزوں سے حسین پر حملہ کیا یہاں تک کہ بالکل ان کے نزدیک پہنچ گیا ... لیکن وہاں پہنچ کر میں اپنے ارادہ سے منصرف ہوگیااور تھوڑی دور پر جا کر کھڑا ہوگیا ۔ (ج۵ ، ص۴۵۱)

۱۵۔ قرۃ بن قیس حنظلی تمیمی : اس شخص نے شہداء کے سرکو تن سے جدا کئے جانے اور اہل بیت اطہارؑ کی اسیری کی غم انگیز اور جگر سوز داستان کو بیان کیا ہے ۔ (ج۵ ، ص ۴۵۵) یہ شخص اپنے قبیلہ کے سر دار حر بن یزید ریاحی تمیمی کے ہمراہ اس لشکر میں تھا جو امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے آیا تھا ۔ (ج۵،ص۴۲۷) یہ وہی شخص ہے جسے پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ آپ سے سوال کرے کہ آپ کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں ؟ جب یہ شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا ۔ حبیب بن مظاہر اسدی نے اس کو امام حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کی طرف دعوت دی لیکن اس نے انکار کردیا ۔ (ج۵ ،ص ۴۱۱) یہی وہ شخص ہے جس نے روایت نقل کی ہے کہ جب حر نے امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کاارادہ کیا تو مجھ سے پوچھا : کیا تم اپنے گھوڑے کوپانی پلانا نہیں چاہتے ہو ؟ یہ کہہ کر حر اس سے دور ہوگئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوگئے ۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اگر حر نے مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کردیا ہوتا تو میں بھی

ان کے ہمراہ حسینؑ سے ملحق ہوجاتا ۔ (ج۵ ، ص۴۲۷) جی ہاں یہی وہ ۱۵ افراد ہیں جو کربلا کے دلسوز اور غمناک واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے ۔

تیسری فہرست

تیسری فہرست میں وہ لوگ ہیں جو ان واقعات کے شاہد ہیں اور وہاں حاضر تھے ۔ ان لوگوں نے بغیر کسی واسطے کے خود ابو مخنف سے واقعات بیان کئے ہیں اور یہ چار افراد ہیں:۱۔ ابو جناب یحیٰ بن ابی حیۃ الوداعی کلبی : اس شخص نے ابن زیاد سے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کے مقابلہ کو نقل کیا ہے (ج۵ ص ۳۶۹ و ۳۷۰) نیز جناب مسلم اور ہانی بن عروہ کے سر کو یزید کی طرف بھیجے جانے اور خط لکھ کر اس خبر سے آگاہ کرنے کی روایت بھی اسی شخص سے ملتی ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابو جناب ان خبروں کو اپنے بھائی ہانی بن ابی حیہ وداعی کلبی کے حوالے سے نقل کرتا ہے، کیونکہ ہانی بن ابی حیہ کے ہاتھوں ابن زیاد نے یزید کو خط روانہ کیا تھا ۔

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۳ ، روایتیں منقول ہیں ، جن میں سے ۹، روایتیں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان سے متعلق ہیں جو بالواسطہ ہیں اور ۹، روایتیں کربلا سے متعلق ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ ہیں اور چار مرسل ہیں (یعنی درمیان سے راوی حذف ہے) ۔ آخری روایت جو میرے ذہن میں ہے اور مرسل ہے وہ مصعب بن زبیر کا ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھنے کا واقعہ ہے جس میں مصعب نے ابراہیم کو مختار کے بعد ۶۷ء ہجری میں اپنی طرف بلایا تھا ۔ (ج۶ص۱۱۱) تہذیب التہذیب (ج۱۱،ص۲۰۱) پر اس کی پوری بایو گرافی موجود ہے ۔ اس میں راوی کے سلسلے میں یہ جملہ ملتا ہے : ''کوفی صدق مات ۱۴۷ھ '' یہ شخص کوفی تھا ، سچا تھا اور ۱۴۷ھ ہجری میں اس کی وفات ہوئی ۔

۲۔ جعفر بن حذیفہ طائی: جناب مسلم نے اپنی شہادت سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ کی بیعت کے سلسلے میں جو خط لکھا ہے اس کی روایت اسی شخص سے نقل ہوئی ہے، نیز محمد بن اشعث بن قیس کندی اور ایاس بن عثل طائی کے خط کا راوی بھی یہی شخص ہے جس میں ان لوگوں نے امام حسینؑ کو جناب مسلم کی گرفتاری اور ان کی شہادت کی خبر پہنچائی تھی۔ (ج ۵، ص۳۷۵) ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شخص علیؑ سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے۔ جنگ صفین میں یہ شخص علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا ۔ ابن حبان نے اسے ثقات (معتبر وثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے، پھر کہا ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ یہ کون ہے؟

طبری نے اس شخص سے ۵روایتیں نقل کی ہیں، جن میں سے دو روایتیں جنگ صفین سے متعلق ہیں،دوروایتیں خوارج کے ایک گروہ جس کا تعلق قبیلہ طئی سے تھا، کے سلسلے میں اور ایک واقعہ کربلا کے ذیل میں وہی مسلم بن عقیل کی خبر ہے جو گزشتہ سطروں میں بیان ہو چکی ہے ۔

۳۔ دلہم بنت عمرو : یہ خاتون، زہیر بن قین کی زوجہ ہیں۔ جناب زہیر بن قین کا امام حسینؑ کے لشکر میں ملحق ہونے کا واقعہ انھیں خاتون سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں دلہم نے مجھ سے اس طرح روایت نقل کی ہے ۔ (ج۵، ص۳۹۶)

۴۔ عقبہ بن ابی العیزار : امام حسین علیہ السلام کی دو اہم خطبے جسے آپ نے مقام ''بیضہ'' اور مقام ذی حسم میں پیش کیا تھا اسی شخص سے مروی ہیں،نیز امام حسین علیہ السلام کے جواب میں زہیر بن قین کی گفتگو،امام حسین علیہ السلام کے اشعار اور طرماح بن عدی کے اشعار کی بھی اسی شخص سے روایت نقل ہوئی ہے ۔ (ج۵، ص۴۰۳) ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص حر کے لشکر میں تھا لہٰذا نجات پا گیا ۔ اپنی رجالی کتابوں میں ہمیں اس کا تذکرہ کہیں نہیں ملا۔ ہاں لسان المیزان میں اس کا ذکر موجود ہے۔ لسان المیزان کے الفاظ اس طرح ہیں : ''یعتبر حدیثہ'' اس کی حدیث معتبر ہے، نیز وہیں اس بات کی بھی یاد آوری کی گئی ہے کہ ابن حبان نے اسے

ثقات میں شمار کیا ہے ۔یہی وہ چار افراد ہیں جو ظاہراً ان واقعات کے شاہد ہیں اورابو مخنف نے ان سے بلا واسطہ حدیثیں نقل کی ہیں ۔

چوتھی فہرست

یہ وہ لوگ ہیں جو اس جانسوزواقعہ میں موجود تھے یا اس دلسوزحادثہ کے معاصر تھے لہٰذا انہوں نے ان واقعات کو نقل کیا ہے ۔ ابومخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔ یہ ۲۱افراد ہیں ۔۱۔ ابو سعید دینار: اس شخص کو '' کیسان''یا '' عقیصامقبری ''بھی کہا جا تا ہے۔مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعارکو اسی شخص نے ایک واسطہ سے عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن مخرمہ سے نقل کئے ہیں۔ (ج۵، ص۳۴۲) ذہبی نے اس کا ذکر میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ ذہبی کہتا ہے: وہ ابو ہریر ہ کے ہمنشین اور اس کے بیٹے کے دوست تھے۔ وہ ثقہ اور حجت ہیں ۔پیرانہ سالی کے باوجودذہن مختل نہیں ہوا تھا ... ۔آپ کی وفات ۱۲۵ ہجری میں ہوئی ۔آپ کا شمار بنی تمیم کے طرفداروں میں ہوتا ہے۔ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمارکیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ مورداعتماد اور بھروسہ مند ہیں۔ (لسا ن المیزان، ج۲،ص۱۳۹) تہذیب التہذیب میں لکھاہے کہ واقدی نے کہا : یہ ثقہ ہیں اور ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔پہلی صدی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی ۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ ولید بن عبدالملک کی خلافت کے عہد میں وفات پائی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عمر نے انھیں قبر کھودنے کے کام پر مامور کیا تھا لہٰذا وہ قبروں کو کھودا کرتے تھے اور مردوں کو قبروں میں اتارتے تھے لہٰذا ''المقبری'' کے نام سے مشہور ہوگئے ''۔ (تہذیب التہذیب، ج۸، ص۴۵۳)شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب ''الرجال''میں ان کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ''دینار ''کے نام سے کیا ہے ان کی کنیت ابو سعید اور لقب عقیصاذکر کیا ہے۔ اس لقب کا سبب وہ شعر ہے جسے ''دینار ''نے کہا تھا۔ (رجال شیخ طوسیؒ، ص۴۰،ط نجف)شیخ صدوقؒ ابو سعید عقیصا کے حوالے سے اپنی ''امالی ''میں امام حسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ؐنے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا : ''یا علی!انت اخی و انا اخوک انا المصطفیٰ النبوۃ، وانت المجتبیٰ للامامۃ ، وانا صاحب التنزیل ، وانت صاحب التاویل ،وانا وانت ابواھذہ الامۃ انت وصیتو خلیفتی ووزیری و وارثی وابو ولدیو شیعتک شیعتی''اے علی!تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں، خدا نے مجھ کو نبوت کے لئے منتخب کیا اور تم کو امامت کیلئے چن لیا،میں صاحب تنزیل (قرآن)ہوں تم صاحب تاویل ہو ،میں اور تم دونوں اس امت کے باپ ہیں،تم میرے وصی،خلیفہ،وزیر، میرے وارث اور میرے فرزندں کے باپ ہو،تمہارے شیعہ اور پیرو کار میرے شیعہ وپیرو کار ہیں ۔

۲۔عقبہ بن سمعان : مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلنے کی خبر ، عبداللہ بن مطیع عدوی سے آپ کی ملاقات ، مکہ پہنچنے کی خبر، (ج۵،ص۳۵۱)مکہ سے نکلتے وقت ابن عباس اور ابن زبیر کی امام علیہ السلام سے گفتگو، (ج۵ ،ص۳۸۳) والی مکہ عمرو بن سعید بن عاص اشدق کے قاصد کا امام حسین تک پہنچنا اور حاکم مکہ کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کو مکہ واپس لوٹانے کی خبر، منزل تنعیم پر ''ورس الیمن ''کی خبر ، قصر بنی مقاتل سے گذرنے کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام کی اپنے بابا سے گفتگو ، نینوا میں اس نورانی کارواں کا ورود ،ابن زیاد کے پیغامبر کا حر تک ابن زیاد کا خط لیکر پہنچنا امام علیہ السلام اور پسر سعد کا کربلا میں وارد ہونا (ج۵،ص۴۰۷ ۔ ۴۰۹) اور وہ شرطیں جو امام حسین نے پسر سعد کے سامنے پیش کی تھیں اسی شخص سے مروی ہیں۔ (ج۵ ،ص۴۱۳)یہ تمام روایتیں اس نے ایک واسطہ سے حارث بن کعب و البی ہمدانی سے نقل کی ہیں۔ یہ اس بات کی تائید ہے کہ ابو مخنف نے مناسبتوں کے مطابق روایتوں کی اسناد میں تقطیع (درمیان سے راوی کو حذف کردینا)کی ہے۔ عقبہ بن سمعان کی سوانح زندگی گذشتہ صفحات پر گذر چکی ہے لہٰذا اسے وہاں دیکھا جا سکتا ہے ۔

۳۔ محمد بن بشر ہمدانی :معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعوں کا سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر اجتماع ، سلیمان بن صرد کا خطبہ اور اجتماعی طور سے سب کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا ، مسلم بن عقیل کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کا ان لوگوں کو جواب، (ج۵ ،ص۳ ۔ ۳۵۲)راستے ہی سے جناب مسلم کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا ،پھر امام علیہ السلام کا جواب دینا ، مسلم کا کوفہ پہنچنا اور

کوفہ کے شیعوں کا جناب مختار کے گھر میں مسلم کے پاس آنا جانا (ج۵ص۳۵۴۔ ۳۵۵) اورہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کا خطبہ،ان تمام روایتوں کو محمد بن بشیر ہمدانی نے ایک واسطہ سے حجاج بن علی بارقی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے ۔یہ شخص سلیمان بن صرد کے گھر میں شیعوں کے اس اجتماع میں حاضر تھا،کیونکہ وہ کہتا ہے : ''فذکرنا ہلاک معاویہ فحمد نا اللہ علیہ فقال لنا سلیمان بن صرد ...''،تو ہم نے معایہ کی ہلاکت کا تذکرہ کیا او راس پر خدا کا شکر ادا کیا تو سلیما ن بن صرد نے ہم سے کہا ...

''ثم سرحنا بالکتاب ...''،پھر خط لے کر ہم لوگ نکلے،''وامر نا ھما بالنجاء ...''،اور ہم نے ان دونوں کو کاملاًرازداری کا حکم دیا،''...ثم سرحنا الیہ ..''،پھر ہم لوگ اس کی طرف گئے''...ثم لبثنا یومین آخرین ثم سرحنا الیہ ...''،پھر ہم لوگ دو دنوں تک ٹھہرتے رہے پھر اس کی طرف گئے ''...وکتبنا معھا ..''،اور ہم نے ان دونوں کے ساتھ لکھا ۔ (ج۵، ص۳۵۴ ۔ ۳۵۵)یہ شخص مختار کے گھر میں مسلم کے سامنے اس شیعی اجتماع میں حاضر تھا لیکن جنگ و جدال سے بچے رہنے کی غرض سے مسلم کی بیعت نہ کی،کیونکہ راوی حجاج بن علی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن بشیر سے کہا : ''فھل کان منک ان تقول''؟کیا تم اس مورد میں کوئی عہد وپیمان کروگے تو محمد بن بشیر نے جواب دیا: ''ان کنت لأ حب ان یعز اللہ أصحابی بالظفر'' اگرچہ میں چاہتا ہوں کہ خدا ہمارے ساتھیوں کو فتح وظفر کی عزت سے سر فراز کرے ''وما کنت احب ان أقتل اوکرہت ان اکذب''(ج۵، ص۳۵۵) لیکن میں قتل ہونا نہیں چاہتااور میں جھوٹ بولنا بھی پسند نہیں کرتا ۔لسان المیزان میں ابو حاتم کے حوالے سے اس کا ذکر ہے کہ ابو حاتم کہتے ہیں : ''یہ شخص محمد بن سائب کلبی کوفی ہے۔اسے اس کے جد محمد بن سائب بن بشر کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے[1]۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب رجال میں اس شخص کوامام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے[2]۔

---

[1] لسان المیزان ،ج۵، ص۹۴

[2] رجال الشیخ ،ص ۱۳۶۔۲۸۹ ط نجف ،طبری نے ''ذیل المذیل'' ،ص۶۵۱مطبوعہ دارسویدان پر طبقات بن سعدج ،۶ ،ص۳۵۸، کے حوالے سے ذکر کیا ہے منصورکی خلا فت کے زمانے میں ،۱۴۶، ہجری میں شہر کو فہ اس کی وفات ہوئی ۔

۴۔ ابو الوداک جبر بن نوف ہمدانی :کوفہ میں نعمان بن بشیر انصاری (معاویہ اور یزید دونوں کی جانب سے کوفہ کا حاکم)کا خطبہ، کوفیوں کا خط یزید کے نام ،(ج۵، ص۳۵۵۔۳۵۶) کوفہ میں ابن زیاد کا خطبہ، (ج۵،ص۳۵۸۔ ۳۵۹) مسلم کا ہانی کے گھر منتقل ہونا ،ابن زیاد کی طرف سے معقل شامی کا جاسوسی کے ذریعہ مسلم کا سراغ پانا ،ابن زیاد کا ہانی کی عیادت کو آنا اور عمارہ بن عبید سلولی کا اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کردیں، لیکن ہانی کا اس مشورہ کو پسند نہ کرنا ،ہانی کے گھر ابن زیاد کا شریک بن اعور حارثی ہمدانی کی عیادت کو آنا اور شریک کا مسلم کو اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں لیکن مسلم کا انکار کرنا،جس پر ہانی کا کبیدہ خاطر ہونا ،ابن زیاد کا ہانی کو طلب کرنا اور انہیں زدو کوب کرنااور قید کردینا ،اس پر عمرو بن حجاج زبیدی کا قبیلہ کے جوانوں اور بہادروں کو لے کر دارالامارہ کے ارد گرد ہانی کی رہائی کے لئے ہجوم کرنا،اس پر دھوکہ اور فریب کے ساتھ قاضی شریح کا ہانی کے پاس جانااور واپس لوٹ کر جھوٹی خبر دینا کہ ہانی صحیح سالم ہیں،اس پر قبیلہ والوں کا واپس پلٹ جانا ،مندرجہ بالا تمام خبریں اسی ابو وداک سے مروی ہیں۔اس نے ان تمام اخبار کو نمیر بن وعلہ ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے، فقط آخری خبر معلی بن کلیب سے نقل کی ہے ۔

ابو وداک کا پورا نام امیر المومنین کے اس خطبہ میں ملتا ہے جس کی روایت خود اس نے کی ہے کہ ''نخیلہ'' میں خوارج کی ہدایت سے مایوس ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ دیا ۔ (ج۵،ص۷۸)ظاہراًامام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ شخص کوفہ ہی میں تھا ۔ ایک دن اس نے ایوب بن مشرح خیوانی کی اس بات پر بڑی مذمت کی کہ اس نے حرؑ کے گھوڑے کو کیوں پئے کیا ؛اس نے ایوب سے کہا : ''میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ خدا تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں واصل جہنم کرے گا،کیا تو نہیں جانتا ہے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی پر تیر نہ چلایا ہوتا ،کسی کے گھوڑے کو پئے نہ کیا ہوتا ،کسی پر تیر بارانی نہ کی ہوتی، کسی کے روبرو نہ آیا ہوتا ،کسی پر ہجوم نہ کیا ہوتا ،کسی پر اپنے ساتھیوں کو برانگیختہ نہ کیا ہوتا ،کسی پر اپنے ساتھیوں کی کثرت کے ساتھ حملہ آور نہ ہوا ہوتا ،جب تجھ پر حملہ ہوا ہوتا تو مقابلہ کرنے کے بجائے اگر تو عقب نشینی کرلیتا اور تیرے دوسرے ساتھی بھی ایسا ہی کرتے تو کیا حسینؑ اور ان کے اصحاب شہید ہوجاتے ؟تم سب کے سب ان پاک سرشت اور نیک طینت افراد کے خون میں شریک ہو۔

(ج۵،ص۷،۳۵، ۳۵۸) ذہبی نے ان کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ذہبی کا بیان ہے: ''صاحب ابی سعید الغدری صدوق مشہور'' یہ ابو سعید غدری کے ساتھی اور صداقت میں مشہور تھے[1]۔ تہذیب میں اس طرح ہے: ''ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور ابن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں ۔نسائی نے کہا ہے کہ صالح ہیں اور اپنی کتاب سنن میں ان سے روایت نقل کی ہے[2]۔''

۵۔ ابو عثمان نہدی : اہل بصرہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط اور ابن زیاد کا اپنے بھائی عثمان کو بصرہ کا والی بنا کر کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی خبر اسی شخص نے ایک واسطہ صقعب بن زہیر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یہ شخص مختار کے ساتھیوں میں تھا؛ جب یہ ابن مطیع کی حکومت میں کوفہ وارد ہواتو اسے ناداروں کی دادرسی کے امور پر مقرر کیا گیا۔ (ج۵، ص۲۲و۲۹) تہذیب التہذیب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔روایت میں ہے کہ وہ قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ درک کیا ہے لیکن آپ کے دیدار کا شرف اسے حاصل نہ ہوا ۔یہ شخص کوفہ کا باشندہ تھا ۔جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے تو اس نے بصرہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہ شخص اپنی قوم میں معروف آدمی تھا، ۶۰حج انجام دئے،اس کا شمار صائم النہار اورقائم اللیل میں ہوتا تھا (یعنی دن روزں میں گذرتا تھا اور شب عبادت میں) اس پر لوگ بھروسہ کیا کرتے تھے،ایک سوتیس(۱۳۰)سال کے سن میں ۹۵ھ میں وفات پائی[3]۔

۶۔ عبداللہ بن خازم کثیری ازدی : یہ شخص یوسف بن یزید کے حوالے سے حضرت مسلم بن عقیل کی جنگ کا تذکرہ کرتا ہے اور سلیمان بن ابی راشد کے واسطہ سے لوگوں کے مسلم کو دھوکہ دینے کے واقعہ کو نقل کرتا ہے۔ اس شخص نے پہلے مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی۔ جناب مسلمؑ نے اسے ابن زیاد کے قصر کی طرف بھیجا تاکہ ہانی کا حال معلوم کرکے آئے، پھر اس شخص نے

---

[1] میزان الاعتدال، ج۴، ص۵۸۴ ،ط حلبی ۔
[2] تہذیب التہذیب، ج۲،ص۶۰وتنقیح المقال ،ج۳،ص۲۷
[3] تہذیب التہذیب، ج۶،ص۲۷۷

جناب مسلم اورامام حسین علیہما السلام دونوں کو دھوکہ دیا ۔ (ج۵، ص۳۶۸۔۳۶۹)آخر کار اپنے کئے پر نادم ہوا اور توابین کے ساتھ ہوگیا اور انھیں کے ہمراہ خروج کیا۔ (ج۵،ص۵۸۳) یہاں تک کہ قتل ہوگیا ۔ (ج۵، ص۶۰۱)

۷۔ عباس بن جعدہ جُدلی :اس شخص کو عیاش بن جعدہ جُدلی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ۔ جناب مسلمؑ کا اموی حاکم کے خلاف قیام،کوفیوں کی مسلم کے ساتھ دغااور ابن زیاد کا موقف اسی شخص نے یونس بن ابی اسحاق سبیعیھدانی کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ان کے ہمراہ نبرد میں شریک رہا،پھر درمیان جنگ سے غائب ہوگیا اوردکھائی نہ دیا ،روایت کا جملہ اس طرح ہے۔ ''خرجنا مع مسلم۔''،ہم لوگ مسلم کے ہمراہ سپاہ سے نبرد آزمائی کے لئے نکل پڑے ۔

۸ ۔عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی : مختار کو ابن زیاد کے پرچم امان کے تلے آنے کی دعوت دینا اسی شخص سے منقول ہے ۔

۹۔ زائدہ بن قدامہ ثقفی : جناب مسلم بن عقیل سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کا میدان نبرد میں آنا ،آپ کا اسیر ہونا، قصر کے دروازہ پر پہنچ کر پانی طلب کرنااورآپ کوپانی پلائے جانے کاواقعہ اسی شخص کے حوالے سے مرقوم ہے ۔(ج۵،ص۳۷۵) ''طبری ''نے اس شخص کو ''قدامہ بن سعیدبن زائدہ بن قدامہ ثقفی'' کے نام سے یاد کیاہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زائدہ بن قدامہ ،قدامہ بن سعید کے دادا ہیں اور وہ کوفہ کی پر ماجراداستان میں موجود تھا اور اس کا پوتا '' قدامہ بن سعید ''وہ ہے جسے جناب شیخ طوسیؒ نے امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ (طبری،ص۲۷۵،ط نجف)لہٰذاہمارے نزدیک یہی صحیح ہے کہ ''قدامہ بن سعید،زائدہ بن قدامہ ثقفی'' سے روایت نقل کرتے ہیں۔۵۸ھ ہجری میں عام الجماعۃ[1]کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے عبدالرحمن بن ام حکم ثقفی کے دور حکومت میں قدامہ بن سعید کا دادا زائدہ بن قدامہ کوفہ کی پولیس کا سربراہ تھا۔ (ج۵،ص۳۱۰)جب ابن زیاد نے جناب مسلم علیہ السلام کے اردگرد سے لوگوں کو جدا کرنے کے لئے پرچم امان بلند کیا تو ''عمرو بن حریث ''کے ہمراہ یہ شخص اس پرچم امن کا پرچمدار تھا۔ اسی شخص نے اپنے چچا زاد بھائی مختار کی سفارش کی تھی،یہی وہ شخص

[1] جماعت کا سال وہ سال ہے جس کا نام معاویہ نے جماعت کا سال رکھا تھا جسکے بعد اہلسنت خود کو اہلسنت والجماعت کہنے لگے ۔

ہے جو کوفہ میں ابن زیاد کے قید خانے سے مختار کا خط لیکر مختار کے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس لے گیا تھا۔ تاکہ وہ یزید کے پاس جا کر مختار کی رہائی کی سفارش کرے۔ صفیہ بنت ابی عبید ثقفی کے شوہر عبداللہ بن عمر، مختار کے بہنوئی نے جاکر وہاں سفارش کی تو مختار کو ابن زیاد نے آزاد کردیا، لیکن ابن زیاد نے اس فعل پر ''زائد بن قدامہ'' کا پیچھا کیا تو وہ بھاگ نکلا یہاں تک کہ ان کے لئے امن کی ضمانت حاصل کی گئی۔ (ج۵،ص۵۷۱) جب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر والی کوفہ عبداللہ بن مطیع کی بیعت ہونے لگی تو بیعت کرنے والوں کے ہمراہ '' زائد بن قدامہ '' نے بھی ابن مطیع کی بیعت کی ابن مطیع نے بیعت کے فوراً بعد ابن ''قدامہ'' کو مختار کی طرف روانہ کیا تاکہ مختار کو بیعت کی دعوت دیں، لیکن ابن قدامہ نے جب مختار کو اس کی خبر دی تو مختار نے خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ (ج۶،ص۱۱)

کوفہ سے مختار کے قیام کا آغاز اسی شخص کے باغ سے ہوا تھا جو محلہ '' سبخہ '' میں تھا۔ (ج۶،ص۲۲) ابن زبیر کے مقرر کردہ والئ کوفہ عمر بن عبدالرحمن مخزومی کو ہٹانے کے لئے مختار نے اسی شخص کو روانہ کیا تھا اور ابن قدامہ نے اسے دھمکی اورمال کی لالچ دیکر ہٹادیا۔ (ج۶، ص۲۷) کچھ دنوں کے بعد یہ شخص عبدالملک بن مروان سے ملحق ہوگیااور اس کے ہمراہ مصعب بن زبیر سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ ''دیر جاثلیق ''میں مختار کے خون کا انتقام لینے کے لئے اس نے مصعب کے خون سے اپنی شمشیر کو سیراب کر دیا۔ (ج۶،ص۱۵۹) بالآخر حجاج نے ابن قدامہ کوایک ہزار فوج کے ہمراہ مقام '' رودباد ''میں شبیب خارجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ وہاں پر اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ وہ ماراگیا؛ جبکہ اس کے ساتھی اس کے ارد گرد تھے۔ یہ واقعہ ۷۶ھ ہجری کے آس پاس کا ہے۔ (ج۶،ص۲۴۶) اس سے یہ صاف واضح ہے کہ '' قدامہ بن سعید بن زائد ہ '' جن سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے عینی شاہد نہیں ہیں، پس صحیح یہی ہے کہ '' قدامہ بن سعید '' نے ''زائدہ بن قدامہ'' سے روایت نقل کی ہے کیونکہ زائدہ (جیسا کہ گذشتہ سطروں میں ملاحظہ کیا) عمروبن حریث کے ہمراہ تھا لہٰذا

حضرت مسلم کی طرف ابن زیاد کی جانب سے محمد بن اشعث کو بھیجے جانے کی خبر اسی شخص نے اپنے پوتے قدامہ بن سعید سے نقل کی ہے۔

۱۰۔ عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: مسلم بن عقیل کا پانی طلب کرنا اور اس پر انھیں پانی پلائے جانے کی خبر اسی شخص کے پوتے سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ نے اس سے نقل کی ہے اور ابو مخنف نے اس سے روایت کی ہے۔ تقریب التہذیب میں لکھا ہے : یہ شخص روایت میں مورد اعتماد ہے جس کی وفات سنہ ۱۱۶ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

۱۱۔ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی : صقعب بن زہیر کے حوالے سے اس شخص نے مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلتے وقت کی خبر کو ذکر کیا ہے۔ (ج۵، ص ۳۸۲) مختار کے زمانے میں عبداللہ بن زبیر نے اس شخص کو کوفہ کا والی بنایا تو مختار نے مال کی لالچ اور ڈرا دھمکا کر اسے اس عہدہ سے ہٹادیا۔ (ج۶، ص۱۷) تہذیب التہذیب میں اس کا تذکرہ موجود ہے، صاحب کتاب کا بیان ہے کہ ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے، دوسرا بیان یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ شخص روایت نقل کرتا ہے۔

۱۲۔ عبداللہ اور مذری : عبداللہ بن مسلم اور مذری بن مشمعل یہ دونوں قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔ حجر اسود اور باب کعبہ کے پاس امام حسین علیہ السلام کا ابن زبیر سے روبرو ہونا ، فرزدق کی امام سے ملاقات اور '' ثعلبیہ '' کے مقام پر امام علیہ السلام کا جناب مسلم کی شہادت سے باخبر ہونا،انھیں دونوں افراد نے دو واسطوں:[1] ابی جناب یحیٰن ابی حیہ وادعی کلبی سے اور اس نے عدی بن حرملہ اسدی سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں افراد وہ ہیں جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کی فریاد سنی لیکن آپ کی مدد نہیں کی عبد اللہ بن مسلم اسدی سنہ ۷۷ ہجری تک زندہ رہا[2]۔

---

[1] تہذیب التہذیب، ج۷ ، ص۴۷۲ وخلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ،ص۲۸۴

[2] طبری ،ج۶ ، ص۹۵ ۲

۱۳۔امام علی بن الحسین بن علی علیہما السلام :عبداللہ بن جعفر کا اپنے فرزند عون و محمد کے ہمراہ خط ، عمرو بن سعید اشدق کا اپنے بھائی یحیٰ کے ہمراہ خط اور امام علیہ السلام کا جواب چوتھے امام علیہ السلام سے ایک واسطہ سے مروی ہے اور وہ واسطہ حارث بن کعب والبی ہے[1]۔

۱۴۔ بکر بن مصعب مزنی : عبداللہ بن بقطر کی شہادت اور منزل ''زبالہ'' کا واقعہ ایک واسطہ سے اسی شخص سے مروی ہے اور وہ واسطہ ابو علی انصاری ہے [2]۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ علماء رجال کی نگاہوں میں ان دونوں کی کوئی شناخت نہیں ہے ۔

۱۵۔ فزاری :سدی کے واسطہ سے زہیر بن قین کے امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہونے کی خبر اسی شخص سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے : ''رجل من بنی فزار [3]'' بنی فزارہ کے ایک شخص نے بیان کیا ہے ۔

۱۶۔ طرماح بن عدی :طرماح بن عدی کی روایت ایک واسطہ سے ''جمیل بن مرثد غنوی '' نے نقل کی ہے کہ طرماح نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ۔ امام حسینؑ نے انہیں اپنی مدد کے لئے بلایا تو انھوں نے اپنی تنگ دستی اور عیال کے رزق کی فراہمی کا عذر پیش کیا ۔ امام علیہ السلامنے بھی ان کو نہیں روکا ؛اس طرح طرماح امام علیہ السلام کی نصرت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ شیخ طوسی نے آپ کا تذکرہ امیر امومنین اور امام حسین علیہما السلام کے اصحاب میں کیا ہے ۔ لیکن مامقانیؒ نے آپ کی توثیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے : ''انہ ادرک نصرۃ الامام علیہ السلام وجرح و برء ثم مات بعد ذالک''[4] ''آپ امام علیہ السلام کی نصرت ومدد سے شرفیاب ہوئے اور جنگ کے دوران زخمی ہوئے لیکن بعد میں آپ کا زخم مندمل ہوگیا ؛ پھر اس کے بعد آپ نے وفات پائی ہے ''، لیکن مامقانیؒ نے اس سلسلے میں کوئی ماخذ ذکر نہیں کیا ہے ۔

---

[1] طبری، ج۵ ،ص۳۸۷،۳۸۸

[2] ج۵، ص۳۹۸۔ ۳۹۹

[3] ج۵،ص۳۹۶

[4] تنقیح المقال ،ج۲، ص۱۰۹ یہ بات پہلے گذرچکی ہے کہ یہ وہی معروف مقتل ہے جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اور یہ وہی روایت ہے جس پر نفس المہموم کے صفحہ ۱۹۵پر محدث قمی نے تعلیقہ لگا یا ہے ۔

۱۷۔ عامر بن شراحیل بن عبد الشعبی ہمدانی : مجالد بن سعید کے حوالے سے انھوں نے قصر بنی مقاتل کی خبر کا تذکرہ کیا ہے[1]۔ مذکورہ شخص نے ۲۱ھ ہجری میں اس سرائے فانی میں آنکھ کھولی[2] اس کی ماں ۱۶ھ ہجری کے ''جلولاء'' کے اسیروں میں شمار ہوتی ہے۔ یہی دونوں باپ بیٹے ہیں جنھوں نے جناب مختار کو سب سے پہلے مثبت جواب دیا اور ان کی حقانیت کی گواہی دی۔[3] ۶۷ ہجری میں یہ دو نوں باپ بیٹے جناب مختار کے ہمراہ مدائن کے شہر ''ساباط'' کی طرف نکل گئے[4]۔ مختار کے بعد عامر بن شراحیل، اموی جلاد ''حجاج بن یوسف ثقفی''، سے ملحق ہو کر اس کا ہمنشین ہو گیا[5] لیکن ۸۲ھ ہجری میں ''عبد الرحمن بن اشعث بن قیس کندی'' کے ہمراہ حجاج کے خلاف قیام کر دیا[6] اور جب عبد الرحمن نے شکست کھا ئی تو ''ری'' میں حجاج کے والی قتیبہ بن مسلم سے ملحق ہو گئے اور امن کی درخواست کی تو حجاج نے امان دیدیا[7]۔ اسی طرح زندگی گذارتا رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک یزید بن عبد الملک بن مروان کی طرف سے اسے کوفہ کے قاضیوں کا سربراہ قرار دیا گیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام کی مدد سے سرپیچی کی اور امام علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا۔ ابو مخنف ان سے بطور مرسل حدیث نقل کرتے ہیں اور ''الکنی والالقاب'' کے مطابق ۱۰۴ھ میں ناگہاں اس کو موت آگئی۔[8] تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۱۴، روایتیں موجود ہیں۔ تہذیب التہذیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ موجود ہے؛ اس کتاب میں عجلی سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ شعبی نے ۴۸، صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔ ایک نقل کے مطابق ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی[9]۔

---

[1] طبری ج۵، ص۷
[2] ج۴ص۱۴۵
[3] ج۶،ص۶۔۷
[4] ج۶،ص۳۵
[5] ج۶،ص۳۲۷
[6] ج۶،ص۳۵۰
[7] طبری، ج۶، س ۳۴۴
[8] الکنی والالقاب ،ج۲،ص۳۲۸
[9] تہذیب التہذیب ،ج۵،ص ۶۵

١٨۔ حسان بن فائد بن بکیر عبسی : نضر بن صالح بن حبیب بن زہیر عبسی کے حوالے سے اس شخص نے پسر سعد کے اس خط کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا تھا اور اس کے بعد ابن زیاد کے جواب کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ روایت کا جملہ یہ ہے : '' اشهد ان کتاب عمر بن سعد جاء الی عبیداللہ بن زیاد وأ نا عندہ فاذا فیہ... ''[1] میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیااور میں اس وقت وہاں موجود تھا ؛اس خط میں یہ لکھا تھا ۔اس شخص نے عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر کر دہ والئ کوفہ عبد اللہ بن مطیع عدوی کے لشکر کے سر براہ راشد بن ایاس کے ہمراہ جناب مختار اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی؛[2] جب قصر کوفہ کا محاصرہ کیا گیا تو یہ شخص ابن معیط کے ہمراہ اس میں موجود تھا[3]۔ آخر کار ۶۴ھ میں ابن معیط کے ساتھیوں کے ہمراہ مقام '' مضر '' کوفہ کے کوڑے خانہ کے پاس قتل کر دیا گیا ۔

تہذیب التہذیب میں مذکو رہ شخص کا تذکرہ اس طرح ہے : ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور سورہ نساء کی آیہ ۵۱ میں ''جبت'' کی تفسیر میں بخاری نے شعبہ سے، اس نے ابو اسحاق سبیعی سے، اس نے حسان سے اور اس نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ ''جبت'' یعنی سحر اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شخص کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے[4]۔

١٩۔ ابوعمار ہ عبسی : ابوجعفر عبسی کے حوالہ سے اس شخص نے یحییٰ بن حکم کی گفتگو اور دربار یزید کا تذکرہ کیا ہے[5]۔

٢٠۔قاسم بن بخیت :شہداء کے سروں کا دمشق لایا جانا،مروان کے بھائی یحیٰی بن حکم بن عاص کی گفتگو،زوجہ یزید ہند کی گفتگو اور یزید کا چھڑی سے امام حسین علیہ السلام کے لبوں کے ساتھ بے ادبی کر نے کا تذکرہ اسی شخص نے ابوحمزۂ ثمالی سے اور انھوں نے عبداللہ ثمالی اور انھوں نے قاسم کے ذریعہ کیا ہے[6]۔

---

[1] طبری، ج۵، ص۴۱۱
[2] طبری، ج۶، ص۲۶،
[3] ج۶، ص۳۱
[4] تہذیب التہذیب، ج۲، ص۲۵۱
[5] طبری ،ج۵، ص۴۶۰۔ ۴۶۱
[6] طبری ،ج۵ ، س۴۶۵

۲۱۔ ''ابو الکنود عبد الرحمن بن عبید'': اس نے ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب کے اشعار کو سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔[1] ''زیاد بن ابیہ'' کی طرف سے یہ شخص کوفہ کا والی تھا۔[2] یہ مختار کے ساتھیوں میں تھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اسی نے شمر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس سے ۹، روایتیں مذکور ہیں جیسا کہ ''اعلام'' میں بھی ملتا ہے۔

۲۲۔ فاطمہ بنت علی: طبری کے بیان مطابق یہ خاتون جناب امیر کی دختر ہیں۔ ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی کے حوالہ سے دربار یزید کا منظر انھیں خاتون سے نقل کیا ہے۔ الغرض ان لوگوں میں ۲۱، افراد وہ ہیں جو یا تو ان مظالم میں شریک تھے یا اس دلسوز واقعہ کے معاصر تھے جنھوں نے روایتیں نقل کی ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔

پانچویں فہرست

یہ وہ گروہ ہے جس سے ابو مخنف نے دو یا چند واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ گروہ ۲۹، افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۔ عبد الملک بن نوفل بن عبداللہ بن مخرمہ: مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو انھوں نے ابو سعد سعید بن ابی سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔[3] اسکے علاوہ اپنی موت کے وقت معاویہ کا لوگوں سے یزید کی بیعت لینا، معاویہ کے سپاہیوں کے سربراہ اور اس کے امور دفن کے ذمہ دار ضحاک بن قیس فہری کی گفتگو اور اپنے باپ معاویہ کی خبر مرگ سن کر یزید کے اشعار اسی شخص نے واسطوں کی تصریح کئے بغیر ذکر کئے ہیں۔ ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۵روایتیں مذکور ہیں جنھیں خود ابو مخنف نے ایک شخص کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر روایتیں مکہ میں ابن زبیر اور مدنیہ میں عبد اللہ بن حنظلہ کے خروج سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک روایت وہ اپنے باپ نوفل سے نقل کرتا ہے[4] تو دوسری روایت عبداللہ بن عروہ

---

[1] ج۵، ص ۴۶۶
[2] ج۵، ۲۴۶
[3] طبری، ج۵، ص ۳۴۲
[4] ج۵، ص ۴۷۴

سے،[1] اور تیسری روایت معاویہ کے ایک دوست حمید بن حمزہ سے منقول ہے[2]۔ سات روایتیں بنی امیہ کے ایک چاہنے والے شخص بنام حبیب بن کرہ سے منقول ہیںیہ مروان بن حکم کا پر چمدار بھی تھا[3] اور آخری خبر سعید بن عمر وبن سعید بن عاص اشدق کے حوالے سے مروی ہے[4]۔ غالباً عبدالملک نے معاویہ کی وصیت اور اس کے دفن ہونے کی روایت کو بنی امیہ کے کسی موالی سے نقل کیاہے؛ اگر چہ اس کے نام کی تصریح نہیں کی ہے۔ عبد الملک کا باپ نوفل بن مساحق بن مطیع کی جانب سے دو یا پانچ ہزار کی فوج کا کما نڈر ا مقرر تھا ۔ خود ابن مطیع کو ابن زبیر نے مقرر کیا تھا۔ ایک بار میدان جنگ میں ابراہیم بن مالک اشتر نخعی نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور گردن پر تلوار رکھ دی لیکن پھر چھوڑدیا ۔ عقلانی نے تہذیب التہذیب[5] اور الکا شف[6] میں مذکور ہ شخص کی روایتوں کو قابل اعتماد بتایا ہے ۔

۲۔ ابو سعید عقیصا : مسجد الحرام میں احرام کی حالت میں امام حسین علیہ السلام کا عبداللہ بن زبیر سے روبرو ہونا اسی شخص نے اپنے بعض ساتھیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے[7]۔ علامہ حلیؒ اپنی کتاب ''خلا صہ '' کے باب اول میں ابو سعید کو امیر المو منین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کرتے ہیں۔[8] ، ذہبی نے بھی'' میزان الاعتدال '' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے : ''یہ شخص علی علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ ابن سعید نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں اور ان کانام دینار ہے ۔ یہ شیعہ ہیں اور انھوں نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔[9]

---

[1] ج۵،ص۴۷۸
[2] ج۵،ص۴۷۸
[3] ج۵ ، ص ۴۸۲اور ۵۳۹
[4] ج۵ ،ص ۵۷۷
[5] تہذیب التہذیب، ج۶، ص۴۲۸
[6] الکا شف، ج۲ ،ص۲۱۶
[7] طبری ،ج۵، ص۳۸۵
[8] الخلا صہ، ص۱۹۳
[9] میزان الا عتدال، ج۲،ص ۱۳۹وج۳ ،ص۸۸ ؛ کا مل الزیارات کے ص ۲۳ پر ابن قولو یہ نے اپنی سند سے ابو سعید عقیصا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں : ''میں نے کافی دیر تک امام حسین علیہ السلام کو عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو کر تے ہوئے سنا۔راوی کہتا ہے : پھر امام علیہ السلام عبد اللہ بن زبیر سے اپنا رخ موڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا : یہ مجھ سے کہتا ہے کہ حرم کے کبوتر وں کی طرح ہو جاےئے جبکہ اگر مجھے حرم میں شرف کے ساتھ قتل کیا جائے تو مجھ کو اس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ مجھ کو کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں فقط ایک بالشت زمین ہو۔اگر مجھ کو طف (کربلا) میں قتل کیا جائے تو حرم میں قتل ہونے سے زیادہ مجھ کو یہی پسند ہے کہ میں کر بلا میں قتل کیا جاؤں''اس روایت سے یہ اندازہ ہو تا ہے کہ راوی نے خود امام علیہ السلام سے حدیث سنی ہے، نہ اس طرح جس طرح ابو مخنف نے سند ذکر کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ''کامل '' اکمل ہے ۔

تہذیب التہذیب میں عسقلانی کہتے ہیں : ''واقدی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں ۔ پہلی صدی ہجری میں ان کی وفات ہوئی ۔ ابن سعد نے کہا کہ انھوں نے ولید بن عبدالملک کے زمانے میں وفات پائی ۔بعضوں نے کہا ہے کہ عمر نے ابوسعید کو قبریں کھودنے پر مامور کیا تھا اور بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ یہ پائیتی سے قبر میں اترتے تھے لہٰذا ان کو مقبری کہا جانے لگا[1] ۔

۳ ۔ عبد الرحمن بن جندب ازدی : مذکورہ شخص کی کچھ روایتیں عقبہ بن سمعان کے حوالے سے نقل ہوئی ہیں ۔تاریخ طبری میں اس شخص سے تقریباً ۳۰، روایتیں کے مروی ہیں جن میں جنگ جمل ، صفین، نہروان اور کربلا کا واقعہ ایک واسطہ عقبہ بن سمعان سے منقول ہے ۔وہ حجاج کے زمانے کا واقعہ کسی واسطے کے بغیر نقل کرتا ہے کیونکہ ابن جندب نے ۷۶ھ میں زائدہ بن قدامہ کی سر براہی میں حجاج کی فوج کے ہمراہ رودبار میں شیب خارجی کے خلاف جنگ میں شرکت کی[2] اوراس میں اسیر کر لیا گیا ۔ خوف کے عالم میں اس نے شیب کے ہاتھوں پر بیعت کرلی[3] پھر کسی طرح کوفہ پہنچ گیا ۔یہ وہ موقع تھا جب حجاج دوسری مرتبہ شیب پر حملہ کرنے کے لئے تقریر کررہاتھا اوریہ ۷۷ھ کا زمانہ تھا[4] ۔استرآبادی کی ''رجال الوسیط'' کے حوالے سے مقدس اردبیلی نے ابن جندب کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہے[5] اور ''لسان المیزان'' میں عسقلانی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے : ''یہ کمیل بن زیاد اور ابو حمزہ ثمالی سے روایتیں نقل کرتے ہیں[6] ۔''

۴ ۔ حجاج بن علی بارقی ہمدانی : مذکورہ شخص کی تمام روایتیں محمد بن بشر ہمدانی کے واسطے سے نقل ہوئی ہیں لہٰذا محمد بن بشر کی طرف مراجعہ کیا جائے ۔ تاریخ طبری میں بارقی سے ابن بشر کے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے '' لسان المیزان'' میں ان کاتذکرہ یوں ملتا ہے : ''شیخ روی عنہ ابو مخنف'' یہ ایسے بزرگ ہیں کہ ابو مخنف ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں

[1] تہذیب التہذیب، ج۸،ص۴۵۳ولسان المیزان، ج۲، ص۴۲۲
[2] طبری ،ج۶،ص۲۴۴
[3] طبری، ج۶،ص۲۴۲
[4] طبری ،ج۶،ص۲۶۲
[5] جامع الرواۃ،ج۱، ص۴۴۷
[6] لسان المیزان، ج۳ ،ص۴۰۸،ط حیدر آباد

[1] ۵۔ نمیر بن وعلۃ الھمدانی ینا عی : مذکور ہ شخص اپنی روایتیں ابو وداک جبر بن نو فل ہمدانی ، ایوب بن مشرح خیوانی اور ربیع بن تمیم کے حوالے سے نقل کرتا ہے ۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۰ روایتیں موجود ہیں۔ آخری روایت شعبی سے ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کے دربار کے بارے میں ہے۔ [2] لسان المیزان میں یناعی کا تذکرہ یوں ملتا ہےاور یہ شعبی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو مخنف روایت کرتے ہیں۔ "[3]، مغنی میں بھی یہی مطلب موجود ہے۔ [4]

٦۔ صقعب بن زہیر ازدی : مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو عثمان نہدی ،عون بن ابی جحیفہ سوائی اور عبدالرحمن بن شریح معافری اسکندری کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ تہذیب التہذیب کی جلد ٦، ص ۱۹۳ پر مرقوم ہے کہ ۱٦۱ ہجری میں اسکندریہ میں ''صقعب ''نے وفات پائی وہ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی اور حمید بن مسلم کی روایتوں کو بھی نقل کرتا ہے ۔تاریخ طبری میں ابن زہیر سے ۲۰، خبریں منقول ہیں اور تمام خبریں اس طرح ہیں ''عن ابی مخنف عنہ'' ابو مخنف ان (صقعب) سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان روایتوں میں ۳روایتیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے متعلق ہیں۔ چونکہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں تھے لہٰذا جناب عمار بن یاسر کی شہادت کا بھی تذکرہ کیا ہے [5] اسی طرح حجر بن عدی کی شہادت کے واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے[6]۔ کربلا کے سلسلے میں نو روایتیں نقل کی ہیں اور تین روایتیں مختار کے قیام کے سلسلے میں ہیں۔ تہذیب التہذیب میں عسقلانی کا بیان اس طرح ہے: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ روایت کے سلسلے میں یہ مورد اعتماد ہیں؛ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ مشہور نہیں ہیں[7]۔ ''خلاصۃ تہذیب التہذیب الکمال '' کے حاشیہ پر ہے کہ ابو زرعہ نے ان کی توثیق کی ہے[8]۔

---

[1] لسان المیزان، ج۲، ص ۱۷۸
[2] طبری، ج۶، ص ۳۲۸
[3] لسان المیزان، ج۶، ص۱۷۱،ط حیدرآباد
[4] ج۲، ص۷۰۱، طبع دارالدعوہ
[5] ج۵، ص ۳۸
[6] ج۵ ، ص۲۵۳
[7] تہذیب التہذیب ج۴، ص ۴۳۲،
[8] الخلاصہ ،ص ۱۷۶، ط دارالدعوہ

۷ ۔ معلی بن کلیب ہمدانی : کربلا کا دلسوز واقعہ انھوں نے ابو وداک جبر بن نوفل کے واسطہ سے نقل کیا ہے لہٰذا ابو وداک کی روایتوں کو دیکھا جائے ۔

۸ ۔ یوسف بن یزید بن بکر ازدی : مذکورہ شخص عبداللہ بن حازم ازدی اور عفیف بن زہیر بن ابی اخنس سے روایتیں نقل کرتا ہے ۔ تاریخ طبری میں ان کا پورانام مذکورہے[1] اور ان سے ۵ اروایتیں نقل ہوئی ہیں ۔ ۷۰ھ کے بعد تک انھوں نے زندگی گزاری ہے ۔ ذہبی نے '' میزان الاعتدال '' میں ان کا اس طرح ذکر کیا ہے : آپ بڑے سچے شریف اور بصرہ کے رہنے والے تھے، آپ سے ایک جماعت نے روایتیں نقل کی ہیں اور بہت سارے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے ۔ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کر تے تھے[2] ۔ تہذیب التہذیب میں عقلانی نے ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے : ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار کیا ہے ۔ مقدسی نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں ۔ ابو حاتم کا بیا ن ہے کہ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کر تے تھے[3] ۔ یہی تذکرہ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال میں بھی ملتا ہے[4] ۔

۹ ۔ یونس بن ابی اسحاق : ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی کوفی کے فرزند یونس، عباس بن جعدہ جدلی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور حضرت مسلم بن عقیل کے قیام کے سلسلے میں انھوں نے روایت کی ہے کہ آپ کے مقابلہ میں چار ہزار کا لشکر تھا ۔ علامہ سید شرف الدین موسوی اپنی گرانقدر کتاب '' المراجعات '' میں فرماتے ہیں: '' یونس کے والد ابو اسحاق عمرو بن عبدللہ بن سبیعی ہمدانی کوفی، کے شیعہ ہونے کی تصریح ابن قتیبہ نے اپنی کتاب '' المعارف '' اور شہرستانی نے اپنی کتاب '' الملل و النحل '' میں کی ہے ۔ آپ ان محدثین کے سربراہ تھے جن کے مذہب کو دشمنان اہل بیت کسی طرح لائق ستائش نہیں سمجھتے، نہ ہی اصول میں اور نہ ہی فروع میں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور دین کے مسئلہ میں فقط اہل بیت اطہار کی پیروی کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جوزجانی (گرگانی) (جیسا کہ میزان الاعتدال میں زبیدی کے شرح حال میں ذکر ہوا ہے[5]) نے

---

[1] طبری ،ج۶، ص ۲۸۴
[2] میزان الا عتدال، ج ۴، ص ۴۷۵
[3] تہذیب التہذیب، ج۱۱، ص ۴۲۹
[4] الخلا صہ ،ص ۴۴۰
[5] میزان الاعتدال، ج۲،ص۶۶،ط حلبی

کہا ہے کہ اہل کوفہ میں کچھ لوگوں کا تعلق ایسے گروہ سے تھا ۔ جن کے مذہب و مرام کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ یہ لوگ محدثین کوفہ کے بزرگوں میں سے تھے مثلاًابو اسحاق، منصور ، زبید الیامی، اعمش اوران جیسے دوسرے افراد، ان لوگوں کی روایتیں فقط ان کے سچے ہونے کی بنیاد پر قبول کی جاتی ہیں؛ لیکن اگر ان کی طرف سے مرسلہ روایتیں نقل ہوں توچوں و چرا کیا جاتا ہے۔ نمونے کے طور پر ان میں سے ایک روایت جسے دشمنان اہل بیت ابو اسحاق کے مراسل (مرسلہ کی جمع وہ روایت جس میں درمیان سے راوی حذف ہو) میں شمار کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں ابو اسحاق کی وہ روایت ہے جسے عمرو بن اسماعیل نے (جیسا کہ میزان الاعتدال میں عمرو بن اسماعیل کے شرح حال میں مذکور ہے[1]) ابو اسحاق سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا : ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مثل علیؑ کشجرۃ انا اصلھا و علی فرعھا و الحسن والحسین ثمرھا والشیعۃ ورقھا''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : علی کی مثال اس درخت کی سی ہے کہ جس کی جڑ میں ہوں شاخ علی ہیں ،حسن و حسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں ۔ پھر علامہ شرف الدین اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ (جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے کہ) مغیرہ کا یہ بیان کہ اہل کوفہ کی حدیثوں کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے تباہ کیا ہے[2] یا یہ کہ اہل کوفہ کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے ہلاک کیا ہے[3] فقط اس لئے ہے کہ یہ دونوں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالص پیرو تھے اور ان کی سنتوں میں جو چیزیں ان کی خصوصیات و صفات کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کے محافظ و نگراں تھے ۔

پھر فرماتے ہیں : صحاح ستہ اور غیر صحاح (اہل سنت کی ۶کتابیں جنھیں وہ صحاح کے نام سے یاد کرتے ہیں) کے مصنفین نے ان دونوں سے روایتوں کو نقل کیا ہے[4]۔بہر حال ''الوفیات'' کے بیان کے مطابق عثمان کی خلافت ختم ہونے کے ۳سال قبل یعنی ۳۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ابن معین و مدائنی کے بیان کے مطابق ۱۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی ۔ آپ کے فرزند یونس

---

[1] میزان الاعتدال، ج۳ ،ص۲۷۰
[2] میزان الاعتدال، ج۳ ،ص ۲۷۰
[3] میزان الاعتدال ، ج۲ ،ص ۲۲۴ ۴
[4] المراجعات، ص ۱۰۰ ،ط دار الصادق

آپ ہی سے روایتیں نقل کرتے ہیں جنکی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی ۔ یہ وہی شخص ہیں جو ابو مخنف سے عباس بن جعدہ کے حوالے سے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ تاریخ طبری میں اس خبر کے علاوہ یونس سے ایک اور خبر منقول ہے لیکن کسی کا حوالہ موجود نہیں ہے اور وہ خبر ابن زیاد کے سلسلے میں ہے کہ ابن زیاد نے ایک لشکر روانہ کیا تاکہ کوفہ پہنچنے سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو گھیر لے ، اس کے علاوہ تاریخ طبری میں گیارہ دوسری روایتیں بھی ہیں جنھیں ابو مخنف نے یونس سے نقل کیاہے نیز ۱۳روایتیں اور ہیں لیکن وہ ابو مخنف کے علاوہ کسی اور سے مروی ہیں ۔ تہذیب التہذیب میں عسقلانی کا بیان ہے کہ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن معین کا بیان ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا کہ آپ بہت سچے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کی روایتیں بہت اچھی ہیں ۔ لوگ ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے[1]۔

۱۰۔ سلیمان بن راشد ازدی : مذکورہ شخص عبداللہ بن خازم بکری ازدی، حمید بن مسلم ازدی اور ابو کنود عبد الرحمن بن عبید کی روایتوں کو نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۰روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں اکثر و بیشتر بالواسطہ ہیں وہ ۸۵ھ تک زندہ رہے[2]۔

۱۱۔ مجالد بن سعید ہمدانی : یہ شخص عامر شعبی ہمدانی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت قصر بنی مقاتل کے سلسلے میں ہے[3]۔ مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائی، جناب مسلم علیہ السلام کی تنہائی اور غریب الوطنی، آپ کا طوعہ کے گھر میں داخل ہونا ، ابن زیاد کا خطبہ ، بلال بن طوعہ کی خبر اور ابن زیاد کا اشعث کے بیٹے کو جناب مسلم علیہ السلام سے لڑنے کے لئے بھیجنے کے سلسلے میں بھی '' مجالد '' کی روایتیں موجود ہیں لیکن وہ مرسل ہیں جن کو طبری نے کسی کی طرف مستند نہیں کیا ہے[4]۔

---

[1] تہذیب التہذیب ،ج۱ ، ص ۴۳۳
[2] طبری ،ج۶ ، ص ۳۶۰
[3] طبری ،ج۵ ص ۴۰۷
[4] ج۵، ص ۳۷۱-۳۷۳

تاریخ طبری میں مجالد سے ۷۰ خبریں نقل ہوئی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شعبی کے حوالے سے ہیں۔ ابو مخنف اسے محدث کے نام سے یاد کرتے ہیں[1]۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ''مجالد'' کا تذکرہ اس طرح کیا ہے : یہ مشہور اور صاحب روایت ہیں اور ''اشج''نے ذکر کیا ہے کہ وہ خاندان رسالت کے پیرو تھے۔ مجالد کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی ۔اس کے بعد ذہبی، بخاری سے روایت کرتے ہیں کہ بخاری نے مجالد کے شرح حال میں ان سے روایت نقل کی ہے اور وہ شعبی سے اور وہ ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا : جب بنت رسولؐ نے اس دنیا میں قدم رکھ کر اس دنیا کو منور کیا تو پیغمبر اسلامؐ نے ان کا نام ''منصورہ'' رکھا۔ اسی وقت جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا : اے محمد !اللہ آپ پر تحفۂ درود سلام بھیجتا ہے اور آپ کے گھر پیدا ہونے والی بچی کے لئے بھی ہدیہ درود و سلام بھیجتا اور فرماتا ہے: ''ما احب مولود احب الی منھا'' ہمارے نزدیک اس مولود سے زیادہ کوئی دوسرا مولود محبوب نہیں ہے لہٰذا خداوند عالم نے اس نام سے بہتر نام منتخب کیا ہے؛ جسے آپ نے اس بیٹی کے لئے منتخب کیا ہے، خدا نے اس کا نام ''فاطمہ'' رکھا ہے ''لانھا تفطم شیعتھا من النار''کیونکہ یہ اپنے شیعوں کو جہنم سے جدا کرے گی ،لیکن یہ حدیث ذہبی کے حلق سے کیسے اتر سکتی ہے لہٰذا انہوں نے فوراً اس حدیث کو جھٹلایا اور دلیل یہ پیش کی کہ بنت رسول کی ولادت تو بعثت سے قبل ہوئی ہے۔ (اگر چہ ذہبی کا یہ نظریہ غلط ہے لیکن دشمنی اہل بیت اطہار میں وہ بے بنیاد حدیث کو بھی صحیح مان لیتے ہیں اور فضائل کی متواتر حدیث کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں) اسی حدیث کی بنیاد پر ذہبی نے کہہ دیا کہ وہ توشیعہ تھے[2]۔

۱۲۔ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی :قدامہ اپنے دادا زائدہ بن قدامہ سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔قدامہ کی روایت ہے کہ محمد بن اشعث مسلم بن عقیل علیہ السلام سے جنگ کے لئے نکلا ،پھر جناب مسلم قید کئے گئے،آپ نے دار الامارہ کے دروازہ پر پانی

---

[1] طبری، ج۵ ، ص۴۱۳

[2] میزان الاعتدال، ج ۳ ، ص ۴۳۸ ،ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۲ یا ۱۴۴ ہجری ذی الحجہ کے مہینہ میں مجالد نے وفات پائی۔ ذہبی نے تہذیب التہذیب میں یہی لکھا ہے ۔

طلب کیا اور آپ کو پانی پیش کیا گیا[1]۔ طبری نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے باپ یا دادا سے استناد نہیں کیا اور ظاہراً یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قدامہ کوفہ میں ان واقعات کے رونما ہوتے وقت موجود ہی نہیں تھے وہ تو ان کے دادا ''زائدہ'' تھے جو اس وقت وہاں موجود تھے اور عمر و بن حریث کے ہمراہ کوفہ کی جامع مسجد میں ابن زیاد کا پرچم امن لہرا رہے تھے، کیونکہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کے ہمراہ بنی قیس کے ۷۰ جوان بھیجے جائیں[2] اور اس وقت زائدہ نے اپنے چچازاد بھائی مختار کے لئے سفارش کی تھی[3]، لیکن قدامہ بن سعید کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے[4] جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے لہذا وہاں دیکھا جائے۔

۱۳۔ سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: یہ شخص اپنے دادا عمارہ بن عقبہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ اس کے دادا نے اپنے غلام قیس کو اپنے گھر روانہ کیا تا کہ وہ پانی لے کر آئے اور محل کے دروازہ پر کھڑے مسلم ابن عقیل کو ابن زیاد کے پاس لے جانے سے پہلے پانی پلا دے[5]۔ کتاب کی عبارت ہے: ''حدثنی سعید ... ان عمارہ بن عقبہ ...'' ''سعید نے ہم سے حدیث نقل کی ہے ... کہ عمارہ بن عقبہ ...'' اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث بغیر کسی سند کے بلا واسطہ نقل ہو رہی ہے لیکن یہ بہت بعید ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ سعید اپنے دادا عمارہ کے حوالے سے حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پانی لانے کے سلسلے میں قدامہ بن سعید ہی کی روایت ترجیح رکھتی ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ پانی عمر وبن حریث لے کر آیا تھا، نہ کہ عمارہ یا اس کا غلام۔ اس حقیقت کا تذکرہ اس کتاب میں صحیح موقع پر کیا گیا ہے۔

۱۴۔ ابو جناب یحيیٰ بن ابی حیہ وداعی کلبی: یہ شخص عدی بن حرملہ اسدی سے اور وہ عبد اللہ بن سلیم اسدی ومذری بن مشمعل اسدی سے اور وہ ہانی بن ثبیت حضرمی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ یہ روایتیں کبھی کبھی مرسل بھی نقل ہوئی ہیں جن میں کسی سند کا تذکرہ

---

[1] طبری ،ج ۵ ، ص ۳۷۳ ۔ ۳۷۵
[2] طبری ،ج ۵ ،ص ۳۷۳ ۲
[3] طبری، ج ۵ ، ص ۵۷۰
[4] رجال شیخ ، ص ۲۷۵ ،ط نجف
[5] طبری، ج۵، ص ۳۷۶

نہیں ہے۔ انھیں میں سے ایک روایت جناب مسلم کے ساتھیوں کا ابن زیاد سے روبرو ہونا[1]،ابن زیاد کا جناب مسلم اور جناب ہانی کے سروں کو یزید کے پاس بھیجنا اور اس سلسلے میں یزید کو ایک خط لکھنا بھی ہے[2]۔جیسا کہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ ظاہراً ان واقعات کو ابو جناب نے اپنے بھائی ہانی بن ابی حیہ و داعی کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کو ابن زیاد نے جناب مسلم کے سراور اپنے نامے کے ساتھ یزید کے پاس بھیجا تھا[3]۔ تاریخ طبری میں ۲۳روایتیں بالواسطہ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے سلسلے میں نقل ہوئی ہیں اور ۹روایتیں واقعۂ کربلا کے سلسلے میں ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ اور تین مرسل ہیں، لیکن ظاہر یہ ہے کہ در حقیقت یہ تینوں روایتیں بھی مستند ہیں۔ان روایتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو دشمن کے لشکر میں تھے،البتہ اس کا ان کے ہم عصروں میں شمار ہوتا ہے ۔آخری مرسل روایت جو میری نظروں سے گذری ہے یہ ہے کہ جناب مختار کے قیام کے بعد ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر نے ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھوا کر اپنی طرف بلایا[4]۔ عقلانی تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔اسی طرح ابن نمیر،ابن خراش،ابوزرعہ اور ساجی نے کہا کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور بہت سچے تھے۔ ابو نعیم کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ۱۵۰ہجری میں ان کی وفات ہوئی،اگرچہ ابن معین کا بیان ہے کہ ۱۴۷ھ میں وفات پائی[5]۔

۱۵۔ حارث بن کعب بن فقیم والبی ازدی کوفی : حارث بن کعب عقبہ بن سمعان، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علیؑ کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔وہ شروع میں کیسانیہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے[6] (جو جناب مختار کو امام سمجھتے تھے) لیکن بعد میں امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوگئے اور ان سے روایتیں بھی نقل کرنے لگے[7]۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ

---

[1] ج۵ ،ص ۳۶۹۔ ۳۷۰
[2] ج۵ص۳۸۰
[3] ج ۵ ،ص ۳۸۰
[4] طبری، ج۶، ص ۱۱
[5] تہذیب التہذیب، ج۱۱،ص ۲۰۱
[6] طبری، ج۶، ص ۲۳
[7] طبری ،ج۵،ص ۳۸۷

کوفہ سے مدینہ منتقل ہوگئے تھے کیونکہ انھوں نے امام زین العابدین اور فاطمہ بنت علی علیہا السلام سے خود حدیثیں سنی ہیں[1]۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے آپ کو امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے، لیکن نجف سے طبع ہونے والی اس کتاب میں جو رجال شیخ کے نام سے معروف ہے شیخؒ نے کعب کی جگہ حر بن کعب ازدی کوفی کر دیا ہے۔ محقق کتاب نے حاشیہ میں ایک دوسرے نسخہ کی مدد سے حارث لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

۱۶۔ اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ سدی کوفی: زہیر بن قین کے واقعہ کو یہ فزاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ان پر تشیع کی نسبت دی گئی ہے اور وہ ابوبکر و عمر پر لعنت وملامت کرتے تھے ا۔بن عدی نے کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک بڑے سچے ہیں۔ احمد نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ یحییٰ نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ سدی کو اچھے نام سے یاد کرتا ہے اور ان کو کسی نے ترک نہیں کیا۔ ان سے شعبہ اور ثوری روایت کرتے ہیں[2]۔تاریخ طبری میں ان سے ۸۴ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں دوسری صدی ہجری کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ''تہذیب التہذیب اور ''الکاشف'' میں مذکور ہے کہ انھوں نے ۱۲۷ھ میں وفات پائی، چونکہ یہ مسجد کوفہ کے دروازہ پر بالکل وسط میں بیٹھا کرتے تھے لہٰذا ان کو ''سدی'' کہا جانے لگا۔یہ قریش کے موالی میں شمار ہوتے ہیں اور امام حسن علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔

۱۷۔ ابو علی انصاری: یہ بکر بن مصعب مزنی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن بقطر کی شہادت کا تذکرہ انھیں کی روایت میں موجود ہے۔ تاریخ طبری میں اس روایت کے علاوہ ان کی کوئی دوسری روایت موجود نہیں ہے۔ رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

---

[1] ج۵، ص ۴۶۱
[2] تہذیب التہذیب، ج۱،ص ۲۳۶،ط جلی

۱۸۔ لوذان: یہ شخص اپنے چچا کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام سے راستے میں اپنے چچا کی ملاقات کا تذکرہ کرتا ہے اور خود غیر معروف ہے۔

۱۹۔ جمیل بن مرثدی غنوی: یہ شخص طرماح بن عدی طائی سے انھیں کی خبر کو نقل کرتا ہے۔

۲۰۔ ابو زہیر نضر بن صالح بن حبیب عبسی: مذکورہ شخص حسان بن فائد بن بکیر عبسی کے حوالے سے پسر سعد کے ابن زیاد کو خط لکھنے کی روایت اور ابن زیاد کے جواب دینے کا تذکرہ کرتا ہے۔اس کے علاوہ قرہ بن قیس تمیمی کے حوالے سے جناب حر کا واقعہ بیان کرتا ہے۔تاریخ طبری میں اس راوی سے ۳۱، روایتیں منقول ہیں۔ ابو زہیر نے جناب مختار کے زمانے کو بھی درک کیا ہے[1]۔ اس کے بعد ۶۸ھ ہجری میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ یہ قطریّ خارجی سے جنگ کے لئے میدان نبرد میں اتر آئے پھر ۷۷ھ ہجری میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی خارجی کے مدائن میں نگہبان اور دربان ہوگئے۔ اس وقت ان کی جوانی کے ایام تھے لہٰذا ہر وقت مطرف کی نگہبانی کے لئے تلوار کھینچے کھڑے رہتے تھے، نیز اسی سال انھوں نے مطرف کی فوج میں رہ کر حجاج کے لشکر سے جنگ کی،[2] اس کے بعد کوفہ پلٹ گئے[3]۔

امام رازی نے اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوے کہا ہے: ''میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابو مخنف ان سے روایت نقل کرتے ہیں اور وہ بالواسطہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں[4]۔

۲۱۔ حارث بن حصیرہ ازدی: یہ شخص بعض روایتوں کو عبداللہ بن شریک عامری نہدی کے حوالے سے نقل کرتا ہے اور بعض روایتوں کو اس کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتا ہے۔ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں ان کا تذکرہ

---

[1] طبری ،ج ۶، ص ۸۱
[2] ج۶ ، ص۲۹۸
[3] ج۶، ص۲۹۹
[4] الجرح والتعدیل،ج۸، ص ۴۷۷

کرتے ہوئے کہا ہے : ابو احمد زبیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں ۔ان کو خشبی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اس خشب (لکڑی) کی طرف منسوب ہیں جس پر زید بن علیؑ کو پھانسی دی گئی تھی ۔ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا شمار کوفہ کے شدید شیعوں میں ہوتا ہے ۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ ان کا شمار بہت قدیم شیعوں میں ہوتا ہے لیکن اگر ثوری نے ان سے روایت نقل نہ کی ہوتی تو یہ متروک تھے[1]۔ ذہبی نے نفیع بن حارث نخعی ہمدانی کوفی اعمی (جو اندھے تھے) کے شرح حال میں حارث بن حصیرہ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے : '' بہت سچے تھے لیکن رافضی تھے۔ اس کے بعد سند روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا : ''کنت جالساعندالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وعلیؑ الی جنبہ '' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اور علی (علیہ السلام) ان کے پہلو میں بیٹھے تھے ،'' اذقرأ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ '' امن یجیب المضطراذا دعاہ ویکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض[2]''اسی درمیان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیہ شریفہ ''امن یجیب المضطر...''کی تلاوت فرمائی'' فارتعد علیؑ،فضرب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ بیدہ علی کتفہ''آیت کو سن کر علی لرزنے لگے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو علیؑ کے شانے پر رکھا ''فقال: لایحبک الا مومن ولایبغضک الا منافق الی یوم القیا مۃ[3]''اور فرمایا: قیامت تک تم سے محبت نہیں کریگا مگر مومن اور دشمنی نہیں کرے گا مگر منافق۔

تاریخ طبری میں ابن حصیرہ سے ۱۰، روایتیں موجود ہیں اور ان تمام روایتوں کو ابو مخنف نے ان سے نقل کیا ہے۔ شیخ طوسیؒ نے اپنے رجال میں ان کو امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے[4]لیکن آپ نے حارث بن حصین ازدی نامی شخص کا تذکرہ امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں کیا ہے جو غلط ہے ۔

[1] میزان الاعتدال، ج ، ص۴۳۲،ط حلبی
[2] نمل ,۶۲
[3] میزان الاعتدال، ج ۴ ،ص۲۷۲
[4] رجال شیخ ، ص ۳۹،ط نجف

۲۲۔ عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی : یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کی روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔ مقدس اردبیلی نے ''جامع الرواۃ ''میں ذکر کیا ہے کہ کافی میں تیمم کے وقت کے سلسلے میں ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی ایک روایت منقول ہے ۔ تہذیب میں عقلانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، نیز بصائر الدرجات میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ان سے ابان بن عثمان اور جعفر بن بشیر نے روایتیں نقل کی ہیں[1]۔

۲۳۔ ابو ضحاک : یہ شب عاشور کا واقعہ امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں ۔ ذہبی نے ''میزان الاعتدال [2]''میں اور عقلانی نے ''تہذیب التہذیب''[3]میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ شعبہ نے ان سے روایت نقل کی ہے ۔

۲۴۔ عمرو بن مرۃ الجملی : یہ ابو صالح حنفی سے اور وہ عبد ربہ انصاری کے غلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔ان کی خبر میں جناب بریر بن خضیر کی شوخی کا تذکرہ ہے[4] ۔ ذہبی نے ''میزان الاعتدال''[5]میں اور عقلانی نے ''تہذیب التہذیب[6]''میں انکا تذکرہ کیا ہے۔وہ کہتے ہیں :ابن حبان نے ان کو ثقہ میں شمار کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ انھوں نے ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔احمد بن حنبل نے ان کی ذکاوت اورپاکیزگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات ۱۱۸ ہجری میں ہوئی اور بخاری کا بیان ہے کہ علی (علیہ السلام) سے انھوں نے تقریبا ۱۰۰،روایتیں نقل کی ہیں۔ شعبہ کا بیان ہے کہ یہ بڑے صاحب علم تھے۔ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ سچے اور مورد اعتماد ہیں ابن معین کا بیان ہے کہ وہ ثقہ ہیں ۔

۲۵۔ عطأ بن سائب :انھوں نے جنگ کے شروع میں ابن حوزہ کی شہادت کا تذکرہ عبدالجبار بن وائل حضرمی کے حوالے سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل حضرمی کے حوالے سے نقل کیا ہے[7]۔ عقلانی نے ''تہذیب التہذیب'' میں انکا اس طرح

---

[1] جامع الرواۃ ،ج۱،ص ۴۹۴
[2] میزان الاعتدال، ج۴ ،ص ۵۴۰،ط حیدر آباد
[3] تہذیب التہذیب، ج۱۲ ،ص ۱۳۶
[4] طبری ،ج۵ ،ص ۵۲۳
[5] میزان الاعتدال، ج۳ ،ص ۲۸۸
[6] تہذیب التہذیب، ج ۸ ، ص ۱۰۲
[7] طبری ،ج۵ ص۴۳۱

تذکرہ کیا ہے : عبدالجبار بن وائل اپنے بھائی سے روایت نقل کرتا ہے ۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے،اس کے بعد کہتے ہیں کہ ۱۲۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے ۔ عطاء مکہ کے رہنے والے ہیں ٦۴ ہجری میں ابن زبیر کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی خرابی اور اس کی تجدید کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ۹۴ ہجری تک حجاج کے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے ۔[1] "تہذیب التہذیب" میں ہے کہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے ۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے،اور یہ کہا ہے کہ ان کی وفات ۱۳۲ ہجری میں ہوئی ہے ۔

٢٦ ۔ علی بن حنظلہ بن اسعد شامی ہمدانی : زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت کو انھوں نے کثیر بن عبداللہ شعبی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیاہے ۔ حنظلہ بن اسعد شامی اصحاب امام حسین علیہ السلام میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا ہے ۔ علی ان کے فرزند ہیں ؛ایسا لگتا ہے کہ یا تو علی اس وقت کربلا میں موجود نہ تھے یا کمسن ہونے کی وجہ سے قتل نہ ہو پائے ۔یہ بلا واسطہ کوئی خبر نقل نہیں کرتے ہیں ۔ مذکورہ روایت انھوں نے کثیر بن عبداللہ شعبی قاتل زہیر بن قین کے حوالے سے نقل کی ہے ۔

٢۷ ۔ حسین بن عقبہ مرادی : یہ عمرو بن حجاج کے حملے کا تذکرہ زبیدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ۔

٢٨ ۔ ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی : اہل حرم کی شام میں اسیری کی روایت کو یہ قاسم بن بخیت کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے،بلکہ تعریف و تمجید سے بالا تر ہے ۔

٢٩ ۔ ابو جعفر عبسی : یحییٰ بن حکم کے اشعار کو یہ ابو عمارہ عبسی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ۔یہ وہ ٢٩ افراد ہیں جو ابو مخنف اور عینی گواہوں کے درمیان واسطہ ہیں ۔

[1] ج ٦،ص ۴٨٨

چھٹی فہرست

اس فہرست میں ائمہ علیہم السلام ،ان کے اصحاب اور مورخین موجود ہیں جو ۱۴افراد پر مشتمل ہیں ۔ ۱۔ امام زین العابدین علیہ السلام: اپنے دونوں فرزند عون اور محمد کے ہمراہ عبداللہ بن جعفر کا امام حسین علیہ السلام کے نام خط اورمکہ سے نکلتے وقت امام علیہ السلام کے پاس سعید بن عاص اشدق کا اپنے بھائی یحییٰ بن سعید بن عاص کے ہمراہ خط لانا اور امام علیہ السلام کا اس خط کا جواب دینا حارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے[1]۔ اسی طرح حارث بن کعب والبی عبداللہ بن شریک عامری نہدی کے حوالے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے۹ محرم کو ایک شب کی مہلت لی اور اپنے اصحاب کے درمیا ن خطبہ دیا[2]۔ اسی طرح حارث بن کعب والبی ازدی اور ابو ضحاک کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام کے شب عاشور کے اشعار ، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی امام علیہ السلام سے گفتگو،اس پر امام حسین علیہ السلام کا جواب آپؑ سے منقول ہے[3]۔

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام : عقبہ بن بشیر اسدی کے حوالے سے شیر خوار کی شہادت کا واقعہ امام علیہ السلام سے نقل ہوا ہے[4]۔

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام : ایک مرسل روایت میں امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر شمشیر و تیر و تبر کے زخموں کی تعداد آپ ہی سے مروی ہے ۔

۴۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام : زید بن علیؑ اور داود بن عبید اللہ بن عباس کے حوالے سے فرزندان عقیل کی حماسہ آفرین تقریر منقول ہے۔ ان دونوں حضرات سے روایت کرنے والے شخص کا نام عمرو بن خالد واسطی ہے جو بنی ہاشم کے چاہنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ وہ پہلے کوفہ میں رہتا تھا پھر ''واسط '' منتقل ہوگیا وہ زید اورامام جعفر صادقؑ سے روایتیں نقل کرتا ہے ۔ نجاشی نے

---

[1] طبری ،ج۵ ،ص ۳۸۷ ۔ ۳۸۸

[2] طبری، ۵ ،ص۴۱۸

[3] طبری ،ج۵ ، ص ۴۲۰ ۔ ۴۲۱

[4] طبری، ج ۵ ،ص ۴۴۸

ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے : ''ان کی ایک بہت بڑی کتاب ہے جس سے نصر بن مزاحم منقری وغیرہ روایتیں نقل کرتے ہیں[1]۔ شیخ طوسیؒ نے ان کو امام باقرعلیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے[2]۔ اس کے علاوہ مامقانیؒ نے تنقیح المقال میں ان کا ذکر کیا[3]۔ اسی طرح عقلانی نے بھی ''تہذیب التہذیب'' میں ان کا تذکرہ کیا ہ[4]ے۔

۵۔ فاطمہ بنت علیؑ : آپ کا تذکرہ طبری نے کیا ہے۔ حارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے دربار یزید کا واقعہ انہی مخدرہ سے منقول ہے[5]۔ واضح رہے کہ ان بی بی اور امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرنے والا راوی ایک ہی ہے۔

٦۔ ابو سعید عقیصا : مسجد الحرام میں امام حسین علیہ السلام سے ابن زبیر کے رو برو ہونے کی روایت اپنے بعض اصحاب کے واسطے سے انھوں نے نقل کی ہے[6]۔ علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب ''الخلاصہ'' کی قسم اول میں آپ کو امیر المومنینؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے[7]۔ ''میزان الاعتدال ''میں ذہبی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے : یہ علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں : شعبہ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں ۔ ان کا نام دینار ہے اور اہل بیتؑ کے پیرو ہیں۔ ان کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی[8]۔ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔

۷۔ محمد بن قیس : قیس بن مصہر صیداوی کو خط دے کر امام حسین علیہ السلام کا ان کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کرنا ، جناب مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر ، عبد اللہ بن مطیع کی امام حسین علیہ السلام سے گفتگو، نیز حضرت (ع) کا جواب[9] اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی روایت انھوں نے نقل کی ہے[10]۔ واضح رہے کہ عبداللہ بن مطیع والی روایت اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی

---

[1] رجال نجاشی، ص ۲۰۵ ،ط ہند
[2] رجال شیخ ،ص ۱۲۸ ،ط نجف
[3] تنقیح المقال ،ج ۲، ص ۳۳۰
[4] تہذیب التہذیب، ج ۸ ، ص ۳۶
[5] طبری ،ج ۵ ، ص ۴۶۱ ۔ ۴۶۲
[6] طبری ،ج ۵، ص ۳۸۵
[7] الخلاصہ ،ص ۱۹۳، ط نجف
[8] میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۳۹
[9] طبری، ج۵، ص ۳۹۴ ۔ ۳۹۶
[10] طبری، ج۵ ، ص ۴۴۰

خبر ان سے بطور مرسل نقل ہوئی ہے یعنی درمیان سے راوی حذف ہے۔ کشیؒ نے ذکر کیا ہے: ''یہ امام باقر علیہ السلام سے بڑی شدید محبت رکھتے تھے لہذا آپ نے ان کو فلاں اور فلاں کی باتیں سننے سے منع کیا تھا[1]۔ اس کے بعد کشی نے ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے مدافع تھے[2]۔ نجاشیؒ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: یہ ثقہ، سر شناس اور کوفی ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں[3]۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی فہرست کے رقم ۵۹۱و۶۴۴[4] اور رجال میں آپ کو امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔اور آپ کو اس نام سے چار بار یاد کیا ہے[5]۔ اسی طرح علامہ حلیؒ نے الخلاصہ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے[6]۔

۸۔ عبداللہ بن شریک عامری نہدی: امام حسین علیہ السلام کا شب عاشور مہلت مانگنا، شب عاشور آپ کے خطبے اور اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی گفتگو اور امام حسین علیہ السلام کے جواب کو یہ راوی امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔اسی طرح ایک مرسل روایت میں یہ راوی شمر کا حضرت عباس کے لئے شب عاشور امان نامہ لانا اور ۹محرم کو غروب کے نزدیک پسر سعد ملعون کا امام علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا واقعہ نقل کرتا ہے[7]۔ کشیؒ نے ذکر کیا ہے: ''یہ امام باقر اور صادق علیہما السلام کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے ہیں''[8]۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن شریک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سپاہ میں بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والوں میں ہوں گے[9]۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں یہ علمدار لشکر ہوں گے[10]۔ تاریخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

---

[1] ص ۳۴۰ حدیث، رقم ۶۳۰
[2] ص۲۳۷ حد یث ۴۳۰
[3] رجال نجاشی، ص ۲۲۶،ط ھند
[4] فہرست، ص ۱۵۷و۱۷۶
[5] رجال شیخ ،ص ۲۹۸رقم ۲۹۴ ،طبع نجف
[6] الخلاصہ، ص ۱۵۰رقم ۶۰اور اس کے بعد ،ط نجف
[7] طبری، ج۵ ، ص ۴۱۵ ۔ ۴۱۶
[8] رجال کشی ،ص۱۰ ، حدیث ۲۰
[9] ص ۳۱۷، حدیث ۳۹۰
[10] ۴ص ۲۱۷ ، ۳۹۱

جناب مختار کے خاص ساتھیوں میں سے تھے[1]۔ اس کے بعد مصعب بن زبیر کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔ (۲) پھر ۷۲ھ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے امان نامہ کی وجہ سے مصعب سے جدا ہوگئے۔ اس کے بعد شاید انھوں نے توبہ کرلی اور پھر ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔

۹۔ ابو خالد کابلی: انھوں نے ایک مرسل روایت میں صبح عاشورا امام حسین علیہ السلام کی دعا کو نقل کیا ہے۔ طبری نے ان کا نام ابو خالد کابلی لکھا ہے لیکن کتب رجالی میں اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ مشہور وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ کشی نے ذکر کیا کہ وہ حجاج کے خوف سے مکہ بھاگ نکلے اور وہاں خود کو چھپائے رکھا؛ اس طرح خود کو حجاج کے شر سے نجات دلائی اور جناب محمد بن حنفیہ کے خدمت گذار ہوگئے یہاں تک کہ ان کی امامت کے قائل ہوگئے لیکن بعد میں اس باطل عقیدہ سے منہ موڑ کر امام سجاد علیہ السلام کی امامت کے معتقد ہوگئے۔ اس کے بعد ان کا عقیدہ اتنا راسخ ہوا کہ آپؑ کے خاص اصحاب میں شمار ہونے لگے اور ایک عمر تک امام علیہ السلام کی خدمت گذاری کے شرف سے شرفیاب ہوتے رہے، پھر اپنے شہر کی طرف چلے گئے[2]۔ شیخ طوسیؒ نے رجال میں ان کو امام سجاد علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔

ظاہراً یہ ان لوگوں سے محبت کرتے تھے جو جناب مختار کے ساتھ تھے، اسی لئے جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہوگئے اور اسی وجہ سے وہ حجاج کے چنگل سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگ نکلے، ورنہ مکہ کی طرف بھاگنے کا اس کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہیں ہوسکتا۔

۱۰۔ عقبہ بن بشیر اسدی: شیر خوار کی شہادت کا واقعہ انھوں نے امام صادق علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ کشّی نے ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: ''عقبہ نے امام باقر علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ وہ حکومت وقت کی طرف سے اپنی قوم میں اپنے

---

[1] طبری ،ج ۶ ص ۴۹، ۵۱و۱۰۴

[2] رجال کشی ،ص ۱۲۱ ،حدیث ۱۹۳ ؛ رجال شیخ، ص۱۰۰ رقم ۲

قبیلہ کے کارگزار بن جائیں۔امام علیہ السلام نے انھیں اجازت نہیں دی۔ انھوں نے شیر خوار کی شہادت کو نقل کیا ہے[1]۔ شیخ طوسیؒ نے رجال میں ان کو امام زین العابدینؑ[2] اور امام محمد باقرعلیہ السلام[3] کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ تاریخ طبری میں جناب مختار کے ساتھیوں کی مصیبت اور غم میں ان کے مرثیے موجود ہیں جسے پڑھا کرتے تھے[4]۔

۱۱۔ قدامہ بن سعید : قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی اپنے دادا سے روایتیں نقل کرتے ہیں جناب مسلم بن عقیل کے مقابلہ کیلئے محمد بن اشعث بن قیس کندی کے میدان نبرد میں آنے کی خبر، جناب مسلم کا قید کیاجانا ،[5]آپ کاقصر دار الامارہ کے دروازہ پر پانی مانگنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کی خبر[6] قدامہ نے اپنے دادا زائد سے نقل کی ہے ۔شیخ طوسیؒ نے ان کو امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے[7]۔

۱۲۔ حارث بن کعب والبی ازدی : حارث بن کعب نے عقبہ بن سمعان،امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔ یہ جناب مختار کے ساتھیوں میں تھے،پھر کوفہ سے مدینہ منتقل ہوگئے اور وہاں پر امام علیہ السلام سے حدیثیں سنیں۔شیخ طوسیؒ نے ان کو اپنے رجال میں امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے[8]۔

۱۳۔ حارث بن حصیرہ ازدی :یہ عبداللہ بن شریک عامری نہدی اور وہ امام علی بن الحسین علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلات گذر چکی ہے۔ شیخ طوسیؒ نے ان کو امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے[9]۔

---

[1] رجال کشی، ص ۲۰۳ ،حدیث ۳۵۸
[2] رجال شیخ ،ص ۳۲
[3] ص۱۲۹ ،رقم ۲۹ ،ط نجف
[4] طبری ،ج۶ ،ص ۱۱۶
[5] ج۵ ، ص ۳۷۳
[6] ج ۵ ، ص ۳۷۵
[7] رجال شیخ، ص ۲۷۵،ط نجف
[8] رجال طوسی، ص ۸۷، ط نجف
[9] ص۳۹ ۔ ۱۱۸ ،ط نجف

۱۴۔ ابو حمزہ ثمالی : ابوحمزہ ثابت بن دینار ثمالی ازدی عبداللہ ثمالی ازدی اور قاسم بن بخیت کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی روایت شام میں اہل حرم کی اسیری کے سلسلے میں ہے۔ کشی نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا : ''ابوحمزۃ الثمالی فی زمانہ ،کلقمان فی زمانہ ،و ذالک انہ خدم ار بعۃمنا علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و بر ھۃ من عصر موسی بن جعفر[1] ''ابو حمزہ، لقمان زمانہ تھے اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہم میں سے چار (اماموں) کو درک کیا ہے ؛ علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور موسی بن جعفر کے تھوڑے سے زمانے کو درک کرنے کا شرف حاصل کیا ہے ۔ عامر بن عبداللہ بن جذاعہ ازدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نشہ آور چیزوں کے بارے میں سوال کیاآپ نے فرمایا : ''کل مسکر حرام'' ہر مست کرنے والی چیز حرام ہے۔ عامر بن عبداللہ نے کہا : لیکن ابو حمزہ تو بعض مسکرات کو استعمال کرتے ہیں!جب یہ خبر ابو حمزہ کو ملی تو انھوں نے تہہ دل سےتوبہ کی اور کہا : ''استغفر اللہ منہ الان و اتوب الیہ'' میں ابھی خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے تو امام علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا :میں جب ان کو چھوڑ کے آیا تو وہ مریض تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا : جب پلٹنا تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو بتا دینا کہ وہ فلاں مہینے اور فلاں روز وفات پائیں گے ۔ علی بن حسن بن فضال کہتے ہیں : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعدابو حمزہ ،زرارہ اور محمد بن مسلم کی وفات ایک ہی سال میں واقع ہوئی ہے۔

نجاشی نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ کوفہ کے رہنے والے اور ثقہ تھے۔ محمد بن عمر جعابی تمیمی کا بیان ہے کہ آپ مہلب بن ابو صفرہ کے آزاد کردہ تھے۔آپ کے بیٹے منصور اور نوح سب کے سب زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے ہمراہ شہید کئے گئے ۔ آپ نے امام زین العابدین، امام محمد باقر ،امام جعفر صادق اور امام موسی کاظم علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے اور ان تمام ائمہ

[1] طبری ،ج۵، ص ۴۶۵

علیہم السلام سے روایتیں نقل کیں ہیں آپ کا شمار ہمارے نیکو کار بزرگوں اور روایت و حدیث میں معتمد و ثقہ لوگوں میں ہوتا ہے[1]۔ شیخ طوسی نے فہرست[2] اور رجال میں آپ کو امام سجاد[3] امام محمد باقر[4] امام جعفر صادق[5] اور امام موسی کاظم علیہم السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ ذہبی نے ''میزان الاعتدال[6]'' اور عقلانی نے ''تہذیب[7]'' میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہیں وہ چودہ ۱۴ افراد جو ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کے اصحاب پر مشتمل ہیں اور اس کتاب کی سند میں واقع ہوئے ہیں ۔ ان کے علاوہ ابو مخنف نے عون بن ابی جحیفہ سوائی کوفی متوفیٰ ۱۱۶ھ سے یعنی اس کتاب میں تاریخ کے حوالے سے روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان سے عینی شاہدین کے عنوان سے نہیں بلکہ بعنوان مورخ روایت نقل کی ہے ۔جیسا کہ ''تقریب التہذیب'' میں یہی مذکور ہے۔ اس مورخ نے صقعب بن زہیر کے حوالے سے مدینہ سے مکہ کی طرف امام علیہ السلام کی روانگی ،مکہ میں آپ کی مدت اقامت اور پھر وہاں سے کوچ...کا تذکرہ کیا ہے ۔

اب ہم اسی مقام پر اپنے مقدمہ کو اس امید کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ خداوند متعال ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم سید الشہداء امام حسین بن علی علیہما السلام کی صحیح خدمت نیز ان کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں ۔

---

[1] رجال نجاشی، ص ۸۳، ط ہند
[2] فہرست شیخ، ص۶۶، ط نجف
[3] رجال شیخ، ص ۸۴، ط نجف
[4] ص ۱۱۰
[5] ۱۶۰،ط نجف
[6] میزان الاعتدال، ج۱، ص ۳۶۳
[7] تہذیب التہذیب ،ج ۲،ص ۷

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

معاویہ کی وصیت

الطبری نے اپنی تاریخ میں جلد ۵،ص ۳۲۲پراس طرح ذکر کیا ہے : پھر ۶۰ھ کا زمانہ آگیا ...اور اس سال معاویہ نے ان تمام لوگوں کو بلایا جو عبید اللہ کی ہمراہی میں وفد کی شکل میں یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دے رہے تھے ...ان تمام لوگوں کو بلا کر اس نے عہد و پیمان باندھے جسے ہشام بن محمد نے ابو مخنف کے حوالے سے ذکر کیا ہے ۔ابو مخنف کہتے ہیں کہ ہم سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ نے بیا ن کیا ہے کہ معاویہ جس مرض الموت میں ہلاک ہوا اسی مرض کی حالت میں اس نے اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور کہا :اے میرے بیٹے!میں نے رنج سفر سے تجھے آسودہ ، تمام چیزوں کو تیرے لئے مہیا ، تیرے لئے دشمنوں کو سرنگوں، ذلیل و رسوا ، سارے عرب کی گردن کو تیرے آگے جھکا دیااور تمام چیزوں کو تیرے لئے جمع کر دیا ہے[٣]۔اس کے بعد

---

[١] معاویہ بن صخربن حرب بن امیہ بن عبدالشمس،ہجرت سے ۲۵سال پہلے متولد ہوا۔(طبری، ج۵، ص ۳۲۵)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف جنگوں میں اس کے باپ ابو سفیان سے جنگ کی ہے۔ آخر کار ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پراپنے باپ ابو سفیان کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ اور اس کے باپ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا۔ (طبری ،ج۳ ، ص ۹۰) عمر نے اپنے دور حکومت میں اس کو شا م کا گورنر بنادیا ۔(طبری ،ج۳، ص ۶۰۴)عثمان کے قتل تک اسی طرح یہ گورنری پر باقی رہا ۔ عثمان کے قتل کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام سے عثمان کے خون کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوا اور جنگ صفین میں حضرت کے خلاف میدان جنگ میں آگیا۔ اس جنگ و جدال اور مخالفت کا سلسلہ جاری رہایہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہوگئے تو اس نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کردی ؛بالآخر جمادی الاولیٰ۴۱ ھ میں صلح ہوگئی اور اس سال کانام''عام الجماعۃ''رکھا گیا۔اس کے بعد ۱۹سال ۳مہینہ یا۳مہینہ سے کچھ کم امیر شام نے حکو مت کی یہاں تک کہ ۶۰ھ ماہ رجب میں اس کی موت ہوگئی۔ اس وقت معاویہ کا سن ۸۵ سال تھا ۔ اس واقعہ کوطبری نے کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کلبی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے (تاریخ طبری،ج۵، ص ۳۲۵)

[٢] ۲۸ھ میں یزید نے دنیا میں جنم لیا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل کلبی ہے۔معاویہ نے لوگوں کو اپنے بعدیزید کی ولی عہدی کی بیعت کے سلسلہ میں بلایا ۔بیعت یزید کی دعوت کا سلسلہ ۵۶ھ میں شروع ہوا ۔اور ۵۹ھ میں معاویہ نے وفد بھیج کر بیعت لینا شروع کیا ۔ یزید کی ولی عہدی کا سلسلہ ماہ رجب ۶۰ھ سے شروع ہوا ۔اس وقت وہ ۳۲سال کچھ مہینہ کا تھا اور ربیع الاول کی ۱۴تاریخ کو ۶۴ھ میں مقام حوارین میں فی النار ہوا ۔(طبری ،ج۵ ،ص ۴۹۹) اس طرح اس کی مدت حکومت ۳سال ۸ مہینہ ۱۴ دن ہوئی اور کل حیات ۳۶سال ہوئی ۔
آئندہ گفتگو میں یہ بات آ ئے گی کہ باپ کی موت کے وقت یزید وہاں موجود تھا۔ اس کے وجود کی موافقت سبط بن جوزی نے" تذکرۃ خواص الامۃ ''،ص۲۳۵پر کی ہے لیکن شیخ صدوق نے اپنی" امالی'' میں امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسی کو خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص۱۷۷پر ''اعثم کوفی'' متوفیٰ۳۱۴ھ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ موجود تھا لیکن پھر شکار کے لئے چلا گیا اورتین دنوں کے بعد واپس آیا تو محل میں داخل ہوگیا اور پھر ۳دن کے بعد باہرنکلا ۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ معاویہ نے دووصیتیں کی ہو ں ، پہلی یزید کی موجودگی میں اوردوسری یزید کی غیر موجودگی میں اور یہ وصیتیں دو لوگوں کے واسطے سے ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا ؛یہی وجہ ہے کہ دونوں وصیتوں میں اختلاف ہے ۔

[٣] یہ کام معاویہ نے ۱۰ سال میں کیا ہے، جس کی ابتداء۵۰ ھ سے ہوئی اور اس کے مرگ پر تمام ہوئی ہے ۔طبری نے اس کے سبب کو ج۵، ص ۳۰۱ پر ذکر کیا ہے :مغیرہ بن شعبہ ۴۹ ھ میں طاعون کے خوف سے بھاگ کر کوفہ سے معاویہ کے پاس پہنچا (۴۱ہجری یعنی عام الجماعۃہی کے زمانے سے مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا)اور معاویہ سے اپنی ناتوانی کا تذکرہ کرتے ہوئے چاہا کہ اسے دوبارہ کوفہ جانے سے معاف رکھا جائے معاویہ نے اسکے عذر کو قبول کرلیااور سعیدبن عاص کو اس کی جگہ پر کوفہ کاگورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کرلیا ۔ اس واقعہ نے مغیرہ کی حسد کی چنگاری کو آتش فشاں میں تبدیل کردیا لہٰذا وہ فوراً یزید کے پاس آیا اور ولی عہدی کے عنوان سے یزید کی بیعت کا سلسلہ چھیڑا ۔اس بات کو یزید نے اپنے باپ تک پہنچایا تو اس پر معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ لوٹا دیااور حکم دیا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لے۔ اس طرح مغیرہ کوفہ لوٹا اور یزید کی بیعت کے سلسلہ میں کام کرنے لگا اور وفد کی شکل میں گروہ گروہ بنا کرلوگوں کو معاویہ کے پاس بھیجنے لگا ۔

معاویہ نے ایک خط زیاد بن سمیہ کو اس عنوان سے لکھا (اس زمانے میں زیاد معاویہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا جس کی ابتداء ۴۵ھ سے ہوئی) کہ وہ اس امر میں مشورہ چاہتا ہے۔ زیاد نے عبید بن کعب نمیری ازدی کو معاویہ کے پاس مجھکو اس حکومت کے سلسلے میں جو میں نے تیرے لئے استوار کی ہے قریش کے چار افراد سے خوف ہے: ۱۔ حسین بن علی[1]

۲۔ عبد اللہ بن عمر[2] روانہ کیا اور اس تک یہ پیغام پہنچایا کہ زیاد یہ سمجھتا ہے کہ یزید کچھ دنوں کے لئے اپنی ایسی رنگینیوں سے دست بردار ۳۶ہوجائے جو لوگوں کو انتقام لینے پر مجبور کردیتی ہیں تاکہ گورنروں کو یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے میں آسانی ہو...پھر ۵۳ھ ماہ مبارک رمضان میں زیاد بن سمیہ فی النار ہوا۔ اس وقت وہ کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر تھا۔ ۵۶ھ ماہ رجب میں معاویہ نے عمرہ کا پروگرام بنایا اوروہاں پہنچ کر اس نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دینے لگا ۔ اس پر سعید بن عثمان سامنے آیا اور اس نے اس کی بڑی مخالفت کی تو یزید کی سفارش پر معاویہ نے اسے خراسان کا گورنر بنادیا ۔ اس کے بعد ۵۴ھ سے معاویہ کا نمک خوار مروان جو اس وقت سے لیکر آج تک مدینہ کا گورنر تھا معاویہ کے سامنے آیا اور بہت مخالفت کی تو معاویہ نے اسے خوب پھٹکارا اور ۵۷ھ میں اسے گورنری سے معزول کردیا۔ طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ج۵، ص۳۰۹ ۔ مسعودی نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے ۳۸ویں صفحہ پر مروان کی مخالفت کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد جو ۵۵ھ سے بصرہ کا گورنر تھا اس نے ۶۰ھ میں ایک وفد شام کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ معاویہ کے سامنے یزید کی بیعت کرے۔

(طبری، ج۵، ص ۳۲۲)

---

[1] امام حسین علیہ السلام نے ماہ شعبان ۴ھ میں اس دار فانی میں آنکھیں کھولیں۔(طبری، ج۳ ، ص۵۵۵) اس طرح آپ نے ۶,سال اپنے جد رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد ۳۰, سال اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزاری ۔ ۳۰, سال کے سن میں عثمان کی خلافت کے زمانے میں اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام، حذیفہ بن یمانی ، عبداللہ بن عباس اور اصحاب کے ایک گروہ کے ہمراہ سعید بن عاص کی سربراہی میں خراسان کی جنگ میں شرکت فرمائی۔ (طبری ،جلد۴ ،ص ۲۶۹)امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۱۰, سال اپنے بھائی امام حسن ؑ کے ہمراہ ان کی خوشی و غم میں شریک رہے ۔یہی ۱۰,سال امام حسن علیہ السلا م کی امامت کی مدت ہے جو معاویہ کا بھی زمانہ ہے، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا اور آپ۱۰, محرم ۶۱ھ بروزجمعہ شہید کردئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶,سال ۶,مہینے تھی۔

[2] عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بیعت نہ کرنے پرحضرت علی علیہ السلام نے ابن عمر سے کہا :''انک لَسَیِی ء الخلق صغیراً و کبیراً''(طبری ،ج ۴ ،ص ۴۲۸) تمہاری خلقت ہی خراب ہے چھوٹے رہو یا بڑے ہوجاؤ ۔دوسری جگہ ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا :'' لولامااعرف من سوء خلقک صغیراً و کبیراً لأنکرتنی'' (طبری ،ج ۴، ص۴۳۶) اگر مجھے تمہار ی بری خلقت کی معرفت نہ ہوتی تو بھی تم میری مخالفت کرتے ؛لیکن حفصہ نے اپنے بھائی عبداللہ کوعائشہ کی ہمراہی سے روک دیا ۔(طبری، ج ۴، ص ۴۵۱) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے خلاف طلحہ و زبیر کے قیام کی درخواست کا جواب دینے سے بھی حفصہ نے عبداللہ بن عمر کو روک دیا۔ (طبری، ج ۴ ،ص ۴۶۰)عبد اللہ بن عمر

۳۔ عبد اللہ بن زبیر

۴۔ عبد الرحمن بن ابی بکر[2] ان میں سے عبد اللہ بن عمر وہ ہے جسے عبادت نے تھکا دیا ہے؛ اگر وہ تنہا رہ جائے گا تو بیعت کر لے گا ،لیکن حسین بن علی وہ ہیں کہ اگر اہل عراق ان کو دعوت دیں گے تو وہ قیام کریں گے؛[3] اگر وہ ابو موسی اشعری کا داماد تھا ، جب جنگ صفین میں ابو موسی کو حکم کے لئے منتخب کیا گیا تو ابو موسی نے اس کو (عبد اللہ بن عمر) بلایا اور اس کے ساتھ ایک جماعت کو دعوت دی ۔ عمرو عاص نے اسے خلافت کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کیا ۔ جب مرحلہ معاویہ تک پہنچ گیا تو یہ معاویہ کے پاس چلا گیا (طبری ،ج۵، ص ۵۸) اس نے اگر چہ یزید کی بیعت نہیں کی تھی لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے اپنے داماد مختار کی آزادی کے لئے یزید کو ایک خط لکھا اور یزید نے بھی اس کی درخواست کو رد نہیں کیا ۔ شاید اس کے بعد اس نے یزید کی بیعت کی ہے ۔ (طبری، ج۵،ص ۵۷۱) مسعودی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے ولید کے ہاتھوں پر یزید کے لئے اور حجاج کے ہاتھوں پر مروان کے لئے بیعت کی ہے ۔ (مروج الذہب ج ۲،ص۳۱٦) خروج کریں تو ان سے جنگ کر کے ان پر فتح حاصل کر نا لیکن ان کے قتل سے درگذر کرنا اور گزشتہ سیاست پر عمل کرنا[4] کیونکہ ان سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کا حق

---

[1] عبد اللہ بن زبیرپہلی یا دوسری ہجری میں متولد ہوا۔جب عثمان کا گھر اؤ ہوا تھا تو اسی نے عثمان کی مدد کی یہاں تک کہ خود مجروح ہوگیا ۔ (طبری، ج ۴،ص ۳۸۲) یہ کا م اس نے اپنے باپ زبیر کے حکم پر انجام دیا تھا ۔(طبری ،ج۴،ص۳۸۵) اور عثمان نے زبیر سے اس کے سلسلہ میں ایک وصیت کی تھی۔ (طبری ،ج۴،ص۴۵۱) یہ اپنے باپ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھا۔اور اس کو حق کی طرف پلٹنے اور تو بہ کر نے سے روکا تھا۔ (طبری ،ج۴،ص ۵۰۲) عائشہ نے اسے بصرہ کے بیت المال کا امیر بنا یا تھاکیو نکہ یہ عائشہ کا مادری بھا ئی تھا جس کا نام''ام رومان'' تھا (ج۴،ص ۳۷۵)پھر یہ زخمی ہوا اور وہا ں سے بھاگ نکلا پھرٹھیک ہوگیا ۔(ج۴،ص۵۰۹) حضرت علی علیہ السلام نے اسے" برائیوں کے فرزند'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ (ج۴،ص۵۰۹) یہ معاویہ کے ساتھ تھا تو معاویہ نے عمر وعاص کے ہمراہ اسے محمدبن ابی بکر سے جنگ کے لئے بھیجا ۔جب عمروعاص نے محمد کو قتل کر نے کا ارادہ کیا تو اس نے محمد کے سلسلے میں سفارش کی لیکن معاویہ نے اس کی سفارش قبول نہیں کی (طبری، ج ۵،ص ۱۰۴) امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ مکہ نکل گیا (طبری ،ج۵،ص ۴۷۴) اور ۱۲ ؍ سال تک وہاں ان لو گوں سے لڑتا رہا یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں جمادی الاولی ۷۳ ھ میں حجاج نے اس کو قتل کر دیا۔(ج۶ ،ص ۱۸۷) اس کے ایک سال قبل اس کا بھا ئی مصعب" انبار'' نامی جگہ پر قتل ہوا جس کی طرف خود عبدالملک نے اقدام کیا تھا۔

[2] اسد ا لغابہ میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر یزید کی بیعت کے مطالبہ سے پہلے ہی مدینہ سے نکل گئے تھے اور حبشی نامی جگہ پر وفات ہو چکی تھی جو مکہ سے ۱۰ ؍ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ واقعہ ۵۵ ھ کا ہے لہٰذا یہ بات معاویہ کی وصیت سے یہ موا فقت نہیں رکھتی ہے، واللہ اعلم ۔

[3] اس کا اندازہ اس سے ہو تا ہے جیسا کہ یعقوبی نے روایت کی ہے کہ اہل عراق نے امام علیہ السلام کو اس وقت خط لکھا جب آپ مدینہ میں تھے اور امام حسن علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ اس خط میں تحریر تھا کہ وہ لوگ امام علیہ السلام کے حق کے لئے قیام کے منتظر ہیں۔ جب معاویہ نے یہ سنا تو اس پر اس نے امام علیہ السلام کی مذمت کرنے کی کو شش کی ۔ امام علیہ السلام نے اس کی تکذیب کی اور اس کو خاموش کردیا ۔

[4] یہ بات پو شیدہ نہیں رہنی چا ہئے کہ امیر شام نے یہ کہا تھا کہ" فان خرج علیک فظفرت ''، یعنی اگر وہ خروج کریں تو ان کے ساتھ فتح وظفر تک لڑتے رہنا لیکن قتل نہ کر نا۔ اس طرح وہ دو خوبیوں کو جمع کر نا چاہتا تھا؛ ایک فتح وظفر دوسرے انتقام نہ لینا ۔اس مطلب پر معاویہ کا وہ خط دلالت کر تا ہے جو اس نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے سلسلے میں لکھا تھا اور اپنے غلام سر جون رومی کے پاس امانت کے طور پر رکھو ایا تھا؛ جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ اگر عراق میں حالات خراب ہونے لگیں تو فوراًابن زیاد کو وہاں بھیج دینا؛ جیسا کہ آئندہ اس کی روداد بیان ہو گی ۔

بھی بزرگ ہے ۔اور جہاں تک ابوبکر کے بیٹے کی بات ہے تو اس کی رائے وہی ہوگی جو اس کے حاشیہ نشینوں کا مطمع نظر ہوگا ۔ اس کا ہم وغم فقط عورتیں اور لہوو لعب ہے، لیکن جو شیر کی طرح تمہاری گھات میں لگا ہے اور لومڑی کی طرح تجھ کو موقع ملتے ہی فریب دینا چاہتاہے اور اگر فرصت مل جائے تو تجھ پر حملہ کردے وہ ابن زبیر ہے ؛ اگر اس نے تیرے ساتھ ایسا کیا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ۔[1]

معاویہ کی ہلاکت

۶۰ھ میں معاویہ واصل جہنم ہوا [2] معاویہ کی موت کے بعد ضحاک بن قیس فہری [3] اپنے ہاتھوں میں معاویہ کا کفن لپیٹے باہر نکلا اور منبر پر گیا ۔ خدا کی حمد وثنا کی اور اس طرح کہنے لگا : بیشک معاویہ قوم عرب کی تکیہ گاہ تھے ۔ ان کی شمشیر براں کے ذریعہ خدا نے فتنوں کو ٹالا،بندوں پر حکومت عطا کی اور ملکوں پر فتح و ظفر عنایت فرمائی ۔ اب وہ مر چکے ہیں اور یہ ان کا کفن ہے ہم اس میں ان کو لپیٹ کر قبر میں لٹادیں اس کے بعد اپنی حکومت میں جزیرہ '' حران '' کا والی بنایا ۔وہاں پر عثمان کے چاہنے والے کوفہ وبصرہ سے اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے ۔ اس پر علی علیہ السلام نے اس کی طرف مالک اشتر نخعی کو روانہ کیا اور ۳۶ھ میں جناب مالک اشتر نے اس سے جنگ کی ،پھر گے اوران کو ان کے عمل کے ساتھ وہاں چھوڑ دیں گے ۔ تم میں سے جو ان کی تشییع جنازہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے وہ ظہر کے وقت آجائے ،اس کے بعد اس نے نامہ بر کے ذریعہ یزید کے پاس معاویہ کی بیماری کی خبر بھجوائی[4] ۔ معاویہ نے دمشق میں اسے اپنی پولس کی سربراہی پر مقرر کردیایہاں تک کہ ۵۵ھ میں جب یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اسے کوفہ بھیج دیا ۔پھر ۵۸ھ میں اسے کوفہ سے واپس بلا کر دوبارہ پولس کا سربراہ بنا دیا ۶۰ھ تک وہ اس عہدے پر مقرر رہا یہاں

---

[1] اس کی روایت خوارزمی نے اپنی کتاب کے ص۱۷۵ پر کچھ اضافے کے ساتھ کی ہے ۔

[2] طبری ،ج ۵،ص ۳۲۴پر ہشام بن محمد کا بیان ہے اور ص ۳۳۸ پر ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ ماہ رجب ۶۰ ھ میں یزید نے حکو مت کی باگ ڈور سنبھالی ۔

[3] ضحاک بن قیس فہری جنگ صفین میں معاویہ کے ہمرا ہ تھا۔ وہاں معاویہ نے اسے پیادہ یا قلب لشکر کا سر برا ہ بنا یا تھا۔

[4] طبری نے وصیت کو اسی طرح نامہ بر کے حوالے سے لکھا ہے کہ نامہ بر یزید تک پہنچا لیکن یزید نے کب سفر کیا اور کہاں غائب تھا اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ بن حکم (متوفیٰ۱۵۷ ھ)سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ یزید غائب تھا تو معاویہ نے ضحاک بن قیس جو اس وقت اس کی پولس کا سربراہ تھا اور مسلم بن عقبہ مری جس نے مدینہ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یزید کے لشکر کی سربراہی کی تھی ، کو بلایا اور ان دونوں سے وصیت کی اور کہا : تم دونوں یزید تک میری یہ وصیت پہنچادینا۔

تک کہ بصرہ سے عبیداللہ بن زیاد کا ایک گروہ وفد کی شکل میں وہاں پہنچا اور معاویہ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی ۔(مسعودی ،ج۲،ص ۳۲۸) ان واقعات کی طبیعی میسر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ملعون اس وقت تک اپنے منصب پر باقی تھا جب آل محمد کا قافلہ شام پہنچا ہے۔ ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید مر گیا تو پہلے ضحاک نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا پھر لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دی یہاں تک کہ جب مروان مدینے سے اور عبید اللہ بن زیاد عراق سے شام پہونچے تو ابن زیاد نے مروان کو خلافت کی لالچ دلائی لہٰذا مروان نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور لوگوں نے مروان کی بیعت کر لی ،اس پر ضحاک دمشق میں متحصن ہوگیا پھر وہاں سے نکل کر مقام ''مرج راهط''(دمشق سے چند میل کے فاصلہ)پر مروان سے جنگ پر آمادہ ہوگیا ۔ ۲۰ ،دنوں تک یہ جنگ چلتی رہی ۔ آخر کار ضحاک کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوے اوروہ خود ماراگیا ۔ اس کا سرماہ محرم ۶۴ھ یا ۶۵ھ میں مروان کے پاس لایا گیا ۔ (طبری ،ج ۵،ص ۵۴۴،۵۳۵)یہ شخص اتنا ملعون تھا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ہر نماز کے قنوت میں اس پر لعنت بھیجا کرتے تھے ۔ (طبری ،ج ۵،ص ۷۱،وقعۃصفین، ص ۶۲) وصیت کی یہ روایت ابو مخنف کی روایت سے کچھ مختلف ہے ۔ بطور نمونہ (الف) ابو مخنف کی روایت میں چار افراد کا تذکرہ ہے جن سے معاویہ کو خوف تھا کہ وہ یزید کی مخالفت کریں گے جن میں سے ایک عبدالرحمن بن ابی بکر ہے لیکن اس روایت میں مذکورہ شخص کا کوئی تذکرہ نہیں ہے ۔ (ب)ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام سے عفو وگذشت سے کام لینا لیکن اس روایت میں ہے کہ امید ہے کہ خدا ان کو کوفیوں کے لشکر سے بچائے جنھوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کوتنہا چھوڑ دیا ۔ (ج) ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ ابن زبیر کو ٹکڑے ٹکڑے کردینا لیکن اس روایت میں صلح کی وصیت ہے اور قریش کے خون سے آغشتہ نہ ہونے کا تذکرہ ہے ۔یزید کا ولید کو خط لکھ کر لوگوں کا نام پیش کرنا اور اس میں ابن ابی بکر کا تذکرہ نہ کرنا اس روایت کی تائید کرتا ہے ۔ اسی طرح سرجون رومی کے پاس محفوظ خط میں معاویہ کا ابن زیاد کو عراق کے حاکم بنانے کی وصیت کرنا بھی اس روایت کی تائید کرتی ہے ۔اب رہا سوال کہ یزید کہاں غائب تھا تو طبری نے علی بن محمد سے (ج۵،ص۱۰)پر روایت کی ہے کہ یزید مقام ''حوارین''پر تھا ۔ خوارزمی نے(

ص ۱۷۷) پر ابن اعثم کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید اس دن وصیت کے بعد شکار کے لئے نکل گیا تھا ۔ اس طرح وصیت کے وقت حاضر ہونے اور موت کے وقت غائب رہنے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے ۔ خط کو پڑھ کر یزید نے یہ کہا : جاء البرید بقرطاس یخب بہ فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا قلنا لک الویل ما ذافی کتابکم ؟ کأن اغبر من ا ر کانھا انقطعا من لا تزل نفسہ توفی علی شرف توشک مقالید تلک النفس ان تقعا لما انتھینا وباب الدار منصفق وصوت رملہ ریع القلب فانصدعا نامہ بر شتاباں خط لے کر آیا، جس کی وجہ سے دل بیتاب اور ہراساں ہوگیا ،میں نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پر تیرے اس خط میں کیا پیغام ہے، گویا زمین اپنے ارکان سے جدا ہو گئی ہے ،اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ بستر علالت پر ہیں، یہ سن کر میں نے کہا : جس کی حیات شرافت و درستی سے عجین ہے قریب ہے کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہوجائے، جب پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا اور دل رملہ کے نالہ و شیوان سے پھٹنے لگا ۔ یزید کا خط ولید کے نام یزید نے ماہ رجب میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ۔ اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عتبہ بن ابو سفیان،[2] مکہ کا حاکم عمر بن سعید بن عاص،[3] کوفہ[1] کا حاکم نعمان بن بشیر انصاری [4]،اور بصرہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد تھا ۔

---

[1] طبری ،ج۵،ص۳۲۷ ۔یہ روایت ہشام بن محمد سے ابی مخنف کے حوالے سے نقل ہوئی ہے کہ ابو مخنف نے کہا کہ مجھ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ اسی نے کہا :" لما مات معاویہ خرج ...''جب معاویہ کو موت آئی تو وہ نکلا...

[2] ۵۸ھ میں یہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم مقرر ہوا ۔(طبری، ج ۵ ،ص ۳۰۹) جب اس نے امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو یزید نے اس سال اسے معزول کر کے عمر وبن سعید اشدق کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔(طبری، ج ۵،ص ۳۴۳) اس کا باپ عتبہ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ساتھ تھا اور اس کے دادا کو حضر ت علی علیہ السلام نے فی النار کیا تھا ۔(وقعہ صفین، ص ۱۷) آخری موضوع جو تاریخ طبری میں اس شخص کے سلسلے میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی ہلا کت کے بعد ضحاک نے لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے بلا یا تو ولید نے اسے گا لیاں دیں جس پر ضحاک نے اس کو قید کردیا۔ (طبری ،ج۵،ص۵۳۳) تتمتہ المنتھی کے ص۴۹ پر محدث قمیؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ کے جنازہ پر نماز پڑھتے وقت ولید پر حملہ کیا گیا اور اسی حملہ میں وہ مرگیا ۔

[3] ماہ رمضان ۶۰ھ میں یزید نے اسے مدینہ کا گورنر بنا یا پھر مو سم حج کی سر براہی بھی اسی کے سپرد کی۔ اس نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا یہ مطلب اس روایت کی تا یید کرتا ہے جس میں اس طرح بیان ہو اہے : " ان یزید اوصاہ بالفتک بالحسین اینما وجد ولو کان متعلقا با ستا ر الکعبہ'' یزید نے اپنے اس پلید عنصر کو حکم دیا کہ حسین کو جہاں پاؤ قتل کر دو چاہے وہ خانہ کعبہ کے پر دہ سے کیوں نہ لپٹے ہوں۔
خالد بن معاویہ بن یزید (جو مروان بن حکم کے بعد حاکم بناتھا) کے بعد عمروبن سعید اموی۔ حکمرانی کے لئے نا مزد ہوا ۔ بیعت کے مراسم مقام ''جو لان''میں اداکئے گئے جو دمشق اوراردن کے درمیان ہے۔بیعت کا یہ جشن ۴یا ۵ ذی قعدہ ۶۴ ھ چہار شنبہ یا پنجشنبہ کے دن منایا گیا۔ یہ واقعہ معاویہ بن یزید کی ہلا کت کے بعد ہوا اور اسی دن سے دمشق کی حکو مت عمروبن سعید کے ہا تھو ں میں آگئی ۔
پھر جب ضحاک بن قیس فہری دمشق سے ان لوگوں کی طرف نکلا تا کہ لوگوں کو اپنی طرف یا ابن زبیر کی طرف دعوت دے اور مروان نے ارادہ کیا کہ اس سے نبرد آزمائی کرے تو عمروبن سعید میمنہ پر تھا (طبری، ج۵،ص ۲۲۷) پھر اس نے مروان کے لئے مصر کو فتح کیا اور مصعب بن زبیر سے فلسطین میں جنگ کی یہاں تک کہ اسے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔(طبری ،ج۵،ص۵۴۰) وہاں سے لوٹ کر جب یہ مروان کے پاس آیا تو مروان کو معلوم ہوا کہ حسان بن بجدل کلبی جو یزید بن معاویہ کا ماموں اور قبیلۂ بنی کلاب کا بزرگ تھا(یہ وہی شخص ہے جس نے لوگوں کو مروان کی بیعت کے لئے برا نگیختہ کیا تو لوگوں نے اس کی بیعت کی) اس نے خود جا کر لوگوں سے عمروبن سعید کے لئے بیعت لی ۔یہ خبر سنتے ہی مروان نے حسان کو بلا یا اور جو باتیں اس تک پہنچی تھیں اس سے با خبر کرایا تو حسان نے انکار کر تے ہوئے کہا :" انا اکفیک عمرواً ''میں عمرو کے لئے تنہا ہی کا فی ہوں ۔ پھر جب رات کے وقت لوگ جمع ہوئے تو وہ تقریر کے لئے اٹھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبد الملک کی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اس پر لوگوں نے اس کی بیعت کی۔ ۶۹ھ یا ۷۰ ھ یا ۷۱ھ میں عبدالملک بن مروان زفر بن حارث کلابی سے جنگ کے ارادہ سے باہر نکلا یا

دیرجا ثلیق کی طرف گیا تاکہ مصعب بن زبیر سے جنگ کرے اور دمشق میں اپنا جانشین عبد الرحمن ثقفی کو بنا یا تو اشدق نے عبدالملک سے کہا :" انک خارج الی العراق فاجعل لی ہذا الا مرمن بعدک " آپ عراق جا رہے ہیں لہٰذا اپنی جگہ پر مجھے جا نشین بنادیجئے ۔اس کے بعد اشدق دمشق پہنچا تو ثقفی وہا ں سے بھاگ گیا ،پھر جب عبدالملک دمشق پہنچا تو اس نے صلح کرائی اس کے بعد وہ دمشق میں داخل ہوا پھر اسی نے راتوں رات اپنے ہی محل میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کردیا ۔ (طبری ،ج۵،ص ۱۴۰۔ ۱۴۸) اس کا باپ سعید بن عاص وہی ہے جو عثمان کے دور حکومت میں کوفہ کا گورنر تھا اور شراب پیتا تا ، اہل کوفہ نے اس کی عثمان سے شکایت کی لیکن اسکے باوجودبھی وہ شراب نوشی کی عادت سے باز نہیں آیا لہٰذا امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس پر حد جاری کی ۔

مجمع الزواید، ج ۵، ص ۶۴۰ پر ابن حجر ہیثمی نے اور تطہیر الجنان میں لکھا ہے کہ ابو ہر یرہ نے کہا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کہتے سنا ہے :" لیر فعن علی منبری جبارمن جبا برة بنی امیہ فیسیل رعافة" بنی امیہ کے ظالم وجابر حکمرانوں میں سے ایک جبار کی نکسیر میرے منبر پر پھو ٹے گی اور اس کا خون جاری ہوگا ۔ پیغمبر اسلام کی یہ پیشین گوئی عمروبن سعید کے سلسلے میں سچی ثابت ہوئی کیو نکہ اس کی نکسیر اس وقت پھو ٹی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے منبر پر بیٹھا تھا یہاں تک کہ اس کا خون جاری ہونے لگا ۔

[1] "جلو لا ء" میں مسلمانوں کو کا میابی ملنے کے بعد سپہ سالا ر لشکر سعد بن ابی وقاص نے عمر کو خط لکھا جس کا. عمر نے اس طرح جواب دیا : " ابھی وہیں رہو اور لوگوں کی بات نہ سنو اوراسے مسلمانوں کے لئے دار ہجرت اور منزل جہاد قرار دو! " توسعد نے مقام "انبار" پر پڑاؤ ڈالا لیکن وہاں فوج شدید بخار میں گر فتارہو گئی تو سعد نے خط لکھ کر عمر کو با خبر کیا؛عمر نے سعد کو یہ جواب دیا : عرب کے لئے وہی زمین مناسب ہے جہاں اونٹ اور بکریاں آرام سے رہ سکیں لہٰذا ایسی جگہ دیکھو جو دریا کے کنا رے ہو اور وہیں پڑاؤڈال دو ۔سعد وہاں سے چل کر کوفہ پہنچے، (طبری ،ج۳،ص ۵۷۹) کوفہ کے معنی ریتیلی اور پتھر یلی زمین ہے (طبری ،ج۳،ص ۶۱۹) جہاں فقط سرخ ریت ہوتی ہے اسے "سہلہ " کہتے ہیں اور جہاں یہ دونوں چیز یں ملی ہوں اسے "کوفہ " کہتے ہیں۔ (طبری، ج ۴،ص ۴۱) کوفہ میں ۳، دیر تھے : دیر حرقہ ، دیر ام عمرو اور دیر سلسلہ۔(طبری ،ج۴،ص ۴۱)ان مسلمانوں نے محرم ۱۷ ھ میں نرکل اور بانس سے مکان تیار کیا لیکن کچھ دنوں کے بعد شوال کے مہینہ میں ایک بھیانک آگ نے سارے کوفہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جسکی وجہ سے ۸۰ ، سائبان نذر آتش ہو گئے اور تمام نرکل اور بانس کے بنے ہوئے مکان جل گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر سعد نے ایک آدمی کو عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس بات کی اجازت لے کر آئے کہ یہاں اینٹ کے مکانات تعمیر ہو سکیں ۔ عمر نے کہا : اسے انجام دو لیکن خیال رہے کہ ہر گھر میں ۳، کمروں سے زیادہ نہ ہوں اور اس سلسلے میں کو ئی زیادہ روی نہ ہو ۔اس وقت گھروں کی تعمیر کا ذمہ دار ابوالھیاج تھا، لہٰذا سعد نے عمر کے بتائے ہوئے نقشہ کو اس کے سامنے پیش کیا اور درخواست کی کہ اس روش کے مکا نات تعمیر کرائے۔ اس طرح اس شہر کی تعمیر نو کا آغاز ہوا جس کا نام کو فہ ہے ۔ عمر نے اپنے نقشہ میں لکھا تھا کہ اصلی شاہراہ ۴۰ ذراع ہو اور اس کے اطراف کی سڑ کیں اہمیت کے اعتبار سے ۲۰ ،اور ۳۰ ،ذراع ہوں۔ اسی طرح گلیاں ۷، میٹر ہوں ، لہٰذ ا انجینیر وں کی ایک کمیٹی نے بیٹھ کر مشورہ کر نے کے بعد کام شروع کیا ۔ ابو الہیاج نے سب کے ذمہ کا م تقسم کر دیا سب سے پہلے جو چیز کو فہ میں بنائی گئی وہ مسجد ہے۔مسجد کے اطراف میں بازار بنایا گیا جس میں کھجور اور صابون بیچنے والے رہنے لگے اس کے بعد ایک بہترین تیر انداز درمیان سے اٹھا اور اس نے داہنی طرف ، آگے اور پیچھے تیر پھینکا اور حکم دیا کہ جو چاہے تیر کے گرنے کی جگہ کے آگے سے اپنے اپنے گھر بنالے اور مسجد کے آگے ایک سائبان بنایا گیا جو سنگ مرمر کا تھا اور کسریٰ سے لایا گیا تھا۔ اس کی چھت رومیوں کے کنیسہ جیسی تھی۔ بیچ میں ایک خندق کھودی گئی تا کہ مکان بنانے میں آگے پیچھے نہ کر سکیں ۔ سعد کے لئے ایک ایسا گھر بنایا گیا جس کا ایک راستہ دوسوذراع کا بنایا گیا جو نقیبوں کے لئے تھا جس میں بیت المال بنائے گئے۔ یہی قصر کوفہ کہا جا تا ہے جسے "روز بہ "نے مقام "حیرۃ" سے اینٹیں لا کر کسری جیسی عمارت بنائی تھی۔ (طبری، ج۴ ،ص ۴۵۔۴۴) سعد نے اس محل میں سکونت اختیار کی؛ جو محراب مسجد سے متصل تھا اور اسی میں بیت المال رکھا اور اس پر ایک نقیب (نگراں) کو معین کیا جو لوگوں سے اموال لیتا تھا۔ ان تمام مطالب کی روداد سعد نے عمر تک پہنچائی ۔اس کے بعد مسجد کو منتقل کیا گیا اور

اس کی عمارت کو قصر کی اینٹوں کو توڑ کر بنایا گیا جو مقام "حیرۃ "میں کسری کی طرح تھا اور قصر کے آخر میں قبلہ کی طرف بیت المال قرار دیا گیا۔ اس طرح مسجد کا قبلہ قصر کے داہنی طرف تھا اور اسکی عمارت مرمری تھی جس کے پتھر کسری سے لائے گئے تھے۔(طبری ،ج۴ ، ص۴۴)مسجد کے قبلہ کی طرف ۴،راستے بنائے گئے اور اس کے پچھم ، پورب۳،۳،سڑکیں بنائی گئیں۔مسجد اور بازار سے ملی ہوئی جگہ پر ۵،سڑکیں بنائی گئیں۔ قبلہ کی سڑک کی طرف بنی اسد نے مکان بنانے کے لئے انتخاب کیا۔ اسد اور نخع کے درمیا ن ایک راستہ تھا ، نخع اور کندہ کے درمیان ایک راستہ تھا ۔کندہ اور ازد کے درمیان ایک راستہ تھا۔صحن کے شرقی حصہ میں انصار اور مزینہ ر ہنے لگے، اس طرح تمیم اور محارب کے درمیان ایک راستہ تھا ۔ اسد اور عامر کے درمیان ایک راستہ تھا ۔ صحن کے غر بی حصہ میں بجلہ اور بجیلہ نے منزل کے لئے انتخاب کیا۔ اسی طرح جد یلہ اور اخلا ط کے درمیان ایک راستہ اور سلیمان و ثقیف کے درمیان دو راستے تھے جو مسجد سے ملے ہوئے تھے۔ہمدان ایک راستہ پر اور بجیلہ ایک راستہ پر تھے ، اسی طرح تمیم اور تغلب کا ایک راستہ تھا۔یہ وہ سڑکیں تھیں جو بڑی سڑکیں کہی جاتی تھیں۔ ان سڑ کوں کے برابر کچھ اور سڑکیں بنائی گئیں پھر ان کو ان شاہراہوں سے ملا دیا گیا۔ یہ دوسری سڑکیں ایک ذراع سے کم کے فا صلہ پر تھیں۔اسی طرح اس کے اطراف میں مسافرین کے ٹھہرنے کے لئے مکانات بنائے گئے تھے ۔وہاں کے بازارمسجدوں کی روش پر تھے جو پہلے آ کر بیٹھ جاتاتھا وہ جگہ اسی کی ہوجاتی تھی یہاں تک کہ وہاں سے اٹھ جائے یا چیزوں کے بیچنے سے فارغ ہوجائے(طبری ،ج۴، ص ۴۵ ۔ ۴۶) اور تمام دفاعی نظام بھی بر قرار کئے گئے، منجملہ ۴، ہزار تیز رفتار گھوڑے بھی رکھے گئے۔ اس طرح شہر کو فہ مسلمانوں کے ہا تھو ں تعمیر ہو

[2] نعمان مدینہ میں قبیلہ ء خزرج کی ایک فرد تھا ۔شیخ طوسیؒ نے" رجال" میں ص۳۰ پر اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور طبری نے ج ۴،ص ۴۳۰ پر اسے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے سر پیچی کی ہے۔اس کے بعد یہ معاویہ سے ملحق ہو گیا اور جنگ صفین میں اسی کے ہمراہ تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے ایک فوج کے ساتھ اسے" عین التمر"شب خون کے لئے بھیجا۔ اس مطلب کو طبری نے ۳۹ ھ کے واقعات ج ۵، ص ۱۳۳ پر لکھا ہے پھر ۵۸ھ میں معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنادیا ۔ یہ اس عہدہ پر باقی رہا یہاں تک کہ معاویہ کیفر کر دار تک پہنچ گیا اور یزید نے مسند سنبھالی ۔ آخر کا ر اس کی جگہ پر یزید کی جانب سے ۶۰ ھ میں عبید اللہ بن زیاد نے گورنر ی کی با گ ڈور سنبھا لی۔اب نعما ن نے یزید کی راہ لی اور امام حسین علیہ السلام کے قتل ہو نے تک اسی کے پاس رہا ۔ پھر یزیدکے حکم پر اہل حرم کے ہمراہ مدینہ گیا (طبری ،ج۵،ص۴۱۲) وہا ں سے شام لو ٹ کر یزید کے پاس رہنے لگا یہاں تک کہ یزید نے اسے پھر مدینہ بھیجاتاکہ وہ انصار کو عبداللہ بن حنظلہ سے دور رہنے کا مشورہ دے اور یزیدکی مخالفت سے ا نہیں ڈرائے دھمکائے لیکن انصار نے ایک نہ سنی۔ (طبری ،ج۵،ص۱۴۸۱)

یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۳) وہاں اس نے مروان کی بیعت کی ور اس کو اہل عراق کے خلاف جنگ کے لئے اکسایا تو مروان نے اسے ایک فوج کے ساتھ عراقیوں کے خلاف جنگ کے لئے بھیجا۔ (طبری، ج۵، ص۵۳) وہاں اس نے تو ابین سے جنگ کی اور ان کو ہرادیا یہ واقعہ ۶۵ھ کا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۵۹۸) پھر ۶۶ھ میں جناب مختار سے نبرد آزما ہوا (طبری، ج۶، ص۸۱) اور اسی میں اپنے شامی ہمراہیوں کے ساتھ ۶۷ھ میں قتل کردیا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۸۷) یزید امیر المومنین کی طرف سے ولید بن عتبہ کے نام، امابعد ... حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جس کو خدا نے مورد احترام و اکرام قرار دیا اور خلافت و اقتدار عطا فرمایا اور بہت سارے امکانات دئیے۔ ان کی زندگی کی جتنی مدت تھی انھوں نے اچھی زندگی بسر کی اور جب وقت آگیا تو دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔

خدا ان کو اپنی رحمت سے قریب کرے۔ انھوں نے بڑی اچھی زندگی بسر کی اور نیکی اور شائستگی کے ساتھ دنیا سے گزر گئے۔ والسلام پھر ایک دوسرے کاغذ پر جو چوہے کے کان کی طرح تھا یہ جملے لکھے '' : اما بعد فخذ حسینا و عبد اللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر با لبیعۃ اخذا شدیدًا لیست فیہ رخصۃ حتی یبا یعوا، والسلام ''[2] اما بعد، حسین بن علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے سختی کے ساتھ

---

[1] ۲۰ھ میں عبیداللہ بن زیاد پیدا ہوا۔(طبری، ج۵، ص ۲۹۷) ۴۱ھ میں بسربن ارطاۃ نے بصرہ میں اسے اس کے دو بھائیوں عباد اور عبدالرحمن کے ہمراہ قید کرلیا اور زیاد کے نام ایک خط لکھاکہ یا تم فوراً تم معاویہ کے پاس جاؤیا میں تمہارےلیکن یزید نے جب زمام حکومت سنبھالی تو اس کا سارا ہم و غم یہ تھا کہ ان لوگوں سے بیعت حاصل کرے جنہوں نے اس کے باپ معاویہ کی درخواست کو یزید کی بیعت کے سلسلے میں ٹھکرادیا تھا اور کسی طرح بھی یزید کی بیعت کے سلسلہ میں اپناہاتھ دینا نہیں چاہتے تھے ،لٰہذاآسودہ خاطرہونے کے لئے اس نے مدینہ کے گورنر ولید کو ایک خط اس طرح لکھا :" بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، من یزید امیر المؤمنین الی الولید بن عتبہ ...اما بعد: فان معاوےۃ کان عبدامن عباداللّٰہ ، اکرمہ اللّٰہ و استخلفہ، و خولہ و مکن لہ فعاش بقدر ومات باجل،فرحمہ اللّٰہ !فقد عاش محموداً! ومات برّاً تقیا! والسلام''

بیٹوں کو قتل کردوں گا۔(طبری ،ج۵ ،ص ۱۶۸)۵۳ھ میں زیاد مر گیا ۔(طبری، ج۵،ص۲۸) اس کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ معاویہ کے پاس گیا ۔ معاویہ نے ۵۴ھ میں اسے خراسان کا گورنر بنادیا۔ (طبری ،ج ۵،ص۲۹۷) اس کے بعد ۵۵ھ میں بصرہ کا والی مقررکردیا ۔ خراسان سے نکل کر بصرہ جاتے وقت اس نے اسلم بن زرعہ کلابی کواپنا جا نشین بنا یا۔(طبری ،ج۵ ،ص۳۰۶) جس زمانے میں خراسان میں اس نے کوہ نجاری پر حملہ کیا اور اس کے دو شہر رامیشتہ اوربیر جند کو فتح کرلیا اسی وقت اپنے سپاہیو ں میں سے دوہزارتیر اندازوں کو اس نے لیا اور ان کی تربیت کے بعد انہیں اپنے ساتھ لیکر بصرہ روانہ ہوگیا۔ (طبری، ج ۵،ص ۲۹۸) اس کا ایک بھائی عباد بن زیاد، سجستان کا گورنر تھا اوردوسرابھائی عبدالرحمن بن زیاد اپنے بھائی عبیداللہ ہی کے ہمراہ خراسان کی حکمرانی میں تھا ،وہ اس عہدہ پر دو سال تک رہا (طبری ،ج۵ ،ص۲۹۸) پھر کرمان کی حکومت کو بھی عبیداللہ بن زیاد نے ہی سنبھال لیا اور وہاں اس نے شریک بن اعورحارثی ہمدانی کو بھیج دیا۔ (طبری، ج۵ ،ص۳۲۱) یزید نے عباد کو سجستان سے اور عبدالرحمن کو خراسان سے معزول کرکے ان کے بھائی سلم بن زیاد کو گورنربنادیااورسجستان اس کے بھائی یزید بن زیاد کو بھیج دیا (طبری، ج۵ ،ص۴۷۱)پھر اسے کو فہ کی گورنری بھی ۶۰ھ میں دیدی او بصرہ میں اس کے بھائی عثمان بن زیاد کو حاکم بنادیا۔ (طبری ،ج۵،ص۳۵۸) جب امام حسین ؑ کی شہادت ہوئی تو یہ ملعون ۴۰سال کا تھا اور اس عظیم واقعہ کے بعد یہ ۶۱ھ میں پھر کوفہ سے بصرہ لوٹ گیا۔ جب یزید اوراس کا بیٹا معاویہ ہلاک ہوگیا تو بصرہ والوں نے اس کی بیعت کرلی اور اسکو خلیفہ کہنے لگے لیکن پھر اس کی مخالفت کرنے لگے تویہ شام چلاگیا (طبری ،ج ۵،ص۵۰۳) اس سفر میں اس کے ساتھ اس کا بھائی عبداللہ بھی تھا۔

[2] طبری، ج۵،ص ۳۳۸ ، اس خبر کو طبری نے ہشام کے حوالے سے اور ہشام نے ابو مخنف کی زبانی نقل کیا ہےیہ ان متعدد روایتوں میں سے پہلی روایت ہے جنہیں طبری نے آپس میں ملادیا ہے اور ہر روایت کے شروع میں ''قال '' کہا ہے۔ یہ تمام روایتیں ابو مخنف کی

مہلت دیے بغیر فوراً بیعت حاصل کرو ۔ والسلام معاویہ کی خبر مرگ پاتے ہی[1] ولید نے فوراً مروان بن حکم[2] کو بلوا یا تا کہ اس سلسلے میں اس سے مشورہ کر سکے[3] ۔

طرف مستند ہیں ۔ طبری کی روایت میں ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے یہی جملہ نقل ہوا ہے جس میں فقط شدت اور سختی کا تذکرہ ہے ، قتل کا ذکر نہیں ہے ہشام کے حوالے سے سبط بن جوزی کی روایت میں بھی یہی الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ (ص ۲۳۵) ارشاد کے ص ۲۰۰ پر شیخ مفیدؒ نے بھی اسی جملہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں ہشام اور مداینی کا حوالہ موجود ہے لیکن یعقوبی نے اپنی تا ریخ میں ج ۲،ص ۲۲۹پر خط کا مضمون اس طرح نقل کیا ہے'' :اذ اتاک کتابی ہذا فأ حضر الحسین بن علی ، وعبداللہ بن زبیر فخذہما با لبیعۃ ، فان امتنعا فا ضرب أعنا قہماوابعث الیّ برؤوسہما،وخذ الناس بالبیعۃ ، فمن امتنع فأ نفذ فیہ الحکم، وفی الحسین بن علی و عبداللہ بن زبیر، والسلام ''جیسے ہی تم کو میرا خط ملے ویسے ہی حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو حاضر کرو اور ان دونوں سے بیعت حاصل کر! اگر انکار کریں تو ان کی گر دن اڑادواور ان کے سر ہمارے پاس بھیج دو! لوگوں سے بھی بیعت لو اور انکا ر کرنے پر ان کے ساتھ بتائے ہوئے حکم پر عمل کرو! وہی جو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کے بارے میں بتایا ہے ۔ والسلام خوا رزمی نے اپنے مقتل کے ص۱۸۰ پر ابن اعثم کے حوالے سے خط کو نقل کیا ہے ۔ یہ خط بعینہ طبری کی ہشام کے حوالے سے منقول روایت کی طرح ہے فقط اس جملہ کا اضافہ کیاہے : ...ومن ابی علیک منہم فاضرب عنقہ و ابعث الیّ براسہ ، ان میں سے جو انکا ر کرے اس کا سر کاٹ کر فوراً میرے پاس روانہ کرو !یزید کا یہ خط ولید کو ۲۶ ,رجب شب جمعہ کو موصول ہوا تھا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ کو الوداع کہنے کی تا ریخ سے یہی اندازہ ہوتا ہے ۔

[1] مورخین نے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی ہے کہ یزید نے یہ خط کب لکھا اور کب قاصد کو مدینہ کے لئے روانہ کیا تا کہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ شام سے مدینہ کی مسافت میں کتنا وقت لگا۔ ہاں طبری نے (ج۵، ص، ۴۸۲)پر ہشا م کے حوالے سے ابو مخنف سے جو روایت نقل کی اس سے ہم کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں، کیو نکہ عبد الملک بن مروان نے یزید کو جو خط لکھا تھا کہ ہم لوگ مدینہ میں محصورہیں لہٰذ ا فوج بھیجو جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ سامنے آیا اس میں یہ ملتا ہے کہ قاصد کو آمدورفت میں ۲۴, دن لگے؛ بارہ دن جانے میں اور ۱۲ دن واپس لوٹنے میں۔ اس وقت یہ قاصد کہتا ہے کہ اتنے دنوں کے بعد میں فلاں وقت عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچا، اس کے علاوہ طبری کے دوسرے بیان سے بھی کچھ اندازہ لگتا ہے کیو نکہ طبری نے ج ۵،ص ۴۹۸ پر واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزید ۱۴ , ربیع الاول ۶۴ ھ کوواصل جہنم ہوا اور مدینہ میں اس کی خبر مرگ ربیع الآ خر کے شروع میں موصول ہوئی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر ۱۶, دنوں بعد ملی ۔

[2] رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کے باپ حکم بن عاص کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکال دیاتھا ،کیو نکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایاکرتا تھا ، لیکن عثمان نے اسے اپنی حکومت میں جگہ دی اور اپنی بیٹی نائلہ کی اس سے شادی کردی اور افریقا سے مصالحت کے بعد جو ایک خطیر رقم آئی تھی جس کا ایک حصہ ۳۰۰ , قنطار سو نا تھاوہ اسے دیدیا (طبری، ج۴،ص ۲۵۶) اور اسنے ان اموال کی مددسے نہر مروان کی خریداری کی جو تمام عراق میں پھیلی ہوئی تھی (طبری ،ج۴،ص۲۸۰) اس کے علا وہ مروان کو ۱۵, ہزار دینار کی ایک رقم اور دی (طبری، ج۴، ص ۳۴۵) سب سے بری بات جو ہوئی وہ یہ کہ عثمان ، مروان کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن گئے۔ وہ جو چاہتا تھا یہ وہی کرتے تھے۔ اسی مسئلہ میں امیر المو منین علی علیہ السلام نے عثمان کوخیر خواہی میں سمجھا یا تھا ۔جب عثمان کا محا صرہ ہوا تو عثمان کی طرف سے اس نے لڑنا شروع کیا جس کے نتیجے میں خود اس پر حملہ ہوا پھر لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیالیکن ایک بوڑھی دایہ جس نے اسے دودھ پلا یا تھا مانع ہو گئی اور بولی : اگر تم اس آدمی کو مارنا چاہتے ہو تو یہ مر چکا ہے اور اگر تم اس کے گوشت سے کھیلنا چاہتے ہو تو بری بات ہے (طبری ،ج۴ ،ص ۳۶۴) وہاں سے اس کا غلام ابو حفصہ یمانی اسے اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ (طبری، ج۴،ص ۳۸۰) اسی واقعہ کے بعد مروان کی گردن ٹیڑھی ہو گئی تھی اور آخر وقت تک ایسی ہی رہی۔ (طبری، ج۴،ص۳۹۴) یہ شخص جنگ جمل میں شریک تھا اور دونوں نمازوں کے وقت اذان دیا کر تاتھا۔ اسی نے طلحہ پر ایسا تیر چلا یا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گئے ۔خود بھی یہ جنگ میں زخمی ہوگیا تھا لہٰذا وہاں سے بھاگ کر مالک بن مسمع غزاری کے یہاں پہنچااور اس سے پناہ کی درخواست کی اور اس نے درخواست کوقبول کر لیا ۔(طبری ،ج ۴، ص ۵۳۶) جب وہاں سے پلٹا تو معاویہ سے جاملا۔ (طبری ،ج ۴، ص ۵۴۱) معاویہ نے بھی عام الجماعۃکے بعد اسے مدینہ کا گورنر بنادیا ۔ ۴۴ھ میں اس نے مسجد میں پیش نماز کی خاص جگہ بنانے کی بدعت رائج کی۔ (طبری ،ج۵،ص۲۱۵) اس کے بعد معاویہ نے فدک اس کے سپرد کر دیالیکن پھر واپس لے لیا (ج ۵،ص ۵۳۱) ۴۹ھ میں معاویہ نے اسے معزول کر دیا ۔(طبری ،ج۵،ص ۲۳۲) ۵۴ھ میں ایک بار پھر مدینہ کی گو رنری اس کے سپرد کردی۔ ۵۶ھ میں معاویہ نے حج انجام دیا تو وہاں اس نے چاہا کہ مروان یزید کی بیعت کی تو ثیق کردے (طبری، ج۵،ص۳۰۴) لیکن پھر معاویہ ۵۸ ھ تک اپنے اس ارادے سے منصرف ہو گیا ۔ ۵۶ھ میں ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ کا گو رنر بنادیایہی وجہ ہے کہ مروان اس سے ہمیشہ منہ پھلا ئے رکھتا تھا۔(طبری، ج ۵، ص ۳۰۹) جب اہل حرم شام وارد ہو رہے تھے تو یہ ملعون دمشق میں موجود تھا ۔(طبری، ج۵ ،ص ۴۶۵) ۶۲ھ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یہ مدینہ ہی میں تھا۔ یہی وہ ملعون ہے جس نے حکو مت سے مدد مانگی تھی تو مدد کے طور پر یزید نے مسلم بن عقبہ المری کو روانہ کیا۔ (طبری، ج۵،ص ۴۸۲) جب اہل مدینہ مسلم بن عقبہ کے سامنے پہنچے تو بنی امیہ نے انہیں مروان کے گھر میں قید کر دیا جبکہ وہ ہزار آدمی تھے پھر ان کو مدینہ سے باہرنکال دیا اور اس نے اپنے اہل وعیال کو چو تھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام کے پاس مقام ینبع میں چھوڑ دیا امام علیہ السلام نے ان کی پر ورش و حمایت کی ذمہ داری لے لی ۔ امام علیہ السلام نے اس زمانے میں مدینہ کو چھو ڑدیا تھا تا کہ ان کے کسی جرم کے گواہ نہ بن سکیں (طبری ،ج۵،ص ۴۸۵) پھر جب ۶۴ھ میں عبید اللہ بن زبیر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی حکو مت میں مدینہ کا گورنر بن گیا تو بنی امیہ مدینہ سے نکل بھاگے اور شام پہنچ کر مروان کے ہاتھوں پر بیعت کرلی۔ (طبری ،ج۵، ص ۵۳۰) ۶۵ھ میں اس کو موت آگئی۔

[3] جب ولید گورنر کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد مدینہ پہنچا تو مروان ناراضگی کے اظہار کے ساتھ اس سے ملنے آیا۔جب ولید نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس نے اپنے افراد کے درمیان مروان کی بڑی ملامت کی؛ جب یہ خبر مروان تک پہنچی تو ان دونوں کے آپسی رشتے اور رابطے تیرو تار ہو گئے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت کی خبر لے کر نامہ بر آیا۔ چونکہ

مروان سے مشورہ

مروان نے جب یزید کا خط پڑھا تو ''انا للہ وانا الیہ راجعون ''کہا اور اس کے لئے دعائے رحمت کی۔ ولید نے اس سے اس سلسلے میں مشورہ لیتے ہوئے پوچھا : ''کیف تری ان نصنع''، تم کیا کہتے ہو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟اس پر مروان نے کہا : میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اسی وقت تم ایک آدمی کو ان لوگوں کے پاس بھیجو اور ان لوگوں سے بیعت طلب کرو اور کہو کہ فوراً مطیع ہو جائیں؛ اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو ان سے اسے قبول کرلو اور ان سے دست بردار ہو جاؤ لیکن اگر وہ انکار کریں تو قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کی موت کی خبر ملے ان کے سر قلم کردو؛ کیونکہ اگر ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی خبر ہوگئی تو ان میں سے ہر ایک ملک کے گوشہ و کنار میں شورش برپا کر کے قیام کردے گا اور مخالفت کا بازار گرم ہو جاے گا اور یہ لوگ عوام کو اپنی طرف بلانے لگیں گے[1]

۔

قاصد بیعت

یہ سنتے ہی ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو جو ایک نوجوان تھا[2] امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کی طرف روانہ کیا ۔ اس نے تلاش کرنے کے بعد دونوں لوگوں کو مسجد میں بیٹھا ہواپایا ۔ وہ ان دونوں کے پاس گیا اور ان کو ایسے وقت میں ولید کے دربار میں بلایا کہ نہ تو وہ وقت ولید کے عام جلسے کا تھا اور نہ ہی ولید کے پاس اس وقت جایا جاتا تھا[3]۔

یہ موت ولید کے لئے بڑی صبرآزماتھی اور دوسری اہم مشکل جو اس کے سر پر تھی وہ یہ کہ اس خط میں حکم دیا گیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور دیگر لوگوں سے بیعت لی جائے لہذاایسی صورت میں اس نے مروان جیسے گھا گ آدمی کا سہارا لیا اور اسے بلوا بھیجا .(. طبری، ج۵،ص ۳۲۵)

[1] طبری، ج ۵،ص ۳۹۹ ، اسی روایت کو ہشام نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے بھی ص۱۸۱ پر اس کی روایت کی ہے۔

[2] یہ شخص۹۱ھ تک زندہ رہا ، کیونکہ ولید بن عبد الملک نے جب مدینہ میں بعض قریشیوں کا استقبال کیا تو یہ موجود تھا (طبری ،ج۶ ، ص۵۶۵) ''القمقام ''کے بیان کے مطابق اس کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی اور اس کالقب مطرف تھا ۔(القمقام، ص ۲۷۰)عبدا للہ کا باپ عمرو جوخلیفہ سوم عثمان کا بیٹا ہے یعنی یہ قاصد عثمان کا پوتا تھا ۔اس کی ماں کا نام ام عمرو بنت جندب ازدی تھا۔ (طبری ،ج۴،ص۴۲۰) طبری نے جلد ۵، ص ۴۹۴ پر لکھا ہے کہ اس کی ماں قبیلۂ''دو س'' سے تھی ۔مسلم بن عقبہ نے واقعہ حرہ میں اسے بنی امیہ سے بے وفائی میں متہم کیا۔ جب اسے مسلم بن عقبہ کے پاس لایاگیاتو اس نے عبداللہ بن عمرو کی بڑی مذمت کی اور حکم دیا کہ اس کی داڑھی کو نوچ ڈالا جائے ۔

[3] وقت کے سلسلے میں ابو مخنف کی خبر اس حد تک ہے کہ ''لم یکن الولید یجلس فیھا للناس'' ایسے وقت میں بلایا کہ جب کوئی عمومی جلسے کا وقت نہ تھا ، لیکن یہ رات کا وقت تھا یا دن کا اس کی کوئی تصریح نہیں ہے؛ لیکن اس روایت میں کچھ ایسے قرائن موجود ہیں جس سے وقت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ ۲۶، رجب جمعہ کے دن صبح کا واقعہ ہے۔

(الف) ۔ روایت کا جملہ یہ ہے'' فارسل الیھما یدعو ھما فآتاھما فوجد ھما فی المسجد فقال : اجیبا الأمیر یدعوکما فقالا لہ : انصرف ،الأن ناتیہ'' ۔ ولید نے اسے ان دونوں کی طرف بلانے کے لئے بھیجا ۔ قاصد نے تلاش کرتے ہوئے ان دونوں کو مسجد میں پایا تو کہنے لگا :امیر نے تم دونوں کو بلایا ہے ۔ اس پر ان دونوں نے کہا کہ تم چلو ہم ابھی آتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کو ایک ہی وقت میں بلایا گیا تھا ۔ ابن زبیر سے ایک دوسری خبر میں یہ ہے کہ اس نے کہا : ہم ابھی آتے ہیں لیکن وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آیا اور چھپ گیا ۔ ولید نے پھر دوبارہ قاصد کو بھیجا تو اسے اپنے ساتھیوں کے درمیان پایا ۔ اس نے مسلسل تین یا چار با قاصدوں کو بھیج کر بے حد اصرار کیا تو اس پر ابن زبیر نے کہا : ''لاتعجلونی ،امھلونی فانی آتیکم '' اتنی جلدی نہ کرو تھوڑی سی مہلت دو ،میں بس آہی رہا ہوں ۔ اس پر ولید نے پانچویں مرتبہ اپنے گرگوں کو بھیج کر اسے بلوایا ۔وہ سب آکر ابن زبیر کو برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے : '' یا بن الکاھلیہ! واللہ لتاتین الامیر او لیقتلنک'' اے کاہلہ کے بیٹے تو فورا امیر کے پاس آجا ورنہ وہ تیرا سر کاٹ دے گا ۔ اس کے بعد ابن زبیر نے وہ پورا دن اور رات کے پہلے حصے تک وہاں جانے سے گریز کیا اور وہ ہر وقت یہی کہے جاتا تھا کہ ابھی آتا ہوں؛ لیکن جب لوگوں نے اسے برانگیختہ کیا تو وہ بولا : خدا کی قسم میں اتنے قاصدوں کی آمد سے پریشان ہوگیا ہوں اور اس طرح پے در پے لوگوں نے میرا جینا حرام کردیا ہے لہٰذا تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو تاکہ میں امیر کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجوں جو ان کا منشاء اور حکم معلوم کر آئے ۔

اس کا م کے لئے اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا ۔ جعفر بن زبیر نے وہاں جا کر کہا : رحمک اللہ : اللہ آپ پر رحم کرے آپ عبداللہ سے دست بردار ہوجائیے ۔ آپ نے قاصدوں کو بھیج بھیج کر ان کا کھانا پانی حرام کر دیا ہے،ان کا کلیجہ منہ کو آرہاہے، انشاء اللہ وہ کل خود آجائیں گے ۔ آپ اپنے قاصد کو لوٹالیجئے اور اس سے کہیے کہ ہم سے منصرف ہوجائے ۔ اس پر حاکم نے شام کے وقت وہاں سے لوگوں کو ہٹالیا اور ابن زبیر راتوں رات مدینے سے نکل گیا ۔ گذشتہ سطروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولید کا قاصد صبح میں آیا تھا ،بلکہ واضح طور پر ذکر ہے کہ یہ سارے امور صبح میں انجام پائے کیونکہ عبارت کا جملہ یہ ہے : ''فلبث بذالک

نھارہ و اول لیلہ ‘‘ اس کے بعد ابن زبیر دن بھر اور رات کے پہلے حصے تک تھا رہا چونکہ امام علیہ السلام اور ابن زبیر کو ایک ہی ساتھ بلایا گیا تھا لہٰذا امام علیہ السلام کو بلائے جانے کا وقت بھی وقت صبح ہی ہوگا ۔

(ب)روایت میں یہ جملہ موجود ہے ’’فالحوا علیھما عشیتھما تلک و اول لیلھما ‘‘ان لوگوں کو شام کے وقت اور شب کے پہلے حصے میں پھر بلوایا گیا ۔اس جملہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام علیہ السلام کو عصر کے وقت بلایا گیا تھا ؛ لیکن یہ ایک وہم ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس جملہ میں جو ایک کلمہ موجود ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ ، فألحوا علیھما ‘‘میں الحاح اصرار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے صبح کے وقت بلایا گیا پھر اصرار اور تکرار دعوت میں شام سے رات پس قاصد نے کہا : ’’ آپ دونوں کو امیر نے بلا یا ہے ‘‘اس پر ان دونوں نے جواب دیا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں[1]۔ ولید کے قاصد کے جانے کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھااور ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا : اس بے وقت بلائے جانے کے سلسلے میں آپ کیا گمان کرتے ہیں ؟امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ’’قد ظننت ان طاغیتھم قد ھلک فبعث الینا لیا خذنا با لبیعۃ قبل ان یفشوا فی الناس الخبر ‘‘میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا سرکش حاکم ہلاک ہوچکا ہے لہٰذا ولید نے قاصد کو بھیجاتاکہ لوگوں کے درمیان خبر پھیلنے سے پہلے ہی ہم سے بیعت لے لی جائے ۔ہوگئی۔ خود یہ عبارت اس بات کوبیا ن کرتی ہے کہ یہ دعوت دن میں تھی، رات میں نہیں۔

(ج) ابو مخنف نے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن مخرمہ سے اور انھوں نے ابو سعید مقبری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد النبی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ۔ ابھی دو دن بھی نہ گذرے تھے کہ معلوم ہوا کہ آپ مکہ روانہ ہوگئے (طبری ،ج۵،ص ۳۴۲) اس مطلب کی تائید ایک دوسری روایت بھی کرتی ہے کیونکہ اس روایت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ ابن زبیر اپنے گھر میں چھپ کر اپنے چاہنے والوں کے درمیان پناہ گزیں ہوگیا تھا ۔اس کے بعد پورے دن اور رات کے پہلے

[1] طبری ج ، ۴ص ۳۳۹ ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ سبط ابن جوزی نے بھی ص ۲۰۳ ،پر اور خوارزمی نے ص ۱۸۱ ،پراس مطلب کو ذکر کیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں دو ہی افراد کا ذکر ہے جب کہ خط میں تین لوگوں کا تذکرہ تھا۔

حصہ تک ٹھہرا رہا لیکن پچھلے پہر وہ مدینہ سے باہر نکل گیا ۔ جب صبح ہوئی اور ولید نے پھر آدمی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ نکل چکا ہے۔ اس پر ولید نے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کے پیچھے دوڑایا لیکن کوئی بھی اس کی گرد پا نہ پا سکا ۔ سب کے سب لوٹ آئے اور ایک دوسرے کو سست کہنے لگے یہاں تک کہ شام ہوگئی (یہ دوسرا دن تھا) پھر ان لوگوں نے شام کے وقت قاصد کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تو امام علیہ السلام نے فرمایا : ''اصبحواثم ترون و نری'' ذرا صبح تو ہو لینے دو پھر تم بھی دیکھ لینا ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اس پر ان لوگوں نے اس شب امام علیہ السلام سے کچھ نہ کہا اور اپنی بات پر اصرار نہ کیا پھر امام علیہ السلام اسی شب تڑکے نکل گئے ۔ یہ یکشنبہ کی شب تھی اور رجب کے دو دن باقی تھے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۴۱) نتیجہ ۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن زبیر حاکم وقت کی طرف سے بلائے جانے کے بعد دن بھر ہی مدینہ میں رہے اور راتوں رات نکل بھاگے اور امام علیہ السلام دو دن رہے اور تیسرے دن تڑکے نکل گئے ۔ چونکہ امام علیہ السلام نے شب یکشنبہ مدینہ سے کوچ کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ روز جمعہ اور شب شنبہ اور روز شنبہ آپؑ مدینہ میں رہے اور یہ بلاوا جمعہ کے دن بالکل سویرے سویرے تھا ۔ اس بنیاد پر روایت یہ کا جملہ کہ '' ساعۃ لم یکن الولید یجلس فیھا للناس'' (ایسے وقت میں بلایا تھا جس وقت وہ عوام سے نہیں ملاکرتا تھا) قابل تفہیم ہوگا ۔

ابن زبیر اور امام علیہ السلام جمعہ کے دن صبح صبح مسجد میں موجود تھے؛ شاید یہ نماز صبح کے بعد کا وقت تھا ۔ مقبری کے حوالے سے ابو مخنف کی روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار سے لوٹنے کے بعد اپنے ان دو بھروسہ مند ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے جن کے ہمراہ آپ ولید کے دربار میں گئے تھے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن صبح ہی میں ولید کا قاصد آیا تھا اور وہ رجب کی ۲۶ویں تاریخ تھی، اسی لئے ولید اس دن عوام کے لئے نہیں بیٹھتا تھا کیونکہ وہ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ کے دن دربار نہیں لگتا تھا ۔ اس پر ابن زبیر نے کہا :وما اظن غیرہ فا ترید ان تصنع ؟ میرا گمان بھی یہی ہے تو آپ اب کیا کرنا چاہتے ہیں ؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''اجمع فتیانی الساعۃ ثم امشی الیہ فاذا ابلغت الباب احتبستھم علیہ ثم دخلت علیہ''، میں ابھی ابھی

اپنے جوانوں کو جمع کرکے ان کے ہمراہ دربار کی طرف روانہ ہوجاؤں گا اور وہاں پہنچ کر ان کو دروازہ پر روک دوں گا اور تنہا دربار میں چلاجاؤں گا۔ابن زبیر : ''انی اخافہ علیک اذا دخلت'' جب آپ تنہا دربار میں جائیں گے تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا جائے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''لاآتیہ الا وانا علی الا متناع قادر'' تم فکر مت کرو میں ان کے ہر حربہ سے بے خوف ہوکر ان سے مقاومت کی قدرت رکھتا ہوں۔ اس گفتگو کے بعد امام علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے چاہنے والوں اور گھر والوں کو اکھٹا کر کے روانہ ہوگئے۔ دربار ولید کے دروازہ تک پہنچ کر اپنے اصحاب سے اس طرح گویا ہوئے : ''انی داخل ، فان دعوتکم او سمعتم صوتہ قد علا فاقتحموا علیّ باجمعکم والا فلاتبرحوا حتی أخرج الیکم ''میں اندر جا رہا ہوں اگر میں بلاؤں یا اس کی آواز بلند ہو تو تم سب کے سب ٹوٹ پڑنا ورنہ یہیں پر ٹھہرے رہنا یہاں تک کہ میں خود آجاؤں[1]۔

روایت کے آخری ٹکڑے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقط امام علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کا ذکرکرنا اور عبد الرحمن بن ابوبکراور عبداللہ بن عمر کا ذکر نہ آنا شاید اس لئے ہے کہ پہلا یعنی پسر ابوبکر تو واقعہ سے پہلے ہی مر چکا تھااور دوسرا یعنی عبداللہ بن عمر مدینہ ہی میں نہیں تھا،جیسا کہ طبری نے واقدی سے روایت کی ہے۔ (طبری ،ج۵، ص۳۴۳)مقتل خوارزمی میں اعثم کوفی کے حوالے سے ص ۱۸۱پراوراسی طرح سبط بن جوزی نے ص ۲۳۵ پر اس قاصد کا نام جو اُن دونوں کے پاس آیا تھا عمرو بن عثمان ذکر کیا ہے اور تاریخ ابن عساکر،ج۴، ص۳۲پر اس کا نام عبدالرحمن بن عمروبن عثمان بن عفان ہے۔

امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس

اس کے بعد امام علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے ۔اس کو سلام کیا اور وہاں پر مروان کو بیٹھاہوا پایا جبکہ اس سے پہلے دونوں کے رابطہ میں دراڑپڑ گئی تھی ۔ امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی موت سے انجان بنتے ہوئے فرمایا : ''الصلة خیر من القطیعہ'' رابطہ برقرار رکھنا توڑنے سے بہتر ہے۔ خدا تم دونوں کے درمیان صلح و آشتی برقرار فرمائے۔ ان دونوں نے اس کا کوئی جواب نہیں

[1] شیخ مفید نے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، ص ۲۰۰ ؛سبط بن جوزی ،ص ۲۳۶، خوارزمی ، ص ۱۸۳۔

دیا ۔ امام علیہ السلام آکر اپنی جگہ پربیٹھ گئے ۔ ولید نے معاویہ کی خبر مرگ دیتے ہی فوراًاس خط کو پڑھ دیا اور آپ سے بیعت طلب کرنے لگا تو آپ نے فرمایا : '' انا للہ وانا الیہ راجعون ..أنا ما سأ لتنی من البیعۃ فان مثلی لا یعطی بیعتہ سرا '' تم نے جو بیعت کے سلسلے میں سوال کیا ہے تو میرے جیسا آدمی تو خاموشی سے بیعت نہیں کرسکتا '' ولا أراک تجتزی بھا منی سرّاً دون ان تظھرھا علی رؤوس الناس علانےۃ '' ؟ میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں میں اعلان عام کئے بغیر مجھ سے خاموشی سے بیعت لینا چاہوگے ۔ ولید نے کہا : ہاں یہ صحیح ہے ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا : '' فاذا خرجت الی الناس فدعوتھم الی البیعۃ دعوتنا مع الناس فکان امراً واحداً '' [1] تو ٹھیک ہے جب باہر نکل کر لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤگے تو ہمیں بھی دعوت دینا تاکہ کام ایک بار ہوجائے ۔ امام علیہ السلام کے سلسلے میں ولید عافیت کو پسند کررہا تھا لہٰذا کہنے لگا : ٹھیک ہے اللہ کا نام لے کر آپ چلے جائیے جب ہم لوگوں کو بلائیں گے تو آپ کو بھی دعوت دیں گے ، لیکن مروان ولید سے فوراً بول پڑا : ''واللہ لئن فارقک الساعۃ ولم یبایع ؛لاقدرت منہ علی مثلھا أبداً ، حتی تکثر القتلی بینکم وبینہ ! احبس الرجل ولا یخرج من عندک حتی یبایع أو تضرب عنقہ '' [2] خدا کی قسم اگر یہ ابھی چلے گئے اور بیعت نہ کی تو پھر ایسا موقع کبھی بھی نہیں ملے گا یہاں تک کہ دونوں گروہ کے درمیان زبر دست جنگ ہو تم اسی وقت اس مرد کو قید کرلو اور بیعت کئے بغیر جانے نہ دو یا گردن اڑادو ،یہ سنتے ہی امام حسین علیہ السلام غضبناک ہوکر اٹھے اور فرمایا : '' یابن الزرقاء [3] انت تقتلنی ام ھو؟ کذبت واللہ واثمت [4] '' اے زن نیلگوں چشم کے بیٹے تومجھے قتل کرے گا یا وہ ؟ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے اور بڑے دھوکے میں ہے ۔ اس کے بعد امام علیہ السلام باہر نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان کو لیکر گھر کی طرف روانہ ہوگئے [1] ۔

---

[1] خوارزمی نے اس مطلب کو دوسرے لفظوں میں ذکر کیا ہے ،ص۱۸۳۔

[2] خوارزمی نے اس مطلب کو ص۱۸۴پر ذکر کیا ہے۔

[3] یہ زرقاء بنت موہب ہے۔ تاریخ کامل ،ج۴،ص ۷۵ کے مطابق یہ عورت برے کاموں کی پرچمدار تھی ،یہ امام علیہ السلام کی طرف سے قذف اور تہمت نہیں ہے کہ اسے برے لقب سے یاد کرنا کہاجائے بلکہ قرآن مجید کی تاسی ہے قرآن ولید بن مغیرہ مخزومی کی شان میں کہتا ہے:'' عتل بعد ذالک زنیم'' زنیم کے معنی لغت میں غیر مشروع اولاد کے ہیں جس کو کوئی اپنے نسب میں شامل کرلے۔

[4] مقتل خوارزمی، ص۱۸۴ میں ان جملوں کا اضافہ ہے : ''انا اھل بیت النبوہ ومعدن الرسالۃ و مختلف الملائکۃومھبط الرحمۃ، بنا فتح اللّٰہ وبنا یختم، ویزید رجل فاسق ، شارب الخمر ، قاتل النفس، معلن بالفسق، فمثلی لا یبایع مثلہ ،ولکن نصبح و تصبحون وننظر و تنظرون أینناأحق بالخلافۃو البیعۃ'' ہاں اے ولید !تو خوب جانتا ہے کہ ہم اہل بیت نبوت ، معدن رسالت ، ملائکہ کی آمد ورفت کی جگہ اور رحمت خدائی کے نزول و ہبوط کا مرکز ہیں، اللہ نے ہمارے ہی وسیلہ سے تمام چیزوں کا آغاز کیااور ہمارے ہی ذریعہ انجام ہوگا ، جبکہ یزیدایک فاسق ، شراب خوار ، لوگوں کا قاتل اور کھلم کھلا فسق انجام دینے والا ہے،پس میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا ؛لیکن صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون خلافت و بیعت کا زیادہ حقدار ہے۔ جیسے ہی امام علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی تو جوانان بنی ہاشم برہنہ تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑے؛ لیکن امام علیہ السلام نے ان لوگو ں کو روکا اور

ابن زبیر کا موقف

ابن زبیر نے یہ کہا : میں ابھی آتا ہوں لیکن اپنے گھر آکر چھپ گئے ۔ ولید نے قاصد کودوبارہ اس کی طرف روانہ کیا ۔ اس نے ابن زبیر کو اپنے چاہنے والوں کی جھرمٹ میں پایا جہاں وہ پناہ گزیں تھا ۔ اس پر ولید نے مسلسل بلانے والوں کے ذریعہ آنے پرتاکید کی ۔آخر کا ر ابن زبیر نے کہا : '' لا تعجلو نی فانی آتیکم امھلونی '' جلد ی نہ کرو میں ابھی آرہا ہوں؛ مجھ کو تھوڑی سی مہلت دو ۔ ا سکے بعد وہ دن اور رات کے پہلے پہر تک مدینہ میں رہا اور یہی کہتا رہا کہ میں ابھی آرہا ہوں ؛یہاں تک کہ ولید نے پھر اپنے کرگوں کو ابن زبیر کے پاس روانہ کیا ۔ وہ سب وہاں پہنچ کر اسے برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے : ائے کا ہلہ کے بیٹے !خدا کی قسم تو فوراً آجا ورنہ امیر تجھ کو قتل کر دے گا ۔

لوگوں نے زبر دستی کی تو ابن زبیر نے کہا :خدا کی قسم ان مسلسل پیغام لانے والوں کی وجہ سے میں بے چین ہوں؛ پس تم لوگ جلد ی نہ کرومیں ابھی امیر کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجتا ہوں جو ان کی رائے معلوم کر کے آئے ،اس کے بعد فوراًاس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا ۔ اس نے جا کر کہا : اللہ آپ کو سلامت رکھے ،عبداللہ سے دست بردار ہوجایئے،لوگوں کو بھیج بھیج کر آپ نے ان کو خوف زدہ کر رکھا ہے، وہ انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ اب آپ اپنےپیغام رساں سے کہئے کہ وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے،اس پر ولید نے آدمی بھیج کر قاصد کو جانے سے روک دیا ۔ادھر ابن زبیر ۲۷ رجب کو شب شنبہ امام حسین علیہ السلام کے نکلنے سے پہلے ہی راتوں رات مدینے سے نکل گئے اور سفر کے لئے نا معلوم راستہ اختیار کیا ۔ سفر کا ساتھی فقط انکا بھائی جعفر تھا اور کوئی تیسرا نہیں تھا ۔ ان دونوں بھائیوں نے پکڑے جانے کے خوف سے عام راستے پر چلنے سے گریز کیا اور

گھر کی طرف لے کر روانہ ہوگئے۔ مثیرالاحزان میں ابن نما(متوفیٰ۶۴۵ھ) نے اور لہوف میں سید ابن طاؤوس (متوفیٰ ۶۱۳ھ) نے روایت کا تذکرہ کیاہے ۔

[۱] طبری نے اس روایت کو ہشام بن محمد کے حوالے سے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے ص۱۸۴پر خبر کا تتمہ بھی لکھا ہے کہ ولید سے مروان بولا : ''عصیتنی لاواللہ لا یمکنک من مثلھا من نفسہ ابداً'' تم نے میری مخالفت کی ہے تو خدا کی قسم تم اب کبھی بھی ان پر اس طرح قدرت نہیں پاؤگے ۔ولیدنے کہا:'' ویح غیرک یا مروان ..''اے مروان! یہ سرزنش کسی اور کو کر تو نے تو میرے لئے ایسا راستہ چنا ہے کہ جس سے میرا دین برباد ہوجائے گا ، خدا کی قسم اگر میرے پاس مال دنیا میں سے ہرو ہ چیز ہو جس پر خورشید کی روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف حسین کا قتل ہوتوحسین کا قتل مجھے محبوب نہیں ہے۔(سبط بن جوزی، ص۲۲۶)
سبحان اللہ ! کیا میں حسین کو فقط اس بات پر قتل کردوں کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ میں بیعت نہیں کروں گا ؟ خدا کی قسم میں گمان کرتا ہوں کہ جو قتل حسین کا مرتکب ہو گا وہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک خفیف المیزان ہوگا۔ (ارشاد ،ص ۲۰۱)
مروان نے اس سے کہا : اگر تمہاری رائے یہی ہے تو پھر تم نے جو کیا وہ پالیا۔

ناہموار راستے سے ہوتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے ۔ (تذکرۃ الخواص، ابن جوزی، ص ۲۳۶) جب صبح ہوئی تو ولید نے اپنے آدمیوں کو پھر بھیجا لیکن ابن زبیر نکل چکے تھے ۔ اس پر مروان نے کہا : خدا کی قسم وہ مکہ روانہ ہواہے اس پر ولید نے فوراً لوگوں کو اس کے پیچھے دوڑایا ؛ اس کے بعد بنی امیہ کے ۸۰ ؍ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کی تلاش کے لئے بھیجا لیکن وہ سب کے سب خالی ہاتھ لوٹے ۔

ادھر عبداللہ بن زبیر اپنے بھائی کے ہمراہ مشغول سفر ہیں ۔ چلتے چلتے جعفر بن زبیر نے ''صبرۃ الحنظلی'' کے شعر سے تمثیل کی:

وکل بنی أم سیمسون لیلۃ

ولم یبق من أعقابھم غیر واحد

اس پر عبداللہ نے کہا :سبحان اللہ !بھائی اس شعر سے کیا کہنا چاہتے ہو ؟جعفر نے جواب دیا : بھائی ! میں نے کوئی ایسا امام حسین علیہ السلام مسجد مدینہ میں دوسرے دن سب کے سب عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں لگ گئے اور امام حسین علیہ السلام کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا یہا ں تک کہ شام ہوگئی ۔ شام کے وقت ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین ؑ کے پاس بھیجا ۔یہ ۲۸ ؍ رجب سنیچر کا دن تھا ۔ امام حسین ؑ نے ان سے فرمایا : صبح ہونے دو تم لوگ بھی کچھ سوچ لواور میں بھی سوچتا ہوں ۔ یہ سن کر وہ لوگ اس شب یعنی شب ۲۹ ؍ رجب امام حسین علیہ السلام سے دست بردار ہوگئے اور اصرار نہیں کیا[1] ۔

ابو سعید مقبری کا بیا ن ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد میں وارد ہوتے ہوئے دیکھا ۔ آپ دولوگوں پر تکیہ کئے ہوئے چل رہے تھے، کبھی ایک شخص پر تکیہ کرتے تھے اور کبھی دوسرے پر ؛اسی حال میں یزید بن مفرغ حمیری کے شعر کو پڑھ رہے تھے: لاذعرت السوام فی فلق الصبح

[1] طبری، ج۵ ، ص۳۳۸، ۳۴۱، ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے روایت نقل کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔(ارشاد، ص ۲۰۱)

مغیراً، ولا دعیت یزیداً

یوم أعطی من المهابہ ضیماً

والمنایا یرصدننی أن أحیدا[1]

ارادہ نہیں کیا ہے جو آپ کے لئے رنجش خاطر کا باعث ہو ۔ اس پر عبداللہ نے کہا : خدا کی قسم مجھے یہ ناپسند ہے کہ تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نکلے جس کا تم نے ارادہ نہ کیا ہو ۔ اس طرح ابن زبیر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے ۔ اس وقت مکہ کا حاکم عمرو بن سعید تھا ۔ جب ابن زبیر وارد مکہ ہوئے تو عمرو بن سعید سے کہا : میں نے آپ کے پاس پناہ لی ہے لیکن ابن زبیر نے کبھی ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور نہ ہی کوئی افاضہ کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک کنارے رہنے لگے اور نماز بھی تنہا پڑھنے لگے اور افاضہ بھی تنہا ہی رہا ۔ (طبری، ج۵، ص۳۴۳) اس واقعہ کو ہشام بن محمد نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے ۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص۲۰۱، اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص، ص۲۳۶ پر بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے ۔

وہاں یہ ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام آئندہ شب میں اپنے بچوں، جوانوں اور گھر والوں کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل گئے اور ابن زبیر سے دور ہی رہے اور سبط ابن جوزی ص ۲۴۵ پر ہشام اور محمد بن اسحاق سے روایت نقل کرتے ہیں کہ دو شنبہ کے دن ۲۸ رجب کو امام علیہ السلام نکلے اور خوارزمی نے ص۱۸۶ پر لکھا ہے کہ آپ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے ۔

میں سپیدہ سحری میں حشرات الارض سے نہیں ڈرتا نہ ہی متغیر ہوتا ہوں اور نہ ہی اپنی مدد کے لئے یزید کو پکاروں گا ۔ سختیوں کے دنوں میں خوف نہیں کھاتا جبکہ موت میری کمین میں ہے کہ مجھے شکار کرے ۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے جب یہ اشعار سنے تو اپنے دل میں کہا : خدا کی قسم ان اشعار کے پیچھے کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے ۔ ابھی دو دن نہ گذرے تھے کہ خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ کا

[1] خوارزمی، ص۱۸۶

سفر اختیار کر کیا ہے[1]۔ محمد بن حنفیہ کا موقف[2] محمد حنفیہ کو جب اس سفر کی اطلاع ملی تو اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا بھائی جان! آپ میرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ عزیز ہیں میں اپنی نصیحت اور خیر خواہی کا ذخیرہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے تک پہنچانا بہتر نہیں سمجھتا. آپ یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کیجئے اور کسی دور دراز علاقہ میں جا کر پناہ گزین ہو جائیے پھر اپنے نمائندوں کو لوگوں کے پاس بھیج کر اپنی طرف دعوت دیجئے. اب اگر ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی تو اس پر آپ خدا کی حمد وثنا کیجئے اور اگر لوگ آپ کے علاوہ کسی اور کی بیعت کر لیتے ہیں تو اس سے نہ آپ کے دین میں کمی آئے گی نہ عقل میں، اس سے نہ آپ کی مروت میں کوئی کمی آئے گی اور نہ فضل و بخشش میں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ ان شہروں میں سے کسی ایک شہر میں چلے جائیں اور کچھ لوگ وہاں آکر آپ سے ملیں پھر آپس میں اختلاف کرنے لگیں۔ کچھ گروہ آپ کے ساتھ ہو جائیں اور کچھ آپ کے مخالف۔ اس طرح جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھے اور آپ سب سے پہلے نیزوں کی باڑھ پر آجائیں۔ اس صورت میں وہ ذات جو ذاتی طور پر اور اپنے آباء واجداد کی طرف سے اس امت کی باوقار ترین فرد ہے اس کا خون ضائع ہوگا اور ان کے اہل بیت ذلیل ہوں گے۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا: بھائی میں جا رہا ہوں!

محمد حنفیہ نے کہا: اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو مکہ میں قیام کیجئے گا۔ اگر وہ جگہ آپ کے لئے جائے امن ہو تو کیا بہتر اور اگر امن وسلامتی کو وہاں پر بھی خطرہ لاحق ہو تو ریگستانوں، پہاڑوں اور درہ کوہ میں پناہ لیجئے گا اور ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے رہیے گا تاکہ روشن ہو جائے کہ لوگ کس طرف ہیں۔ ایسی آپ جنگ جمل میں اپنے بابا علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ امام علی السلام نے آپ کے ہاتھوں میں علم دیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵) آپ نے وہاں بہت دلیری کے ساتھ جنگ لڑی اور قبیلۂ ''ازد'' کے ایک شخص کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جو لوگوں کو جنگ پر اکسا رہا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۱۲) آپ جنگ صفین میں بھی موجود تھے اور وہاں عبید اللہ بن عمر نے ان کو مبارزہ کے لئے طلب کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے شفقت میں روکا کہ کہیں قتل نہ ہو جائیں۔

---

[1] طبری، ج ۵، ص ۳۴۲، ابومخنف کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے عبدالملک بن نوفل بن مساحق نے ابوسعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے ، جن کا زندگی نامہ پہلے بیان ہوچکاہے۔ تذکرۃالخواص ،ص ۲۳۷

[2] محمد حنفیہ کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس ہیں جو قبیلہ ء بنی بکر بن وائل سے تعلق رکھتی ہیں۔(طبری ،ج، ۵، ص ۱۵۴)

(طبری، ج۵، ص۱۳) امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے عراق جارہے تھے تو آپ مدینہ میں مقیم تھے۔ (طبری، ج۵، ص۳۹۴) مختار آپ ہی کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہوئے کوفہ میں وارد ہوئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۱) ابن حنفیہ کو اس کی خبر دی گئی اور ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا : میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ خدائے متعال اپنے جس بندے کے ذریعہ چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ جب مختار کو ابن حنفیہ کے اس جملہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے جناب محمد حنفیہ کو امام مہدی کا لقب دیدیا۔ (طبری، ج۶، ص ۱۴) مختار ایک خط لیکر ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس گئے جو ابن حنفیہ سے منسوب تھا۔ (طبری ،ج ۶،ص ۴۶) اس کا تذکرہ ابن حنفیہ کے پاس کیا گیا تو انھوں نے کہا : وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ہمارا چاہنے والا ہے اور قاتلین حسین علیہ السلام تخت حکومت پر بیٹھ کر حکم نافذ کر رہے ہیں۔ مختار نے یہ سنا تو عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے ان دونوں کا سر ابن حنفیہ کے پاس روانہ کر دیا۔ (طبری، ج ۶،ص ۶۲) مختار نے ایک فوج بھیج کر ابن حنفیہ کو برانگیختہ کرنا چاہا کہ وہ ابن زبیر سے مقابلہ کریں لیکن محمد حنفیہ نے روک دیا اور خون بہانے سے منع کر دیا۔ (طبری، ج۶، ص۷۴) جب یہ خبر ابن زبیر کو ملی تو اس نے ابن حنفیہ اور ان کے ۱۷رشتہ داروں کو کچھ کوفیوں کے ہمراہ زمزم کے پاس قید کردیا اور یہ دھمکی دی کہ بیعت کریں ورنہ سب کو جلادیں گے۔

اس حالت کو دیکھ کر محمد حنفیہ نے کوفہ کے تین آدمیوں کو مختار کے پاس روانہ کیا اور نجات کی درخواست کی۔ خبر ملتے ہی مختار نے چار ہزار کا لشکر جو مال واسباب سے لیث تھا فوراً روانہ کیا۔ وہ لوگ پہنچتے ہی مکہ میں داخل ہوئے اور مسجد الحرام میں پہنچ کر فوراً ان لوگوں کو قید سے آزاد کیا۔ آزاد کرنے کے بعد ان لوگوں نے محمد حنفیہ سے ابن زبیر کے مقابلہ میں جنگ کی اجازت مانگی تو محمد حنفیہ نے روک دیا اور اموال کو ان کے درمیان تقسیم کردیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۷۶) آپ شیعوں کو زیادہ روی سے روکا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۰۶) ۶۸ھ میں حج کے موقع پر آپ کے پاس ایک مستقل پرچم تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے: میں ایسا شخص ہوں جو خود کو ابن زبیر سے دور رکھتا ہوں اور جو میرے ساتھ ہے اس کو بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سلسلے میں

دو لوگ بھی اختلاف کریں ۔ (طبری ،ج٦،ص۱۳۸) آپ جحاف کے سال تک زندہ رہے اور ٦۵سال کی عمر میں طائف میں اس دنیا سے جاں بحق ہوگئے۔ ابن عباس نے آپ کی نماز پڑھائی ۔ (طبری ،ج ۵،ص۱۵۴)صورت میںآپ حالات کو اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر سکیں گے ۔ میرے نزدیک آپ کے لئے بہترین راستہ یہی ہے۔اس صورت میں تمام امور آپ کا استقبال کریں گے اوراگر آپ نے اس سے منہ موڑا تو تمام امور آپ کے لئے مشکل سے مشکل تر ہوجائیں گے ۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :بھائی جان !آپ نے خیر خواہی کی ہےاور شفقت فرمائی ہے،امید ہے کہ آپ کی رائے محکم اور استوار ہو[1]۔

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام نے ولید سے کہا ٹھہر جاؤتاکہ تم بھی غور کرلو اور ہم بھی غور کرلیں، تم بھی دیکھ لواور ہم بھی دیکھ لیں،ادھر وہ لوگ عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں امام حسین علیہ السلام کو بالکل بھول گئے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ اسی شام ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا ۔ یہ ۲۷ رجب شنبہ کا دن تھا ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھ لینا اور ہم بھی دیکھ لیں گے،اس پر وہ لوگ اس شب جو شب یکشنبہ یعنی شب ۲۸ رجب تھی رک گئے اور کسی نے اصرار بھی نہیں کیا ۔ اسی رات امام حسین مدینہ سے خارج ہوئے جب کہ رجب کے فقط دو دن باقی تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند اور بھائی وبھتیجے موجود تھے بلکہ اہل بیت کے اکثر افراد موجود تھے،البتہ محمد حنفیہ اس کاروان کے ہمراہ نہیں تھے[2]۔مدینہ سے سفر اختیار کرتے وقت امام حسین علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے: ''فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفاً یَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِی مِنَ الْقَوْمِ

---

[1] طبری ،ج ۵ ، ص۳۴۱، ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے یہ روایت کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (ارشاد،ص۲۰۲، خوارزمی ، ص۱۸۸،اور خوارزمی نے اعثم کوفی کے حوالے سے امام علیہ السلام کی وصیت ''امّا بعد فانّی لم اخرج ...''کا اضافہ کیا ہے ۔اور وصیت میں ''سیرة خلفاء الراشدین '' کا اضافہ کیا ہے ۔

[2] طبری ، ج ۵،ص۲۴۰، ۲۴۱و ۳۸۱ پر بھی کوچ کرنے کی تاریخ یہی بیان کرتے ہیں جسے ابو مخنف نے صقعب بن زہیر کے حوالے سے اورانھوں نے عون بن ابی حجیفہ کے توسط سے نقل کیا ہے۔'' ارشاد'' ، ص۲۰۹پر شیخ مفید اور تذکرة الخواص، ص۲۳٦پر سبط بن جوزی بیان کرتے ہیں : آئندہ شب امام حسین علیہ السلام اپنے جوانوں اور اہل بیت کے ہمراہ مدینہ سے سفر اختیار کیا در حالیکہ لوگ ابن زبیر کی وجہ سے آپ سے دست بردار ہوگئے تھے، پھرص۲۴۵ پر محمدبن اسحاق اور ہشام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے یکشنبہ کو جبکہ رجب کے تمام ہونے میں دو دن بچے تھے مدینے سے سفر اختیار کیا ،البتہ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص۱۸۹ پر لکھا ہے کہ رجب کے تین دن باقی تھے ۔

الظَّالمِینَ[1] ''اور جب مکہ پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَلَمَّا تَوَجَّہَ تِلْقَاءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّی أَن یَھْدِیَنِی سَوَاءَ السَّبِیْلِ[2] ''عبد اللہ بن عمر کا موقف[3] پھر ولید نے ایک شخص کو عبد اللہ بن عمر کے پاس بھیجا تو آنے والے نے ابن عمر سے کہا : یزید کی بیعت کرو ! عبد اللہ بن عمر نے کہا : جب سب بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلوں گا[4]۔ اس پر ایک شخص نے کہا : بیعت کرنے سے تم کو کونسی چیز روک رہی ہے ؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اختلاف کریں اورآپس میں لڑبھڑکر فنا ہوجائیں اور جب کوئی نہ بچے تو لوگ یہ کہیں کہ اب تو عبداللہ بن عمر کے علاوہ کوئی بچا نہیں ہے لہذا اسی کی بیعت کرلو ، عبداللہ بن عمر نے جواب دیا : میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ قتل ہوں، اختلاف کریں اور فنا ہوجائیں لیکن جب سب بیعت کرلیں گے اور میرے علاوہ کوئی نہیں بچے گا تو میں بھی بیعت کرلوں گا اس پر ان لوگوں نے ابن عمر کو چھوڑدیا کیونکہ کسی کو ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا ۔

[1] قصص ، آیت۲۱

[2] قصص ، آیت ۲۲، طبری ج۵،ص، ۳۴۳ پرہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کر تے ہیں۔

[3] طبری ، ج ۵، ص۳۴۲ میں یہ لفظ موجود ہے کہ ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں...، پھر طبری کہتے ہیں کہ واقدی (متوفی ۲۰۷ ہجری) کا گمان ہے کہ جب قاصد ،معاویہ کی موت کی خبر لے کر ولید کے پاس آیا تھا اس وقت ابن عمر مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے اور یہی مطلب سبط بن جوزی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھاہے۔ ہاں ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کو بیعت یزید کے لئے بلایا تو یہ دونوں اسی رات مکہ کو روانہ ہوگئے ؛ا ن دونوں سے ابن عباس اور ابن عمر کی ملاقات ہوئی،جو مکہ سے آرہے تھے تو ان دونوں نے ان دونوں سے پوچھا : آپ کے پیچھے کیا ہے ؟ تو ان دونوں نے کہا : معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت ، اس پر ابن عمر نے کہا : آپ دونوں تقوائے الٰہی اختیار کیجئے اور مسلمین کی جماعت کو متفرق نہ کیجئے ! اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا اور وہیں چند دنوں اقامت کی یہا ں تک کہ مختلف شہروں سے بیعت آنے لگی تو وہ اور ابن عباس نے پیش قدمی کی اور دونوں نے یزید کی بیعت کر لی''۔

[4] جیسا کہ معاویہ نے اپنی وصیت میں اور مروان نے ولید کو مشورہ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ ایسا ہوگا اورویسا ہی ہوا ۔

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

امام حسین علیہ السلام مکہ کے راستے میں : عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے باہم نکلے اور اصلی راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں کسی نے امام حسین علیہ السلام سے کہا : اگر ہم بھی ابن زبیر کی طرح کسی نامعلوم راستے سے نکل جائیں تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ہم کو پکڑ نہیں پائیں ؟امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ''لاواللہ لا أفارقہ حتی یقضی اللہ ما احب الیہ[1]''نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا میں سیدھے راستے کو نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ خدا میرے حق میں وہ فیصلہ کرے جو اس کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

عبد اللہ بن مطیع عدوی[2] اسی وقت عبداللہ بن مطیع حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور امام سے کہنے لگا : میری جان آپ پر قربان ہو ،آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟امام علیہ السلام نے جواب دیا : ابھی تو میں مکہ جانا چاہتا ہوں بعد میں اللہ جدھر چاہے گااس ی مرضی کے مطابق اسی طرف چلاجاؤں گا ۔عبداللہ بن مطیع نے کہا :خدا وندعالم آپ پر رحمت نازل کرے اور ہمیں آپ پر قربان کرے!آپ اگر مکہ جارہے ہیں تو دیکھئے کوفہ سے کبھی نزدیک نہ ہوئیے گا ؛ یہ بڑی بری جگہ ہے، اسی جگہ آپ کے بابا کو قتل کیا گیا ،یہیں آپ کے بھائی کوزخمی کیا گیا اور ظلم و ستم کے مقابلہ میں وہ تنہا پڑگئے اوردھوکہ سے ان کی جان لے لی گئی۔ آپ حرم ہی میں رہیے ؛کیونکہ آپ سید و سردار عرب ہیں۔ خدا کی قسم اہل حجاز میں کوئی بھی آپ کا ہم نظیر نہیں ہے۔اگر آپ یہاں رہ گئے تو لوگ ہر چہار جانب سے آپ کی طرف آئیں گے لہٰذا آپ حرم نہ چھوڑئیے ۔ میرے چچا ،ماموں اور میرا سارا خاندان آپ پر قربان ہوجائے اے میرے مولا!اگر آپ شہید کر دئیے گئے تو ہم سب کے سب غلامی کی زندگی بسر

---

[1] طبری ج ۵، ص۳۵۱، طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث ہشام بن محمد سے اور انھوں نے ابی مخنف سے نقل کی ہے ، ابو مخنف کابیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے اور عبد الرحمن بن جندب کا بیان ہے کہ مجھ سے عقبہ بن سمعان نے بیان کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا غلام تھا۔ اس کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

[2] عبد اللہ بن مطیع قر شی کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوئی ۔ جب اہل مدینہ نے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تو یہ قریش کے ہمراہ تھا (طبری، ج ۵،ص ۴۸۱) پھر یہ ابن زبیر سے مکہ میں ملحق ہو گیا اور اس کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی پھر ابن زبیر ہی کی جانب سے والی کوفہ مقرر ہوا ۔طبری، ج۵، ص۶۲۲، تاریخ یعقوبی ج۳،ص ۳و۵ ،تاریخ مسعودی ج ۳،ص ۸۳ ،مقتل خوارزمی ج ۲،ص ۲۰۲، یہ پورا واقعہ محمد بن اسحاق سے منقول ہے۔کوفہ میں مختار سے اس کا جھگڑا ہو گیا تو مختار نے اسے کوفہ سے نکال دیا۔ طبری ،ج۵، ص۳۱،عنقرب طبری کی یہ روایت بھی نظرسے گذرے گی کہ ہشام ، ابو مخنف سے اور وہ محمد بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دوسری مرتبہ بھی ابن مطیع نے امام علیہ السلام سے مقام ''حاجر ''کے بعد اور مقام ''زرود'' سے قبل پانی کے کسی چشمہ پر ملاقات کی ہے ۔طبری، ج ۵ ، ص ۳۹۵ ۔

کرنے پر مجبور کردئیے جائیں گے[1]۔ امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے امام علیہ السلام ۳ شعبان شب جمعہ کو وارد مکہ ہوئے[3]۔ اس کے بعد آپ نے شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم، ذی قعدہ اور ۸ ذی الحجہ تک مکہ میں قیام فرمایا[4]۔ مکہ پہنچتے ہی ہر چہار جانب سے لوگوں کی رفت و آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ عالم اسلام سے جتنے عمرہ کرنے والے آتے تھے موقع ملتے ہی آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تھے۔ ابن زبیر جو خوف و ہراس کی وجہ سے کعبہ کے اندر محصور تھے اور ان کا کام فقط نماز و طواف رہ گیا تھا۔ وہ بھی آنے والوں کے ہمراہ امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ کبھی تو وہ روزانہ آتے بلکہ ایک دن میں دو بار آتے تھے اور کبھی کبھی دو دنوں میں ایک بار حاضر ہوتے تھے۔

اس ملاقات میں وہ ہمیشہ امام علیہ السلام سے رائے اور مشورہ کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود مکہ میں امام علیہ السلام کا وجود ابن زبیر کے لئے سب سے زیادہ گراں تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے رہتے ہوئے کوئی بھی ان کی بیعت اور پیروی نہیں کرے گا، اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام لوگوں کی نگاہوں میں صاحب شان و شوکت تھے۔ آپ کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر تھی اور لوگ آپ کے فرمانبردار تھے[5]۔ کوفیوں کے خطوط[6] جب اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ لوگ عراقیوں

---

[1] ص۲۴۳ پر سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ راوی ہشام اور محمد بن اسحاق ہیں۔ خوارزمی نے ص۱۸۹ پر اعثم کوفی سے روایت کی ہے ۔

[2] طبری ،ج۵،ص۳۸۷،ابومخنف کا بیان ہے کہ اس روایت کو ہم سے صقعب بن زہیر نے اوران سے عون بن ابی جحیفہ نے نقل کیا ہے۔گذشتہ سطروں سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ امام علیہ السلام ۲۸ رجب کو مدینہ سے نکلے ،اس بنا پر۳ شعبان کومکہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ فقط پانچ دنوں مینیہ مسافت طے ہوئی ہے اورمکہ سے مدینہ کی مسا فت ۵۰۰ کیلو میٹر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے روزانہ ۱۰۰ کلیومیٹرکی مسافت کو طے کیا اور یہ عام کاروان کی سفری مسافت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ عام طور سے قافلوں کی ایک روزہ مسافت ۸ فرسخ ہواکرتی تھی جبکہ امام علیہ السلام کی ایک دن کی مسافت تقریبا ۱۸ فرسخ ہوتی ہے ، اسکا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے اگر چہ راستہ کو تبدیل نہیں فرمایاکیونکہ اس میں خوف فرار تھا اور امام علیہ ا لسلام کی توہین تھی لیکن آپ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کہ جس کے ہمراہ مقصد عجین تھا راستہ کو جلدی جلدی طے کیا ۔

[3] طبری ، ج ۵ ، ص ۳۵۱ ،عقبہ بن سمعان کی خبر۔

[4] طبری ، ج۵، ص ۳۸۱،عون بن جحیفہ کی خبر ، سبط بن جوزی نے ہشام سے بھی روایت نقل کی ہے۔ تذکرۃ الخواص ، ص۲۴۵۔

[5] طبری ، ج۵ ،ص۳۵۱، یہ عقبہ بن سمعان کی روایت ہے ۔ ارشاد ، شیخ مفید ،ص ۲۰۲ ۔

[6] کوفہ میں ۳۰ ہزار افراد تھے جو جنگ قادسیہ میں موجود تھے، (طبری، ج ۴، ص ۷۵) ۱۸ھ میں عمر نے شریح بن حارث کندی کو کوفہ کا قاضی بنایا۔(طبری ،ج ۴، ص۱۰۱) ۲۰ھ میں عمرنے سعد بن ابی وقاص کو لوگوں کی شکایت کی بنیادپر کوفہ کی گورنری سے معزول کردیا۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ سعد کو اچھی طرح نماز پڑھانا نہیں آتی ، پھر عمر نے نجران کے یہودی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ (ج ۴،ص۱۱۲) ۲۱ھ میں عمار یاسر کو کوفہ کا گورنر ، ابن مسعود کو بیت المال کا حاکم اور عثمان بن حنیف کو زمین کی مساحت اور ٹیکس کا عہدیدار بنایا۔ اہل کوفہ نے عمار کی شکایت کی توعمار نے استعفیٰ دے دیا ۔(ج۴،ص۱۴۴)عمار کے بعد عمر نے ابو موسی اشعری کو کوفہ کا امیر بنا دیا۔ ایک سال تک وہ وہاں قیام پذیر رہالیکن کوفیوں نے اس کی بھی شکایت کی تو اس کو بھی عزل کرکے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا حاکم بنا دیا گیا۔کوفہ میں ایک لاکھ جنگجو موجود تھے (طبری ،ج ۴، ص ۱۶۵)اور اس وقت وہاں پر چالیس ہزار جنگجو تھے جن میں سے ہر سال ۱۰ ہزار سپاہی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چار سال پر ایک سپاہی کوسرحدی
علاقوں میں جنگ پر جانا ہوتا تھا۔(طبری، ج ۴ ، ص ۶۴۶) ۳۷ھ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا رئیس اپنے قبیلے کے جنگجو افراداور ان کے فرزند جو قتال میں شرکت کر چکے ہیں ، نیزاپنے قبیلے کے غلاموں کا نام لکھ کر امام

کو یزید کے خلاف شعلہ ور کرنے لگے اور کہنے لگے : اے لوگو!حسین علیہ السلام اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا ہے اور یہ لوگ مکہ پہنچ چکے ہیں[۱]۔ محمد بن بشیر اسدی ہمدانی کا بیان ہے کہ ہم لوگ سلیمان بن صرد خزاعی[۳] کے گھر جمع ہوئے ۔ سلیمان تقریر کے لئے اٹھے اور بولے : معاویہ ہلاک ہوچکا ہے اور حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ وہ مکہ کی طرف آچکے ہیں۔ تم ان کے اور ان کے بابا کے پیرو ہو۔ اب اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم لوگ ان کے مددگار اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہو تو ان کو فوراً خط لکھو لیکن اگر تم کو خوف و ہراس یا سستی ہے تو دیکھو اس پیکر حق و عدالت کو نصرت و مدد کا وعدہ دے کر دھوکہ نہ دو !اس پر وہ سب کے سب بول پڑے : ''نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور ان کی راہ میں اپنی جان نچھاور کردیں گے ''اس پر سلیمان نے کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو بس فوراً خط لکھ کر انہیں بلاؤ[۴]۔ اس پر ان لوگوں نے فوراً خط لکھا '': بسم اللّہ الرّحمن الرّحیم، للحسین بن علی علیہ السلام، من سلیمان بن صرد ، والمسیب بن نجبۃ[۵] ورفاعہ بن شداد[۱] وحبیب بن

علیہ السلام تک پہونچا ئے ۔انہوں نے نام لکھ کر دیا تو ان میں چالیس ہزار جنگجو ۱۷ہزاروہ افراد جو جنگجوؤں کے فرزند تھے، نیز۸ہزار موالی اور غلام تھے ۔ اس طرح کل ۶۵ ہزار جنگجو ہوئے (طبری، ج ۵، ص۷۹) ان میں سے آٹھ سو مدینہ کے رہنے والے تھے (طبری ،ج۴، ص ۸۵) سعد نے ان افراد کو سات سات قبیلوں کے گروہ میں تقسیم کردیا ،اس طرح کنانہ اور ان کے ہم پیمان جو احابیش سے متعلق تھے اور'' جدیلہ ''کا گروہ سات قبیلوں پر مشتمل ہوگیا۔ '' قضاعہ'' ، '' بجیلہ''،'' خثعم'' ،'' کندہ ،'' ''حضر موت'' اور'' ازد''بھی ساتھ ہوگئے۔'' مذحج'' ، حمیر'' ،''ہمدان'' اور ان کے ہم پیمان بھی سات کے ایک گروہ میں چلے گئے۔'' تمیم'' ،'' ھوازن ''اور'' رباب'' سات کی ایک ٹکڑی میں منتقل ہوگئے ۔''اسد''،'' غطفان'' ،'' محارب'' ،'' نمر''،'' ضبیعہ ''، اور''تغلب'' سات ایک گروہ میں آگئے اسی طرح ''اہل حجر'' اور''حمراء ''اور''دیلم'' بھی سات کی ایک ٹکڑی میں پہنچ گئے۔ یہ سلسلہ عمر ، عثمان اور علی علیہ السلام کے زمانے تک بر قرار رہا لیکن زیادنے آکر ان کو چار چار میں تقسیم کردیا (طبری، ج ۴، ص ۴۸) اس طرح عمر بن حریث مدینہ کے چار گروہ کا سربراہ قرار پایا خالد بن عرفطہ ، تمیم اور ہمدان کے چار گروہ کا حاکم بنا، قیس بن ولید بن عبد الشمس ، ربیعہ اور کندہ پر حاکم ہوااور ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری ،مذحج اور اسد پر حاکم ہوا ۔ یہ سب کے سب حجر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کے گواہ ہیں۔(طبری ،ج ۵، ص۲۶۸)

[۱] طبری، ج۵ ، ص ۳۵۱ ، یہ بھی عقبہ کی خبر ہے ۔

[۲] طبری ،ج ۵،ص۳۵۲،ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشیر ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے ۔

[۳] کشی ؒنے اپنے رجال کے ص ۶۹، حدیث ۱۲۴پر فضل بن شاذان کے حوالے سے اس عنوان کے تحت نقل کیا ہے کہ آپ کا شمار تابعین کی ایک بزرگ اور زاہد شخصیت میں ہوتا ہے۔شیخ طوسی ؒ نے رجال کے ص ۴۳پرآپ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔آپ کی شخصیت کامنفی رخ یہ ہے کہ جنگ جمل سے منہ موڑ لیا اور بے جا عذر پیش کیا ۔اس تخلف اور عذر کو نصربن مزاحم نے اپنی کتاب کے ص ۶ پر ذکر کیا ہے۔ سلیمان بن صرد کی یہ حالت دیکھ کر امیر المومنین ؑ نے فرمایا: جب کہ میں تم پر سب سے زیادہ اعتماد رکھتا تھا اوریہ امید رکھتا تھا کہ سب سے پہلے تم میری مدد کے لئے آگے بڑھوگے لیکن تم ہی شک و تردید میں مبتلا ہو کر جنگ کے خاتمہ کا انتظار کرنے لگے ؟اس پر سلیمان بن صرد نے جواب دیا : میرے مولا آپ لطف و محبت میں اسی طرح پیش گام رہیں اور اسی طرح میری خیر خواہی اور محبت کو خالص سمجھیں!ابھی بہت مراحل باقی ہیں جہاں آپ کے دوست آپ کے دشمنوں کے سامنے پہچان لئے جائیں گے۔ اس پر حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن جنگ صفین میں میمنہ کی سربراہی ان کے سپرد کردی۔(صفین، ص ۲۰۵) سلیمان نے حوشب سید الیمن شامی سے مبارزہ کیا اور اسے قتل کردیا۔اس وقت سلیمان اس شعر کو پڑھ رہے تھے:امسی علي عند نامحبباً ۔نفدیہ بالام ولا نبغی اباً (صفین، ص ۴۰۱) جنگ صفین میں کسی نے ان کے چہرے پر تلوار سے زخم لگایا تھا (صفین، ص۵۱۹)ابومخنف نے ان کو صحابہ اوربزرگان شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۵۵۲) ۶۴ھ میں تو ابین کے قائد یہی سلیمان بن صرد تھے۔(طبری، ج ۵، ص۵۵۵)ان کا عذر یہ تھا کہ ہم لوگ خود کو آمادہ کررہے تھے اور انتظا رکررہے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے کہ اسی دوران حسین علیہ السلام شہیدکردےئے گئے۔ (طبری ، ج۵،ص۵۵۴)

[۴] خوارزمی نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو ص ۱۹۷

[۵] کشی نے اپنے رجال کے ص۶۹، حدیث ۱۲۴میں اس عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے : آپ کا شمار تابعین کے بزرگ سربراہ اور زاہدوں میں ہوتا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو اصحاب امیر المومنین ؑ میں ذکر کیا ہے۔ ص ۵۸، رقم ۸،اور ص۷۰، رقم ۴، میں ان کو اصحاب امام حسنؑ میں ذکر کیا ہے۔ وہاں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ذات ہے جس نے امیر المومنین ؑ کی مددکے لئے

مظاہر ،وشیعتہ من المؤمنین والمسلمین من اہل الکوفۃ سلام علیک، فانا نحمد الیک اللہ الذی لاالہ الا ہو، اما بعد : فالحمد للہ الذی قصم عدوّک الجبار العنید، الذی انتزی علی ھذہ الأمۃ فابتزّھا ،و غصبھا فےءھا، وتأ مّر علیھا بغیر رضیٰ منھا ثم قتل خیار ھا، و استبقی شرارھا ،و جعل مال اللہ دولۃ بین جبابر تھا و اغنیاءھا، فبعداًلہ کما بعدت ثمود۔ انہ لیس علینا امام ؛لعل اللہ أن یجمعنا بک علی الحق والنعمان بن بشیر فی (قصرالامارۃ) لسنا نجتمع معہ فی جمعۃ ولا نخرج معہ الی عید، ولو قد بلغنا انک قد اقبلت الینا أخر جناہ حتی نلحقہ بالشام، ان شاء اللہ، والسلام علیک و رحمتاللہ و برکاتہ[3]"،کردیا، ظلم و ستم کے ساتھ اس امت کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی اور قوم کی ساری ثروت کو غصب کرلیا ۔ ظلم و ستم کی بنیادوں پر حکمرانی کی، نیک خو اور شائستہ سرپرست افراد کو نابود کردیا، شر پسند عناصر اور تباہی مچانے والوں کو محفوظ رکھا، قومی سرمایہ اور خدا ئی اموال کو ظالموں اور دولت کے پجاریوں کے ہاتھوں میں تقسیم کردیا ۔ خدا ان لوگوں پر اسی طرح لعنت و نفرین کرے جس طرح قوم ثمود کو اپنی رحمتوں سے دور کیا! ہم لوگ ان حالات میں خط لکھ رہے ہیں کہ اموی حاکم نعمان بن بشیر قصر دار الامارہ میں موجود ہے لیکن ہم نہ تو نماز جمعہ میں جاتے ہیں اورنہ ہی نماز عید اس کے ہمراہ انجام دیتے

جلداز جلد خود کو کوفہ سے بصرہ پہنچایا، جیسا کہ طبری نے جلد ۴،ص ۴۴۸ پر لکھا ہے۔ آپ کی فدا کاری کا دوسرا رخ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو قتل و غارت سے روکنے اور اس سے مقاومت کے لئے حضرت نے ا ن کو خود ان کی قوم کے جوانوں
بسم اللہ الرحمن الرحیم : سلیمان بن صرد ، مسیب بن نجبہ ، رفاعہ بن شداد ، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مومنین و مسلمین کی جانب سے حسین ؑبن علی ؑکے نام۔ آپ پر سلام ہو !ہم آپ کی خدمت میں اس خدا کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔ اما بعد : حمد اس خدا کی جس نے آپ کے بدترین اور کینہ توز دشمن کو درہم و برہم کردیا، وہ دشمن جس نے خدا کی ذرہ برابر پرواہ کئے بغیر اس امت پر حملہ
کے ہمراہ روانہ کیا ۔(طبری ، ج۵، ص۱۳۵)وہ سلیمان بن صرد کی وفات کے بعد توابین کے دوسرے قائد تھے ۶۵ھ میں توابین کے ہمراہ جنگ میں ان کو قتل کردیاگیا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۹۹) ۔

[1] کشی نے اپنے رجال کے ص۶۵، حدیث ۱۱۸میں لکھا ہے : ان کا شمار ان صالحین میں ہوتا ہے جنہوں نے ابوذر کو دفن کیا ہے۔ شیخ ؒ نے اپنے رجال کے ص ۴۱ پرانہیں اصحاب امیر المومنینؑ اور ص ۶۸ پر اصحاب امام حسن علیہ السلام میں ذکر کیا ہے ،البتہ وہاں ''البجلی'' کا اضافہ ہے۔ جنگ صفین میں قبیلہ بجیلہ یا بجلہ کی سر براہی آپ کے ہاتھوں میں تھی۔ (صفین، ص ۲۰۵) حجر بن عدی اور عمر و بن حمق کے ساتھیوں کے ہمراہ انہوں نے اموی ظلم وستم کے خلاف اپنے مبارزہ کوجاری رکھا اور ان دونوں بزرگوار کی شہادت کے بعد زیاد بن ابیہ کے ہاتھوں سے نکل بھاگے۔(طبری ،ج۵، ص ۲۶۵)آپ وہ دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے توابین کے لئے تقریر کی(طبری ،ج ۵، ص ۵۵۳) توابین کی فوجی تنظیم کی ذمہ داری آپ ہی کے سرتھی۔ (طبری، ج ۵ ،ص ۵۸۷) توابین کے آخری امیر آپ ہی تھے۔(طبری، ج۵،ص ۵۹۶) آپ میمنہ والوں کے درمیان تقریر کرکے جنگ کے لئے ان کے حوصلوں کو بلند کیا کرتے تھے(طبری ،ج ۵،ص ۵۹۸) آپ مسلسل اسی طرح مصروف جنگ رہے(طبری ،ج ۵،ص ۶۰۱) لیکن رات کے وقت لوٹ کر کوفہ آگئے(طبری ،ج ۵،ص ۶۰۵) پھر مختار نے ان کو پیغا م بھیج کر بلوایا (طبری ، ج ۶ ، ص ۸)اور اپنے لئے بیعت لی لیکن انہوں نے اہل یمن کے ہمراہ کوفہ میں مختار کے خلاف خروج کیا اور انہی کے ہمراہ نماز پڑھنے لگے۔(طبری، ج۶ ،ص ۴۷)پھر جب انہوں نے سنا کہ ہمدان کا ایک شخص مختار کے نعرہ " یا لثارات الحسین علیہ السلام ''کے جواب میں ''یا لثارات عثمان'' کا نعرہ لگا رہاہے تو رفاعہ نے کہا : ہم کو عثمان سے کیا مطلب ، ہم ان لوگوں کے ہمراہ نہیں لڑیں گے جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں ،یہ کہہ کر ان لوگوں سے جدا ہوگئے اور یہ شعر پڑھنے لگے:''انا ابن شدّاد اعلی دین علی لست لعثمان بن اروی بولی ''میں شدّاد کا فرزند علی کے دین پر ہوں عثمان بن اروٰی میرا سر پر ست نہیں ہے ۔
آپ مقام ''سبخہ'' پر'' مھبذان'' کے حمام کے پاس عبادت کی حالت میں قتل کئے گئے ۔(طبری ،ج۶، ص ۴۰۰)

[2] آپ امام حسین علیہ السلام کے لشکرمیں میسرہ کے سردار تھے۔ (طبری، ج ۵،ص ۴۲۲)اموی لشکر کے ایک حصّے کا سربراہ حصین بن تمیم آپ کو قتل کر کے بہت بالیدہ تھا ۔ قتل کرنے کے بعد اس نے آپ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا ۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کر دیا۔ باجمیرا کی جنگ میں یہ دونو ں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔(طبری، ج۵،ص ۴۴۰)

[3] مقتل خوارزمی ،ص ۱۹۴

ہیں ، ہم اگر آگاہ ہوگئے کہ آپ کا گرانمایہ وجود ہمارے شہر اور دیار کی طرف روانہ ہے تو اسے اپنے شہر سے نکال کر شام کی طرف روانہ کردیں گے ۔ آپ پر خدا کا درود و سلام ہو ۔ پھر ہم لوگوں نے عبد اللہ سبع ہمدانی[1] اور عبداللہ بن وال تمیمی[2] کے ہاتھوں اس خط کو روانہ کیا ۔ یہ دونوں افراد تیزی کے ساتھ نکلے اور ۱۰ ،رمضان المبارک تک امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے[3] پھر دو دن صبر کر کے ہم لوگوں نے قیس بن مسہر صیداوی[4] عبد الرحمن بن عبداللہ بن الکدن ارجی[5] اور عمارہ بن عبید سلولی[6] کو پھر روانہ کیا یہ افراد ۱۵۰، خطوط لیکر روانہ ہوئے[7] ۔ قابل ذکر ہے کہ ان میں سے ہر ایک خط دو یا تین یا چند افراد کی طرف سے لکھا گیا تھا ۔ محمد بن بشر ہمدانی کہتا ہے کہ دو دن گذرنے کے بعد ہم نے پھر ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھوں اس طرح خط لکھ کر روانہ کیا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم : للحسین بن علی ، من شیعتہ من المومنین والمسلمین اما بعد : فحیّ ھلا ،فان الناس ینتظرونک ولا رأی لھم فی غیرک فالعجل العجل والسلام علیک[8] '' حسین بن علی کے نام یہ خط ان کے شیعوں کی جانب سے ہے جو مومن و مسلم ہیں ۔اما بعد :

---

[1] شیخ مفید نے اس شخص کا نام عبداللہ مسمع ذکر کیا ہے ۔ (الا رشاد، ص ۲۰۳) خوارزمی نے عبداللہ بن سبیع ذکر کیا۔(ص ۱۹۴) آپ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے ۔

[2] سبط بن جوزی نے عبداللہ بن مسمع البکری لکھا ہے۔(ص۱۹۴) شیخ طوسی ؒ نے فقط دونوں کے ناموں پر اکتفا کیا ہے۔ایک کا نام عبداللہ اور دوسر ے کا نام عبیداللہ لکھ کر کہا کہ یہ دونوں معروف ہیں۔ (رجال شیخ، ص۷۷) عبد اللہ بن وال تمیمی توابین کے تیسرے سردار تھے اور وہیں قتل کردئے گئے۔(طبری ،ج۵،ص ۶۰۲)

[3] الارشاد،ص ۲۰۳، تذکرۃ خواص ،ص ۲۴۴

[4] یہ قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے تھے۔یہ مسلم بن عقیل کے ہمراہ عراق کی طرف لوٹے لیکن جب راستہ میں مشکل پیش آئی تو جناب مسلم نے خط لکھ کر ان کے ہاتھوں انہیں امام حسین علیہ السلام کے پاس روانہ کیا۔ (طبری ،ج ۵، ص ۳۵۴) اس کے بعد یہ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ آرہے تھے لیکن جب یہ قافلہ مقام '' بطن الحاجر '' تک پہنچا تو ایک خط لکھ کر امام حسین علیہ السلام نے ان کو کوفہ روانہ کیا۔ جب یہ خط لیکر مقام قادسیہ تک پہنچے تو حصین بن تمیم تمیمی نے ان کو پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو چھت سے نیچے پھینک دیا جا ئے۔ حکم پر عمل کیا گیا اور قیس بن مسہر صیداوی کو قصر سے نیچے پھینک دیا گیا ، جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور یہ شہید ہو گئے ۔(طبری ،ج،۵،ص ۳۹۵) جب امام حسین علیہ السلام مقام '' عذیب الھجانات '' تک پہنچے تو آپ کو جناب قیس کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر ایسی روح فرساتھی کہ امام علیہ السلام کی آنکھیں پُر نم ہو گئیں؛ آپ کے آنسو تھم نہ سکے اور بے ساختہ بول اٹھے: ''منہم من قضی نحبہ ... اللہم اجعل لنا ولہم الجنۃ نزلا واجمع بیننا وبینہم فی مستقرّرحمتک ورغائب مذ خورثوابک'' (ج ۵، ص ۴۰۵)ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد وفا کیا اور کچھ منتظر ہیں... خدا یا اپنی جنت کوہمارے اور ان کے لئے منزل گاہ قرار دے اور اپنی رحمت کی قرار گاہ اور اپنے گنجینہء ثواب میں ہم کو اور ان لوگوں کو آپس میں جمع کردے!

[5] شیخ مفید نے ارشاد کے ص۲۰۳پر ان کا نام عبداللہ و عبد الرحمن شدادی ارجی لکھا ہے۔ سبط بن جوزی نے اپنی کتاب کے ص ۱۹۴ پر عبداللہ بن عبدالرحمن لکھا ہے ۔یہ جناب مسلم کے ساتھ عراق آئے تھے۔(طبری ،ج۵،ص۳۵۴)

[6] خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۹۵ پر ان کا نام عامر بن عبید لکھا ہے۔شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳،اور سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر عمارہ بن عبداللہ سلولی لکھا ہے۔یہ بھی حضرت مسلم کے ہمراہ عراق آئے تھے۔ (طبری ،ج۵،ص ۳۵۴) یہ ہانی کے گھر میں بھی تھے (طبری ،ج۵،ص ۳۶۳) لیکن اس کے بعد ان کا کو ئی پتہ نہیں ملتا۔

[7] طبری نے ۵۳، خطوط کا تذکرہ کیا ہے لیکن شیخ مفید نے ص ۲۰۳ پر ۱۵۰، خطوط مرقوم فرمائے ہیں۔یہی تعداد سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر ہشام اور محمد بن اسحاق کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ اسی طرح خوارزمی نے بھی اپنے مقتل ص ۱۹۵، پر'' اعثم کوفی'' کے حوالے سے اتنی ہی تعداد کا تذکرہ کیا ہے۔ .ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طبری کے یہاں '' ثلا ثہ '' اور ''مأۃ '' کے درمیان تصحیف ہو گئی ہے۔

[8] الارشاد ،ص۲۰۳، تذکرۃالخوص ،ص۲۴۴

اے فرزند پیغمبر! جلد از جلد ہماری طرف آجائیے کیونکہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ کے علاوہ ان کا دل کسی دوسرے کے لئے نہیں تڑپ رہا ہے لہٰذا جلدی کیجئے جلدی۔ والسلام اب چوتھا خط شبث بن ربعی[1] حجار بن ابجر،[2] یزید بن حارث بن یزید بن رویم[3] عزرہ بن قیس[4] عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمر تمیمی[2] نے روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے: اما بعد فقد اخضرّ الجنان،

---

[1] یہ شخص قبیلۂ ''تمیم ''کے خاندان یر بوع سے تعلق رکھتا ہے لہٰذ یربوعی تمیمی کہا جا تا ہے۔ (طبری ،ج ۵،ص ۳۶۹) یہ شخص پہلے جھوٹے مدعی نبوت سجاح کا موذن تھا (طبری ،ج ۳،ص ۲۷۳) پھر بعد میں مسلمان ہو گیا اور عثمان کا معین ومددگار ہو گیا۔ بعدہ علی علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کرلی۔ یہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر میں تھا اور بنی عمروبن حنظلہ کا سر براہ تھا ۔(صفین ، ص ۲۰۵) جنگ نہروان میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں میسر ہ کا سر دار تھا (طبری ،ج ۵،ص۸۵) ایک جماعت کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان پیغام رسانی بھی کرتا رہا (صفین، ص ۹۷) لیکن بعد میں اس نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی (طبر،ی ج ۵،ص ۲۶۹) اور روز عاشورا اموی لشکر میں پیدلوں کا سردار تھا (طبری، ج ۵،ص ۴۶۶) اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے یہ امام حسین علیہ السلام سے لڑنا پسند نہیں کرتا تھا اسی لئے جب اس سے عمر سعد نے کہا : کیا تم آگے بڑھ کر ان تیراندازوں کے ساتھ ہونا پسند نہیں کروگے جو حسین پر تیروں کی بارش کرنے والے ہیں ؟ اس پر شبث نے کہا : سبحان اللہ تو خاندان مضر کے بزرگ اور کوفہ کے تیراندازوں کے گروہ میں مجھے بھیج رہا ہے، کیا تجھے کوئی اور نہ ملا جسے میرے بدلے میں وہاں بھیج دے ؟ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ کہا کر تا تھا ؟ خدا اس شہر (کوفہ)کے لوگوں کو کبھی بھی اچھائی عطا نہیں کرے گا اور کبھی بھی عقل ورشد کی راہ کو نہیں کھولے ، کیا تم لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہو تا کہ ہم نے علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند کے ہمراہ پانچ سال تک آل ابو سفیان کے خلا ف لڑائی لڑی ہے لیکن اس کے بعد ہم ان کے فرزند کے دشمن ہو گئے جو زمین پر سب سے بہترتھے۔ ہم آل معاویہ اور زناکار سمیہ کے بیٹے کے ہمراہ ان سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ ہا ئے رے گمراہی ؛وائے رے گمراہی ! (طبری، ج ۵ ،ص ۴۳۲ ۔ ۴۳۷) یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم بن عوسجہ کی شہادت پراہل کوفہ کے خوش ہونے پر ان کی ملا مت کی ہے ۔(طبری ،ج۵،ص ۴۳۶)
لیکن اس کے بعد ابن زیادکے سخت موقف سے ہرا ساں ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اپنی خوشی کا اظہار
کرنے کے لئے ایک مسجد بنوادی (طبری ،ج۶، ص ۲۲) پھر ابن زبیر کی طرف سے ابن مطیع کے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ اس نے جناب مختارسے پیکار کی ہے ۔(طبری ،ج ۶، ص۲۳)

[2] یہ شخص قبیلۂ عجل سے متعلق ہے لہٰذ العجلی کہا جا تا ہے۔ (طبری، ج ۵،ص۳۶۹) اس کا باپ نصرانی تھا اور ان کے درمیان ایک خاص مقام و منزلت کا حامل تھا۔(طبری ،ج۵،ص ۴۲۵) اس کا شمار ان لوگوں میں ہو تا جنہوں نے حجربن عدی کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۲۷۰) جس دن جناب مسلم نے خروج کیا اس دن یہ حجر بن عدی کے بیٹے کے لئے پر چم امان لہراتا ہوا آیا ۔(طبری ،ج۵ ،ص۳۶۹) اسی شخص نے کربلا میں روز عاشوراس سے انکار کر دیا کہ اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا (طبری ،ج ۵ ،ص ۴۲۵) پھر اس نے مختار سے محاربہ کیا (طبری ،ج ۶،ص ۲۲) اس کے بعد مصعب کے لئے عبد اللہ بن حر سے جنگ کی اور وہاں سے بھا گ کھڑا ہوا ۔اس پر مصعب نے اس کی سرزنش کی پھر چھوڑ دیا۔(طبری، ج ۶، ص ۱۳۶) یہ کو فہ کے ان لوگوں میں سے ہے جن کو عبد الملک بن مروان نے خط لکھا تو ان لوگوں نے اصفہان کی حکومت کی شرط لگائی اور اس نے انہیں وہ سب کچھ دیدیا (طبری، ج ۶،ص ۹۵۶) لیکن یہ شخص مصعب کے ہمراہ دکھا وے کے لئے عبد الملک سے جنگ کے لئے نکلا لیکن جب مصعب نے جنگ کے لئے بلا یا تو کہنے لگا میں اس سے معذرت چاہتا ہوں ۔(طبری، ج ۶، ص ۱۵۸) یہ ۷۱ ھ ؁ تک زندہ رہا اس کے بعد اس کاکو ئی پتہ نہیں ۔

[3] اس کی کنیت ابو حوشب شیبانی ہے۔ اس شخص نے روز عاشورہ اس بات سے انکار کردیا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج ۵،ص ۴۲۵) جب یزید قتل ہو گیا اور عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا حاکم ہوا تو عمر وبن حریث نے لوگوں کو ابن زیاد کی بیعت کے لئے بلا یا ۔ اس وقت یہی یزید بن حارث اٹھا اور بولا : خدا کی حمد وثنا کہ اس نے ہمیں ابن سمیہ سے نجات دی؛ جس میں کوئی کرامت ہی نہیں تھی ، اس پر عمر وبن حریث نے حکم دیا کہ اس کو پکڑکے قید کر دیا جائے لیکن بنی بکر بن وائل نے بیچ بچاؤ کرا کے اس کو نجات دلائی ۔(طبری، ج ۵،ص ۵۲۴) اس کے بعد یہ عبد اللہ بن یزید خطمی انصاری کے ساتھیوں میں ہو گیا جو ابن زبیر کی جانب سے ابن مطیع سے قبل کوفہ کا والی تھا اور اس کو سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کے خروج سے پہلے ان سے جنگ کرنے پر اکسایا کرتا تھا۔ (طبری ،ج ۵،ص ۵۶۱ ۔ ۵۶۳) پھر یہ عبداللہ بن یزید کو مختار کے قید کرنے پر اکسایاکر تا تھا (طبری، ج۵،ص۵۸)پھر ابن مطیع نے اسے مختار سے جنگ کرنے کے لئے ''جبانۃمراد''کی طرف بھیجا (طبری ،ج ۶،ص ۱۸) لیکن مختار نے اس کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا (طبری ،ج۶،ص ۱۲۴) پھر مختار کی حکومت کے زمانے میں بنی ربیعہ کے ساتھ اس نے مختار کے خلاف پرچم بغاوت بلند کردیا(طبری، ج ۶، ص ۴۵) لیکن مقابلہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑاہوا (طبری ،ج۶،ص ۵۲) پھر ابن ز بیرکی جانب سے مقرر والی کوفہ حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ ۶۸ھ ؁ میں اس جنگ میں شرکت کی جو''ازارقہ'' کے خوارج سے ہوئی تھی (طبری،ج ۶،ص ۱۲۴) پھر مصعب نے اسے مدائن کا امیر بنا دیا۔ (طبری ،ج ۶،ص۱۲۴) بعدہ عبد الملک بن مروان کی جانب سے ۷۰ ھ ؁ میں شہر
ری کا والی مقرر ہوا ۔(طبری ،ج ۶،ص ۱۶۴) آخر کار خوارج نے اسے قتل کردیا۔ (ابصار العین، ص ۱۵) اس کے دادا یزید بن رویم شیبانی بزرگان کوفہ میں شمار ہوتے تھے جو جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے ۔(صفین، ص ۲۰۵)

[4] اسے احمسی کہتے ہیں ا سکا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری، ج۵،ص ۲۷۰) اسی لئے اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تاکہ اپنی جنایتوں کو اس تحریر کے ذریعے چھپاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس جاکر یہ پوچھنے کو کہا کہ آپ کو یہاں کون لایا ہے ؟تو شرم سے یہ مولاکے پاس نہ گیا اور یہی وجہ تھی کہ جب نویں محرم کی شب کو یہ شخص جناب زہیر سے روبرو ہوا تو جناب زہیر قین نے اس کی بے حیائی پر کہہ دیا کہ خدا کی قسم کیا تو ہی نہ تھا کہ جس نے خط لکھاتھا ؟ کیا تو نے پیغام رساں کو نہیں بھیجاتھا اور کیا تو نے ہماری مدد و نصرت کا

أینعت الثمار ، و طمت الجمام فاذاشئت فاقدم علی جندلک مجنّد ہ ؛ والسلام علیک[3] اے پسر پیغمبر !ہمارے سارے باغ و بوستان سرسبزو شاداب ہیں ،تمام کے تمام پھل پک چکے ہیں اور ساری نہریں اور کنویں جل تھل ہیں ۔ اگر آپ آنا چاہتے ہیں تو تشریف لے آئیے! سپاہ حق آپ کے ہمراہ آمادہ نبرد ہے ۔ والسلام علیک امام حسین علیہ السلام کا جواب:تمام پیغام رساں مولا کے حضور میں حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے ان سب کے خطوط پڑھ کر وہاں کے لوگوں کی احوال پرسی کی ؛پھر ہانی بن ہانی السبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی (جو نامہ بروں کے سلسلے کے آخری رکن تھے) کے ہمراہ خط کا جواب اس طرح لکھا :بسم اللہ الرحمن الرحیم : من الحسین بن علی، الی الملأ من المومنین والمسلمین ،اما بعد : فان ھانئاًو سعیداًقدِ ما علیّ بکُتُبکُم ۔ وکانا آخر من قدِم علیّ من رسلکم ۔ وقد فھمت کل الذی اقتصصتم و ذکرتم ، ومقالۃجلّکم : اِنہ لیس علینا اِمام فاقبل ، لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الھدی والحق. و قد بَعَثتُ الیکم اخی وابن

وعدہ نہیں کیا تھا ؟ یہ چونکہ عثمانی مذہب تھا لہٰذا جناب زہیر سے کہنے لگا : تیرا تعلق بھی تو اس گھرانے سے نہ تھا، توبھی تو عثمانی مذہب تھا ۔(طبری، ج۵،ص ۴۱۷) عمر سعد نے اسے سواروں کی نگہداری پر مقرر کیا تھا ۔اوریہ رات میں ان سب کی نگہداشت کرتا تھا (طبری ،ج ۵،ص ۵۲۲) لیکن اصحاب امام حسین علیہ السلام اسے گھوڑوں کو چھپانے نہیں دیتے تھے بلکہ اسے آشکار کردیتے تھے۔ اس پر اس نے پسر سعد سے شکایت کی اور درخواست کی کہ ا سے اس امر سے باز رکھا جائے اور پیدلوں کی سر براہی دیدی جائے اور پسر سعد نے ایسا ہی کیا۔ (طبری ،ج ۵ ،ص ۴۳۶) اس ملعون کا شمار انہی لوگوں میں ہوتاہے جنہوں نے امام علیہ السلام اوران کے اصحاب کے مقدس سروں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا تھا۔(طبری ،ج ۵،ص ۴۵۶) اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں ملتی ۔

[1] اس کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جنا ب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری ، ج ۵،ص ۲۷۰) اس کی بہن روعہ بنت حجاج، ہانی بن عروہ کی بیوی اور یحیٰ بن ہانی کی ماں تھی۔ (طبری، ج۵،ص ۳۶۴) جب ہانی شہید ہوگئے تو یہ قبیلہ" مذحج ‘‘کے جم غفیر کو لیکر ابن زیاد کے محل کے پاس پہنچا۔ جب دربار میں خبر پہنچی تو ابن زیاد نے قاضی شریح کو بھیج کر یہ کہلوادیا کہ وہ زندہ ہیں ؛اس پر سارا مجمع متفرق ہوگیا۔ (طبری، ج۵ ،ص ۳۶۷) پھر یہ شخص کربلا پہنچاتوپسر سعد نے اسے ۵۰۰؍ سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ سب کے سب فرات کے کنارے گھاٹ پر کھڑے ہوگئے کہ امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ یہ واقعہ شہادت سے تین دن پہلے کا ہے (طبری ،ج۵،ص ۴۱۲) ۹؍ محرم کو جب امام علیہ السلام نے ایک شب کی مہلت مانگی اور پسر سعد لوگو ں سے مشورت کرنے لگا تو اس شخص نے پسر سعد سے مہلت نہ دینے کے سلسلہ میں ملامت کی۔ (طبری، ج۵،ص ۴۱۷) روز عاشورہ یہ شخص فرات کی طرف پسر سعد کے لشکر میں میمنہ کا سردار تھا ۔(طبری، ج۵،ص ۴۲۲) اسی فرات کی طرف سے امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر یہ حملہ آور ہوتا اور سپاہیوں کو ان کے قتل پر اکساتاتھا۔ (طبری، ج۵،ص ۴۳۵) یہ انہیں لوگوں میں ہے جو شہداء کے سر کو کوفہ لے گئے تھے۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۵۶) بعدہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف جنگ پرآمادہ ہوگیا (طبری ، ج۶،ص ۲۸) اور ’’سکۃ الثوریین‘‘سے ۲؍ ہزار لوگوں کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلا(طبری ،ج۶ ،ص ۱۹۰) پھر ’’جبانہ مراد‘‘ میں قبیلہ مذحج کے پیر وں میں ہوگیا۔(طبری ،ج۶، ص ۴۵) جب مختار فتح یاب ہوگئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر یہ" شراف اور واقصہ‘‘ کے راستہ پر نکل گیا ۔اس کے بعد یہ شخص کہیں نہیں دیکھاگیا ۔(طبری، ج۶، ص ۵۲)

[2] اس کو ابن عطارد بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جناب حجربن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج۶،ص ۲۷۰) مختار سے جنگ کے وقت یہ مضر کا ہم پیمان تھا۔(طبری ، ج۶،ص ۴۷) اس کے بعداس نے مختار کی بیعت کر لی تو مختار نے اسے آذر بایجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ (طبری ، ج۶، ص ۳۳۴) خوارج ازارقہ سے جنگ کے موقع پر یہ شخص حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ تھا جو کوفہ میں ابن زبیر کی طرف سے حاکم مقرر ہواتھا ۔(طبری، ج۶ ، ص ۱۲۴) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جس کابنی مروان کے حاکم عبدالملک بن مروان سے مکاتبہ ہواکرتاتھا۔ (طبری ، ج۶، ص ۱۵۶) اس کے بعد عبدالملک نے اس کو ہمدان کا گورنر بنادیا۔ (طبری ،ج۶، ص۱۶۴) جب یہ دوبارہ لوٹا تو اس وقت ۷۵ھ ؁ میں حجاج بن یوسف کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔(طبری ، ج۶، ص ۲۰۴) اس کے بعد اس کا سراغ نہیں ملتا ۔
اس کا باپ عمیر بن عطار د کوفہ کے قبیلہ تمیم کا ہم پیمان تھا جو صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ (صفین، ص ۲۰۵) یہی وہ شخص ہے جس نے زیاد کے سامنے عمرو بن حمق خزاعی کے خون کے سلسلے میں سفارش کی حتی کہ عمرو بن حریث اور زیاد نے اس کی ملامت کی ۔ (طبری ، ج۵، ص ۲۳۶)

[3] الارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۳ وتذکرۃ الخواص ، سبط بن جوزی، ص ۲۴۴ ، ذرا غور تو کیجئے کہ دنیا کے متوالے یہ سمجھ رہے تھے کہ امام علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دنیاوی چیزوں سے لبھایا جائے ، ہائے رے عقل کا دیوالیہ پن ۔

عمی و ثقتی من اھل بیتی (مسلم بن عقیل) وأمرتہ ان یکتب الیّ بحالکم وأمرکم و رأیکم . فان کتب الیّ : انہ قد أجمع رأی ملئکم ، وذوی الفضل و الحجی منکم ، علی مثل ما قدمت علی بہ رسلکم ، وقرأت فی کتبکم ،أقدم علیکم وشیکاً،ان شاء اللہ ، فلعمری ما الامام الاالعامل بالکتاب ، والآخذبالقسط ، والدائن بالحق ، والحابس نفسہ علی ذات اللہ ، والسلام ؛بسم اللہ الرحمن الرحیم : یہ خط حسین بن علی کی طرف سے مومنین و مسلمین کے ایک گروہ کے نام بعد از حمد خدا،ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں ۔یہ دونوں ان نامہ رسانوں میں سے آخری نامہ رساں ہیں جو اب تک میرے پاس آچکے ہیں میں نے تمام ان چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جس کا قصہ تم لوگوں نے بیان کیا اور جن باتوں کا تم لوگونے ذکر کیا ہے۔ تم میں اکثر و بیشتر لوگوں کی گفتگوکا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے لہٰذا آجائیے ، شاید خدا وند عالم آپ کے وسیلہ سے ہم لوگوں کو ہدایت و حق پر جمع کردے۔

میں تمہاری طرف اپنے بھائی ، اپنے چچا کے بیٹے (مسلم بن عقیل) اور اپنے خاندان کی اس فرد کو بھیج رہا ہوں جس پر مجھے اعتماد ہے ۔میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ وہاں جا کر تمہارے آراء و خیالات سے مجھ کو مطلع کریں ، اب اگر انھوں نے مجھکو مطلع کردیا کہ تمہارے خیالات وہی ہیں جو تم نے اپنے خطوط میں تحریر کئے ہیں ؛ جسے میں نے دقت سے پڑھا ہے اور صرف عوام نہیں بلکہ تم میں کے ذمہ دار اور صاحبان فضل و شرف افراد بھی اس پر متفق ہیں تو انشاء اللہ بہت جلد میں تم لوگوں کے پاس آجاؤں گا ۔ قسم ہے میری جان کی !امام تو بس وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرنے والا ہو ، عدل و انصاف قائم کرنے والا ، حق پر قائم ،اس کو اجراء کرنے والا اور اللہ کی راہ میں خود کووقف کردینے والا ہو ۔ والسلام

[1] طبری ج ۵، ص۳۵۳، ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشر ہمدانی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے ، شیخ مفید نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ''الارشاد'' ،ص۲۰۴، تذکرۃالخواص ، ص ۱۹۶

حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر

امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو بلایا اور قیس بن مسہر صیداوی[1] عمارہ بن عبید السلولی[2] اور عبد الرحمن عبداللہ بن الکدن ارجی[3] کے ہمراہ آپ کو روانہ کیا ۔ مسافرت کے وقت آپ نے ان کو تقویٰ کی سفارش کی، باتوں کو صیغہ راز میں رکھنے کو کہا اور لوگوں کے ساتھ عطوفت و مہربانی سے پیش آنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم نے محسوس کیا کہ لوگ اپنے کئے ہوئے وعدہ پر برقرار ہیں تو مجھے فوراً اس سے مطلع کرنا ۔ مسلم بن عقیل وداع ہو کر کوفہ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں مدینہ آئے، مسجد رسول خدا میں نماز ادا کی، اس کے بعد اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے رخصت ہو کر راہی کوفہ ہوئے۔ قیس نے راستے کی شناخت کے لئے دو ایسے لوگوں کو ہمراہ رکھا جو راستے سے آگاہ تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ ادھر ادھر بھٹکنے کی وجہ سے ان لوگوں پر پیاس کا غلبہ ہوا ۔ اس پر دونوں راستہ شناس افراد نے کہا : آپ لوگ اس راستے کو پکڑ لیں اس کے انتہا پر پانی موجود ہے لیکن ان لوگوں کو وہاں بھی پانی میسر نہ ہو ا ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ افراد موت کے دھانے پر پہونچ گئے۔ آخر کار چارونا چار یہ لوگ مدینہ پلٹ گئے۔

راستہ سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط درہ خبیت کے ایک تنگ گوشہ سے جناب مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا اور قیس بن مسہر کے ہاتھوں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا ۔ خط کا مضمون یہ تھا '' اما بعد : فانّی اقبلت من المدینة معی دلیلان لی ، فجارا عن الطریق وضلاّ ، واشتد علینا العطش، فلم یلبثا أن ماتا ، وأقبلنا حتی انتھینا الی الماء ، فلم ننج الا بحشا شة أنفسنا ، وذلک الماء بمکان یدعی المضیق من بطن الخُبیت[4] قد تطیرّت من وجھی ھٰذا ، فان رأیت اعفیتنی منہ وبعثت غیری[5] والسلام''

---

[1] یہی وہ افراد ہیں جو کوفیو ں کے ١٥٠ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حا ضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہوچکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدرہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبداللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفید نے عبدالرحمن بن عبداللہ تحریر کیا ہے اورعبد اللہ اور عبدالرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ٢٠٤۔

[2] یہی وہ افراد ہیں جو کوفیو ں کے ١٥٠ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حا ضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہوچکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدرہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبداللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفید نے عبدالرحمن بن عبداللہ تحریر کیا ہے اورعبد اللہ اور عبدالرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ٢٠٤۔

[3] یہی وہ افراد ہیں جو کوفیو ں کے ١٥٠ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حا ضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہوچکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدرہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبداللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفید نے عبدالرحمن بن عبداللہ تحریر کیا ہے اورعبد اللہ اور عبدالرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ٢٠٤۔

[4] خبیت مدینہ کے اطراف میں مکہ کے راستہ کی طرف ایک جگہ ہے جہاں یہ دونوں راہنما گم ہو کر مکہ کی طرف نکل پڑے تھے۔ جیساکہ ابصار العین میں موجود ہے۔ ص١٦

[5] ارشاد، ص ٢٠٤و خوارزمی ص ١٩٧پر تھوڑے سے فرق کے ساتھ طبری نے بھی معاویہ بن عمار کے واسطہ سے اسے امام باقرعلیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ ج ٥،ص ٣٤٧

اما بعد : میں مدینہ سے دو ایسے افراد کے ساتھ نکلا جو راستہ سے آشنا تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے ۔ اسی حالت میں ہم پر پیاس کا غلبہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں جان بحق ہو گئے ۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ گئے ،اس طرح ہم لوگ موت کے منہ سے نکل آئے ۔ یہ پانی درہ خبیت کے ایک تنگ گوشہ میں ہے ۔ میرے مولا میں نے اس سفر کو فال بد سمجھا ہے لہٰذا اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمادیں اور کسی دوسرے کو اس کام کی انجام دہی کے لئے بھیج دیں ۔

والسلام مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب خط ملتے ہی امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو جواب دیا '' : اما بعد : فقد خشیت ان لا یکون حملکَ علی الکتاب الیّ فی الا ستعفا ء من الو جہ الذّی وجّھتک لہ الا الجبن ، فامض لو جھک الذی وجھتک لہ، والسلام علیک ''

امابعد :مجھے اس کا خوف ہے کہ تم نے اس عظیم سفر سے جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے معافیت طلبی کا خط فقط خوف و ہراس کی بنیاد پر لکھا ہے لہٰذا میری رای یہ ہے کہ فوراً اس کام پر نکل پڑو جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے ۔ والسلام علیک جناب مسلم نے خط کے جواب کو پڑھ کر کہا : میں اس سفر میں اور اس کام کی انجام دہی میں اپنی جان سے ہرگز خوف زدہ نہیں ہوں ۔ یہ کہہ کر مسلم وہاں سے نکل پڑے ۔ چلتے چلتے ایک منزل گاہ اور چشمہ آب تک پہنچے جو قبیلۂ '' طئی '' کا تھا ۔ آپ نے اس چشمہ کے پاس پڑاؤڈالااور کچھ دیر آرام کیا ۔ آرام کے بعد پھر وہاں سے سفر پر نکل پڑے ۔کچھ دیر چلنے کے بعد راستے میں جناب مسلم نے ایک شکاری کو ہرن کا شکار کرتے ہوئے دیکھا ۔جب اس شخص نے ہرن پر تیر مارا تو وہ بری طرح تڑپ رہا تھا ۔ حضرت مسلم نے اسے دیکھ کر کہا :اگر خدا چاہے گا تو ہمارا دشمن بھی اسی طرح نابود ہو جائے گا ۔

کوفہ میں جناب مسلمؑ کا داخلہ

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط ظ مسلم کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ ظ مسلم کی تلاش میں ابن زیاد کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ ظ مختار کا نظریہ مسلم ہانی کے گھر ظ دوسری صبح معقل شامی کی جاسوسی ظ جناب مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کی روانگی ابن زیاد کے قتل کا پلان ظ آگ اور پتھر کی بارش معقل ،جناب مسلم کے گھر میں ظ فریب امان اور

گرفتاری دربار میں ہانی کا احضار ظحضرت مسلم بن عقیل کی محمد بن اشعث سے وصیت ہانی، ابن زیاد کے روبرو ظ مسلم، محل کے دروازہ پر موت کی دھمکی ظ مسلم، ابن زیاد کے روبرو ہانی کے قید کے بعد ابن زیاد کا خطبہ ظحضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت جناب مسلم علیہ السلام کا قیام ظ جناب ہانی کی شہادت اشراف کوفہ کی خیانت ظتیسرا شہید پرچم امان کے ساتھ اشراف کوفہ ظ چوتھا شہید جناب مسلم علیہ السلام کی غربت و تنہائی ظ مختار قید خانہ میں ابن زیاد کا موقف ظ یزید کے پاس سروں کی روانگی یزید کا جواب ظ امام علیہ السلام کا مکہ سے سفر

کوفہ میں جناب مسلم علیہ السلام کا داخلہ

وہاں سے مسلم علیہ السلام پھر آگے بڑھے یہاں تک کہ اپنے تینوں ساتھیوں قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبیدالسلولی اور عبد الرحمن بن عبداللہ بن الکدن ارجی کے ہمراہ کوفہ میں داخل ہوئے[1] اور مختار بن ابو عبید ثقفی[2] کے گھر میں مہمان ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی شیعہ ہر چہار جانب سے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے لگے اور رفت و آمد کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ جب سب شیعہ جمع ہوگئے تو جناب مسلم نے ان کو امام علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا۔ خط کے مضمون کو سنتے ہی وہ سب کے سب رونے لگے۔ مختار وہاں سے راہی حجاز ہوگئے اور وہاں اس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری[3] اٹھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: ''اما بعد فانی لا أخبرک عن الناس ولا أعلم ما فی أنفسھم وما أغرک منھم، واللہ لاحدثنک عما أنا موطن نفسی علیہ واللہ لأ جیبنکم اذا دعوتم ولأ قاتلن معکم

---

[1] طبری ،ج۵، ص ۳۵۵ ، مروج الذہب ،ج ۲ ،ص ۸۶ ،کے بیان کے مطا بق کو فہ میں وارد ہونے کی تاریخ ۵ ، شوال ہے۔

[2] پہلی ہجری میں مختار نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ (طبری، ج ۲،ص ۴۰۲) ۳۷ ھ میں اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی کی جانب سے ان کی جانشینی میں مدائن کے گور نر ہوئے۔ (طبری ،ج ۵،ص ۷۶) عام الجماعتہ کے بعد ۴۰ھ تک اپنے چچا ہی کے پاس رہے۔ (طبری ،ج ۵ ،ص۱۵۹) طبری نے مختار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے بتایا کہ حسن بن علی (علیہماالسلام) نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی ہے۔ (ج ۵، ص ۵۶۹) زیاد کے زمانے میں مختار سے چا ہا گیا کہ وہ حجربن عدی کے خلاف گواہی دیں لیکن مختار نے اسے قبول نہ کیا۔ (طبری ،ج ۵، ص ۲۷۰) جناب مسلم کے قیام کے دوران آپ کا شمارپر چمداروں میں ہوتا تھا (ج۵،ص۳۸۱) لیکن جب جناب ہانی کے قید ہونے کی خبر سے مطلع ہوئے تو اپنے پر چم اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جناب مسلم کے خروج سے پہلے ہی کسی وعدہ کے بغیر قیام کردیا ،پھر جب عمروبن حریث نے مختارکو دعوت دی کہ ابن زیاد کے پر چم امن تلے آجاؤ اور صلح کر لو تو دھوکہ میں آکر مختار نے صلح قبول کرلی۔ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو چھڑی سے آپ کے چہرے پر حملہ کیا گیا۔جس کی وجہ سے آنکھ میں کافی چوٹ آئی اور ٹیڑھی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کو قید کر دیا گیا؛ یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ آپ کی بہن صفیہ، عبد اللہ بن عمر کی زوجہ تھیں لہٰذ امسلم نے اپنے چچا کے بیٹے زائد ہ بن قدامہ ثقفی کو ابن عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ مختار کی آزادی کے لئے یزید کو خط لکھے۔اس نے خط لکھ کر یزید سے مختار کی آزادی کی درخواست کی تو اس نے خط لکھ کر ابن زیاد کو حکم دیا کہ مختار کو آزاد کر د یا جائے لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا لیکن انہیں کو فہ سے نکال دیا۔

[3] اس کے بعدعابس جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کا خط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے ۔(طبری، ج۵، ص ۳۷۵)اس کے بعد یہ امام علیہ السلام کے ہی ساتھ رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(طبری ،ج۵،ص ۴۴۴) یہ قبیلہ ہمدان سے منسوب تھے۔

عدوکم ،ولأ ضربن بسیفی دونکم حتی ألقی اللہ، لا ارید بذالک الا ما عنداللہ‘‘ ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور ابن زبیر کے ہمراہ اہل شام سے بڑی شدید جنگ لڑی۔ یزید کی موت کے پانچ مہینہ بعد ابن زبیر کو چھوڑ دیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (طبری ،ج۵،ص۵۷۰ ۔ ۵۷۸) جب کوفہ میں وارد ہوئے تو سلیمان بن صرد خزاعی شیعوں کو توبہ اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے قصاص کی دعوت دے رہے تھے۔ مختار نے آکر دعویٰ کیا کہ وہ محمد حنفیہ کے پاس سے آرہے ہیں اور سلیمان فنون جنگ سے نا بلد ہیں لہٰذا خود کی جان بھی گنوائیں گے اور اپنے سپاہیوں کا بھی بے جا خون بہائیں گے۔

(طبری، ج۵،ص ۵۶۰و ۵۸۰)جب توابین نے خروج کیا تو ابن زبیر کے کارگزار ابن مطیع نے مختار کو قید کرلیا (ج۵،ص ۶۰۵) ایسی صورت میں مختار نے اپنے غلام زربی کو ابن عمر کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ ابن زبیر کے کار گزار سے مختار کی رہائی کی درخواست کرے۔ ابن عمر نے خط لکھ کر درخواست کی تو اس نے عہدو پیمان کے ساتھ آزاد کر دیا۔ (طبری ،ج۶،ص ۸) آزاد ہو نے کے بعد مختار نے خروج کیا اور تمام امور پر غلبہ پا کر جنگ شروع کی۔ابن زیاد سے گھمسان کی جنگ کی اور اسی جنگ میں اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد قاتلین امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا شروع کیا۔ آخر کار ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر نے مختار کو قتل کر ڈالا۔ (ج۶،ص ۶۷) قتل کرنے کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دیا کہ مختار کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھوک دی جائیں ۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور مسجد کے پاس مختار کو آویزاں کر دیا گیا۔وہ اسی طرح لٹکے رہے یہاں تک کہ حجاج ثقفی نے اسے ہٹایا۔ (طبری، ج۶،ص ۱۱۰) مصعب نے مختار کی پہلی بیوی عمرۃ بنت نعمان بن بشیر کو قتل کردیا اور دوسری بیوی ام ثابت بنت سمرہ بن جندب کو چھوڑ دیا۔ (ج۶،ص۱۱۲) ۷۱ھ میں مصعب نے عبد الملک سے جنگ کی ۔اس جنگ میں زائدہ بن قدامہ ثقفی بھی حاضر تھا؛ پس اس نے مصعب کو قتل کر دیا اور آواز دی ''یا لثارات المختار'' یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے۔ (طبری ،ج۶،ص ۱۵۹) مختار کا گھر مسجد کے پاس تھا تو عیسی بن موسی عباسی نے ۱۵۹ھ میں اسے مختار کے وارثوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ (طبری، ج۸، ص۲۲)بادی النظر میں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مختار نے مسلم علیہ السلام کو جو اپنے گھر میں روکا اس کا سبب یہی تھا کہ وہ امیر کوفہ نعمان بن بشیر کے نسبتی رشتہ

دار تھے اور اس پر طبری کی روایت کو اگر اضافہ کر دیا جائے کہ شیعہ مختار کی مذمت اس لئے کیا کرتے تھے کہ انھوں نے امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور ساباط میں ان پر حملہ کردیا ۔ (طبری، ج ۵،ص ۳۷۵) مختار کے سلسلے میں روایتوں کی زبان مختلف ہے اور سند کے اعتبار سے کوئی بھی روایت محکم نہیں ہے لہٰذا قابل اعتبار صاحبان رجال کا تحقیقی نظریہ یہی ہے کہ اگر کوئی روایت فقہی مسئلہ میں تنہا مختار سے نقل ہوئی ہو تو اس پر توقف کیا جائے گا ۔ مختار کے سلسلے میں طبری کی روایت معتبر نہیں ہے اور مختار کی شخصیت کو اس طرح گرانا اور بے حیثیت کرنا صحیح نہیں ہے ۔ (مترجم) اما بعد : اے مسلم !میں آپ کو لوگوں کی خبر نہیں دے رہا ہوں نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی میں ان کے سلسلہ میں آپ کو دھوکہ دوں گا ؛ خدا کی قسم میں وہی بولوں گا جو میرے دل میں پوشیدہ ہے ۔ خدا کی قسم جب بھی آپ مجھ کو بلائیں گے میں حتماً لبیک کہوں گا ، یہ آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے ضرور بالضرور قتال کروں گا،آپ کے سامنے اپنی شمشیر سے لقاء الٰہی تک لڑتا رہوں گا ۔ اس سلسلہ میں خدا کے نزدیک میرے لئے جو چیز ہے اس کے علاوہ میرا کوئی بھی منشاء نہیں ہے ۔ پھر حبیب بن مظاہر فقعسی اسدی کھڑے ہوئے اور فرمایا : '' رحمک اللّٰہ؛ قد قضیت ما فی نفسک بواجز من قولک '' اللہ تم پر رحم کرے (اے عابس) جو تمہارے دل میں تھا اور جو کچھ کہنا چاہئے تھا اسے تم نے بڑے مختصر جملوں میں بیان کردیا ۔

اس کے بعد پھر فرمایا '': وانا واللّٰہ الذی لا الہ الا ھو علی مثل ما ھو ھذا علیہ ''اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ میں نے بھی اس مرد کی راہ کو اپنی راہ قرار دیا پھر حنفی[1] نے بھی اسی طرح اپنا ارادہ ظاہر کیا،پھر ایک کے بعد ایک سب نے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کیا،اس کے بعد جناب مسلم کے پاس شیعوں کی رفت و آمد کا سلسلہ جاری ہوگیا ؛ یہاں تک کہ جناب مسلم کی منزل گاہ لوگوں کے لئے جانی پہچانی ہوگئی یہاں تک کہ اس کی خبر نعمان بن بشیر[2] کے کانوں تک پہنچ گئی ۔اس خبر کے شائع ہونے کے بعد وہ

[1] یہ وہی سعید بن عبداللہ حنفی ہیں جو اہل کوفہ کا خط لے کر امام علیہ السلام کے پاس گئے تھے اور امام علیہ السلام کا جواب لیکر کوفہ پہنچے تھے ۔

[2] طبری ، ج ۵ ، ص ۳۵۵ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے ابو ودّاک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو ودّاک کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر ہم لوگوں کے پاس آیا اور منبر پر گیا ۔

منبر پرآیا حمد وثنائے الہی کے بعد اس نے کہا : اما بعد : اے بندگان خدا ! تقوائے الہی اختیار کرو اور فتنہ و پراکندگی کی طرف جلدی جلدی آگے نہ بڑھو کیونکہ ان دو نوں صورتوں میں لوگ ہلاک ہوں گے ، خون بہیں گے اور اموال غصب ہوں گے ... میں کسی ایسے شخص سے جنگ نہیں کر سکتا جو مجھ سے جنگ کے لئے نہ آئے ؛اسی طرح میں کسی ایسے پر حملہ آور نہیں ہو سکتا جو مجھ پر یورش نہ کرے ، نہ ہی میں تم کو سب و شتم کرو ں گا نہ ہی تحریک ، نہ ہی بری باتوں کی نسبت دوں گا نہ ہی بد گمانی و تہمت لگاؤں گا ، لیکن اگر تم نے اپنے اندر کے کینہ کو صفحہ دل سے باہر آشکار کر دیا اور بیعت توڑ کر اپنے حاکم کے خلاف مخالفت کے لئے علم بلند کیا تو یا د رہے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ؛ میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنوں کو اس وقت تک تہہ تیغ کرتا رہوں گا جب تک میرے ہاتھ میں قبضہ شمشیر ہے ،خواہ تم میں سے کوئی میرا ناصر و مددگا ر نہ ہو ، لیکن مجھے اس کی امید ہے کہ تم میں سے جو حق کو پہچانتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جو باطل کی طرف پلٹتے ہیں ۔

نعمان بن بشیر کی تقریر کے بعد عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی [1] اٹھا (جو بنی امیہ کا ہم پیمان تھا) اور بولا : اس وقت تم جو سمجھ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے اس وقت تو سخت گیری کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے اپنے دشمنوں کے ساتھ تمہاری سیاست ناتواں اور ضعیف لوگوں کی سیاست ہے ۔ اس پر نعمان نے کہا : '' أن أکون من المستضعفین فی طاعۃ اللہ احب الی من أن أکون من الا عزین فی معصےۃ اللہ '' خدا کی اطاعت میں میرا شمار مستضعفین و ناتوانوں میں ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی معصیت میں میرا شمار صاحبان عزت میں ہو ، یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آیا ۔ عبداللہ بن مسلم وہاں سے نکلا اور یزید بن معاویہ کے نام ایک خط لکھا :امابعد : فان مسلم بن عقیل قد قدم الکوفہ ، فبایعتہ الشیعۃ للحسین بن علی ، فان کان لک بالکوفۃ حاجۃ فابعث الیھا رجلاقویاًینفذ أمرک ، و یعمل مثل عملک فی عدوک ، فان النعمان بن بشیر رجل ضعیف ، او ھو یتضعّف.امابعد : مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ چکے ہیں اور حسین بن علی کے چاہنے والوں نے ان کی بیعت کر لی ہے ۔ اب اگر تم کوفہ کو اپنی قدرت میں رکھنا چاہتے ہو تو کسی ایسے قوی انسان کو بھیجو جو

[1] اس کا نام ان لوگوں میں آتا ہے جنہوں نے جناب حجربن عدی کے خلاف گواہی دی ۔اس کا پورا نام عبداللہ بن مسلم بن شعبۃ الحضرمی ہے۔(طبری ، ج۵ ، ص ۲۶۹)

تمہارے حکم کو نافذ کر سکے اور اپنے دشمن کے سلسلہ میں تمہارے ہی جیسا اقدام پیش کر سکے کیونکہ نعمان بن بشیر ایک ناتوان انسان ہے یا شاید خود کو ضعیف دکھانا چاہ رہا ہے۔ پھر عمارہ بن عقبہ[1] اور عمر بن سعد بن ابی وقاص[2] نے ایسے ہی خطوط[3] لکھ کر یزید کو حالات سے آشنا کرایا۔ غلام سرجون[4] کو بلایا اور اس سے پوچھا: تمہاری رائے کیا ہے؟ کیونکہ حسینؑ نے کوفہ کی راہ اختیار کر لی ہے اور مسلم بن عقیل کوفہ میں حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں۔ دوسری طرف نعمان کے ضعف و ناتوانی اور اس کے برے بیان کے سلسلہ میں مسلسل خبریں آرہی ہیں تو اب تم کیا کہتے ہو؟ کوفہ کا عامل کس کو بناؤں؟ واضح رہے کہ یزید کو عبید اللہ بن زیاد بے انتہا ناپسند تھا۔ سرجون نے جواب دیا: تم یہ بتاؤ کہ اگر معاویہ زندہ ہوتا اور تم کو رائے دیتا تو کیا تم اس کی رائے کو قبول کرتے؟ یزید نے جواب دیا: ہاں۔ یہ سنتے ہی سرجون نے وہ وصیت نامہ نکالا جو ایسے ماحول کے لئے معاویہ نے لکھ کر مخفیانہ طور پر سرجون کے حوالے کیا تھا جس میں ایسی صورت حال میں کوفہ کو عبیداللہ بن زیاد کے سپرد کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ یہ وصیت نامہ دے کر سرجون نے کہا: یہ معاویہ کی رائے ہے جسے لکھ کر کے وہ مر گیا۔ یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود اس رائے کو فوراً قبول کر لیا پھر مسلم

---

[1] یہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا بھائی ہے۔یہ اور اس کا بھائی مکہ سے مدینہ کی طرف رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچھتا ہوا نکلا تاکہ پیغمبر اکرمؐ ان دونوں کی بہن ام کلثوم کو جو حدیبیہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلی آئی تھیں انہیں لوٹا دیں لیکن پیغمبر اکرمؐ نے انکار کردیا ۔(طبری ، ج۲،ص ۶۴۰) اسکا مکان اپنے بھائی کے ہمراہ کوفہ کے میدانی علاقہ میں تھا۔ (طبری ، ج۴، ص ۲۷۴)اس کی بیٹی ام ایوب، مغیرہ بن شعبہ کی بیوی تھی۔ جب مغیرہ مر گیا تو زیاد بن ابیہ نے اس سے شادی کرلی۔ (طبری ،ج۵، ص ۱۸۰) اسی نے زیاد کے سامنے عمروبن حمق خزاعی کے خلاف گواہی دی۔(طبری ،ج۵،ص ۲۳۶)یہ اپنے باپ عقبہ بن ابی معیط کے ہمراہ کفر کی حالت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو پیغمبر اسلام نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، اس پر اس نے کہا : اے محمداس بچی کا کیا ہوگا ؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جہنم کی آگ (طبری ،ج۵،ص ۳۴۹) یہ جناب مسلم کی شہادت کے وقت محل میں تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۷۶)اور حاکم کوفہ کے سامنے مختار کے خلاف بھی سازشیں رچتارہا۔ (طبری، ج۵،ص ۳۴۹) اس کے بعد اس کے سلسلہ میں خبریں مخفی ہیں اور کچھ پتہ نہیں ہے ۔

[2] اسکی ماں بشری بنت قیس بن ابی کیسم تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتدلوگوں میں شمار ہوتی ہے۔(طبری، ج۳، ص ۳۴۱) اس کی ولادت ہجرت کی دوسری دھائی کے اوائل میں ہوئی ہے اور کربلا میں یہ ۵۰ سال کے آس پاس کا تھا۔۱۷ یا ۱۹ ہجری میں اس کے باپ سعد نے اسے عیاض بن غنم کے ہمراہ ارض جزیرہ یعنی شمال عراق اور شام کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس زمانے وہ بالکل نو جوان تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۳) ۳۷ ھ میں عمر نے اپنے باپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس نے حکمیت کے مسئلہ میں حاضر ہونے کی لا لچ نہ دلادی۔اس کے بعد وہ" دومۃ الجندل" میں اپنے باپ کو لیکر حاضر ہو گیا ۔ اس کا باپ بادیہ نشین بنی سلیم کے پانی کے پاس تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا: بابا آپ وہاں گواہی دیجئے گا کہ آپ صحابی رسول اور شوریٰ کی ایک فرد ہیں؛ اس لئے خلا فت کے آپ زیاد ہ سزاوار ہیں۔ (ج ۵،ص ۶۶-۷) اس کا شمار ان لوگوں میں ہو تا ہے جنھوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی اور کوفہ کو سنبھالنے کے لئے یزید کو خط لکھا۔(طبری ، ج ۵، ص۳۰۶) مسلم بن عقیل کے سلسلہ میں اس نے مکر سے کام لیا اور جناب مسلم کی وصیتوں کو ابن زیاد کے لئے فاش کردیا۔اس پر ابن زیاد نے کہا امین خیانت نہیں کرتا لیکن کبھی کبھی خائن پر امین کا دھوکہ ہوتاہے۔ (طبری ، ج ۵، ص۳۷۷) محمدبن اشعث کندی نے چاہاتھاکہ ابن زیاد کے قتل کے بعدیہ کوفہ کاامیربن جائے لیکن بنی ہمدان کے مرد شمشیروں کے ہمراہ اور عورتیں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کناں گھروں سے باہر نکل آئیں(طبری ، ج۵، ص۵۲۴)مختار نے اس کی طرف ابو عمرہ کو روانہ کیا ۔ اس نے عمر سعد کو قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر آگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے حفص بن عمر کو بھی قتل کردیااور کہا:خدا کی قسم اگر قریش کو۴حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اس کے ۳ حصہ کو بھی میں قتل کردوں تب بھی حسین علیہ السلام کی انگلیوں کے پور کا بدلہ بھی نہ ہوگا۔یہ کہہ کر ان دونوں کے سروں کو مدینہ محمدحنفیہ کے پاس بھیج دیا۔(طبری ج ۶ ،ص ۶۱-۲)

[3] ہشام کا بیان ہے کہ عوانہ نے کہا : جب فقط دودنوں کے اندر یزید کے پاس خطوط کا انبار لگ گیا تو یزید بن معاویہ نے معاویہ کے

[4] سرجون بن منصور رومی معاویہ کا کاتب اور اس کے دفتر کا منشی تھا۔(ج ۵،ص ۲۳۰ ج۶ ،ص ۱۸۰)

بن عمرو باہلی[1] کو بلایا اور خط لکھ کر فوراً اسے بصرہ روانہ کیا ۔ خط میں اس نے یہ لکھا : امابعد : کوفہ سے میرے پیروؤں نے خط لکھ کر مجھ کو خبر دی ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جمع ہوکر مسلمانوں کے اجتماع کو درہم و برہم کر رہا ہے تو تم میرا خط پڑھتے ہی رخت سفر باندھ کر کوفہ پہنچ جاؤ اور ابن عقیل کی جستجو میں اس طرح لگ جاؤ جیسے کوئی اپنے گم شدہ گوہر کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنی گرفت میں قید کرلو یا قتل کردو یا پھانسی پر چڑھادو ۔ والسلام مسلم بن عمرو وہاں سے فوراً نکلا اور بصرہ جاکر ہی دم لیا ۔ وہاں جا کر یہ خط عبیداللہ کے حوالے کیا ۔

اس نے فوراً سامان سفر آمادہ کرنے کے لئے کہا اور دوسرے دن راہی کوفہ ہوگیا ۔ (طبری، ج۵،ص ۳۵۷) اس واقعہ کی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے عمار دہنی (ابو معاویہ بن عمار امام صادق اور امام موسی کاظم علیہما السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں ۔ ان کے باپ عمار علماء اھلسنت کے درمیان ثقہ اور صاحب جاہ و منزلت شمار ہوتے ہیں ۔ ان کی کنیت ابو معاویہ ہے ۔ کبھی کبھی امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی روایت کرتے دکھائی دیتے ہیں ۔ (رجال علامہ ،ص ۱٦٦)ابن ندیم کی کتاب ''الفہرست'' ص ۲۳۵ ، طبع یورپ کے مطابق عمار کی ایک کتاب بھی ہے ۔) نے اس طرح نقل کی ہے : یزید نے اپنے غلام سرجون (جس سے وہ ہمیشہ مشورہ کیا کرتا تھا) کو بلایا اور تمام اخبار سے آگاہ کیا ۔ سرجون نے کہا : اگر معاویہ زندہ ہوتا تو کیا تم اس کی باتوں کو قبول کرتے ؟ یزید نے کہا : ہاں ! سرجون نے کہا :تو اب میری بات کو قبول کرو کیونکہ کوفہ کے لئے عبیداللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں ہوسکتا ۔ اس کو فوراً وہاں کا والی بناؤ ۔ یہ سنتے ہی یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود جبکہ اسے بصرہ سے بھی ہٹانا چاہتا تھا فوراً

[1] مسلم بن عمروباہلی بصرہ میں زیاد بن ابیہ کے ہمراہ تھا اور" باہلہ ''میں صاحب عزو شرف تھا ۔ ۴۶ھ تک اس کے ساتھ رہا۔(طبری ۵ ص ۲۲۸) اس کے بعد شام میں سکونت اختیار کی لہٰذا یہ بصری شامی ہوگیا ۔ اس نے دوبارہ شام سے بصرہ کا سفر یزید کا خط ابن زیاد تک پہنچانے کی غرض سے کیا پھر ابن زیاد ہی کے ساتھ کوفہ آگیا ۔ جب ہانی بن عروہ ابن زیاد کے دربار میں لائے گئے تو اس نے ان سے کہاکہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کو حاکم کے سامنے پیش کرو۔(ج۵ ،ص ۳۶۶)جب جناب مسلم دارالامارہ کے دروازہ پر پہنچے اور پانی مانگا تو اس نے آپ کو برابھلاکہا (ج۵، ص ۳۷۶) پھر یہ مصعب بن زبیر کا حامی ہوگیا تو مصعب نے اسے ابن حر جعفی سے جنگ کے لئے بھیجا لیکن ۶۸ھ میں یہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ (ج۶، ص۱۳۲) یہ مصعب کے وزیر کی طرح تھا ۔(ج۶ ، ص۱۳۶)یہ مصعب کے ساتھ دیر جاثلیق میں اس جنگ میں مار ڈالاگیا جو ۷۱ھ میں مروان کے ساتھ ہوئی تھی۔ (ج۶،ص ۱۵۸) یہ دولت کا بڑا لالچی تھا (ج۵، ص ۴۳۲) اس کے ۷، بیٹے تھے ۱۔ قتیبہ۲۔ عبدالرحمن ۳۔ عبداللہ ۴۔ عبیداللہ ۵ ۔ صالح ۶۔ بشار ۷۔ محمد(ج۶، ص ۵۱۶) باپ کے بعد سب کے سب حجاج بن یوسف کے طرفدار ہوگئے تواس نے ۸۶ھ میں قتیبہ کو خراسان کا حاکم بنا دیا۔ (ج۶،ص ۴۲۴) اس نے جنگ کر کے بیرجند ما نوشکث ، وارمین ، بخارا ،شومان ، کش ، نسف ، خام جز ، سمر قند ، شوش ، فرگانہ ، کاشمر ، صا لح نیزک ، سغد ، اور خوارزم شاہ کو فتح کر لیااور ۹۶ھ میں اپنے بھائی کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔(ج۶ ،ص ۴۲۹ ۔ ۵۰۶)

رضاو رغبت کے ساتھ ابن زیاد کو خط لکھا اور اس کو بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنادیا اور اسے لکھا کہ مسلم بن عقیل کو تلاش کرے اور اگر مل جائیں تو انہیں قتل کردے (ج۵،ص ۳۴۸)

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط

امام حسین علیہ السلام نے اہل بصرہ کے نام ایک خط لکھا جسے سلیمان[1] نامی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں بصرہ کے پانچ علاقوں[2] کے رئیس اور اسی طرح اشراف بصرہ مالک بن مسمع بکری[3] احنف بن قیس[4] منذر بن جارود[1] مسعود بن عمرو[2] قیس بن ہیثم[3] اور عمرو بن

---

[1] امام حسین علیہ السلام نے جس قاصد کو خط بصرہ کی طرف روانہ کیاتھااس کے نام میں اختلاف ہے۔یہاں اس روایت میں اس کانام سلیمان ہے۔ اسی طرح مقتل خوارزمی کی(ج۱،ص۱۹۹)میں اعثم کوفی کے حوالے سے بھی یہی نام مذکور ہے ۔لہوف میں بھی یہی نام ہے لیکن کنیت ابورزین ہے جو اس کے باپ کا نام ہے۔ اس کی ماں کانام کبشہ ہے جوامام حسین علیہ السلام کی کنیز تھی یہ خاتون امام حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ ام اسحاق تمیمہ کی خدمت گذار تھی۔ ابورزین نے اسی خاتون سے شادی کی تو سلیمان دنیا میںآئے۔ابن نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ امام نے یہ خط ذریعے بسد وسی کے ہاتھ روانہ کیا۔ ابن امین نے لواعج الاشجان، ص۳۶پر لکھا ہے کہ امامؑ نے ان دونوں کے ہمراہ خط روانہ کیاتھا۔

[2] بصرہ پانچ قبیلوں پرمنقسم تھا اور ہر قبیلہ کا ایک رئیس تھا۔

[3] مالک بن مسمع البکری جحدری : یہ بصرہ میں قبیلہ بنی بکر بن وائل سے متعلق تھے(طبری، ج۴،ص۵۰۵)شکست کے دن مروان بن حکم کے یہا ں پناہ لی۔ اس کے بعد بنی مروان اس کی حفاظت کرتے رہے اور اپنے درمیان اس کے ذریعہ سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور خود کو صاحب شرف سمجھتے رہے (طبری، ج۴،ص۵۳۶)اسکی رائے بنی امیہ کی طرف مائل تھی لہذاابن حضرمی کے خلاف جسے معاویہ نے بصرہ روانہ کیاتھااس نے ابن زیاد کی اس وقت مدد نہ کی جب وہ اپنی طرف دعوت دے رہاتھا۔(طبری، ج۵،ص۱۱۰)یہ وہی ہے جس نے یزید کی ہلاکت کے بعدابن مرجانہ کی بیعت کرلی لیکن پھر اس نے اس کی بیعت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد ایک جماعت کے ہمراہ بیت المال پر قبضہ کر کے اسے غارت کر دیا(طبری، ج ۵،ص۵۰۵) پھر یہ اس بات پر متہم ہو گیا کہ یہ چاہتا ہے کہ ابن زیاد کو دوبارہ بصرہ کے دارالامارہ کی طرف لوٹادے۔ (طبری ،ج۵، ص۵۱۲)مالک بن مسمع ، بکربن وائل جو ربیعہ یمن سے متعلق تھے کا مملوک تھا اور یہ سب کے سب ہم پیمان تھے یہ بنو قیس اور انکے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ اسی طرح غزہ ، شیع اللات اور ان کے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔عجل ، آ ل؛ ذھل بن ثعلبہ اور ان کے ہم پیمان تھے۔ یشکر ، وضیعہ بن ربیعہ بن نزار یہ سب کے سب خانہ بدوش تھے اور حنیفہ شہر نشین تھے (طبری، ج۵ ،ص ۵۱۵) پھر جب معاویہ کی خلافت کے آخری ایام اور یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں قبیلہ" ازد" کے افراد بصرہ میں آکر ان سے ملحق ہوگئے تو مالک بن مسمع بھی ان کے ہمراہ آیا۔
اور ان کے ہمراہ تجدید پیمان کیا۔ (طبری ،ج۵، ص ۵۱۶) ۶۴ھ میں ایک بار پھر تجدید پیمان کیا۔ان کے مقابلہ میں مسعود بن عمر و المعنی تھا ۔وہ سب کے سب عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبد المطلب قرشی ہاشمی سے مقابلہ کے لئے نکلے تاکہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹاسکیں۔ اس میں ان کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑااور مالک بن مسمع کا گھر جلادیا گیا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۲۱) اس نے غیرت میں آکربصرہ میں مختار کے ساتھیوں سے دفاع کیا اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ مخالفین کاہم پیمان ہے۔(طبری، ج۶، ص ۶۸) پھر مصعب اور مختار کی جنگ میں قبیلہ بکربن وائل کا مخالف ہوگیا (طبری ،ج۶،ص ۹۵) پھر خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے اس کی مدد کی۔ یہ خالد وہی ہے جسے عبدالملک بن مروان نے بصرہ بلایا تھا ، بعد میں اس نے خالد کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں پر چوٹ آگئی تو جنگ سے گھبراگیا پھر اس نے عبیداللہ بن عبیداللہ بن معمرجانشین مصعب سے امن کی درخواست کی تو اس نے امان دے دیالیکن یہ مصعب سے خوف زدہ ہوگیا اوراپنی قوم کے ساتھ "قبیلۂ ثاج" میں ملحق ہوگیا۔ (طبری، ج۶ ،ص ۱۵۵) اس کے بعد اس کاکوئی پتہ نہیں ملتا ۔

[4] اخنف کا نام صخرہ بن قیس ابو بحر سعدی ہے۔یہ عباس بن عبد المطلب سے روایت نقل کرتاہے(طبری ج۱،ص۲۶۳)۱۷ھ میں عتبہ بن غزوان نے اہل بصرہ کے ایک وفد کے ہمراہ اسے عمر کے پاس بھیجا(طبری ،ج۴،ص۸۱)اور اہل بصرہ نے اہل فارس میں سے جن لوگوں سے ۱۷ھ میں جنگ کی اس نے بھی انہی کے ہمراہ جنگ کی عمر نے اسے خراسان کی پرچم داری دے کے فتح کے لئے بھیجا جو خود اسی کی رائے تھی (طبری، ج ۴ ، ص ۹۴)،پھر اس نے یزد جرد پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا۔ (طبری، ج۴،ص ۱۷۱) ہرات کو ۳۱ھ میں فتح کرلیا (طبری ،ج۴،ص ۳۰۱)اور" مرودود" اہل بلخ سے صلح کرلی۔ (طبری ،ج۴،ص ۳۱۰ ۔ ۳۱۳) یہ بصرہ کے ان لوگوں میں سے ہے جنہیں عایشہ نے خط لکھا تھا (طبری، ج۴،ص ۴۶۱)بصرہ کے فتنہ میں اس نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا حضرت نے اسے اس کی قوم کے ہمراہ جنگ سے الگ رہنے کی دعوت دی تو اس نے اپنی قوم کو بلایا اور قوم نے بھی لبیک کہا پھر وہ ان کے ہمراہ کنارہ کش ہوگیا۔ جب جنگ میں حضرت امیرامومنین علیہ السلام کو کامیابی حاصل ہوئی تو یہ ۱۰ہزار یا ۶ہزار لوگوں کے ساتھ حضرت کے پاس آگیا۔(طبری ،ج ۴،ص ۴۹۷۔ ۴۶۸) بعض روایتوں میں ۴ہزار بھی ہے۔ (طبری، ج ۴،ص ۵۰۱) وہاں پہنچ کر رات میں حضرتؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی(طبری، ج ۴،ص۵۴۱) پھر علی علیہ السلام کے پاس کوفہ آیا اور بصرہ میں اپنے قبیلہ والوں کو لکھاکہ فوراًکوفہ آجائیں تاکہ صفین کی جنگ میں پہنچ سکیں پس وہ سب کے سب وہاں سے سامان سفر باندھ کر عازم ہوگئے۔ (واقعہ صفین، ص ۲۴)جنگ صفین مینیہ قبیلہ تمیم ، ضبہ اور رباب کی سربراہی کر رہاتھا (صفین، ص ۱۱۷) لیکن اسے خوف تھا کہ عرب اس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔(صفین، ص ۳۸۷)

عبید اللہ بن معمر کے پاس روانہ کیا ۔ جب عبدللہ بن عامر وہاں سے نکلنے لگا تو اس نے ہرات ، قہستان ؛ طبس اور بادغیس سے ۴۰ ہزار تیر اندازوں کو جمع کیا ؛ پس ابن عامر سے جو عہد تھا کہ ابن خازم خراسان کا امیر رہے گا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے نکال دیا ۔ اس نے ایسا کام جان بوجھ کر کیا تھا پھر اسے اس شہر سے نکال دیا ۔ (طبری ، ج ۴ ، ص ۳۱۴) وہ وہاں سے بصرہ آیا تو یہ عثمان کے خلاف شورش کا زمانہ تھا ۔ عبداللہ بن عامر کے حوالے سے عثمان نے اہل بصرہ سے مدد مانگی تھی ۔ عبداللہ بن عامر نے لوگوں سے مدد کی درخواست کی اس پر قیس بن ہیثم کھڑا ہوا اور تقریر کرتے ہوئے اس نے لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے اکسایا ، جس پر سب کے سب جلدی جلدی اس کے پاس آگئے اور وہاں آئے جہاں عثمان کا قتل ہوا تھا ؛ پھر واپس پلٹ گئے ۔ (طبری ،

حَکَمیت کے سلسلہ میں اس نے حضرت پر بہت زور ڈالا کہ اسے حَکَم بنایاجائے کیونکہ ابوموسیٰ ایک سست اور نرم خو آدمی ہے لیکن اس پر اشعث بن قیس بھڑک اٹھااوراس کی حمیت کا انکار کردیا ۔(صفین، ۵۰۱) جنگ صفین میں اس نے مولائے کائنات سے اس بات پر پرخاش کی کہ اس کا نا م مومنین کی امارت سے کیوں حذف ہوا ۔(صفین ،۵۰۸) جب حکمیت کی قرارداد پڑھ کر سنانے کے لئے اشعث آیا تو اس نے اسے رد کردیا اور بنی تمیم کے ایک شخص نے اس پر حملہ کردیا تویمن والے قبیلۂ بنی تمیم سے انتقام لینے کے لئے آگئے ؛اس پر احنف نے بات کو ٹالا (صفین، ص۵۱۳) اور اس نے ابو موسیٰ کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو تم دھوکہ کھانے سے بچنا۔ (صفین ،ص۵۳۶) یہ بنی ہاشم کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کی مشاورتی کمیٹی میں تھا۔ (طبری، ج۵،ص ۵۳)بنی تمیم کے ۱۵۰۰ ،جوانوں کے ساتھ دوبارہ اس نے صفین کی طرف خروج کیا۔ (طبری ،ج۵،ص ۷۸) ۵۰ ھ میں معاویہ کے پاس پہنچااور اس سے ایک لاکھ کی اجازت لی۔ (طبری ،ج ۵،ص ۲۴۲) ۵۹ھ میں ابن زیاد نے اسے معاویہ کے پاس روانہ کیا تواسے معاویہ کے پاس سب سے آخر میں پہنچایا گیا۔(طبری ،ج ۵،ص ۳۱۷) یزید کے بعد اس نے عبیداللہ بن زیاد کی بیعت کر لی تاکہ وہ بصرہ کا امیر ہوجائے۔ (طبری ،ج ۵،ص ۵۰۷) اور اس سے عہد وپیمان لیا کہ وہ ابن زبیر کے بلانے پر آیا ہے لہٰذاجب اس نے دیکھاکہ اس کی ممانعت ہورہی ہے تو خود ہی الگ ہوگیا ۔(طبری ،ج۵،ص۵۰۸)

جب قبیلہ ''ازد ''نے جنگ کے بعد چاہا کہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹائیں تو بنوتمیم احنف کے پاس جمع ہوئے اور ابن زیاد کے دوبارہ حکومت میں لوٹنے کے سلسلہ میں شکایت کی اور یہ بھی شکوہ کیا کہ بنی تمیم کا ایک شخص قبیلہ ازد کے ہاتھوں قتل ہوا ہے تو احنف نے بنی تمیم کے ہمراہ خون خواہی اور انتقام میں ان پر حملہ کردیایہاں تک کہ ان لوگوں نے مسعود بن عمر ،زعیم ازد اور مجیر بن زیاد کو قتل کردیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابن زیاد وہاں سے شام بھاگ نکلا (طبری ،ج۵،ص ۵۱۹) پھراس نے ابن زبیرکے ہاتھوں پر بیعت کرلی۔ (طبری، ج۵،ص ۶۱۵) پھر اس نے مصعب بن زبیر کے ہمراہ ۶۷ھ میں مختار سے جنگ کی۔ (طبری، ج۶،ص ۹۵) اسی نے مصعب کو اشارہ کیا تھا کہ مختار کے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر دو جنہو ں نے ہتھیار ڈال دیا ہے۔ (طبری ،ج۶،ص ۱۱۶) ۷۱ھ میں احنف کی آنکھیں بند ہوگئیں (طبری ،ج۶،ص ۱۵۷)

[1] منذر ابن جارودجنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں قبیلہ جذعہ اور قبیلہ عبد قیس کے خاندان بکر کا سربراہ تھا ۔(طبری، ج۵،ص۵۰۵) اس کی بیٹی ''بحریہ ''ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب یزید بن مفرغ حمیری نے آل زیاد کو پریشان کیا تو انھیں منذرہی نے پناہ دی تھی اور ابن زیاد نے اسے پناہ نہیں دی ہے (طبری، ج ۵،ص ۳۱۸) بعدمیں ابن زیاد نے اسے ہندوستان میں سندھ کے علاقہ کا والی بنادیا ۔ اصابۃ، ج۳،ص ۴۸۰ کے بیان کے مطابق ۶۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

[2] مسعود بن عمرو بن عدی ازدی یہ بصرہ کی جنگ میں قبیلہ ازد کا قائد تھا۔ (طبری ،ج۴،ص ۵۰۵) اسی نے ابن مرجانہ کو اس وقت پناہ دی تھی جب لوگوں نے اسے برابھلا کہاتھا اور اسکا بائیکاٹ کردیا تھا ۔یہ یزید کی موت کے بعد وہاں ۹۰ ،دنوں تک ٹھہرارہا پھروہاں سے شام نکل گیا۔ (طبری ،ج۵،ص ۵۲۲)مسعود نے ابن زیاد کے ہمراہ قبلیہ ''ازد ''کے ۱۰۰ ،افراد بھیجے جن پر قرہ بن عروہ بن قیس کو سربراہ بنایا یہاں تک کہ یہ سب ابن زیاد کے ساتھ شام پہنچے۔(طبری ،ج۵،ص ۵۲۲)جب وہ شام کی طرف جارہاتھا۔ مسعود بن عمرو نے بصرہ کی حکومت کی درخواست کی اوروہ اپنی قوم سے نکلا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔ (طبری، ج۵،ص ۵۲۵)
داخلہ کے بعد خوارج کا ایک گروہ آیا اور مسجد میں داخل ہوا ۔اس وقت مسعود منبر پر بیٹھاہر اس شخص سے بیعت لے رہاتھا جو وہاںآرہاتھا۔ اس پر مسلم جو فارس کا رہنے والا تھا اور ابھی بصرہ میں آیا تھا اعتراض کیا پھر مسلمان ہوکر گروہ خوارج میں داخل ہوگیا۔ (طبری ،ج۵،ص ۵۲۵) یہ سب کے سب ۴۰۰ ، افراد تھے جن کاتعلق بصرہ کی'' اساورْ''قوم سے تھا جنہیں آشوریین بھی کہاجاتاہے۔ یہ بصرہ کی قدیم ترین قوم ہے (طبری ،ج۵،ص ۵۱۹) یا''ماہ آفریدون'' کے ہمراہ ۵۰۰ ، افراد تھے جو بنی تمیم کی نمایندگی کررہے تھے اس پر سلمہ نے اس سے کہا : تم لوگ کا کہاں کا ارادہ ہے ؟ تو ان لوگوں نے کہا : تمہاری ہی طرف !تو اس نے کہا : تو آجاؤ!یہ سب کے سب آگئے۔ (طبری، ج۵،ص ۵۱۸) پس ان لوگوں نے اس کے قلب کو نشانہ بنایااور اس کو قتل کرکے نکل گئے ۔اس پر قبیلہ'' ازد ''نے ان کی طرف خروج کیا اور ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو مجروح کردیایہاں تک کہ ان کو بصرہ سے نکال دیا۔ اور بنی تمیم کے کچھ لوگوں نے تصدیق کی کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے اور انہیں بصرہ لے کر آئے تھے ، پھر بنی تمیم اور ازد کی مڈ بھیڑمیں دونوں طرف سے اچھے خاصے لوگ مار ے گئے ،آخر کار ایک لاکھ درھم دیت پر ان لوگوں کے درمیان صلح ہوئی۔(طبری ،ج۵،ص ۵۲۶

[3] قیس بن ہیثم سلمی: ۳۲ھ میں عبداللہ بن عامر نے مذکورہ شخص کو اس کے چچا عبداللہ بن خازم کے ہمراہ خراسان کا حاکم بنا دیا ۔

ج۵،ص۳۶۹)ایک قول یہ ہے کہ یہ معاویہ کے عہد میں ۱ھ میں عبداللہ بن عامر کی گورنری میں بصرہ کی پولس کا سربراہ تھا (طبری ج۵،ص ۱۷۰) پھر ۲ سال کے بعد ابن عامر نے اسے خراسان کا والی بنا کر بھیجا ۔ (طبری ،ج۵،ص۱۷۲) وہاں اس نے خراج لینے میں سستی دکھائی تو عبداللہ بن عامر نے اسے معزول کرنا چاہا ۔

عبداللہ خازم نے چاہا کہ اس کو وہاں کی ولایت دے دی جائے۔ جب وہ یہ لکھنا چاہ رہا تھا وہاں قیس پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس نے خراسان چھوڑدیا اور آگے بڑھ گیا، اس پر ابن عامر نے اسے ۱۰۰ کوڑے لگاکر ہتھکڑی بیڑی ڈال کر قید کردیا ۔ (طبری، ج۵،ص ۲۰۹) یہ قیس اسی ابن عامر کے ماموؤں میں شمار ہوتا تھا ۔اس واقعہ کو سن کر اس کی ماں نے اسے بلایا اس پر اس نے قیس کو وہاں سے نکال دیا (طبری ،ج۵،ص ۲۱۰) اور ۴۴ھ میں قبیلہ بنی لشکر کی ایک فرد جس کا نام طفیل بن عوف یشکری یا عبداللہ بنابی شیخ یشکری تھا خراسان روانہ کردیا (طبری ،ج۵،ص ۲۰۹ ۔ ۲۱۳) پھر قیس بن ھیثم پر اسے ترس آگیا اور اسکی حالت دیکھ کر پریشان ہوگیا لہٰذا اسے بصرہ کا حاکم بنادیا ۔یہ اس وقت کی بات ہے جب معاویہ بصرہ آرہا تھا (طبری ،ج ۵،ص ۲۱۳) بصرہ پہنچ کر معاویہ نے اپنی بیٹی ہند اس خط کا مضمون یہ تھا : '' اما بعد : فان اللہ اصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم علی خلقہ، أکرمہ بنبوتہ،واختارہ لرسالتہ، ثم قبضہ اللہ الیہ و قد نصح لعبادہ وبلغ ما أرسل بہ صلیٰ اللہ علیہ (وآلہ)وسلّم و کنا أھلہ وأولیاء ہ و أوصیاءَ و ورثتہ وأحق الناس بمقامہ فی الناس،فاستأثر علینا قومنا بذالک، فرضینا و کرھنا الفرقۃ واحببنا العافےۃ ، نحن نعلم انا أحقّ بذالک الحق المستحق علینا ممن تولاّہ [1] '' و قد أحسنوا و أصلحوا و تحروا الحق قد بعثت رسولي أليکم بھذاالکتاب وأنا أدعوکم الی کتاب اللہ و سنۃ نبیہ صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلّم فان السنۃ قد اُمیتت وأن البدعۃقد اُحییت و أن تسمعوا قولي و تطیعوا أمري أھدکم سبیل الرشاد،والسلام علیکم و رحمۃ اللہ ''سے اس کی شادی کر دی پھر ۴۴ھ میں اسے بصرہ سے معزول کردیا۔ ۴۵ھ میں معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو بصرہ کا والی بنا دیا پس اس نے قیس بن ھیثم کو ''مرود الروز''، ''فاریاب '' اور ''طالقان'' بھیجا (طبری، ج۵،ص ۲۲۴) پھر ۶۱ھ میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد

[1] اس سے یہ بات ثابت ہو تی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا اپنی حق تلفی کو برداشت کرنا فقط افتراق کے خوف اور شر سے بچنے کے لئے تھا، نہ کہ وہ لوگ رضاورغبت سے اس زندگی کو گذاررہے تھے ۔یہی اس خاندان کی فضیلت ہے کہ اپنے فائدہ کو امت کے فائدہ پر قربان کرتے ہیں۔

یزید بن معاویہ کی طرف سے عبد الرحمن بن زیاد کے بدلے خراسان کا حاکم بنا یا گیا ۔یہ اس وقت کی بات ہے جب عبد الرحمن نے یزید کے پاس آنا چاہا تو یزید نے اسے معزول کر دیا پس قیس بن ھیثم بھی معزول ہو گیا (طبری ،ج۵،ص ۳۱۶) جب یزید ہلاک ہوا تو قیس بصرہ میں تھا ۔ضحاک بن قیس نے اسے خط لکھ کر اپنی طرف بلایا (طبری ،ج ۵ ،ص ۵۰۴) قیس بن ھیثم اس وقت نعمان بن صھبان راسبی کا ہمراہی تھا جب یہ فیصلہ ہورہا تھا کہ ابن زیاد کے بعد بنی امیہ میں ولایت کا حق کس کو دیا جائے توان دونوں کی اتفاق رائے مضرّی ہاشمی پر ہوئی ۔ (طبری، ج۵،ص ۵۱۳) مثنی بن مخربہ عبدی بصری جو ۶۶ھ میں لوگوں کو مختار کی طرف بلا رہا تھا اس کے مقابلہ میں جنگ کے لئے آیا ۔یہ بصرہ میں ابن زبیر کے ہمراہ ہم شرطا ورہم ،قتال تھا ۔(طبری، ج ۶،ص ۶۷) ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ کے لئے آیا تھااور لشکر ابن زبیر کی ۵،ا ہم شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے ۔(طبری، ج۶،ص ۹۵) ۷۱ھ میں یہ لوگوں کو پیسہ دے کر لارہا تھا تا کہ وہ ابن زبیر کے حق میں اس کے ساتھ خالد بن عبداللہ کے مقابلہ میں لڑیں جو عبد الملک بن مروان کا بیٹا بنا ہوا تھا (طبری ،ج ۶، ص ۱۷) اور وہ اہل عراق کو مصعب کے ساتھ لڑانے سے بر حذر کرتا تھا (طبری ،ج ۶، ص ۱۵۷) اس کے سلسلہ میں آخری تحقیق یہی ہے ۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ۷۱ھ میں مصعب کے سپاہیوں کے ساتھ عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں قتل ہوگیا ہو ۔ امابعد : خدا وند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو اپنی مخلوقات میں چن لیا اور اپنی نبوت کے ذریعہ انھیں با کرامت بنایا،اور اپنی رسالت کے لئے انھیں منتخب کر لیا، پھر خدا وند عالم نے ان کی روح کو قبض کرلیا ۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت ؐنے بندگا ن خدا کی خیر خواہی فرمائی ہے اور وہ سب کچھ پہنچا یا جس چیز کے ہمراہ ان کو بھیجا گیا تھا ۔ جان لو کہ ہم ان کے اہل ، اولیاء، اوصیاء اور وارث ہیں جو دنیا کے تمام لوگوں میں ان کے مقام و منزلت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں لیکن ہماری ہی قوم نے ظلم وستم کر کے ہمارا حق چھین لیا ۔ ہم اس پر راضی ہو گئے، افتراق کو بُرا سمجھا اور امت کی عافیت کو پسند کیا جبکہ یہ بات ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ اس حق کے سب سے زیادہ مستحق ہم ہی ہیں اور اب تک جن لوگوں نے حکومت کی ہے ان میں نیکی، صلح اور حق کی آزادی میں ہم ہی اولی ہیں ۔ اب میں نے تمہارے پاس اپنا یہ خط روانہ کیا ہے اور میں تم

کو کتاب خدا اور اس کے نبی کی سنت کی طرف دعوت دے رہا ہوں ؛ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ سنت کو مردہ اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے ۔ اب اگر تم میری بات سنتے ہو اور میرے کہے پر عمل کرتے ہو تو میں تم کو رشد و ہدایت کے راستے کی ہدایت کروں گا ۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ بصرہ کے اشراف میں سے جس کسی نے بھی اس خط کو پڑھا اس کو راز میں رکھا لیکن منذر بن جارود نے خوف و ہراس میں آکر یہ سمجھا کہ سلیمان، عبید اللہ بن زیاد کا جاسوس ہے اور یہ خط اسی کا ہے ۔ اسی پندار باطل کے نتیجے میں وہ سلیمان کو اسی رات ابن زیاد کے پاس لے کر آیا جس کی صبح کو وہ کوفہ کے لئے عازم تھا اور اس کا خط اس کے سامنے پڑھ کر سنا دیا ۔ اس جلاد صفت آدمی نے اس نامہ بر کو بلا کر اس کی گردن کاٹ دی اور بصرہ کے منبر پر براجمان ہو کر خطبہ دیا ۔

بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اس نے کہا : ''اے بصرہ والو ! میں یہاں کا حکمراں اور فرمانروا ہوں ۔ میں کسی کو اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر اپنی زبان پر کوئی حکم جاری کرے اور میرے لئے مشکل ایجاد کرے ۔ مجھے مشکلات سے کوئی ڈر نہیں ہے، نہ ہی میں بید ہوں کہ ہواؤں سے لرز جاؤں ؛ جو بھی مجھ سے مبارزہ کرے گا اس کے ساتھ سختی سے پیش آکر اسے درہم و برہم کردوں گا اور جو مجھ سے جنگ کرے گا میں اسے ذلیل کر کے نابود کردوں گا ۔ (أنصف القارۃ من راماھا[1]) اے بصرہ والو! امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا والی بنایا ہے اور کل صبح میں وہاں جا رہا ہوں یہاں میں نے تمہارے لئے عثمان بن زیاد بن ابو سفیان کو حاکم بنایا ہے ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان کی مخالفت اور ان کے خلاف سازش سے پرہیز کرو! اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر مجھے کسی طرف سے ذرہ برابر بھی مخالفت کی خبر مل گئی تو اسے اور اس کے سربراہ اور دوستوں کو قتل کردوں گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ میرے فرمانبردار ہو جاؤ اور تم میں کوئی مخالف اور جدائی پیدا کرنے

[1] طبری میں اسی طرح موجود ہے۔ یہ جملہ در واقع قبیلہ ''قارّہ '' کے ایک جنگجو کے رجز کا ایک ٹکڑا ہے۔ زمان جاہلیت میں یہ قبیلہ تیر اندازی میں بہت معروف تھا ۔اس قبیلہ کا ایک جوان جب دوسرے گروہ سے مقابلہ پر آیا تو '' قارّی'' نے اس سے کہا : اگر تم چاہو تو میں سبقت کروں اور اگر چاہو تو میں سرعت دکھاوں یا میں تیراندازی کروں تو اس نے کہا : میں نے تیر اندازی کو اختیار کیا ہے اس پر مرد قارّی نے کہا ؎
قد انصف القارّ ۃمن راماھا
اِنّا اذاما فـءۃنلقاھا
نردّ أولاھا علی أُخراھا
یہ کہہ کر اس نے تیر اس کی طرف چلایا جو اس کے سینہ کو چھید گیا۔ شاید یہ جملہ کہہ کر ابن زیاد نے اسی شعر کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ بنی امیہ بھی اس قبیلہ کی طرح اسی فن تیر اندازی میں ماہر تھے۔

والا نہ رہے ۔ میں ابن زیاد ہوں اور میں اپنے باپ سے بہت زیادہ شباہت رکھتا ہوں ۔ ماموں اور چچا کے بیٹوں کی شباہت مجھے اس سے جدا نہیں کر سکتی[1] ۔ اپنے ماموں کا حوالہ نہیں دیتا کیونکہ وہ عجمی ہے اور نہ ہی چچا زاد بھائی یزید کا جو رنگینیوں، مستیوں، کھیل، کود، عیش و نوش، گانے بجانے کی محفلوں اور شکار میں معروف ہے لہٰذا اس کی شباہت سے بھی انکار کر دیا ۔ سبط بن جوزی نے اس خبر کو تذکرۃ الخواص میں ذکر کیا ہے ۔ (ص ۱۹۹)

کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ

یہ خطبہ دے کر ابن زیاد دوسرے دن صبح کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا اس کے ہمراہ مسلم بن عمرو باھلی (جس کا تذکرہ گذر چکا ہے) شریک بن اعور حارثی[2] اور اس کے نوکر چاکر نیز خاندان کے تقریباً ۱۰، افراد تھے[3] ۔ جب وہ کوفہ میں وارد ہوا تو اس کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور ایک خاص انداز سے اپنے چہرے کو چھپا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ والے جن کو امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر ملی تھی اور وہ امام علیہ السلام کے انتظار میں تھے، ابن زیاد کو اس طرح دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ امام علیہ السلام ہیں لہذا وہ جس طرف سے گذر رہا تھا لوگ اسے سلام کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''مرحبابک یابن رسول اللہ'' فرزند رسول خدا آپ کا آنا مبارک ہو! آپ کا قدم مبارک! خیر مقدم ہے، جب اس نے دیکھا کہ یہ ساری مبارکبادی امام حسین علیہ السلام کی خوشی میں ہے تو اسے برا لگا اور اسے غصہ آگیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا : کیا تم لوگ بھی وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں ؟ یہ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں اور کس کا استقبال کر رہے ہیں ؟ جب فرزند رسول کی آمد کے تصور پر بھیڑ کنٹرول سے باہر ہوگئی تو ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے مسلم بن

---

[1] اپنے باپ کی شباہت کا تذکرہ کرکے یہ بیان کرنا چاہتاہے کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح ظلم و جور و تشدد و انتقام کا پیکر ہوں۔

[2] فارس کے حوض پر یہ شخص کا رگزار ہوا تو ۳۱ھ ہجری میں وہاں مسجد بنوادی۔ (طبری، ج ۱،ص ۳۰)جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (طبری، ج۵ ،ص ۳۶۱) حضرت علی علیہ السلام نے جاریہ بن قدامہ جو بنی تمیم کے رجال میں شمار ہوتا تھا ،کے ہمراہ اسے ابن حضرمی اور اس کے ان ساتھیوں سے لڑنے کے لئے ۳۸ھ ہجری میں بصرہ روانہ کیا جنہوں نے معاویہ کی دعوت کو لبیک کہاتھا ۔(طبری، ج۵ ،ص ۱۱۲) عبداللہ بن عامر نے قبیلہ ربیعہ کے ۳۰۰،جنگجو جوانوں کے ساتھ اسے مستور بن علّفہ خارجی سے جنگ کے لئے بصرہ روانہ کیا ۔(طبری ،ج۵،ص ۱۹۳) ۵۹ھ ہجری میں عبداللہ بن زیاد کی طرف سے کرمان کا والی بنایا گیا۔ (طبری ،ج۵،ص ۳۲۱) کوفہ پہنچنے کے بعد یہ کچھ دنوں زندہ رہا پھر مر گیا اور ابن زیاد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبری، ج ۵ ،ص ۳۶۴)

[3] طبری نے عیسیٰ بن یزید کنانی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتاہے : جب یزید کا خط عبیداللہ بن زیاد کو ملا تو اس نے بصرہ سے ۵۰۰، لوگوں کو منتخب کیا جس میں عبداللہ بن حارث بن نوفل اور شریک بن اعور بھی تھا۔ (طبری ،ج۵،ص ۳۵۹)

عمرو باھلی نے کہا : رک جاؤ تم لوگ کس دھوکہ میں ہو یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے،نہ کہ حسین بن علی، جب وہ محل میں داخل ہوگیا اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ عبیداللہ بن زیاد ہے تو اہل کوفہ شدید غمگین و محزون ہوئے [۱]۔

کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

جب ابن زیاد قصر میں وارد ہواتودوسرے دن صبح کی نماز جماعت کا اعلان ہوا ۔اعلان ہوتے ہی لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی ۔ ابن زیاد محل سے نکلا اورحمد وثنائے الٰہی کے بعد بولا : اما بعد : امیرالمومنین (اللہ ان کو صحیح و سالم رکھے)نےمجھے تمہارے شہر اور اس کی سرحدوں کاامیر بنایاہے اورمجھے حکم دیاہے کہ تمہارے درمیان مظلوموں کو انصاف اور محروموں کو ان کا حق دوں،تمہارے درمیان جو میری باتیں سنے اور میرا مطیع ہو اس کے ساتھ نیکی کروں اورشک و تردید کرنے والوں اور معصیت کاروں کے ساتھ شدت سے پیش آؤں۔یہ جان لو کہ میں تمہارے سلسلے میں اپنے امیر کے حرف حرف کاپابند ہوں اور میں ان کے عہدوپیمان کوتمہارے سلسلے میں نافذکرکے رہوں گا ۔ میں تمہارے درمیان نیک کر دار اور فر مانبر دار لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہوں۔میراتازیانہ اور میری تلوار ہراس شخص کے لئے ہے جو میرے حکم اور میرے امر کی مخالفت کرے گا پس جس کواپنی زندگی کاپاس ہوگا وہ میرے لئے نیک کردار اور راست بازہوگا ۔وعدوعید کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ کہکر وہ منبر سے نیچے اترا اور شہر کے سر برآوردہ افرادسے بڑی سختی سے پیش آتے ہوئے کہنے لگا: تم لوگ ناشناس اور بیگانہ افراد کے سلسلے میں لکھ کرمجھے دواور وہ لوگ جن کی امیر المومنین کو تلاش ہے اور ''حروریہ [۲]''والوں کے بارے میں بھی لکھ کرمجھے بتاؤ،اسی طرح وہ افراد جو شک و تردید کے ذریعہ اختلاف اور پھوٹ ڈالتے ہیں ان کے سلسلے میں بھی مجھے تحریر کرو ،یہ جان لو کہ جو بھی مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں

---

[۱] طبری ،ج ۵،ص ۳۵۷ ، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس مطلب کو مجھ سے صقعب بن زہیر نے ابو عثمان ہندی کے حوالے سے نقل کیا ہےیہ واقعہ شیخ مفید ؒ نے ارشاد کے ص۲۰۶ پر اور خوارزمی نے اپنے مقتل میں بھی ذکر کیا ہے۔(ص ۲۰۰)

[۲] حروریہ سے مرادخوارج ہیں۔یہ علاقہ، کوفہ کے قرب و نواح میں ہے چونکہ صفین سے پلٹتے وقت کوفہ پہنچنے سے پہلے یہ لوگ اس علاقہ میں جمع ہوئے اسی لئے انہیں حروریہ کہا جاتاہے ۔

لکھ کر دے گا وہ آزاد ہے اور جو لکھ کر کسی ایک کے بارے میں بھی نہ دے گا وہ اپنی عرافت [1] کے دائرہ میں ضامن ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ہماری مخالفت نہ کرے اور ان میں سے کوئی بھی ہم سے بغاوت نہ کرے ، اور اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں اور اس کا مال اور اس کی خون ریزی میرے لئے حلال ہے ۔ اگر کسی عریف کے دائرہ عرافت میں کوئی امیر المومنین کا باغی پیدا ہوا جس کی گرفتاری سے پہلے اس قبیلہ کے امیر نے ہمیں خبر نہ دی تو اس کے دروازے پر اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا اور اس قبیلے کے تمام لوگوں کے ماہانہ حقوق قطع کر دئے جائیں گے اور انھیں ''عمان زارہ [2]'' کے علاقہ میں شہر بدر کر کر دیا جائے گا ۔

ابن عباس کی گفتگو

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑکر کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی : یابن عم (اے چچا کے فرزند) لوگوں کے درمیان یہ بات پھیل چکی ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے والے ہیں ۔ ذرا مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ؟امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ''انی قد أجمعت المسیر فی احدیومیّ ھٰذین (۱) ان شاء اللہ تعالیٰ ''

---

[1] اس زمانے میں اشراف قبیلہ اور سر برآوردہ ا فراد جو مورد اعتماد حکومت ہوا کرتے تھے انہیں''عرافۃ''کہا جاتاتھا۔ان کا کام یہ تھاکہ وہ حکومت کورعیت سے آشناکرائیں اور بیت المال سے ان کے حقوق کو منظم کرائیں۔ کوفہ میں ۱۰۰،عریف تھے اہل کوفہ والوں کے حقوق و بخشش وہاں کے چار امراء کو دیئے جاتے تھے اور وہ اسے عرافہ، نقباء اور اُمناء کو دیا کرتے تھے اور یہ سربر آوردہ

[2] چونکہ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی کی تاریخ ۸،ذی الحجہ یوم الترویہ بعدازظہر ہے اور یہ وہ وقت ہے جب لوگ منی کی طرف جارہے ہوتے ہیں(طبری، ج ۵ ،ص۳۸۵)اس سے اندازہ ہوتاہے کہ ابن عباس اور امام علیہ السلام کے درمیان یہ گفتگو ۶،ذی الحجہ کو انجام پذیر ہوئی ہے اور اس خبر کامشتہر ہوناس گفتگو سے زیادہ سے زیادہ دو دن پہلے ہے یعنی ۴،ذی الحجہ کو یہ خبر پھیل گئی کہ امام علیہ السلام مکہ ترک کرنے و الے ہیں؛لیکن اس سے قبل اس خبر کے مشتہر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ سوال یہ پیداہوتاہے کہ وہ کون ساسبب ہے جس کی بنیاد پر اتنے دن مکہ میں رہنے کے بعد عین حج کے دن حج تما م ہونے سے پہلے ہی امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑدیا؟اگر یہ کہا جائے کہ جناب مسلم بن عقیل کے خط کی بنیاد پر جلدی کی، کیو نکہ اس میں مرقوم تھاکہ خط ملتے ہی فوراًروانہ ہو جائیے تو یہ صحیح نہیں ہے کیو نکہ جناب مسلم بن عقیل نے اپنی شہادت سے ۲۷،دن قبل یعنی ۲ ۱ ،یا۱۳،ذی القعدہ کو امام حسین علیہ السلام کو خط لکھاہے۔ ایسی صورت میں تقریباً دس(۱۰) دن کے اندر یعنی ۲۷، ذی قعدہ تک یہ خط امام علیہ السلام کو موصول ہوچکا تھالہٰذا اگر امام علیہ السلام کو سفر کرنا ہی تھا تو انھیں دنوں میں سفر کر لیتے ۔یہ ۴،دن قبل خبر کا مشتہر ہونا اور عین حج کے موقع پر سفر کرنے کا راز کیا ہے ؟ اس کا جواب ہمیں فرزدق کے سوال کے جواب میں ملتا ہے،جب راستے میں فرزدق شاعر کی ملاقات امام حسین علیہ السلام سے ہوئی تو اس نے بھی امام علیہ السلام سے یہی سوال کیا کہ اتنی جلدی کیا تھی کہ آپ حج چھوڑکر جارہے ہیں ؟امام علیہ السلام نے جواب دیا :" لولم أعجل لأخذت''(طبری ،ج۵،ص ۳۸۶) اگر میں جلدی نہ کر تا تو گرفتار کر لیاجا تا۔یہی وجہ ہے کہ شیخ مفید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب امام علیہ السلام نے عراق کا قصد کیا تو خانہ کعبہ کا طواف کیا،صفاو مروہ کے درمیان سعی کی اور اسے عمرہ قرار دے کر احرام سے خارج ہو گئے کیونکہ مولا کا مل حج انجام دینے پر متمکن نہ تھے ہر آن اس کا خطرہ تھا کہ عین حج کے مو قع پر آپ کو گر فتار کر کے یزید بن معاویہ تک پہنچا دیا جائے لہٰذا امام علیہ السلام فوراً مکہ سے نکل گئے ۔(ارشاد، ص ۲۱۸)معاویہ بن عمارنے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا :ماہ ذی الحجہ میں امام حسین علیہ السلام نے عمرہ انجام دیا پھر یوم الترویہ (۸، ذی الحجہ)کو عراق کی طرف کوچ کرگئے ۔یہ موقع وہ تھاکہ ادھر آپ عین حج کے موقع پر مکہ سے کوچ کررہے تھے ادھر حجاج کرام حج کے لئے مکہ سے منیٰ کی طرف جارہے تھے ۔ ذی الحجہ میں جو حج نہ کرنا چاہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ عمرہ انجام دے لے۔

میں نے ایک دو روز میں نکلنے کا قطعی فیصلہ کر رکھاہے، ان شاء اللہ ۔ ابن عباس نے کہا : میں آپ کے اس ارارہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ذرا مجھے بتائیے کہ کیا آپ اس قوم کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے اپنے ظالم اور ستمگار حکمراں کو نابود کردیاہے اور اپنے شہر و دیار کو ان کے چنگل سے نجات دلادی ہے اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال بھگایا ہے ؟اگر ان لوگوں نے ایسا کیا ہے تو آپ فوراً رخت سفر باندھ لیجئے لیکن اگر ان لوگوں نے آپ کو اس حال میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم ان پر مسلط اور قہر و غلبہ کے ساتھ ان پر قابض ہے ،اس کے عاملین شہروں میں اس کی طرف سے مالیات وصول کررہے ہیں تو ایسی صورت میں ان لوگوں نے آپ کو جنگ و جدال کے لئے بلایا ہے جس کی کوئی ضمانت نہیں اور نہ ہی آپ اس بات سے امن وامان میں ہیں کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں، جھٹلائیں، مخالفت کریں اور چھوڑدیں، نیز آپ اس سے بھی امان میں نہیں ہیں کہ اگر وہ آپ کی طرف آئیں تو آپ کے سخت دشمن بن جائیں ۔

اسی طرح ابراہیم بن عمر یمانی نے روایت کی ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو ایام حج میں عمرہ انجام دے کر باہر آجائے او روہاں سے اپنے شہر کی طرف نکل جائے تو اس کا حکم کیا ہے ؟امام علیہ السلام نے جواب دیا : کوئی مشکل نہیں ہے پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا : امام حسین علیہ السلام عمرہ انجام دے کر یوم الترویہ مکہ سے روانہ ہوئے تھے ۔ (وسائل، ج۱۰،ص ۲۴۶) یہی وجہ ہے کہ شیخ شوشتری نے فرمایا : دشمنوں نے پوری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح امام حسین علیہ السلام کو پکڑ لیں یا دھوکہ سے قتل کردیں،خواہ آپ کعبہ کی دیوار سے لپٹے ہوں ۔

امام علیہ السلام ان کے باطل ارادہ سے آگاہ تھے لہذا اپنے احرام کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کر دیا اورحج تمتع ترک کردیا ۔ (الخصائص، ص ۳۲،ط تبریز)شیخ طبرسی نے اعلام الوریٰ کی ایک خاص فصل میں امام علیہ السلام کے سفر کے واقعہ اور آپ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے ۔ وہاں پر آپ نے ارشاد میں موجود شیخ مفیدؒ کی عبارت کوتقریباًبعینہ ذکر کیا ہے اوراس کی تصریح بھی نہیں کی ہے ۔ اس فصل میں آپ نے انہیں باتوں کو ذکر کیا ہے جسے شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے ۔ہاں وہاں کلمہ ''تمام الحج ''کے بجائے ''اتمام الحج ''کردیا ہے

جو غلط ہے اور شاید نسخہ برداروں کی خطا ہے۔ اس خطا کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کلمات میں بڑا فرق ہے کیونکہ کلمہ ''الاتمام'' کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے احرام حج باندھ لیا تھا جبکہ کلمہ ''تمام الحج'' اس معنی کی طرف راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ''الارشاد'' کے نسخہ مختلف ہیں کیونکہ شیخ قرشی نے شیخ مفیدؒ کے کلام کو اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح طبرسی نے ''اتمام الحج'' نقل کیا ہے۔ (ج۳،ص ۵۰) یہ انھوں نے ارشاد کے ص ۲۴۳ سے نقل کیا ہے جبکہ ہم نے ارشاد کے ص ۲۱۸ طبع حیدریہ پر ''تمام الحج'' دیکھاہے اور یہی صحیح ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: میں خدا سے طلب خیر کروں گا پھر دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے[1]۔

ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو

سورج آہستہ آہستہ مغرب کے دامن میں اپنا چہرہ چھپانے لگا اور شب آگئی، اسی رات یا دوسرے دن صبح ابن عباس دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یابن عم! میں بے حد صبر و تحمل سے کام لینا چاہتا ہوں لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوتا کیونکہ میں اس سفر کو آپ کے لئے بے حد خطرناک سمجھتا ہوں اور آپ کی ہلاکت سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ عراقی دھوکہ باز ہیں؛ آپ خدا را ان کے قریب نہ جائیے؛ آپ اسی شہر میں مقیم رہیں کیونکہ آپ سید حجاز ہیں۔

اب اگر اہل عراق آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو خط لکھ دیجیے کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو وہاں سے بھگا ئیں پھر آپ وہاں جائیے؛اور اگر آپ نے جانے کے لئے عزم بالجزم کرہی لیا ہے تو آپ یمن روانہ ہوجائیں کیونکہ وہاں کی زمین وسیع ہے۔ اس کے علاوہ وہاں آپ توحید و عدالت کی دعوت اچھی طرح دے سکتے ہیں۔مجھے اس بات کی بھرپور امید ہے کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہاں کسی فشار اور طاقت فرسا رنج و غم کے بغیر انجام دے سکتے ہیں۔

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵،ص۳۸۳) یہ بات یہاں قابل توجہ ہے کہ ابن عباس ظلم کے خلاف امام حسین علیہ السلام کے قیام کے مخا لف نہیں ہیں بلکہ قیام کے لئے حالات سازگار ہیں یا نہیں ، اس میں انہیں شک ہے۔امام حسین علیہ السلام نے بھی ان کے نظریہ کو رد نہیں کیا بلکہ آپ ان کو اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے لیکن اسی حال میں اپنے بلند مقصد اور اپنی رسالت کے سلسلہ میں کوشاں تھے کیونکہ آپ اسی ماحول میں نظام اموی کے خلاف قیام کو لازم سمجھ رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ''یابن عم !انی واللہ لأ علم انک ناصح[1] و مشفق و لکنی ازمعت و اجمعت علی المسیر''یابن عم ! خدا کی قسم مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ آپ مخلص اور مشفق ہیں لیکن آپ یہ جان لیں کہ میں عزم با لجزم کر چکا ہوں اور سفر کے لئے تیار ہوں۔ابن عباس نے کہا : اگر ایسا ہے کہ آپ حتماً جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ مخدرات اور بچوں کو نہ لیں جائیں ؛کیونکہ میں آپ کے قتل اور خاندان کی اسیری سے خوف زدہ ہوں[2]۔

عمر بن عبد الرحمن مخزومی کی گفتگو

عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی[3] کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق جانے کے لئے سامان سفر باندھ چکے تو میں ان کی خدمت میں آکر ان کی ملاقات سے شرفیاب ہوا اور ثنائے الٰہی کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا : یابن عم !میں آپ کی خدمت میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں جسے مخلصانہ نصیحت کے طور پرآپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں،اب اگر آپ مجھے اپنا خیر خواہ اورصاحب فکر سلیم سمجھتے ہیں تومیں وہ عرضداشت آپ کی خدمت میں پیش کروں ورنہ میں جو کہنا چاہتا ہوں اس سے صرف نظرکرلوں ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا : ''قل فواللہ ما أظنک بسیٔ الرأیولا ھوٍ[4] للقبیح من الأمر و الفعل''، تم جو کہنا چاہتے ہو کہو، خدا کی قسم میں اس بات کا گمان بھی نہیں کرتا کہ تم میرے لئے برا تصور رکھتے ہو اور میری بھلائی نہیں چاہتے۔عمر بن عبد الرحمن مخزومی نے

---

[1] امام حسین علیہ السلام کے اس جملہ میں کلمہ ''ناصح '' خلوص و اخلاص کے معنی میں استعمال ہواہے، موعظہ اور نصیحت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے ۔ اس لفظ کے لئے یہ معنی جدید اور نیا ہے، اس کا اصلی معنی نہیں ہے، امام فرمارہے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ ابن عباس کی گفتار میں خلوص و شفقت اور محبت و عطوفت پنہاں ہے۔ اس سے انداہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابن عباس امام علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہ تھے بلکہ وہ اس شک وتردید میں تھے کہ قیام کے لئے حالات سازگار اور مناسب ہیں یا نہیں اور امام علیہ السلام نے بھی اس سلسلے میں ان کی بات کو رد نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اس کے باوجود بھی وہ قیام کے لئے عازم ہیں کیونکہ وہ اس قیام کو شریعت مقدسہ کی زندگی کے لئے لازم اورضروری سمجھتے ہیں۔

[2] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ج۵، ص ۳۸۳

[3] یہ وہی شخص ہے جسے مختار کے عہد حکومت میں عبداللہ بن زبیر نے ۶۶ھ میں کوفہ کا والی بنادیا تو مختار نے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو اس کے پاس پانچ سو (۵۰۰) سپاہیوں اور ستر (۷۰) ہزار درہم کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ ان درہموں کے مقابلہ میں مختار کے لئے کوفہ کی گورنری چھوڑدے اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر ان سپاہیوں سے نبرد آزماہوجائے۔ عمر بن عبد الرحمن نے وہ درہم قبول کر لئے اور ر ا ہیٔ بصرہ ہوگیا۔ (طبری، ج۶،ص ۷۱) اب رہا امام علیہ السلام کی مدح و ثنا کا سوال تو اس روایت کا ناقل خود یہی شخص ہے۔ اس کا دادا حارث بن ہشام اور اس کا بھائی جھل بن ہشام دونوں ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے دشمن تھے۔ ہم نے اس کا تذکرہ مقدمہ میں کیاہے۔

[4] ھوٍ یعنی ھا ویا جس کی اصل ھویٰ ہے جس کے معنی برا ارادہ رکھنے والے کے ہیں ۔

کہا :مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں اور میں آپ کے اس سفر سے خوفزدہ ہوں ؛کیونکہ آپ ایسے شہر میں جانا چاہتے ہیں جس میں اُمراء اور عاملین دونوں موجود ہیں اور ان کی پشت پناہی کے لئے بیت المال کا ذخیرہ موجود ہے۔ قوم درہم ودینار کی غلام ہے اور میں اس سے بھی آپ کو امن و امان میں نہیں سمجھتا کہ وہی لوگ آپ سے مقابلہ اور جنگ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے جو ابھی آپ کی نصرت کا وعدہ کررہے ہیں اور آپ کے دشمن کی دشمنی سے زیادہ آپ سے محبت کا دم بھرتے ہیں ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : '' جزاک اللہ خیراً یابن عم !فقد واللہ علمت أنک مشیت بنصح و تکلمت بعقل و مھا یقض من أمر یکن، أخذت برأیک أو ترکتہ فأنت عندی أحمد مشیر وأنصح ناصح[1] ''اے چچا کے فرزند خدا تم کو جزائے خیر دے !خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ تم خیر خواہی کے لئے آئے ہو اور تمہاری گفتگومیں عقل و خرد کے جلوے ہیں؛ بنابر این حسب ضرورت یا تو تمہاری رائے پر عمل کروں گا یا اسے ترک کروں گا لیکن جو بھی ہو تم میرے نزدیک اچھا مشورہ دینے والے اور بہترین خیر خواہ ہو ۔

امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو

عبد اللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی کا بیان ہے کہ ہم دونوں حج کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور یوم ترویہ وارد مکہ ہوئے۔ وہاں پر ہم نے سورج چڑھتے وقت حسین اور عبداللہ بن زبیر کو خانہ کعبہ کے دروازہ اور حجر الاسود کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا ، ہم دونوں ان کے نزدیک آگئے تو عبد اللہ بن زبیر کو حسین سے یہ کہتے ہوئے سنا : اگر آپ یہاں قیام فرمائیں گے تو ہم بھی یہیں سکونت اختیار کریں گے اور یہاں کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں پھر ہم آپ کی پشت پناہی اور مدد کریں گے اور آپ کے مخلص و خیر خواہ ہو کر آپ کی بیعت کر لیں گے ۔امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ''اِن أبی حدثنی : ''ان بھا کبشاً یستحلُّ حرمتھا ''!فا ُحب ان أکون أنا ذالک الکبش[2] ''میرے بابا نے مجھ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ یہاں ایک سر برآوردہ

[1] طبری ،ج ۵،ص ۳۸۲ ،ہشام نے ابومخنف کے حوالے سے کہا ہے کہ مجھ سے صقعب بن زبیر نے عمر بن عبد الر حمن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے ۔

[2] ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو جناب یحیٰین ابی حیہ نے عدی بن حرملہ اسدی سے، اس نے عبد اللہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج۵ ،ص ۳۸۴) الکبش : اس نر بکر ے کو کہتے ہیں جو عام طور پر گلہ کے آگے رہتا ہے۔ یہ درواقع تشبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کسی امر کی قیادت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے ذریعہ سے امام علیہ السلام نے ابن زبیر کو یاد دلا یا کہ شاید یاد آوری اس کو فائدہ پہنچا ئے لیکن یاد آوری تو مو منین کے لئے نفع بخش ہو تی ہے۔

شخص آئے گا جو اس حرم کی حرمت کو پامال کرے گا ،مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ سر برآوردہ شخص میں قرار پاؤں ۔ابن زبیر نے کہا : فرزند فاطمہ !آپ ذرا میرے نزدیک آے ئے تو امام علیہ السلام نے اپنے کانوں کو اس کے لبوں سے نزدیک کر دیا ۔ اس نے راز کی کچھ باتیں کیں پھر امام حسینؑ ہماری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا : '' أتدرون ما یقول ابن زبیر ؟'' تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ابن زبیر نے کیا کہا ؟ ہم نے جواب دیا :. ہم آپ پر قربان ہوجائیں! ہمیں نہیں معلوم ہے۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : وہ کہہ رہا تھا کہ آپ اسی حرم میں خانہ خدا کے نزدیک قیام پذیر رہے ئے، میں آپ کے لئے لوگوں کو جمع کرکے آپ کی فرمانبرداری کی دعوت دوں گا ۔پھر حسینؑ نے فرمایا : ''فان الذکری تنفع المو منین ''' واللّٰہ لئن أقتل خارجاً منھا بشبر أحب الیّ من أن أُقتل داخلاً منھا بشبر وأیم اللّٰہ لو کنت فی جحر ھا مۃ من ھٰذ ہ الھوام لا ستخر جونی حتی یقضوافیّ حا جتھم، واللّٰہ لیعتدن علیّ کما اعتدت الیھود فی السبت[1] ''خدا کی قسم !اگر میں حرم سے ایک بالشت دور قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں حرم کے اندر قتل کردیا جاؤں، خدا کی قسم !اگر میں حشرات الارض کے سوراخ میں بھی چلاجاؤں توبھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر میرے سلسلہ میں اپنی حاجت اور خواہش پوری کرکے ہی دم لیں گے ۔ خدا کی قسم !یہ لوگ اس طرح مجھ پر ظلم و ستم روا رکھیں گے جس طرح روز شنبہ یہودیوں نے ظلم و ستم کیا تھا ۔

عمرو بن سعید اشدق کا موقف

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانگی اختیار کی تو مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن عاص[2] کے نمائندوں نے یحیٰ بن سعید کی سربراہی میں حضرت پر اعتراض کیا ۔ اور سب کے سب اسی خوف سے آپ فوراً نکل گئے کہ کہیں آپ کی اور آپ کے خاندان

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو سعیدعقیصانے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں ...(طبری ،ج۵،ص۳۸۵) ہ وہ بہترین جواب ہے جو امام حسین علیہ السلام نے تمام سوالو ں کے جو اب میں بہت مختصرطور پردیاہے کہ بہر حال بنی امیہ کو حضر ت کی تلاش ہے ؛ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ پر ظلم و ستم کریں گے پس ایسی صورت میں لازم ہے کہ آپ فوراً مکہ چھوڑ دیں تاکہ آپ کی مثال بکری کے اس گلہ کے بکرے کی جیسی نہ ہوجائے جو آگے آگے رہتا ہے جس کا ذکر آپ کے والد حضرت امیر المومنینؑ نے کیا تھا۔

[2] جب عمر و بن سعید مدینہ کا والی ہوا تو اس نے عبیداللہ بن ابی رافع جو امام علی بن ابیطالبؑ کے کاتب تھے،کو بلایا اور ان سے پوچھا: تمہارامولا کون ہے ؟ انھوں نے جواب دیا : رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)(یہ ابو رافع ،ابوا حیحہ سعید بن عاص اکبر کے غلام تھے جو سعید بن عاص کے بیٹوں کو میراث میں ملے تھے۔ ان میں سے تین بیٹوں نے اپناحصہ آزاد کردیا اور یہ سب کے سب جنگ بدر میں مارڈالے گئے اورایک بیٹے خالد بن سعید نے اپنا حصہ رسول ؐخدا کو ہبہ کردیا تو آ پ نے اسے آزاد کر یا) یہ سنتے ہی اس نے سو

کی بے حرمتی نہ ہوجائے اور ادھر اہل کوفہ کی دعوت کا جواب بھی ہوجائے گا جو آپ کے لئے ان پر اتمام حجت ہوگی تا کہ یہ الزام نہ آئے کہ رسول خدا کے بعد امت کے لئے کوئی حجت نہ تھی اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ کی جانب سے تو پیغمبروں کے بعد ہمارے لئے کوئی حجت ہی نہ تھی۔ ''لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسول'' (سورۂنساء، ۱۶۵)اور تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے : ''لولا أرسلت الینا رسولاً منذراًو أقمت لنا علماً ھادیاً فنتبع آیاتک'' تو نے ہم تک ڈرانے والا کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا اور ہمارے لئے کوئی ہدایت کرنے والی نشانی کیوں نہ قائم کی تاکہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس وحشت وخوف کے ماحول میں کوفہ نہ جاتے تو اور کہاں جاتے؛ جب کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود آپ پر تنگ کردی گئی تھی ۔

امام علیہ السلام سے کہنے لگے : اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے!آپ کہاں جارہے ہیں !امام علیہ السلام نے انکار کیا اور دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ انھوں نے تازیانہ بلند کر لیا لیکن امام علیہ السلام اپنی راہ پر گامزن رہے۔ جب امام علیہ السلام کو ان لوگوں نے جاتے ہوئے دیکھا توبلند آواز میں پکارکر کہا : اے حسین !کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو جماعت سے نکل کر اس امت کے درمیان تفرقہ اندازی کررہے ہو !ان لوگوں کی باتیں سن کر امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی : لِیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِمَّا تَعْمَلُوْنَ[2] اگر وہ تم کو جھٹلائیں تو تم کہہ دو کہ ہمارا عمل ہمارے لئے

کوڑے لگائے پھر پوچھا تیرا مالک ومولا کون ہے ؟ انہوں نے پھر جواب دیا :ر سول خدا ! تو اس نے پھر سو کوڑے لگائے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا، وہ پوچھتا جاتا تھا اور یہ جواب میں کہتے جاتے تھے: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور وہ کوڑے برسائے جاتاتھا یہاں تک کہ پانچ سو کوڑے مارے اور پھر پوچھاکہ تمہارامولا و مالک کون ہے؟ تو تاب نہ لاکرعبیداللہ بن ابورافع نے کہہ دیا :تم لوگ میرے مالک و مختار ہو یہی وجہ ہے کہ جب عبدالملک نے عمرو بن سعید کو قتل کیا تو عبیداللہ بن ابی رافع نے شعر میں قاتل کا شکریہ اداکیا۔(طبری ،ج۳، ص ۱۷۰)عمرو بن سعیدنے ابن زبیر سے جنگ کی۔ (طبری ، ج۵،ص ۳۴۳) اور جو بھی ابن زبیر کا طرفدار تھا اسے مدینہ میں مارڈالاتھا ۔جن میں سے ایک محمد بن عمار بن یاسر تھے۔اس نے ان میں سے چالیس یا پچاس یا ساٹھ لوگوں کومارا ہے ۔(طبری ،ج۵ ،ص ۳۴۴) جب اس تک امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس نے خوشیاں منائیں اور جب بنی ہاشم کی عورتوں کا بین سنا تو کہنے لگا کہ یہ بین عثمان کے قتل پر انکے گھر کی عورتوں کے بین کا جواب ہے پھر یہ منبر پر گیا اور لوگوں کو اس سے باخبر کیا ۔ اس کے بعد یزید کو معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید ، ابن زبیر سے رفق و محبت سے پیش آرہاہے اور اس پر تشدد نہیں کر رہاہے تو یکم ذی الحجہ ۶۱ھ ـ کو اسے معزول کردیا۔ (طبری ،ج۵ ،ص۴۷۷) تو یہ اٹھکر یزید کے پاس آیااور اس سے معذرت خواہی کی۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۷۹) اس کاباپ سعید بن عاص ، معاویہ کے زمانے میں مدینہ کا والی تھا۔ (طبری، ج۵ ، ص۲۴۱)

[1] یہ عمرو بن سعید کابھائی ہے۔اس نے شام میں عبدالملک کے دربار میں ان ایک ہزار جوانوں کے ساتھ اپنے بھائی کی مدد کی جو اس کے ساتھی اور غلام تھے لیکن آخر میں وہ سب بھاگ گئے اور اسے قید کر لیا گیا پھر آزاد کردیا گیا تو یہ ابن زبیر سے ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج۶،ص ۱۴۳، ۱۴۷) پھر کوفہ روانہ ہوگیا اور اپنے ماموؤں کے پاس پناہ لی جو جعفی قبیلہ سے متعلق تھے۔جب عبدالملک کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کرنا شروع کردی تو اس نے بھی اس کی بیعت کر لی اور امن کی درخواست کی۔ (طبری ،ج۶ ، ص ۱۶۲)

[2] سورۂیونس ، ۴۱ طبری، ج۵، ص ۳۸۵،ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے ۔

اور تمہاری کارستانی تمہارے لئے ہے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے تم ذمہ دار نہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔

عبداللہ بن جعفر کا خط چوتھے امام حضرت علی بن حسین بن علی (علیہم السلام) کا بیان ہے کہ جب ہم مکہ سے نکل رہے تھے تو عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب[1] نے ایک خط لکھ کر اپنے دونوں فرزندوں عون و محمد[2] کے ہمراہ روانہ کیا جس کی عبارت یہ ہے ''امابعد، فانّی أسألک باللہ لمّا انصرفت حین تنظر فی کتابی فانّی مشفق علیک من الوجہ الذی تتوجہ لہ أن یکون فیہ ھلاکک واستئصال اھل بیتک، أن ھلکت الیوم طفیٔ نور الارض فانک علم المھتدین ورجاء المؤمنین، فلا تعجل بالسیر فانّی فی أثر الکتاب؛ والسلام'' اما بعد: جب آپ کی نگاہ میرے خط پر پڑے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے؛ کیونکہ آپ نے جس طرف کا رخ کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے خاندان کی اسیری ہے اور اگر آپ دنیا سے گذر گئے تو زمین کا نور خاموش ہو جائے گا؛ کیوں کہ آپ ہدایت یافتہ افراد کے پرچمدار اور مومنین کی امید ہیں؛ لہٰذا آپ سفر میں جلدی نہ کریں۔ میں اس خط کے پہنچتے پہنچتے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہو رہا ہوں۔ والسلام

عبد اللہ بن جعفر اس خط کے فوراًبعد عمرو بن سعید بن عاص کے پاس گئے اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: حسین (علیہ السلام) کو ایک خط لکھو جس میں تم ان کے امن وامان کا تذکرہ کرو، اس میں ان سے نیکی اور صلہ رحم کی تمنا وآرزو کرو اور اطمینان دلاؤ، ان سے پلٹنے کی درخواست کرو، شائد وہ تمہاری باتوں سے مطمئن ہو کر پلٹ آئیں اور اس خط کو اپنے بھائی یحيٰی بن سعید کے ہمراہ روانہ کرو؛ کیونکہ وہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے وہ مطمئن ہوں اور ان کو یقین ہو جائے کہ تم اپنے قصد میں مصمم ہو۔ عمرو بن سعید نے

---

[1] آپ جنگ جمل میں امیر المومنین کے لشکر میں تھے اور عائشہ کو مدینہ پہنچانے میں آپ نے آنحضرت کی مدد فرمائی تھی ۔(طبری، ج۴، ص۵۱۰)آپ کی ذات وہ ہے جس سے حضرت امیر المومنین کوفہ میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ آ پ ہی نے حضرت کو مشورہ دیا تھا کہ محمد بن ابی بکر جو آپ کے مادری بھائی بھی تھے، کو مصر کا والی بنادیجئے۔ (طبری ،ج۴، ص ۵۵۴)آپ جنگ صفین میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور آپ کے حق میں بڑھ بڑھ کر حملہ کررہے تھے۔ (طبری ،ج۵ ، ص ۱۴۸)بنی امیہ کے خلاف امام حسن علیہ السلام کے قیام میں بھی آپ ان کے مدد گار تھے (طبری ،ج۵،ص ۱۶۰) اور جب صلح کے بعد سب مدینہ لوٹنے لگے تو دونوں اماموں کے ہمراہ آپ بھی مدینہ لوٹ گئے۔ (طبری ،ج۵ ، ص ۱۶۵) آپ کے دونوں فرزند عون و محمد امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب آپ تک ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا : ''واللّٰہ لو شھدتہ ،لأ حببت الّا أفارقہ حتی أقتل معہ'' خداکی قسم اگر میں موجود ہوتا تو واقعاً مجھے یہ محبوب تھا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ ان کے ہمراہ قتل ہوجاؤں۔ (طبری ج۵ ، ص ۴۶۶)

[2] یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلامیں جام شہادت نوش فرماکرسرفراز ہوئے۔ طبری کے بیان کے مطابق عون کی ماں جمانہ بنت مسیب بن نجبہ بن فزاری ہیں(مسیب بن نجبہ توابین کے زعماء میں شمار ہوتے ہیں) اور محمد کی ماں خو صاء بنت خصفہ بنت ثقیف ہیں جو قبیلہ بکربن وائل سے متعلق ہیں ۔

عبد اللہ بن جعفر کو جواب دیتے ہوئے کہا : تم جو چاہتے ہو لکھ کر میرے پاس لے آؤ میں اس پر مہر لگا دوں گا، بنابریں عبد اللہ بن جعفر نے اس طرح نامہ لکھا : بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط عمر وبن سعید کی جانب سے حسین بن علی کے نام ہے ۔اما بعد : میں خدا وند متعال سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو ان چیزوں سے منصرف کر دے جس میں آپ کا رنج و ملال ہے اور جس میں آپ کی ہدایت ہے اس طرف آپ کو سرفراز کرے ۔مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے عراق کا رخ کیا ہے ۔ خداوند عالم آپ کو حکومت کی کشمکش اور مخالفت سے محفوظ رکھے؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت ہے۔

میں آپ کی طرف عبداللہ بن جعفر اور یحیٰی بن سعید کوروانہ کررہا ہوں ؛آپ ان دونوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لے آئیے کیونکہ میرے پاس آپ کے لئے امان، صلہ رحم، نیکی اورخانہ خدا کے پاس بہترین جائیگاہ ہے۔ میں خداوند عالم کو اس سلسلے میں گواہ، کفیل ،ناظر اور وکیل قرار دیتا ہوں ۔ والسلام

خط لکھ کر آپ اسے عمر وبن سعید کے پاس لے کر آئے اور اس سے کہا : اس پر مہر لگاؤ تو اس نے فوراًاس پر اپنی مہر لگادی اور اس خط کو لے کرعبداللہ بن جعفر اور یحیٰی امام علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ کی خدمت میں یحیٰی بن سعید نے خط پڑھا تو امام حسین علیہ السلام نے عمر وبن سعید کو خط کا جواب اس طرح لکھا :بسم اللہ الرحمن الرحیماما بعد، فانہ لم یشاقق اللہ ورسولہ من دعاالی اللہ عزّو جلّ وعمل صالحاًو قال أنّنی من المسلمین؛وقد دعوت الیٰ الامان والبرّو الصلة فخیرالامان امان اللہ ولن یؤمّن اللہ یوم القیامةمن لم یخفہ فی الدنیا، فنسأل اللہ مخافة فی الدنیاتوجب لنا أمانہ یوم القیامة فان کنت نویت بالکتاب صلتی و برّی فجزیت خیراًفی الدنیاوالآخرة ۔ والسلام بسم اللہ الرحمن الرحیم ،امابعد،ہر وہ شخص جو لوگوں کو خدائے عزّو جلّ کی طرف دعوت دیتاہے اور عمل صالح انجام دیتاہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو وہ خدااور رسول کی مخالفت نہیں کرتا ہے اور تم نے جومجھے امان، نیکی اور صلہ رحم کی دعوت دی ہے تو جان لو کہ بہترین امان خداوندمتعال کی امان ہے اور قیامت میں وہ شخص اللہ کی امان میں نہیں ہے جو دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا ۔ میں دنیا میں خدا سے اس خوف کی درخواست کرتا ہوں جو آخرت میں قیامت کے دن ہمارے لئے امان کا

باعث ہو۔اب اگر تم نے اپنے خط کے ذریعہ میرے ساتھ صلہ رحم اور نیکی کی نیت کی ہے تو تم کو دنیاوآخرت میں اس کی جزا ملے گی۔وہ دونوں امام علیہ السلام کا جواب لے کر عمرو بن سعید کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم دونوں نے تمہارے خط کو ان کے سامنے پڑھا اور اس سلسلے میں بڑی کوشش بھی کی لیکن اس سلسلہ میں ان کا عذر یہ تھا کہ وہ فرما رہے تھے : '' انّی رأیت رؤیاً فیھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وأمرتُ فیھا بأ مرٍأنا ما ضٍ لہ، علیّ کان أولیٰ ''میں نے ایک ملکوتی خواب دیکھا ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم موجود تھے۔ اس خواب میںآپ نے مجھ کوایک چیز کا حکم دیا گیا ہے۔میں اس پر ضرور عمل کروں گا اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ اولیٰ ہے۔

جب ان دونوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ خواب کیا تھا ؟تو آپ نے فرمایا : '' ما حدثت بھا أحداً وما أنا محدّ ث بھا حتی ألقی ربّی''[1]اور میں یہ خواب کسی سے بیان نہیں کرسکتا اور نہ ہی میں یہ خواب کسی سے بیان کرنے والا ہوں یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کر لوں۔

اور جب وہ لوگ اس جواب سے قانع نہ ہوئے تو امام علیہ السلام نے کہہ دیاکہ آپ کو ایک ایسے خواب میں حکم دیا گیا ہے جس میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے کہ آپ اپنے سفر کو جاری رکھیں؛ لیکن آپ نے اس خواب کو بیان نہیں کیا اور یہ کہہ کربات تمام کردی : '' وما أنا محدث لھا حتی ألقی ربی '' شاید یہیں پرا حمد بن اعثم کوفی متوفی ۳۱۰ھ نے امام علیہ السلام کے اس خواب کا تذکرہ کر دیا ہے جو آپ نے اپنے جد کی قبر پر مدینہ میں دیکھا تھا لیکن یہ کیسے معلوم کہ یہ خواب وہی ہے ؟ جب امام علیہ

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے علی بن الحسین (علیہما السلام) کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص۳۸۸) امام علیہ السلام یہ مناسب نہیں دیکھ رہے تھے کہ اپنے سفر کے رازسے سب کو آشنا کر تے کیو نکہ انسان جوکچھ جا نتا ہے وہ سب بیان نہیں کر دیتا ہے خصوصاً جبکہ انسان ظرف و جودکے لحاظ سے مختلف و متفاوت ہوں اور امام علیہ السلام پر واجب ہے کہ ہر شخص کو اس کے وجود کی وسعت اور معرفت کی گنجا ئش کے اعتبار سے آشنائی بہم پہنچائیں، اسی لئے امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایک واقعی جو اب دیدیا کہ" لم یشا قق اللہ ورسولہ من دعا الی اللہ وعمل صالحاً ...وخیر الا مان أمان اللہ و لن یؤمن اللہ یوم القیامۃمن لم یخفہ فی الدنیا فنسأل اللہ مخافۃفی الدنیا تو جب لنا أما نہ یوم القیامہ''

السلام نے فرمایا کہ یہ خواب خدا کی ملاقات سے قبل میں کسی سے بھی بیان نہیں کروں گا یعنی یہ وہی بات ہے جس کا میں نے عہد کیا

ہے ۔ واللہ اعلم بہ، اللہ اس سے بہتر آگاہ ہے۔

راستہ کی منزلیں

پہلی منزل : تنعیم[1] امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھااورراستہ میںآپ کا گذرایک ایسی جگہ سے ہوا جسے تنعیم کہتے ہیں۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی جسے بحیربن ریسان حمیری[2] نے یزید بن معاویہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ شخص یمن میں یزید کا کارگزار تھا۔ اس قافلہ کے ہمراہ الورس[3] اور بہت سارے شاہانہ لباس تھے جسے عامل یمن نے یزید کے پاس روانہ کیا تھا۔امام علیہ السلام نے اس کا روان کے سارے بار کو اپنی گرفت میں لے لیا اور قافلہ والوں سے فرمایا : '' لا أکرھکم من أحب أن یمضی معنا الی العراق أوفینا کراء ہ وأحسنا صحبتہ، ومن أحب أن یفارقنا من مکاننا ھذا أعطیناہ من الکراء علیٰ قدر ما قطع من الارض ''ممکن ہے کہ بادی النظر فکر میں کسی کو امام علیہ السلام کا یہ فعل العیاذباللہ نا مناسب لگے کہ آپ نے درمیان سے قافلھیں تم لوگوں پر کوئی زبر دستی نہیں کرتا لیکن تم میں جو یہ چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ عراق چلے تو ہم اس کو کرایہ سفر بھی دیں گے اور اس کی ہمراہی کو خوش آمدید بھی کہیں گے اور جو ہم سے یہیں سے جدا ہونا چاہتا ہے اسے بھی ہم اتنا کرایہ سفر دے دیں گے کہ وہ اپنے وطن تک پہنچ جائے ۔امام علیہ السلام کی اس دلنشین گفتار کے بعد جو بھی اس قافلہ نور سے جدا ہوا اسے امام علیہ السلام نے اس کا حق دے دیا اور جس نے رکنا چاہا اسے کرایہ دینے کے علاوہ امام علیہ السلام نے لباس بھی عطا کیا[4]۔

[1] یہ مکہ سے دوفرسخ پر ایک جگہ ہے جیساکی معجم البلدان ج۲،ص۴۱۶پر مرقوم ہے ۔ مکہ کے داہنی جانب ایک پہاڑہے جسے تنعیم کہتے ہیں اور شمالی حصہ میں ایک دوسراپہاڑہے جسے ''ناعم ''کہتے ہیں او راس وادی کو ''نعیمان''کہتے ہیں۔وہاں پر ایک مسجد وجود ہے جو قر یب ترین میقات اورحرم سے نزدیک ترین احرام سے باہر آنے کی جگہ ہے آج کل یہ جگہ مکہ کے مرکزی علاقہ سے ۶٫ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے جس کا مطلب یہ ہو ا کہ ایک فرسخ ہے نہ کہ دو فرسخ ۔ اس وقت شہر سے لے کر یہاں تک پورا ایک متصل اور وسیع علاقہ ہے جو مدینہ یا جدہ سے مکہ آنا چاہتا ہے اسے ادھر ہی سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔

[2] گویایہ وہی شخص ہے جو علم نجوم میں صاحب نظر تھاکیونکہ اس نے عبداللہ بن مطیع کو بتایا تھا کہ جب ابن زبیر قیام کرے گا تو وہ کوفہ کاوالی بنے گا۔(طبری ،ج۶، ص ۹) طاوؤ س یمانی جو بہت معروف ہیں اس شخص کے آقا تھےطاوؤ س یمانی نے مکہ میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔(طبری، ج۶، ص۲۹)

[3] الورس؛ یہ خاص قسم کی گھاس ہے جو تل کی طرح ہوتی ہے اور رنگ ریزی کے کام آتی ہے اور اس سے زعفران بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ گھاس یمن کے علاوہ کہیں بھی نہیں ملتی ہے۔

[4] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری،ج۵، ص ۳۸۵)

دوسری منزل : الصفاح[1] عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی کا بیان ہے کہ پہلی منزل سے چلنے کے بعد ہم لوگ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے ہمراہ دوسری منزل پر پہنچے جسے ''الصفاح'' کہتے ہیں اور وہاں ہماری ملاقات فرزدق بن غالب[2] شاعر سے ہوئی۔ وہ حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: خداوند متعال آپ کی حاجت کو پورا کرے اور آپ کی تمنا و آرزو کو منزل مراد تک پہنچائے ۔

کے بار کو اپنی گرفت میں کیوں لیا؟ یہ تو غصب ہے لیکن وہ افراد جو تاریخ کی ابجد خوانی سے بھی واقف ہوں گے وہ بالکل اس کے برعکس فیصلہ کریں گے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق تو امام علیہ السلام کا کام غلط ہو ہی نہیں سکتا، انھوں نے جو کیا وہی حق ہے لیکن ایک غیر کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کافی ہوگی اور جب وہ تاریخ کے اوراق میں امام حسن علیہ السلام کی صلح کے شرائط پر نگاہ ڈالے گا تو ظاہری اعتبار سے بھی یزید کا تخت حکومت پر براجمان ہونا غلط ثابت ہوگا اور وہ ایک باغی شمار کیا جائے گا جس نے مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کیا ہے اور امام حسین علیہ السلام امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائیں گے جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش صرف کرکے اس غاصب و باغی تک اموال مسلمین پہنچنے سے مانع ہوں پس یمن کے اس قافلہ کو روک کر اموال کو اپنی گرفت میں لینا امام علیہ السلام کا اولین فریضہ تھا لہٰذا ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے قافلہ والوں سے بڑی دلنشین گفتگو کی جب کہ ظالم وجابر حکومت کی نگاہ میں ایسے افراد لائق گردن زدنی یا قابل قید و بند ہوتے ہیں۔ (مترجم)

ان کے دونوں چچا ''ذھیل'' اور ''زحاف''، بصرہ میں زیاد بن سمیہ کے دیوان میں دو دو ہزار بخشش لیا کرتے تھے ۔ انھوں نے بنی نہشل اور فقیم کی ہجو میں اشعار کہے تو ان دونوں نے زیاد سے جا کر ان کی امام علیہ السلام نے اس سے کہا : ''بیّن لنا نبأ الناس خلفک''، تم جس شہر اور جہاں کے لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبریں ہمارے لئے بیان کرو ۔ فرزدق نے کہا : آپ نے واقف کار شخص سے سوال کیا ہے تو سنئے : ''قلوب الناس معک''، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں ''و سیوفھم مع بنی امیہ''

---

[1] یہ جگہ حنین اور انصاب الحرم کے درمیان ہے جو بہت آسانی سے مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے ۔
[2] اس شخص کا نام همام بن غالب بن صعصعہ ہے۔

اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں '' والقضاء ینزل من السماء '' لیکن فیصلہ و قضا تو خدا وند عالم کی طرف سے ہے '' واللہ یفعل ما یشاء '' اور اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔امام حسین علیہ السلام نے ان سے کہا : تم نے سچ کہا، اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے ؛ہمارے رب کی روزانہ اپنی ایک خاص شان ہے لہٰذا اگر اس کا فیصلہ ایسا ہوا جو ہمیں محبوب ہے تو اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں گے اور شکر کی ادائیگی میں وہ ہمارا مدد گا رہے اور اگر فیصلہ الٰہی ہماری امیدوں کے درمیان حائل ہوگیا تب بھی اس شخص کے لئے کچھ نہیں ہے جس کی نیت حق اور جس کی سرشت تقویٰ ہے۔ یہ کہہ کر شکایت کی ۔جب اس نے فرزدق کو طلب کیا تو یہ وہاں سے بھاگ گئے ۔ اس کے بعد نوبت یہ آگئی جب زیاد بصرہ آتا تھا تو فرزدق کوفہ آجاتے تھے اور جب وہ کوفہ آتا تھا تو فرزدق بصرہ روانہ ہوجاتے تھے۔ واضح رہے کہ زیاد ٦ ماہ مہینہ بصرہ رہتا تھااور ٦ ماہ مہینہ کوفہ کے امور سنبھالتا تھا ۔ اس کے بعد یہ حجاز چلے گئے اور وہیں مکہ ومدینہ میں رہنے لگے۔اس طرح زیاد کی شرارتوں سے بچ کر سعید بن عاص کی پناہ میں رہنے لگے یہاں تک کہ زیاد ہلاک ہوگیا (طبری، ج۵، ص ۲۴۲، ۲۵۰)تو انھوں نے اس کی ہجو میں مرثیہ کہا :بکیت امرءامن آل سفیان کافراً کلسری علی عدوانہ أو کقیصراً (طبری، ج۵،ص ۲۹۰)میں نے آل سفیان کے ایک مرد پر گریہ کیا جو کافر تھا جیسے قیصر و کسری اپنے دشمن پر روتے ہیں۔ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد یہ دوبارہ بصرہ پلٹ گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ۶۰ھ میں یہ اپنی ماں کے ہمراہ حج پر آرہے تھے جب ان کی امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی شاید اسی لئے حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں حاضری نہ دے سکے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۸٦) انھوں نے حجاج کے لئے بھی شعر کہے ہیں ۔ (طبری ،ج٦،ص ۳۸۰و ۳۹۴) سلیمان بن عبدالملک کے محل میں بھی ان کی آمد ورفت تھی۔ (طبری ،ج۵، ص ۵۴۸) ۱۱۰ھ تک یہ شاعر زندہ رہے۔ (طبری ،ج۵، ص ۲۴۲، ۲۵۰)بنی نہشل کی ہجو میں جب انھوں نے اشعار کہے تھے تو یہ جوان تھے بلکہ ایک نوجوان اعرابی تھے جو دیہات سے آئے تھے۔ (طبری ،ج۵ ، ص ۲۴۲) ایسی صورت میں امام علیہ السلام سے ملاقات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال سے کم تھی۔امام علیہ السلام نے اپنی سواری کو

حرکت دی تو انھوں نے امام کو سلام کیا اور دونوں جدا ہوگئے[1]۔ جب عبیداللہ بن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی طرف آرہے ہیں تو اس نے اپنی پولس کے سربراہ حصین بن تمیم تمیمی کو روانہ کیا ۔ اس نے مقام قادسیہ میں آکر پڑاؤ ڈالا اور قادسیہ[2] و خفان[3] کے درمیان اپنی فوج کو منظم کیا اسی طرح قادسیہ اور قطقطانہ[4] اور لعلع کے درمیان اپنی فوج کو منظم کر کے کمین میں لگادیا[5] ۔

تیسری منزل : حاجر[6] اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے مقصد کی طرف روانہ ہوتے ہوئے حاجر بطن رمہ[7] تک پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے ہمراہ اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا :

''بسم اللہ الرحمن الرحیم ! من الحسین بن علی الی اخوانہ من المومنین و المسلمین، سلام علیکم : فانّی أحمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو، أما بعد، فان کتاب مسلم بن عقیل جاءني یخبرني فیہ بحسن رأیکم و اجتماع ملئکم علی نصرنا و الطلب بحقنا فسألت اللہ أن یحسن لنا الصنع وأن یثیبکم علی ذالک أعظم الاجر ، وقد شخصت من مکۃ یوم الثلاثاء لثمان مضین من ذی الحجہ یوم الترویۃ فاذا قدم علیکم رسولي فاکمشوا أمرکم و جدّ

---

[1] ابومخنف کا بیان ہے کہ ابی جناب نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵، ص ۳۸۶) یہ بیان اس بیان سے میل نہیں کھاتا جو ان دونوں سے عنقریب بیان ہو گا کہ یہ دو نوں کہتے ہیں کہ ہم لوگ مقام '' زرود میں امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے اور یہ منزل صفاح کے بعد کوفہ کے راستہ میں چندمنازل کے بعد ہے مگر یہ کہا جائے کہ ان کے قول''اقبلنا حتی انتھینا ''کا مطلب یہ ہوکہ ہم لوگ کوفہ سے روانہ ہوکر صفاح تک پہنچے جو مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے پھر مناسک حج انجام دینے کے بعد منزل زرود میں امام علیہ السلام سے دوبارہ ملحق ہوگئے ۔طبری نے کہا : ہشام نے عوانہ بن حکم کے حوالے سے، اس نے لبطہ بن فرزدق بن غالب سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ اس کے باپ نے کہا : میں نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا اور ایام حج میں حرم میں داخل ہو ا تو دیکھا حسین بن علی مکہ سے نکل رہے ہیں میں ان کے پاس آیا اورعرض کی: بأبی أنت و أمی یا بن رسول اللہ! ما اعجلک عن الحج؟ فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں !آپ کو اتنی بھی کیا جلدی تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جارہے ہیں ؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا : لو لم أعجل لأُ خذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو پکڑ لیا جاتا ۔ فرزدق کہتا ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا ممن أنت ؟تم کہاں کے رہنے والے ہو ؟ تو میں نے جواب دیا : میں عراق کا رہنے والا ایک شخص ہوں؛ خدا کی قسم !اس سے زیادہ انھوں نے میرے بارے میں تفتیش نہیں کی ؛ بس اتنا فرمایا : جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو مجھے ان کی خبر بتاؤ تو میں نے کہا: انکے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ہمراہ ہیں اور قضاء اللہ کے ہاتھ میں ہے۔آپ نے مجھ سے فرمایا : تم نے سچ کہا! پھر میں نے نذر اور مناسک حج کے سلسلہ میں کچھ سوالات کئے تو آپ نے اس کے جواب سے مجھے بہرہ مند فرمایا۔(طبری، ج۵، ص ۳۸۶)

[2] قادسیہ او ر کوفہ کے درمیان ۱۵, فرسخ کی مسافت ہے اور اس کے وعذیب کے درمیان ۴,میل کا فاصلہ ہے اور اسے دیوانیہ کہتے ہیں۔ حجاز کے دیہات کی طرف یہ(قادسیہ) عراق کا سب سے پہلا بڑاشہر ہے۔ اسی جگہ پر عراق کی سب سے پہلی جنگ بنام جنگ قادسیہ سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ہوئی ہے ۔

[3] یہ ایک قریہ ہے جو کوفہ سے نزدیک ہے جہاں بنی عباس کا ایک پانی کاچشمہ ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۳ ، ص۴۵۱ پر موجود ہے ۔

[4] قطقطانہ ، رہیمہ سے کوفہ کی طرف تقریباً ۲۰,میل کے فاصلہ پرہے۔ (طبری، ج۷ ، ص ۱۲۵) یعقوبی کا بیان ہے : جب امام علیہ السلام کومسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ قطقطانہ میں تھے۔ (طبری، ج۲، ص ۲۳۰)

[5] ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے یونس بن ابی اسحاق سبیعی نے اس کی روایت کی ہے۔(طبری ،ج۵،ص۳۹۴)

[6] ۔حاجرنجد کی بلند وادی کو کہتے ہیں۔

[7] بطن رمہ وہ جگہ ہے جہاں اہل کو فہ و بصرہ اس وقت یکجا ہوتے تھے جب وہ مدینہ جانے کا ارادہ کرتے تھے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۴،ص ۲۹۰،اور تاج العروس، ج ۳،ص۱۳۹پر مرقوم ہے۔

وا، فاني قادم عليكم فيأيامي هذه، ان شاء الله؛ والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته'' بسم الله الرحمن الرحیم ! یہ خط حسین بن علی کی جانب سے اپنے مومنین و مسلمین بھائیوں کے نام، سلام علیکم ، میں اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔امابعد ، حقیقت یہ ہے کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھ تک آچکا ہے، اس خط میں انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تم لوگوں کی رائے اچھی ہے اور تمہارے بزرگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ہماری مدد کریں گے اور ہمارے حق کو ہمارے دشمنوں سے واپس لے لیں گے تو میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے اچھی راہ قرار دے اور اس کے ثواب میں تم لوگوں کو اجر عظیم سے نوازے ۔

اس سے تم لوگ آگاہ رہوکہ میں بروز سہ شنبہ ۸، ذی الحجہ یوم الترویہ مکہ سے نکل چکا ہوں لہٰذا جب میرا نامہ بر تم لوگوں تک پہنچے تو جو کام تم کو کرنا چاہئیے اس کی تدبیر میں لگ جاؤ اور اس مسئلہ میں بھرپور کوشش کرو کیونکہ میں انشاء اللہ انہی چند دنوں میں تم تک پہنچنے والا ہوں ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔آپ جب قادسیہ پہنچے تو حصین بن تمیم نے آپ کو گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا ۔ابن زیاد نے آپ سے کہا محل کی چھت پر جاؤ اور کذاب بن کذاب کو گالیاں دو!قیس بن مسہر شجاعت وشہامت کے ساتھ محل کی چھت پر آئے اور کہا : ''أیھا الناس !ان الحسین علیہ السلام بن علی خیر خلق اللہ ابن فاطمہ بنت رسول اللہ وأنا رسولہ الیکم وقد فارقتہ بالحاجر فأجیبوہ ثم لعن عبید اللہ بن زیاد وأباہ واستغفر لعلیّ بن أبی طالب '' اے لوگو ! حسین بن علی خلق خدا میں بہترین مخلوق ہیں،آپ فرزند فاطمہ بنت رسول خدا ہیں اور میں ان کا نامہ بر ہوں، میں ان کو مقام حاجر میں چھوڑ کر یہاں آیا ہوں ۔ تم لوگ ان کی عدالت خواہ آواز پر لبیک کہنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ پھر آپ نے عبید اللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب (علیہما السلام) کے لئے طلب مغفرت کی۔عبید اللہ نے حکم دیا کہ انھیں محل کے اوپر

سے نیچے پھینک دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ۔ اس طرح آپ شہید ہو گئے ۔[اللہ آپ پر نزول رحمت فرمائے[1]۔

چوتھی منزل: چشمۂ آب امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کوفہ کی طرف رواں دواں تھا؛ راستے میں آپ کا قافلہ عرب کے ایک پانی کے چشمہ کے پاس جا کر ٹھہرا ۔ وہاں عبد اللہ بن مطیع عدوی بھی موجود تھے جو پانی لینے کی غرض سے وہاں اترے تھے۔ جیسے ہی عبد اللہ بن مطیع نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا ویسے ہی آپ کی خدمت میں آکر کھڑے ہو گئے اور عرض کی: فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں !کون سا سبب آپ کو یہاں تک لے آیا ؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : اہل عراق نے خط لکھ کر مجھے اپنی طرف بلایا ہے۔ عبد اللہ بن مطیع نے آپ سے عرض کیا : فرزند رسول اللہ آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ اس راہ میں آپ اسلام کی ہتک حرمت نہ ہونے دیں، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی حرمت خطرے میں نہ پڑے ،خدا کے لئے عرب کی حرمت خطرے میں نہ ڈالئے۔ خدا کی قسم! اگر حق کو بنی امیہ سے واپس لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو آپ کے بعد کسی کو نگاہ میں نہیں لائیں گے[2]۔ خدا کی قسم! اسلام کی حرمت، قریش کی حرمت ہے اور عربوں کی حرمت خاک میں مل جائے گی پس آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ نہ جائیں اور بنی امیہ سے نہ الجھیں! عبد اللہ بن مطیع نے اپنے نظریہ کو پیش کیا اور امام علیہ السلام اسے بغور سنتے رہے لیکن اپنے راستے پر چلتے رہے۔

پانچویں منزل: خزیمیہ[3] امام حسین علیہ السلام کا سفر اپنے مقصد کی طرف جاری تھا ۔ چلتے چلتے پھر ایک منزل پر رکے جو مقام ''زرود'' سے پہلے تھی یہاں پر پانی موجود تھا! اس جگہ کا نام خزیمیہ ہے ۔

---

[1] کتاب کے مقدمہ میں شرح احوال موجود ہے۔

[2] امام کے عمل سے نہ تو اسلام کی بے حرمتی ہوئی نہ ہی رسول خدا ، عرب اور قریش کی ہتک حرمت ہوئی بلکہ اسلام دشمن عناصر کی کا رستا نیوں سے یہ سب کچھ ہوا ۔ابن مطیع نے اپنے اس جملہ میں خطا کی ہے جو یہ کہہ دیا کہ ولئن قتلوک لا یھا بون بعد ک احداابدا ۔ کیونکہ امام علیہ السلام کے بعد ان لوگوں کو جرأ ت ملی جو مکہ ومدینہ وکوفہ میں اس سے پہلے اپنے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے بیٹھے تھے انھیں میں سے خود ایک ابن مطیع بھی ہے جو ابن زبیر کے زمانے میں کوفہ کا والی بنا۔ اگر امام حسین علیہ السلام نے قیام نہ کیا ہوتا تو بنی امیہ کے خلا ف کسی میں جرأ ت پیدا نہ ہوتی اور اسلام کو مٹا نے میں وہ جو چاہتے وہی کرتے ۔

[3] یہ جگہ مقام زرود سے پہلے ہے اس کے بعدکاراستہ کوفہ جانے والوں کے لئے ہے جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس کے اورثعلبیہ کے درمیان ۳۲،کیلومیٹرکا فاصلہ ہے۔ یہ درحقیقت ثعلبیہ کے بعدحجاج کی پہلی منزل ہے۔

زہیر بن قین کا امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا

قبیلہء بنی فزارہ کے ایک مرد کا بیان ہے: ہم زہیر بن قین بجلی کے ہمراہ تھے اور ہم اسی راستے پر چل رہے تھے جس راستہ پر حسین (علیہ السلام) محو سفر تھے لیکن ہمارے لئے سب سے زیادہ ناپسند امر یہ تھا کہ ہم ان کے ہمراہ ایک ساتھ سفر کریں اور ایک منزل پر ٹھہریں لہذا زہیر کے حکم کے مطابق حسین جہاں ٹھہرتے تھے ہم وہاں سے آگے بڑھ جاتے اور وہ جہاں پر آگے بڑھتے ہم وہاں پڑاؤ ڈال کر آرام کرتے تھے؛ لیکن راستے میں ہم ایک ایسی منزل پر پہنچے کہ چارو ناچار ہم کو بھی وہیں پر رکنا پڑا جہاں پر امام حسینؑ نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ امام حسین نے ایک طرف اپنا خیمہ لگایا اور ہم نے اس کے دوسری طرف؛ ہم لوگ ابھی بیٹھے اپنے خیمے میں کھانا ہی کھا رہے تھے کہ یکایک حسینؑ کا پیغام رساں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا پھر خیمہ میں داخل ہوا اور کہا: اے زہیر بن قین! ابو عبد اللہ حسین بن علی نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تا کہ تم ان کے پاس چلو۔ اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ حیرت و تعجب سے جس انسان کے ہاتھ میں جو لقمہ تھا وہ نیچے گر گیا؛ سکوت کا یہ عالم تھا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم سب کے سروں پر طائر بیٹھے ہیں[٢]۔ زہیر بن قین کی زوجہ دلھم بنت عمر کہتی ہے کہ میں نے زہیر سے کہا: فرزند رسول اللہ تمہارے پاس پیغام بھیجے اور تم ان کے پاس نہ جاؤ! سبحان اللہ! اگر انھوں نے مجھے بلایا ہوتا تو میں ضرور جاتی اور ان کے گہر بار کلام کو ضرور سنتی، پھر میں نے کچھ نہ کہا لیکن زہیر بن قین اٹھے اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں روانہ ہوگئے۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ واپس آگئے لیکن اب تو بات ہی کچھ اور تھی؛ چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور چہرہ گلاب کی طرح کھلا جا رہا تھا۔

اسی عالم میں زہیر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: تم میں سے جو ہمارے ساتھ آنا چاہتا ہے آجائے اور اگر نہیں تو اب اس سے میرا یہ آخری دیدار ہے۔ اس کے بعد اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے زہیر نے کہا: میں تم لوگوں سے ایک روایت بیان کرنا چاہتا ہوں،

---

[١] طبری، ج۵، ص ٣٩۴، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت بیان کی ہے۔ شاید یہ قیس بن مسہر کے فرزند ہیں۔

[٢] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سدّی نے بنی فزارہ کے ایک جوان کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کے زمانے میں ہم لوگ زہیر بن قیس بجلی کے مکان میں چھپے تھے جہاں اہل شام داخل نہیں ہو تے تھے تو میں نے فزاری سے پوچھا: ذرا مجھ سے اس واقعہ کو بیان کرو جب تم لوگ حسین بن علی کے ہمراہ، سفر میں تھے تو اس نے یہ روایت بیان کی۔(طبری، ج۵، ص ٣٩٦، ارشاد، ص ٢٢١، خوارزمی، ص٣٢۵)

اسے غور سے سنو !ہم لوگ جب مقام ''بلنجر[1]'' پر لڑنے کے لئے گئے تو خداوند متعال نے ہم لوگوں کو دشمنوں پر کامیابی عطاکی اور بڑی مقدار میں مال غنیمت بھی ہاتھ آیا ۔اس وقت سلمان باہلی [2]نے ہم لوگوں سے کہا : کیا تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ خدا وند عالم نے تم لوگوں کو فتح و ظفر سے نوازاہے اور کافی مقدار میں مال غنیمت تمہارے ہاتھوں لگاہے ؟ ہم لوگوں نے کہا : ہاں کیوں نہیں!تواس نے ہم لوگوں سے کہا : جب تم لوگ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم) کی جوانی دیکھو گے تو تمہاری ان کے ساتھ جنگ کی خوشی اس مال غنیمت ملنے کی خوشی سے زیادہ ہوگی اورجہاں تک میری بات ہے تو اب میں تم لوگوں سے خدا حافظی کرتا ہوں۔ پھر زہیر بن قین نے اپنی زوجہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا : اب میں تم کو طلاق دے رہا ہوں تاکہ تم آزاد ہو جاؤ اورگھروالوں کے پاس جا کر وہیں زندگی بسر کرو ؛ کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔میں تمہارے لئے بہتری چاہتاہوں[3]۔

ایک اور نامہ بر اسی جگہ سے امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن بقطر حمیری[4] کو بعض راستوں سے مسلم بن عقیل[5] کی طرف روانہ کیا ۔ سپاہ اموی جو حصین بن تمیم کے سربراہی میں کوفہ کے قریب قادسیہ میں چھاؤنی ڈالے راہوں کو مسدود کئے تھی اور آمد و رفت پر سختی سے نظر رکھے ہوئی تھی؛ اس نے عبداللہ بن بقطر کوگرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا ۔

---

[1] یہ تاتا ریوں (یا خزریوں) کا شہر ہے جو انہیں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے نزدیک ہے ۳۳ھ میں عہد عثمان میں سلمان بن ربیعہ باہلی کے ہاتھوں یہ جنگ فتح کی گئی جیسا کہ معجم البلدان میں یہی موجود ہے ۔

[2] طبری ،ج۴، ص ۳۰۵ پر ہے کہ سلمان فارسی اور ابو ہریرہ اس جنگ میں لشکر کے ہمراہ موجود تھے ۔یہ بیان ابن اثیر کی الکامل میں ہے (ج ۴،ص ۱۷)پھریہ بیان ہے کہ جس شخصیت نے ان لوگوں سے یہ گفتگوکی وہ سلمان فارسی ہیں نہ کہ باہلی۔ ابن اثیر نے ا پنی تاریخ الکامل فی التاریخ میں اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ تاریخ طبری کو کامل کریں لہٰذاوہ اکثرو بیشتر اخبار میں طبری سے ناقل دکھائی دیتے ہیں۔شیخ مفید ؒ نے ارشاد میں اور فتال نے روضۃ الواعظین میں ص ۱۵۳پر ، ابن نمانے مثیر الاحزان میں ص ۲۳پر ، خوارزمی نے اپنے مقتل میں ج۱، ص ۲۲۵پر اور البکری نے معجم ج۱ ،ص۳۷۶ پر واضح طور سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ شخص جناب سلمان فارسی ہی تھے جنہوں نے یہ جملہ کہا تھا۔ اس بات کی تائید طبری نے بھی کی ہے کیونکہ طبری کے بیان کے مطابق جناب سلمان وہاں موجود تھے ؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ مدائن فتح ہونے کے بعد جناب سلمان فارسی وہیں کے گورنر رہے اور وہیں اپنی وفات تک قیام پذیر رہے اور کسی بھی جنگ کے لئے وہاں سے نہیں نکلے؛ بلکہ اس جنگ سے قبل عمر کے عہد حکومت میں آپ نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا تھا ۔

[3] ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے یہ خبر زہیر بن قین کی زوجہ دلھم بنت عمر و نے بیان کی ہے۔(طبری ،ج۵،ص۳۹۶، الارشاد، ص ۲۲۱) عنقریب یہ بات کربلامیں زہیر بن قین کے خطبے سے معلوم ہوجائے گی کہ اس سے قبل زہیراس بات پر معاویہ کی مذمت کیا کرتے تھے کہ اس نے زیاد کو کس طرح اپنے سے ملحق کرلیا؛اسی طرح حجر بن عدی کے قتل پر بھی معاویہ سے ناراض تھے ۔

[4] آپ کی ماں امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیاکرتی تھیں اسی لئے آپ کے بارے میں کہاجاتا ہے کہ آ پ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی تھے۔طبری نے بقطر ہی لکھا ہے اسی طرح جزری نے الکامل میں بھی بقطر ہی ذکر کیا ہے؛ لیکن ہمارے بزرگوں نے(ی) کے ساتھ یعنی یقطر لکھاہے جیسا کہ سماوی نے ابصارالعین، ص۵۲پر یہی لکھا ہے ۔

[5] ابومخنف کا بیان ہے : مجھ سے یہ خبرابو علی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے نقل کی ہے۔(طبری ،ج۵، ص۳۹۸؛ارشاد، ص ۲۲۰)اس خبر کو انھوں نے قیس بن مسہر صیداوی کی خبرسے خلط ملط کردیا ہے ۔

جب آپ عبید اللہ کے پاس لائے گئے تو اس نے کہا : محل کے اوپر جاؤ اور کذاب بن کذاب پر لعنت بھیجو پھر نیچے اتر آؤ تاکہ میں تمہارے سلسلے میں اپنا نظریہ قائم کرسکوں ۔ یہ سن کر عبداللہ بن یقطر محل کے اوپر گئے اور جب دیکھا کہ لوگ تماشا بین کھڑے ہیں تو آپ نے فرمایا '' : أیھا الناس انی رسول الحسین علیہ السلام بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لتنصروہ و توازروہ علی بن مرجانۃ بن سمیہ الدعی '' ! اے لوگو میں حسین فرزند فاطمہ بنت رسوخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام رساں ہوں تاکہ تم لوگ ان کی مدد و نصرت کر سکو اور اس مرجانہ بن سمیہ کے بچے جس کی پیدائش کا بستر معلوم نہیں ہے، کے خلاف ان کی پشت پناہی کرو ، یہ سنتے ہی عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت سے پھینک دیا جائے ۔ اس کے کارندوں نے آپ کو محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا ؛ جس کی وجہ سے آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں؛ لیکن ابھی رمق حیات باقی تھی ۔ عبدالملک بن عمیر لخمی[1] آپ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کرکے شہید کر ڈالا ۔

چھٹی منزل: زرود[2] عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا : جب ہم حج سے فارغ ہوگئے تو ہماری ساری کوشش یہی تھی کہ ہم کسی طرح حسین سے راستے میں ملحق ہو جائیں تاکہ دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے؛ لہٰذا ہم لوگوں نے اپنے ناقوں کو سرپٹ دوڑایا ؛ یہاں تک کہ مقام زرود[3] پر ہم ان سے ملحق ہوگئے ۔ جب ہم لوگ ان کے قریب گئے تو دیکھا کوفہ کا رہنے والا ایک شخص عراق سے حجاز کی طرف روانہ ہے، جیسے ہی اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا اپنے راستے سے پلٹ گیا تاکہ آپ سے اس کی ملاقات نہ ہو لیکن امام علیہ السلام وہاں پر کھڑے رہے گویا اس کے دیدار کے منتظر تھے لیکن

---

[1] شعبی کے بعد اس نے کوفہ میں قضاوت کا عہدہ سنبھالا۔ ١٣٦ ھ میں وہ ہلاک ہوا ؛اس وقت اس کی عمر ١٠٣ سال تھی جیسا کہ میزان الاعتدال، ج ١، ص ١٥١ ، اور تہذیب الاسماء، ص٣٠٩ پر تحریرہے۔ عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ پر صیداوی کی شہادت کی خبر سے پہلے امام علیہ السلام کو ابن یقطر کی شہادت کی خبر ملی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے قیس بن مسہر صیداوی سے پہلے یقطر کو روانہ کیا تھا ۔

[2] یہ جگہ خزیمیہ او رثعلبیہ کے درمیان کوفہ کے راستے میں ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج۴،ص ٣٢٧میں یہی موجود ہے۔

[3] یہ خبر اس خبر سے منافات ر کھتی ہے جوابھی گذرچکی کہ یہ لوگ منزل صفاح پر مقام زرو د سے چند منزل قبل فر زدق والے واقعے میں موجود تھے کیونکہ اس خبر سے یہی ظاہر ہوتاہے بلکہ واضح ہے کہ یہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے زرود میں ملحق ہوئے ہیں اور اس سے پہلے یہ لوگ امام ؑ کے ساتھ موجود نہیں تھے بلکہ حج کی ادائیگی کے ساتھ یہ ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ منزل صفاح اوائل میں ہے جبکہ امام علیہ السلام ''یوم الترویہ'' کو مکہ سے نکلے ہیں۔ اگر یہ لوگ امام علیہ السلام سے منزل صفاح پر ملحق ہوئے ہیں تو پھر حج کی انجام دہی ممکن نہیں ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں خبروں کا ایک ہی راوی ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا؛ نہ ہی ابو جناب ، نہ ابو مخنف اورنہ ہی طبری، مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ حج سے پہلے یہ دونوں منزل صفاح پر امام علیہ السلام سے ملے اور پھر حج کے بعد منزل زرود پر پہنچ کرامام علیہ السلام سے ملحق ہو گئے ۔

جب دیکھا کہ وہ ملاقات کے لئے مائل نہیں ہے تو اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا : آؤ اس شخص کے پاس چلیں اور اس سے پوچھیں اگر اس کے پاس کوفہ کی خبر ہو گی تو وہ ہم کو اس سے مطلع کرے گا ؛یہ کہہ کر ہم لوگ چلے یہاں تک کہ اس تک پہنچ ہی گئے، پہنچ کر ہم نے کہا : السلام علیک، تو اس نے جواب دیا : و علیکم السلام ورحمۃ اللہ ۔پھر ہم لوگوں نے پوچھا : تم کس قبیلہ سے ہو ؟اس شخص نے جواب دیا : ہم قبیلہ بنی اسد سے ہیں ۔ ہم لوگوں نے کہا : ہم لوگ بھی بنی اسد سے متعلق ہیں ؛تمہارا نام کیا ہے ؟

اس نے جواب دیا : بکیر بن مثعبہ، ہم لوگوں نے بھی اپنا نام بتایا اور پھر اس سے پوچھا : کیا تم ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ گے جنہیں تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے جواب دیا :ہاں! میں جب کوفہ سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کئے جا چکے تھے ۔ ہم نے دیکھا ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر انھیں بازار میں پھرایا جا رہاہے۔ اس خبر کے سننے کے بعد ہم لوگ اس سے جدا ہوکر اپنے راستے پر چل پڑے یہاں تک کہ (حسین علیہ السلام) سے ملحق ہوگئے اور ایک دوسری منزل پر ان کے ہمراہ پڑاؤ ڈالا ۔

ساتویں منزل : ثعلبیہ[1] شام کا وقت تھا جب امام علیہ السلام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا جس کا نام ''ثعلبیہ'' تھا ۔جب آپ کے خیمہ نصب ہو چکے تو ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا ۔آپ نے سلام کا جواب دیا تو ہم لوگوں نے آپ سے کہا : اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ہم لوگوں کے پاس ایک اہم خبر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے اعلانیہ بیان کریں اوراگر چاہیں۔ توخفیہ اور پوشیدہ طور پر بیان کریں۔ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا : ''مادون ہولاء سر'' ان لوگوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جو خبر لائے ہو بیان کردو، ہم لوگوں نے ان سے کہا :آپ نے کل شام اس سوار کو دیکھا تھا جو آپ کے پاس سے گزرا تھا ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا : ہاں !میں اس سے کوفہ کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا ۔ ہم نے کہا: ہم نے

---

[1] کوفہ سے مکہ جانے کے لئے جو راستہ مڑتا ہے یہ وہی ہے۔ اس کی نسبت بنی اسد کے ایک شخص ثعلبہ کی طرف دی گئی ہے جیسا کہ معجم میں تحریر ہے۔

اس سے آپ کے لئے خبر لے لی ہے اورآپ کے بجائے ہم لوگوں نے کوفہ کے موضوع پر تحقیق کر لی ہے ۔ وہ شخص قبیلہ بنی اسد کاایک مرد تھا جو ہمارے ہی قبیلہ سے تھا ۔ وہ صاحب نظر، سچا،اور صاحب عقل و فضل تھا ۔اس نے ہم لوگوں سے بتایا کہ جب وہ وہاں سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے تھے حتیٰ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹا جارہاہے ۔یہ سن کر آپ نے فرمایا '' :اناللہ واناالیہ راجعون'' اس جملہ کی آپ نے چند مرتبہ تکرار فرمائی[1] پھر ہم نے عرض کی :آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آ پ اپنے گھر والوں کے ہمراہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں ؛کیونکہ اب کوفہ میں آپ کا کوئی ناصر ومدد گا ر نہیں ہے بلکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں وہ سب آپ کے مخالف نہ ہوگئے ہو ں ۔ایسے موقع پر فرزندان عقیل بن ابیطالب اٹھے اور انھوں نے اس کی مخالفت کی[2] اور کہنے لگے :نہیں خدا کی قسم ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے ۔جب تک ہم ان سے اپنا انتقام نہ لے لیں یا وہی مزہ نہ چکھ لیں جس کا ذائقہ ہمارے بھائی نے چکھا ہے[3] ۔

ان دونوں کا بیان ہے: حسین (علیہ السلام) نے ہم لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا : ''لاخیر فی العیش بعد ہولاء !'' ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں ہے ۔ اس جملہ سے ہم نے بخوبی سمجھ لیا کہ سفر کے ارادے میں یہ مصمم ہیں تو ہم نے کہا : خدا کرے خیر ہو !آپ نے بھی ہمارے ئے دعا کی اور فرمایا : '' رحمکم اللہ '' اللہ تم دونوں پر رحمت نازل کرے ۔ رات کا سناٹا چھا چکا تھا،ایسا محسوس ہورہا تھا کہ آپ سپیدہ سحر کے انتظار میں ہیں؛ جیسے ہی سپیدہ سحر نمودار ہوئی،آپ نے اپنے جوانوں اور نو جوانوں سے فرمایا : ''اکثروا من الماء'' پانی زیادہ سے زیادہ جمع کرلو ،ان لوگوں نے خوب خوب پانی جمع کرلیا اور اپنے سفر پر نکل پڑے یہاں تک کہ ایک دوسری منزل تک پہنچ گئے ۔

---

[1] اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسلم کی شہادت کی خبر یہاں عام ہوگئی لیکن عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ میں پہنچ کر امام علیہ السلام نے یہ خط لکھ کر اپنے اصحاب کے سامنے اس کا اعلان کیا تھا؛ یہاں سے امام علیہ السلام کے اس جملے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے کہ" مادوں ہولاء سر'' یعنی ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے لئے یہ خبر سری ہے اور اسی طرح یہ خبر منزل زبالہ تک پوشیدہ ہی رہی لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر آپ کو مقام" قطقطانہ'' میں ملی تھی۔ (تاریخ یعقوبی ،ج۶ ، ص ۲۳۰ ،ط، نجف)

[2] ابو مخنف کا بیان ہے : ابو جناب کلبی نے عدی بن حرملہ اسد کے حوالے سے اور اس نے عبداللہ سے اس خبر کو ہمارے لئے بیان کیاہے۔ (طبری ،ج۵، ص۳۹۷) ارشاد میں ،ص ۲۲۲ پر ہے کہ عبداللہ بن سلیمان نے یہ روایت بیان کی ہے۔(ارشاد ، طبع نجف)

[3] ابومخنف کا بیان ہے : مجھ سے عمر بن خالد نے یہ خبر بیان کی ہے (لیکن صحیح عمرو بن خالد ہے) اور اس نے زید بن علی بن الحسین سے اور اس نے داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے ۔(طبری ،ج۵، ص ۳۹۷ ؛ارشاد، ص۲۲۲، مسعودی ،ج۳ ،ص ۷۰، الخواص ، ص ۲۴۵ ، طبع نجف)

آٹھویں منزل : زبالہ[1] یہ نورانی قافلہ اپنے سفر کے راستے طے کرتا ہوا زبالہ[2] کے علاقے میں پہنچا تو وہاں امام حسین علیہ السلام کو اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن بقطر[3] کی شہادت کی خبر ملی۔ آپ نے ایک نوشتہ نکال کر لوگوں کو آواز دی اور فرمایا : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،أمابعد، فقد أتانا خبر فضیع ! قتل ابن عقیل و ہانی بن عروہ و عبداللہ بن یقطر، وقد خذلتنا شیعتنا[4] فمن أحب منکم الانصراف فلینصرف لیس علیہ منا ذمام'' بسم اللہ الرحمن الرحیم، امابعد، مجھ تک ایک دل دھلانے والی خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل ، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر قتل کردئے گئے ہیں اور ہماری محبت کا دم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے لہذا اب تم میں سے جو جانا چاہتا ہے وہ چلاجائے، ہماری جانب سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے ۔

یہ جملہ سنتے ہی لوگ امام علیہ السلام سے جدا ہونے لگے کوئی داہنی طرف جانے لگا کوئی بائیں طرف؛ نتیجہ یہ ہوا کہ فقط وہی ساتھی رہ گئے جو مدینہ سے آئے تھے۔ آپ نے یہ کام فقط اس لئے کیا تھا کہ بادیہ نشین عرب اس گمان میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے تھے کہ آپ ایسے شہر میں آئیں گے جو ظالم حکمرانوں کی حکومت سے پاک ہوگا اور وہاں کے لوگ آپ کے فرمانبردار ہوں گے لہذا امام علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ ایسے لوگ آپ کے ہمسفر ہوں۔ امام چاہتے تھے کہ آپ کے ہمراہ صرف وہ رہیں جنہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور امام علیہ السلام کو معلوم تھا کہ جب ان لوگوں پر بات آشکار ہوجائیگی تو کوئی بھی آپ کے ہمراہ نہیں رہے گا مگر وہ لوگ جو عدالت چاہتے ہوں اور موت ان کے ہمراہ چل رہی ہو[5]۔ رات اسی منزل پر گزری، صبح کو آپ نے اپنے جوانوں کو چلنے کا حکم دیا تو انھوں نے سب کو پانی پلاکر اور خوب اچھی طرح پانی بھر کر اپنا سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ درّۂ عقبہ سے آپ کا گزر ہوا

---

[1] یہ جگہ کوفہ سے مکہ جاتے وقت مختلف راستے پیداہونے سے قبل ہے۔ یہاں ایک قلعہ اورجامع مسجد ہے جو بنی اسد کی ہے۔ اس جگہ کا نام عمالقہ کی ایک عورت کے نام پر ہے جیسا کہ معجم البلدان مینیہی ہے ۔

[2] ابومخنف کا بیان ہے : ابوجناب کلبی نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے میرے لئے یہ خبر بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۹۸

[3] ان کے شرح احوال گزر چکے ہیں اور وہ یہ کہ ان کی والدہ امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی ہیں ۔

[4] اس جملہ میں امام علیہ السلام کی تصریح ہے کہ کوفہ کے شیعوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کوفہ اور جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں یہ پہلا اعلان ہے اگرچہ اس کی خبر آپ کو اس سے قبل منزل زرود میں مل چکی تھی؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ ان کے علاوہ سب پر یہ خبر پوشیدہ تھی کیونکہ یہ امام علیہ السلام کے حکم سے ہوا تھا۔آخر کار آپ نے یہاں" زبالہ'' میں تمام حاضرین کے لئے اس خبر کا اعلان کردیا ۔

[5] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دی تو آپ کا مقصد کیا تھا؟ امام علیہ السلام کا یہ بیان تمام چیزوں پر کافی ہے

نویں منزل : درّہ عقبہ[1] یہ نورانی قافلہ اپنے مقصد کی طرف آگے بڑھتا ہوا درّہ عقبہ تک پہنچا ۔ وہاں اس قافلہ نے اپنا پڑاؤ ڈالا[2]۔ بنی عکرمہ کے ایک شخص نے امام سے عرض کیا : آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ یہیں سے پلٹ جائیے، خدا کی قسم !آپ یہاں سے قدم آگے نہیں بڑھائیں گے مگر یہ کہ نیزوں کی نوک اور تلواروں کی دھار پر آگے بڑھیں گے ، جن لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور آپ کوآنے کی دعوت دی تھی اگر یہ لوگ میدان کارزار کی مصیبتیں برداشت کرکے آپ کے لئے راستہ آسان کردیتے تب آپ وہاں جاتے تو آپ کے لئے بہت اچھا ہوتا لیکن ایسی بحرانی حالت میں جس سے آپ خود آگاہ ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ آپ کوفہ جانے کے سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے اسے جواب دیا : ''یا عبداللّٰہ !انہ لیس یخفی علیّ ،الرأی ما رأیت ، ولکن اللّٰہ لا یغلب علی أمرہ[3]'' اے بندہ خدا !یہ بات مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے ، تمہاری رائے وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو لیکن تمہارا نظریہ خدا کے امر پر غالب نہیں آسکتا اور خدا اپنے امر پر مغلوب نہیں ہوسکتا ۔ یہ کہہ کر آپ نے وہاں سے کوچ کیا[4] ۔

دسویں منزل : شراف[5] آپ کا قافلہ کوفہ کی سمت روانہ تھا کہ راستے میں ایک منزل پر جاکر پھر ٹھہرا جس کا نام شراف ہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی بھر لیں !ان لوگوں نے کافی مقدار میں پانی بھرا اور صبح سویرے سفر شروع کردیا تاکہ دن کی گرمی سے محفوظ رہ سکیں ۔ چلتے چلتے دوپہر کا وقت آگیا ابھی قافلہ محو سفر ہی تھا کہ کسی نے کہا :اللّٰہ اکبر !تو حسین نے بھی اللّٰہ اکبر کہتے ہوئے پوچھا : کس لئے تم نے یکایک تکبیر کہی ؟اس شخص نے کہا : عراق کے نخلستان دیکھ کر ہم نے

---

[1] واقصہ کے بعد اور قاع سے پہلے مکہ کے راستے میں یہ ایک منزل ہے۔ یہ منزل ان کے لئے ہے جو مکہ جانا چاہتے ہیں۔

[2] ابومخنف کا بیان ہے : ابوعلی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے مجھ سے یہ خبر بیان کی ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۳۹۸ ، ارشاد ،ص ۲۲۲ ،طبع نجف)

[3] ارشاد کے ص ۲۲۳ پر ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا :'' واللّٰہ لا یدعونی حتی یستخرجوا ھٰذہ العلقہ من جوفی فاذا فعلوا ذالک سلط اللہ علیھم من یذ لّھم حتی یکونوا أذل فرق الامم'' خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ میرے سرو تن میں جدائی کردیں اور جب یہ ایسا کریں گے تو اللہ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل و رسوا کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ یہ لوگ امت کے ذلیل ترین افراد ہوجائیں گے ۔اعلام الوری میں بھی یہی موجود ہے، ص۲۳۲۔

[4] ابو مخنف کابیان ہے کہ بنی عکرمہ کی ایک فرد'' لوذان'' نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے ایک چچا نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (طبری، ج۵ ، ص ۳۹۹)

[5] اس جگہ اور'' واقصہ'' کے درمیان ۲، میل کا فا صلہ ہے اور یہ عراق سے پہلے ہے ۔قادسیہ سے پہلے سعدبن ابی وقاص یہیں ٹھہرے تھے۔یہ جگہ ایسے شخص سے منسوب ہے جسے شراف کہا جاتا ہے۔ اس جگہ سے پانی کا چشمہ پھوٹتا تھاپھر یہاں بہت سارے بڑے بڑے میٹھے پانی کے کنویں کھودے گئے۔ معجم البلدان میں یہی مرقوم ہے ۔

خوشی سے تکبیر کہی تو قبیلہ بنی اسد کے ان دونوں لوگوں (عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل) نے کہا : ہم نے اس مقام پر ابھی تک خرمہ اور کھجور کا ایک بھی درخت نہیں دیکھا ۔ امام حسین علیہ السلام نے پوچھا : تم کیا سمجھتے ہو اس نے کیا دیکھا ہے ؟ انھوں نے جواب دیا : ہم تو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے گھوڑ سواروں کے سرو گردن دیکھے ہیں،اس پر اس مرد نے کہا : میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ آگے یہی ہوگا نہ کہ کھجوروں کے درخت ۔

گیارہویں منزل : ذو حسم[1] ان شرائط کو دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : '' أمالنا ملجأ نلجأ الیہ نجعلہ فی ظھورنا و نستقبل من وجہ واحد ؟'' کیا کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے جس میں پناہ گزیں ہوکر ہم اس فوج کو اپنے پیچھے کردیں اور ان سے دفاع کے لئے فقط ایک ہی طرف سے آمنے سامنے ہوں ؟ ہم لوگوں (بنی اسد کے دونوں افرد) نے عرض کیا : کیوں نہیں ! ذوحسم کا علاقہ آپ کے اس طرف موجود ہے، آپ اپنے بائیں جانب اس کی طرف مڑ جائیں، اگر ہم لوگ جلدی سے ادھر مڑ گئے تو وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں ۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے بائیں جانب کا رخ کیا تو ہم لوگ بھی ان کی طرف مڑ گئے اور ہم نے ذو حسم پہنچنے میں جلدی کی لہذا ان لوگوں سے قبل ہم لوگ ذو حسم میں موجود تھے ۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ہم لوگوں نے اپنا راستہ بدل دیا ہے تو وہ لوگ بھی ہماری جانب آنے لگے ۔

امام حسین علیہ السلام نے وہیں پر پڑاؤ ڈالا اور حکم دیا کہ خیمے نصب کئے جائیں ۔ جوانوں نے خیمہ لگانا شروع کردیا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ گھوڑ سواروں کے سر دکھائی دینے لگے، ان کے پرچم گویا پرندوں کے پروں کی طرح تھے ۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج پہنچ گئی اور وہ ہزار گھوڑ سوار تھے جن کا سر براہ حر بن یزید تمیمی یربوعی تھا ۔ دوپہر کی جھلسا دینے والی گرمی میں حر اپنے

---

[1] یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ نعما ن یہیں آکر شکار کیا کر تا تھا جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔اس کے اور عذیب الہجانات کے درمیان کوفہ تک ۳۳ ، میل کا فاصلہ ہے جیسا کہ طبری میں بھی یہی ہے ۔سبط بن جوزی نے علماء سیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ (امام) حسین ؑ کو جناب مسلم علیہ السلام پر گزرنے والے واقعات کا کچھ بھی علم نہیں تھا یہاں تک جب قادسیہ سے ۳، میل کے فاصلہ پر حر بن یزید ریاحی کے رسالہ سے سامنا ہوا تو اس نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے قتل کی خبر امام حسین علیہ السلام کو دی اور مطلع کیا کہ ابن زیاد کوفہ میں آچکا ہے اور ان کوآمادہ کر رہا ہے اور ان سے کہاکہ واپس پلٹ جائیں۔(ملا حظہ ہو ص ۲۴۵طبع نجف)

رسالے کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل آکر کھڑا ہوگیا ۔ ادھر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب سروں پر عمامہ رکھے اپنی تلواروں کو نیام میں رکھے ہوئے تھے ۔ فوج کی تشنہ لبی دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں سے فرمایا : '' اسقوا القوم وارووھم من الماء ورشّفوا الخیل ترشیفا[1] '' اس فوج کو پانی پلاؤ اور انھیں سیراب کردو نیز ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کردو ۔

حکم پاتے ہی حسینی جوان ہاتھوں میں مشکیں لئے اٹھے اور سب کو پانی پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب کو سیراب کرنے کے بعد بڑے بڑے پیالوں، طشتوں اور پتھروں کے بڑے بڑے برتن پانی سے بھر کر گھوڑوں کے سامنے رکھ دئے گئے ۔ جب وہ جانور تین چار، یاپانچ بار پانی میں منہ ڈال کر پھر اس سے اپنا منہ نکال لیتے تھے تب یہ جوان پانی کے ان برتنوں کودوسرے جانوروں کے پاس لے جاتے تھے؛ اس طرح سارے کے سارے گھوڑے سیراب ہوگئے[2] ۔

اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا[3] تو حسین (علیہ السلام) نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا ۔ حجاج نے اذان دی، جب اذان ختم ہوگئی اور اقامت کا وقت آیا تو (امام حسین) جسم پر ایک لباس اور دوش پر عبا ڈالے اور پیروں میں نعلین پہنے باہر نکلے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد اس طرح گویا ہوئے '' : ایھا الناس !انھا معذرۃ الیٰ اللّٰہ عزّوجل والیکم ،انّي لم أٔتیکم حتی أتتنی کتبکم وقدمت علّي رسلکم ،أن أقدم علینا فانہ لیس لنا امام ، لعلّ اللّٰہ یجمعنابک علی الھدیٰ فان کنتم علیٰ ذالک فقد جئتکم ،فان تعطونیما أطمئن الیہ من عھودکم و مواثیقکم أقدم مصرکم وان لم تفعلو أو کنتم لمقدمی کارھین انصرفت عنکم الیٰ المکان الذی أقبلت منہ الیکم '' !اے لوگو !خدائے عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا ؛ بلکہ ایک کے بعد دوسرے خطوط

---

[1] ترشیف کا حقیقی معنی یہی ہے ۔

[2] طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ ہشام سے ابومخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابومخنف کہتے ہیں کہ ابوجناب نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم اورمذری سے یہ خبرنقل کی ہے ۔

[3] طبری کا بیان ہے کہ ہشام نے کہا : مجھ سے لقیط نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علی بن طعان بن محاربی کہتا ہے : میں حر کے رسالے میں موجود تھا لیکن میں اپنے لشکروالوں میں سب سے آخر میں پہنچنے والوں میں تھا ۔جب حسین ؑ نے پیاس کی شدت سے میری اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھی تو فرمایا : أنخ الراویہ لیکن چونکہ " راویہ " ہم پانی پلانے کے معنی میں سمجھتے تھے لہٰذا ہم کچھ سمجھ نہ سکے تو آپ نے جملہ کو بدلتے ہوئے کہا : یابن أخ أنخ الجمل جان برادر اپنے اونٹ کو نیچے بیٹھاؤ تو میں نے اسے نیچے بیٹھادیا ؛ آپ نے فرمایا: : اشرب پانی پیو !لیکن میں جب بھی پانی پیناچاہتا تھا پانی مشک سے گر جاتا تھا، حسین (علیہ السلام) نے مجھ سے کہاأخنث السقاء چھاگل کو اپنی طرف موڑو! علی بن طعان محاربی کہتاہے کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہاتھا کہ میں کیا کروں تو خود حسین (علیہ السلام) کھڑے ہوئے اورچھاگل کو موڑ کرمیرے منہ سے لگایا ،میں نے پانی پیا، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو پانی پلایا۔(طبری ،ج۵، ص ۴۰۱ ؛ارشاد ، ص ۲۲۴ ؛خوارزمی ،ص۲۳۰)

مسلسل آتے رہے اور میرے پاس تمہارے نامہ بر آتے رہے کہ میں چلا آؤں کیونکہ ہمارے پاس کوئی رہبر موجود نہیں ہے، شاید آپ کی وجہ سے خدا ہمیں ہدایت پر یکجا کردے ۔اب اگر تم لوگ اپنے اس قول پر باقی ہو تو میں آگیا ہوں۔ اگر تم کوئی قابل اطمینان عہد ومیثاق پیش کروگے تو میں تمہارے شہر میں آؤں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو اور میرا آنا تمہیں نا پسند ہے تو میں اسی جگہ پلٹ جاتا ہوں جدھر سے تمہاری طرف آیا ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے امام علیہ السلام کی اس گفتار کا کوئی جواب نہ دیا اور موذن سے کہنے لگے : اقامت کہو تو موذن نے اقامت کہنا شروع کر دی، حسین (علیہ السلام) نے حر سے کہا : ''أتريد أن تصلّي بأصحابك''،کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو ؟ حر نے جواب دیا :نہیں !آپ نماز پڑھائیں اور ہم لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ (امام) حسین (علیہ السلام) نے اور ان لوگوں نے ساتھ ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام علیہ السلام اپنے خیمے میں چلے گئے۔ خیمے میں پہنچتے ہی آپ کے اصحاب پر وانے کی طرح شمع کے اردگرد آکر بیٹھ گئے ۔

ادھر حر بھی اپنے خیموں کی طرف روانہ ہوگیا اور وہاں پہنچ کر اس خیمہ میں داخل ہوا جو اس کے لئے لگایا گیا تھا ۔جب وہ خیمہ میں آیا تو اس کی فوج کے بعض افراد اس کے پاس آکر بیٹھ گئے اور دیگر فوجی انہیں صفوں میں پلٹ گئے جہاں وہ موجود تھے پھر اس نے ان بقیہ فوجیوں کو بھی وہیں لوٹا دیا ۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے جانور کی لگام سنبھالی اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے اسی کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

پھر جب عصر کا وقت آیا تو حسین (علیہ السلام) نے حکم دیا کہ کوچ کے لئے آمادہ ہوجائیں۔ اس حکم کے بعد اپنے مؤذن کو نماز عصر کے لئے اذان دینے کا حکم دیا ۔موذن نے اذان دی اور اقامت کہی،امام حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے اور تمام لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا :

''یاایھاالناس ! فانکم ان تتقوا وتعرفوا الحق لاھلہ یکن أرضیٰ للّٰہ ، ونحن أھل البیت أولیٰ بولاء ہٰذا الامر علیکم من ھٰؤلاء المدعین مالیس لھم ،والسائرین فیکم بالجور والعدوان !ان أنتم کرھتمونا وجھلتم حقنا ،وکان رأیکم غیر ما آتتني کتبکم وقدمت بہ عليّ رسلکم انصرفت عنکم'' !

اے لوگو!اگر تم تقوی اختیار کرو اور حق کو صاحب حق کے لئے پہچانو توخدا کو یہ چیز سب سے زیادہ راضی کرنے والی ہے ۔ ہم اہل بیت اس نظام کی سربراہی اورولایت کے لئے ان لوگوں سے زیادہ سزاوار ہیں جو فقط اس حکومت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور تم میں ظلم و جور وستم کو روا رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم تم لوگوں کو ناپسند ہیں اور تم لوگ ہمارے حق سے جاہل ہو اورتم لوگوں کا نظریہ ان لوگوں کے بر خلاف ہے جو اپنے خطوط کے ذریعہ مجھے یہاں تک لائے ہیں اور میرے لئے قاصد بھیجے ہیں تو میں ابھی تم لوگوں کی طرف سے منصرف ہوکر پلٹ جاتا ہوں ۔

حربن یزیدنے کہا : خداکی قسم!ان خطو ط کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے جن کاآپ تذکرہ کررہے ہیں۔امام حسین علیہ السلام نے کہا :یا ''عقبۃ بن سمعان !أخرج الخُرجین''[1] اے عقبہ بن سمعان ! ذراخورجین نکالو! عقبہ بن سمعان نے خورجین نکالی تو وہ خطوط سے بھری تھی۔ امام علیہ السلام نے ان تمام خطوط کو ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردیا ۔ حرنے کہا : ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے آپ کوخط لکھا تھا ؛ ہم کو تو فقط یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمارا آپ سے سامنا ہو تو ہم کسی طرح آپ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں پیش کردیں ۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: '' الموت أدنیٰ الیک من ذالک !'' تمہاری موت اس فکر سے زیادہ نزدیک ہے پھرآپ نے اپنے اصحاب سے کہا : '' قوموا فارکبوا! '' اٹھو اور سوار ہوجاؤ تو وہ سب سوار ہوگئے اور خواتین کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ سوار ہوکر جب یہ نورانی قافلہ چلنے لگا اورمدینہ کی طرف پلٹنے لگا تو حر کی فوج راستہ روک کر سامنے آکر کھڑی ہوگئی تو امام حسین علیہ السلام نے حرسے کہا : ''ثکلتک أمک !ماترید ؟'' تیری ماں تیرے غم میں عزادار ہو!تو کیا چاہتا ہے ؟حرنے جواب دیا : ''اماواللہ لو غیرک من العرب یقولھا لی'' خداکی قسم!اگرآپ کے علاوہ عرب میں کسی اور نے یہ جملہ کہا ہوتا جو آپ نے مجھ سے کہا ہے اور اس حال میں ہوتا جس میں ابھی آپ ہیں تو میں بھی اسے نہ چھوڑتا اور

---

[1] یہ بات عنقریب بیان ہوگی کہ امام علیہ السلام جب دشمنوں کی درمیان روز عاشورا خطبہ دے رہے تھے اور ان پرحجت تمام کررہے تھے کہ ان لوگوں نے خود امام علیہ السلام علیہ السلا م کو خط لکھا ہے تو ان لوگوں نے کہا : آپ کیاکہہ رہے ہیں؟ ہم کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں ۔ تو اس وقت حر نے کہا تھا : کیوں نہیں ! خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی لوگ آپ کو یہاں لائے ہیں ، خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے، خدا کی قسم! میں دنیا کو آخرت پر اختیار نہیں کرسکتا یہ کہہ کر حر نے اپنے گھوڑے کو موڑ دیا اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہوگیا۔(ص۲۵۱)

اس کی ماں کو اس کے غم میں بٹھادیتا او ر اس سے وہی کہتا جو مجھے کہنا چاہیے لیکن خدا کی قسم! میری قدرت نہیں ہے کہ میں آپ کی مادر گرامی کے سلسلہ میں کچھ کہوں مگر یہ کہ ان کا تذکرہ جس قدر اچھائی سے ہوسکتا ہے وہی کرسکتا ہوں [1]۔ امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ حر سے پوچھا : فا ترید ؟پس تم کیا چاہتے ہو ؟ حر نے کہا : ''أرید واللہ ،أن أنطلق بک الیٰ عبید اللہ بن زیاد '' خدا کی قسم میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''اذن واللہ لا أتبعک'' ایسی صورت میں خدا کی قسم میں تمہاری ہمراہی نہیں کروں گا ۔

جب بات زیادہ ہوگئی اور دونوں کے درمیان اسی طرح رد وبدل ہونے لگی تو حر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا : مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا ہے، مجھ سے فقط یہ کہا گیا کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں اور آپ کو کوفہ تک لے آوں ۔ اب اگر آپ انکار کررہے ہیں تو ایک ایسا راستہ انتخاب کیجیے جس سے آپ نہ کوفہ جاسکیں اور نہ ہی مدینہ پلٹ سکیں ۔ میرے خیال میں آپ کے اور ہمارے درمیان یہی منصفانہ رویہ ہوگا پھر میں عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھ کر حالات سے آگاہ کروں گا اور آپ کی مرضی ہوگی تو یزید بن معاویہ کو خط لکھئے گا یا پھر عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھئے شاید خداوند عالم کوئی ایسا راستہ نکال دے جس کی وجہ سے مجھ کو آپ سے درگیر ہونے سے نجات مل جائے ۔

آپ یہاں سے عذیب اور قادسیہ کے راستہ سے نکل جائیے (اس وقت آپ لوگ ذوحسم میں موجود تھے) ذوحسم اور عذیب کے درمیان ۳۸ میل کا فاصلہ تھا ۔امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب اس راستہ پر روانہ ہوگئے اور حر بھی اسی راستہ پر چل پڑا [2]۔

بارہویں منزل : البیضۃ [3] اب یہ نورانی قافلہ نہ تو مدینہ کے راستے پر گامزن تھا ۔اور نہ ہی کوفہ کی طرف اپنے قدم بڑھارہا تھا بلکہ ایک تیسری طرف رواں دواں تھا ۔ چلتے چلتے ایک منزل آئی جسے ''بیضہ '' کہتے ہیں ۔یہاں پر حضرت نے اپنے اصحاب اور حر کے

---

[1] اس واقعہ کو ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین کے ص۷۴،طبع نجف پر ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔حر نے جواب دیا:" اذن واللّٰہ لا أدعک'' ایسی صورت میں خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا ۔

[2] ہشام کے حوالے سے جوباتیں ہم بیان کررہے ہیں وہ یہاں پر ختم ہوجاتی ہیں۔(ارشاد،ص۲۲۵،الخواص ،ص ۲۳۲)

[3] یہ جگہ" واقصہ'' اور" عذیب الھجانات ''کے درمیان ہے ۔

لشکر کو مخاطب کر کے ایک خطبہ دیا ۔ حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے فرمایا '' :ایھاالناس!ا ن رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلّم قال : '' من رأی سلطاناً جائر اً مستحلاً لحرم اللہ،ناکثاً لعھد اللہ ، مخالفاً لسنة رسول اللہ، یعمل فی عباداللہ با لاثم والعدوان فلم یغیّر علیہ بفعل ولا قول ،کان حقاً علی اللہ أن یدخلہمد خلہ '' ألاوان ھولاء قد لزموا طاعة الشیطان وترکوا طاعة الرحمٰن و أظھروا الفساد و عطّلوا الحدود ، واستأ ثروا بالفيء، وأحلوا حرام اللہ و حرّموا حلال اللہ وأنا أحق من غیری ''قد أتتني کتبکم وقد مت علی رسلکم ببیعتکم أنکم لا تسلموني ولا تخذلوني، فان تممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم ،فأنا الحسین بن علي وابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ)وسلم نفسیمع أنفسکم وأھلي مع أھلیکم ، فلکم فيّ أسوة ، وان لم تفعلوا و نقضتم عھدکم ، و خلعتم بیعتی من أعناقکم فلعمري ما ھی لکم بنکر ، لقد فعلتموھا بأبي و أخي وابن عمي مسلم !والمغرور من ا غترّبکم ؛ فحظکم أخطاتم،و نصیبکم ضیّعتم ''ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ[1] ''وسیغني اللہ عنکم والسلام علیکم ورحمةاللہ و برکاتہ[2] ''اے لوگو! رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جو شخص کسی ایسے ستم گر حاکم کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو، الٰہی عہد وپیمان کو توڑنے والاہو ،اللہ کے رسول کی سنتوں کا مخالف ہو ،گناہ و ستم کے ساتھ بندگان خداسے پیش آتا ہواور وہ ایسے پیکر ظلم وجور کے خلاف اپنے قول و فعل کے ذریعہ کوئی تغیر احوال کا اظہار نہ کرے تو خدا وند عالم کو حق حاصل ہے کہ ایسے شخص کو جہنم میں اسی ظالم کے ہمراہ داخل کردے ؛آگاہ ہوجاؤ کہ ان لوگوں نے شیطان کی پیروی کرلی ہےاور رحمن کی اطاعت کو ترک کردیا ہے، فساد کو آشکار ، حدود الٰہی کو معطل،انفال اور عوام الناس کے اموال کو غصب، حلال خدا کو حرام اور حرام خداکو حلال بنادیا ہے اور میں اس راہ و روش کو بدلنے کے لئے سب سے زیادہ سزاوار ہوں ۔تم لوگوں نے ہمیں خط لکھ کر بلایا ہے اور تمہارے نامہ بر تمہاری بیعتوں کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا : تم لوگ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑوگےاور کبھی بھی میری مدد و نصرت سے دست بردار نہیں ہوگے۔

[1] سورہ فتح ، ۸
[2] ابومخنف نے عقبہ بن ابی عزار کے حوالے سے اس خبر کو نقل کیا ہے۔

اگر تم لوگ اپنے عہد وپیمان پر وفاداری کا ثبوت دیتے ہو تو رشد و سعادت تمہیں نصیب ہوگی کیونکہ میں حسین علی کا لال اور فاطمہ، دختر پیغمبر اسلام کا فرزند ہوں جس کی جان، حق کی راہ میں تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرا گھرانہ تمہارے گھرانے کے ہمراہ ہے کیونکہ میں تم لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہوں اور اگر تم نے اپنے عہد وپیمان کو توڑدیا اور اپنی گردنوں سے ہماری بیعت کے قلادہ کو اتاردیا تو قسم ہے میری جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی عار کی بات نہیں ہے؛ کیونکہ تم میرے بابا امیر المومنین اور میرے بھائی حسن اور چچا زاد بھائی مسلم کے ساتھ کر چکے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شخص سخت فریب خوردہ ہے جو ان سب باتوں کے بعد تم لوگوں پر بھروسہ کرے ؛ تم لوگوں نے اپنی زندگی کے حصہ کو کم اور اپنے حقوق کو ضائع کردیا ہے۔ ''جو عہد کو توڑے گا وہ خود اپنے نقصان کے لئے عہد شکن ہوگا '' اور خدا تم لوگوں کی مدد و نصرت سے بے نیاز ہے ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ وبراکاتہ

امام حسین علیہ السلام کے اس بصیرت افروز بیان کے بعد حر جو سفر میں آپ کے ہمراہ تھاآپ کے پاس آیا اور کہنے لگا : ''یا حسین !انی أذکّرکَ اللّٰہ فی نفسک فانی اشھد لئن قاتلت لتُقتَلنَ ولئن قوتلت لتھلکن فیما أریٰ'' اے حسین !آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ دوبارہ اپنے بارے میں فکر کریں!کیونکہ میں گواہ ہوں کہ میرے نظریہ کے مطابق اگر آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی تو وہ لوگ آپ کو قتل کرڈالیں گے اور اگر آپ قتل کردئے گئے تو تباہ و برباد ہوجائیں گے ؛یہ سن کر امام حسین نے فرمایا : ''أفبالموت تخوّفني ! وھل یعدوبکم الخطب ان تقتلوني ! ماأدری ما أقول لک ! ولکن أقول کما قال أخو الاوس لابن عمہ ولقیہ وھو یرید نصرۃ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ (وآلہ) وسلم فقال لہ : این تذھب ؟ فانک مقتول! فقال :سأمضی وما بالموت عار علی الفتیٰ اذا ما نوی حقاً وجاھد مسلماً وآسی الرجال الصالحین بنفسہ وفارق مثبوراً یغش و یرغما[1] کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے ؟ کیا اس سے زیادہ کچھ ہوسکتا ہے کہ تم لوگوں کے بلانے پر میرا آنا اور ظلم و ستم کے خلاف میرا نبرد آزما ہونا سبب بنے گا کہ تم لوگ مجھے قتل کردوگے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا کہوں؛ لیکن میں وہی کہتا ہوں جو قبیلہ اوس کے ایک جوان نے اپنے چچازاد بھائی سے اس وقت کہا تھا جب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

---

[1] ابن اثیر نے الکامل میں اور شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۲۵ پر ان اشعار کے علاوہ ایک شعر کا اور اضافہ کیا ہے ۔ فان عشت لم اندم وان مت لم الم و کفی بک ذلاًان تعیش و ترغمااگر میں زندہ رہا تو نادم نہیں ہوں گا اور اگر دنیا سے گزر گیا تو ملامت نہیں کیا جاؤں گا اور ذلت کے لئے یہی کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل ہو ۔

وآلہ وسلم کی مدد و نصرت کے لئے جارہا تھا ۔ اس کے چچا زاد بھائی نے اس سے ملاقات کرتے ہوئے کہا : تم کہاں جارہے ہو ؟ مجھے یقین ہے کہ تم قتل ہوجاؤ گے تو اس جوان مرد نے جواب دیا تھا : میں تو پیغمبر خدا کی طرف جارہا ہوں اور موت اس جوان کے لئے ننگ و عار نہیں ہے جس کی نیت حق اور جو ایک مسلمان کی حیثیت سے جہاد کے لئے جارہا ہو ،وہ نیک وصالح افراد کی مصیبت کا ہمراہی ہے اورا س سے جدا ہے جو ہلاک ہوچکا ہے اور اس کی زندگی ذلت و رسوائی کے ساتھ بسر ہورہی ہے ۔

جب حر نے یہ کلمات سنے تو کنارہ کش ہوگیا اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک سمت میں چلنے لگے اور حر اپنے فوجیوں کے ساتھ دوسری طرف آگے بڑھنے لگا ۔ چلتے چلتے یہ لوگ اس منزل تک پہنچ گئے جسے '' عذیب الھجانات '' کہتے ہیں ۔

تیرہویں منزل ؛ '' عذیب الھجانات[1] '' یہ قافلہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق '' ذوحسم '' کے بعد '' بیضہ '' سے ہوتے ہوئے '' عذیب الھجانات '' تک پہنچا ۔ وہاں یہ قافلہ ان چار سواروں سے روبروہوا جو کوفہ سے آرہے تھے جن کے راہنما طرماح بن عدی تھے ۔ جب یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کے پاس پہونچے تو اپنے گھوڑے پر سوار یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا ناقتی لاتذعری من زجری

و شمّری قبل طلوع الفجر

بخیر رکبان و خیر سفر

حتی تحلّی بکریم النجر

---

[1] " عذیب'' یہ بنی تمیم کی ایک گھاٹی ہے جو عراق کی سرحدہے۔ یہ جگہ ایرانیوں کے اسلحہ خانہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ اس کے اور ''قادسیہ'' کے درمیان ۶میل کا فاصلہ ہے۔ علاقہ " حیرہ '' کے سربراہ " نعمان ''کے گھوڑے اسی جگہ پر چرائے جاتے ھے۔کہا جاتا ہے ھجانات ھجین کی جمع ہے جس کے معنی غیر اصل کے ہیں یعنی جو لوگ نجیب الطرفین نہ ہوں ۔

الماجد الحرّ رحیب الصدر

اتی بہ اللّٰہ لخیر أمر

ثمتہ أبقاہ بقاء الدھر

اے میرے ناقے! میرے جلدی جلدی چلنے پر خوف زدہ نہ ہو بلکہ تو تیز تیز چل تاکہ سپیدہ سحری تک تو بہترین سوار اور بہترین مسافر تک پہنچ جا؛ یہاں تک کہ اس ذات تک رسائی ہوجائے جس کا خاندان کریم ، بزرگ، آزاد اور فراخ دل ہے؛ جسے خداوند متعال بہترین کام کے لئے یہاں لایا ہے، اسی لئے خدا اسے اس وقت تک باقی رکھے گا جب تک یہ دنیا اور زمانہ باقی ہے ۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''أما واللّٰہ انّي لأ رجوأن یکون خیراً ما أراداللّٰہ بنا قُتلنا أو ظفرنا '' خدا کی قسم خدا وندعالم جو ہمارے لئے چاہتا ہے وہی ہما رے لئے خیر ہے؛ چاہے ہم قتل کر دےئے جائیں یا ظلم و ستم کے خلاف ظفریاب ہو جائیں ۔

یہ چار افراد چونکہ کوفہ سے آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدد و نصرت کا ارادہ رکھتے تھے لہٰذا حر بن یزید سامنے آیا اور امام علیہ السلام سے کہا : یہ لوگ جو کوفہ سے آئے ہیں آپ کے ہمراہ نہیں تھے لہٰذا یا تو میں انھیں قید کرلوں یا کوفہ لو ٹا دوں ۔

تو امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ل ''أمنعنھم مما أمنع منہ نفسي،انما ہولاء أنصار ي وا عواني وقد کنت أعطیتني ان لا تعرض لي بشیء حتی یاتیک کتاب من ابن زیاد ''میں ان کی جانب سے اسی طرح دفاع اور مما نعت کروں گا جس طرح اپنا دفاع اور اپنے سلسلے میں مما نعت کررہا ہوں؛ کیونکہ یہ میرے ناصر ومدد گار ہیں اور تم نے عہد وپیمان کیا ہے کہ جب تک تمہارے پاس ابن زیاد کا خط نہیں آجاتا اس وقت تک تم مجھ سے درگیر نہ ہوگے ۔

حرنے کہا : ٹھیک ہے لیکن یہ آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں ۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ''ہم أصحابی و ہم بمنزلۃ من جاء معي فان تممت عليّ ما کان بیني وبینک والا نا جزتک '' یہ میرے اصحاب ہیں اور انہیں لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں

۔اگرتم نے اس عہد وپیمان کو بر قرار رکھا جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہارے سامنے میدان کا رزار میں اتر آئیں گے۔یہ سن کر حر ان لوگوں سے دست بردار ہو گیا ۔اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا : ''أخبرونی خبرالناس وراءکم '' جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبر سناؤ ۔تو مجمع بن عبد اللہ عائذی[1] جو انہیں چار میں سے ایک تھے اور کوفہ سے یہاں آئے تھے، نے آپ سے عرض کیا : ''أما اشراف الناس فقد أعظمت رشوتھم وملِءت غرائر ھم ،یستمال ودّھم ویستخلص بہ نصیحتھم فھم ألب واحد علیک !وأما سائرالناس بعد،فاِن أفئدتھم تھوي الیک وسیو فھم غداً مشھورة علیک'' اشراف اور سر برآوردہ افراد کو رشوت کی خطیر رقم دیدی گئی ہے،ان کے تھیلوں کو بھر دیا گیاہے،اس طرح سے ان کی خیر خواہی کواپنی طرف متوجہ کر لیا گیا ہے اور ان کو اپنا محبوب بنا لیا گیاہے۔یہ گروہ وہ ہے جو آپ کے خلاف دشمن کے ہمراہ ہے اور بقیہ لوگ وہ ہیں جن کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف کھنچی ہوں گی ۔امام علیہ السلام نے فرمایا : ''أخبرونی فھل لکم برسولي الیکم ؟'' کیا میرا کوئی پیغام رسان تم تک پہنچا ہے ؟ تو ان لوگوں نے پوچھا : کس پیغام رساں کی بات کررہے ہیں ؟امام حسین نے فرمایا : قیس بن مسہر صیداوی ان لوگوں نے جواب دیا : ہاں !ان کو حصین بن تمیم نے گرفتار کرکے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا ۔جب وہ وہاں پہنچے تو عبیداللہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے بابا پر لعنت بھیجیں۔

انھوں نے آپ پر اور آپ کے بابا پر درود سلام بھیجا ،ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی، لوگوں کو آپ کی مدد و نصرت کے لئے بلایا اور انھیں خبر دی کہ آپ آرہے ہیں ۔اس حالت کو دیکھ کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت پر سے نیچے پھینک دیا جائے لہذا آپ کودار الامارہ کے چھت سے نیچے پھینک دیاگیا یہ جملہ سننے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی آنکھیں آنسؤں سے ڈبڈباگئیں اور آپ کسی طرح اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکے پھر آپ نے فرمایا : ''مِنھُم مَن قَضَیٰ نحبہ وَ مِنھُم مَن یَنتظِرُ وَ ما بَدّلُوا تبدِیلاً

[1] شاید یہ چار لوگ ، جابر بن حارث سلمانی ، عمروبن خالد صید اوی اور سعد کا غلام ہوں جنکے بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے جنگ کے پہلے ہی مرحلہ میں مقاتلہ کیا اور ایک ہی جگہ شہید ہوگئے ۔(طبری، ج۵ ،ص۴۴۶)

''اللھم اجعل لنا ولھم الجنۃمنزلاً واجمع بیننا وبینھم فی مستقر رحمتک ورغائب مذخور ثوابک ''ان میں سے بعض وہ ہیں جو (قربانی دے کر) اپنا عہد وفا کرگئے اور ان میں سے بعض (حکم خدا کے) انتظار میں بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنا موقف) ذرا بھی نہیں تبدیل کیا، خدایا! بہشت کو ہمارے اور ان کے نزول کی جگہ قرار دے اور اپنی رحمتوں کی جایگاہ میں ہمیں اور انھیں یکجا کردے اور اپنے بہترین ثواب کے ذخیرہ سے بہرہ مند فرما[2] اس دعا کے بعد طرماح بن عدی امام حسین علیہ السلام کے قریب آئے اور عرض کی: ''أنّي واللّٰہ لا نظر فاأری معک أحداً ولو لم یقاتلک الا ھؤلاء الذین أراھم ملا زمیک لکان کفیٰ بھم وقد رأیت قبل خروجي من الکوفۃ الیک بیوم ظھر الکوفۃ وفیہ من الناس مالم ترعینای في صعید واحد جمعاً اکثر منہ، فسألتُ عنھم، فقیل: اجتمعوا لیعرضوا ثم یسرّحون الی الحسین، فأنشدک ان قدرت علی أن لا تقدم علیھم شبراً الا فعلت! فان أردت أن تنزل بلداً یمنعک اللّٰہ بہ حتی تری من رأیک ویستبین لک ماأنت صانع، فسر حتی أنزلک مناع جبلنا الذی یدعی ''أجاء[3]'' فأسیر معک حتی أنزلک القُرَیّۃَ[4]'' خدا کی قسم میں جو دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ زیادہ یار و مدد گار نہیں ہیں اور اگر انہیں لوگوں کے علاوہ جنہیں میں ساتھ ساتھ دیکھ رہا ہوں کوئی اور نہ ہوا تو یہی لوگ ان کے لئے کافی ہیں۔ کوفہ سے نکل کر آپ کی طرف آنے سے ایک دن قبل میں نے کوفہ کے پیچھے بہت سارے لوگوں کو دیکھا جس سے پہلے ایک ہی جگہ پر میں نے اتنا جم غفیر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ کسی نے کہا یہ لوگ اس لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ فوجی ٹریننگ لے سکیں اور پھر حسین سے جنگ کے لئے کوچ کریں لہذا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ قادر ہیں تو ایک بالشت بھی ان لوگوں کی طرف نہ بڑھیں۔ اگر چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شہر میں جائیں جہاں خدا آپ کی جان کو ان ظالموں کے چنگل سے نجات دیدے اور پھر آپ دیکھیں کہ آپ کا منشاء کیا ہے اور آپ کے لئے موقعیت پوری طرح واضح ہوجائے تو آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم آپ کو اپنی طرف ایک پہاڑی علاقہ میں اتار دیں جہاں کوئی پر بھی نہیں مار

---

[1] سورہ احزاب۲۳

[2] ابو مخنف کابیان ہے کہ عقبہ بن ابی عیزار نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۴۰۳ ، ارشاد ، ص ۲۲۵ ، طبع نجف)

[3] یہ ایک شخص کا نام ہے جس کے نام پرعلاقہ طئی کا پہاڑ موسوم ہے۔ یہ طئی کے مغربی علاقہ میں سمیرا ء پہاڑ کے بائیں جانب ہے

[4] یہ قریہ کی اسم تصغیر ہے اور طی کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے ۔

سکتا، جسے ''آجاء'' کہتے ہیں۔ میں وہاں تک آپ کے ساتھ چلوں گا اور آپ کو وہاں کے ایک گاؤں میں جس کا نام ''قریۃ'' ہے اتار دوں گا ۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا : ''جزاک اللہ وقومک خیراً !انہ قد کان بیننا وبین ہٰؤلاء القوم قول لسنا نقدر معہ علی الا نصراف ولا ندری علام تتصرف بنا وبہم الأمور فی عاقبۃ!''خدا تمھیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے!حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان ایک قول وقرارہے جس کی وجہ سے ہم ان سے جدا نہیں ہو سکتے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ عاقبت کار ہمارے اور ان کے امور کو کہاں لے جائے گی۔ طرّماح کا بیان ہے کہ یہ سننے کے بعد میں نے ان کو الوداع کیا اور کہا : خدا آپ کو جن وانس کے شر سے دور رکھے[1] اور حسین (علیہ السلام) آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے ۔

چودھویں منزل : قصر بنی مقاتل[2] ''عذیب الہجا نات '' سے چل کر حسین بن علی علیہ الصلوٰۃ والسلام قصر بنی مقاتل تک پہنچے۔ وہاں آپ نے پڑاؤ ڈالاتو دیکھاکہ وہاں ایک خیمہ لگا ہواہے[3]،امام علیہ السلام نے فرمایا : ''لمن ہٰذا الفسطاط''یہ خیمہ کس کا ہے ؟تو کسی نے کہا : عبید اللہ بن حر جعفی[4]کا خیمہ ہے ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا :''ادعوہ لی''اسے میرے پاس بلاؤ، پھر ایک پیغام رساں کو اس کے پاس روانہ کیا ،جب وہ پیغام رساں وہاں پہنچا تو اس نے کہا : یہ حسین بن علی ہیں جو تم کو بلارہے ہیں ، عبیداللہ بن حر جعفی نے کہا :''اناللہ وانا الیہ راجعون'' خدا کی قسم میں کوفہ سے نکلا تومجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ کسی جگہ حسین سے ملاقات ہو ، واللہ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھیں یا میں ان کو دیکھوں۔ پیغام رساں واپس پلٹا اور اس نے آکر امام کو اس کے بارے میں خبر دی۔

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ جمیل بن مرید نے طر مّاح کے حوالے سے مجھ کو یہ خبر دی ہے۔(طبری ،ج۵، ص۴۰۶) اور پوری خبر یہ ہے کہ طرمّاح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : میں نے کوفہ سے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ آذوقہ فراہم کیا ہے جن کا نفقہ مجھ پر واجب ہے لہذامیں وہاں پہنچ کر اسے رکھ کر انشاء اللہ فوراً آپ کی طرف پلٹ رہا ہوں ۔اگر میں آپ سے ملحق ہو گیا تو خدا کی قسم میں ضرور آپ کی مدد کرنے والا ہوں گا ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ایسا کرناچاہتے ہو تو جلدی کرو اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے ! طر ماح کہتے ہیں : جب میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا تو آذوقہ ان کے پاس رکھا ، جو چیز ان کے لئے ضروری اور ان کی بہتری میں تھی اسے وہاں فراہم کیا اور ان سے وصیت کی پھر اپنے ارادہ کو ان کے سامنے پیش کر کے فوراً لوٹ گیا یہاں تک کہ جب میں" عذیب الہجانات'' تک پہنچا تو سماعہ بن بدر نے امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنائی تو میں واپس پلٹ گیا۔ (طبری ،ج۵ ، ۴۰۶

[2] معجم میں ہے کہ یہ جگہ چند دیہا توں اور" قطقطا نہ'' اور" عین التمر'' کے درمیان واقع ہے۔

[3] ابو مخنف نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (طبری ،ج۵،ص۴۰۷)

[4] اس شخص کے حالات کتاب کے آخری حصہ میں بیان کئے جائیں گے۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام خود اٹھے، نعلین منگوائی،اسے پہن کر کھڑے ہوئے اوربنفس نفیس اس کے پاس گئے ،خیمہ میں داخل ہوکر اسے سلام کیا پھر اسے اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو ابن حرنے اپنی باتوں کو پھر دھرایا ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا : '' فان لا تصرنا فاتق اللہ أن تکون ممن یقاتلنا فواللہ لا یسمع واعیتنا أحد ثم لا ینصرنا الا ہلک '' اگر تم میری مدد نہیں کرنا چاہتے ہوتو خدا سے خوف کھاؤ کہ کہیں مجھ سے جنگ کرنے والوں میں نہ ہو جاؤ ؛کیونکہ خدا کی قسم کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو میری فریاد سن کر میری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جائے گا ۔یہ کہہ کر آپ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے[1]۔عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ رات کے آخری حصہ میں امام حسین (علیہ السلام) نے پانی بھرنے کا حکم دیا اور جب چھاگلیں بھری جا چکیں تو آپ نے ہم لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور ہم نے وہی کیا ۔

جب ہم لوگ '' قصر بنی مقاتل '' سے کوچ کررہے تھے اور ہمارا سفر جاری تھا تو کچھ دیر کے لئے حسین کی آنکھ لگ گئی ،جب آنکھ کھلی تو آپ یہ فرمارہے تھے: '' انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین '' اس جملہ کی آپ نے دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی ، یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ نے بھی اپنے بابا کے جملہ کی تکرار '' انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین '' کرتے ہوئے فرمایا : '' یا ابت جُعلت فداک ممّ حمدت واسترجعت '' بابا جان!آپ پر میری جان قربان ہو،کیا سبب ہوا کہ آپ نے یکبارگی حمد الٰہی کی اور زبان پر کلمۂ استرجاع جاری کیا ؟امام علیہ السلام نے جواب دیا : '' یا بني اني خفقت برأسي خفقة فعن لي فارس علی فرس فقال : القوم یسیرون والمنایا تسري الیھم ، فعلمت أنھا أنفسنا نعیت الینا ! '' اے میرے لال !تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے خواب کے عالم میں دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار میرے سامنے نمودار ہوا اور اس نے کہا یہ قوم آگے بڑھ رہی ہے اور موت ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے ،اس سے مجھ کو معلوم ہوگیا یہ مجھے میری شہادت کی خبر دے رہا ہے ۔

[1] ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے مجالد بن سعید نے عامر شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۰۷ ، ارشاد ص، ۲۲۶)

علی بن حسین علیہ السلام : ''یاأبت لا أراک اللہ سوء۔ السنا علی الحق؟''اے بابا ! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ آپ کے لئے برا کرے گا کیا ہم حق پر نہیں ہیں ؟ امام حسین علیہ السلام : ''بلیٰ والذی الیہ مرجع العباد !''کیوں نہیں (ہم ہی حق پر ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب کو پلٹنا ہے ۔ علی بن الحسین: ''یاأبت اذاً لا نبالی، نموت محقین''بابا جان ایسی صورت میں ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیوں کہ ہماری موت حق پر ہے ۔ امام حسین: جزاک اللہ من ولد خیر ما جزی ولداً عن والدہ ، خداوند متعال تمہیں وہ بہترین جزا دے جو باپ کی دعا سے بیٹے کو نصیب ہوتی ہے ۔

اسی گفتگو کے درمیان کچھ دیر کے بعد سپیدہ سحری نمودار ہوئی ۔ آپ نے صبح کی نماز ادا کی اور دوبارہ جلدی سے سب اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے اورآپ اپنے اصحاب کو اس سر زمین کے بائیں جانب چلنے کا اشارہ کیا تاکہ انہیں لشکر حر سے جدا اور متفرق کر سکیں لیکن حر بن یزید کی جستجو یہ تھی کہ آپ کو کسی طرح کوفہ سے نزدیک کر دے لہٰذا وہ آپ لوگوں کو پراکندہ ہونے سے روک کر واپس پلٹانے لگا اور کوفہ کی طرف شدت سے نزدیک کرنے لگا،اصحاب حسینی نے اس سے ممانعت کی اوران لوگوں کو دور ہٹاتے رہے اور آپ اسی طرح اپنے چاہنے والوں کو بائیں طرف کرتے رہے اور اسی کشمکش میں نینوا آگیا ۔

قربان گاہ عشق :نینوا[1] چودہ منزلیں ختم ہو چکی تھیں حسین بن علی (علیہما السلام) نینوا میں اتر چکے تھے کہ یکایک ایک سوار اصیل و نجیب گھوڑے پر سوار ، اسلحوں سے لیث اور دوش پر کمان ڈالے کوفہ کی طرف سے نمودار ہوا سب کے سب کھڑے اس کا انتظار کرنے لگے؛ جب وہ نزدیک آیا تو اس نے حر اور اس کے لشکر والوں کو سلام کیا لیکن حسین اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا پھر اس نے عبید اللہ بن زیاد کا خط حر کو پیش کردیا اس خط میں یہ عبارت موجود تھی ۔ اما بعد، فجعجع بالحسین حین یبلغک کتابي ویقدم علیک رسولي، فلا تنزلہ الا بالعراء في غیر حصن وعلی غیر ما ء و قد امرت رسولي أن یلزمک ولا یفارقک حتی یاتیني بأنفاذک امري، والسلام''

---

[1] یہ کربلا کاایک علاقہ ہے جو اواخر قرن دوم تک آباد رہا۔

اما بعد، جیسے ہی نامہ بر تمہارے پاس یہ خط لے کر میرا پہنچے حسین کو ایک بے آب و گیاہ صحرا میں روک لو اور میں نے اپنے فرستادہ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے جدا نہ ہو اور تمہاری مراقبت میں رہے یہاں تک کہ واپس لوٹ کر مجھے خبر دے کے تم نے میرے حکم کو نافذ کیا ہے۔ والسلام جب حر نے خط پڑھا تو یہ خط لے کر وہ اس نورانی قافلہ کے پاس آیا اور کہنے لگا : یہ امیر عبیداللہ بن زیاد کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو وہیں پر قید رکھوں جہاں پر اس کا خط مجھے ملا ہے اور یہ اس کا قاصد اور فرستادہ ہے جسے اس نے حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ میں اس کے منشاء اور حکم کو نافذ کردوں۔

یہ سن کر یزید بن زیاد مہاصر کندی بہدلی[1] معروف بہ شعثاء نے عبیداللہ بن زیاد کے پیغام رساں کو غور سے دیکھا اور اس کے سامنے خود کو نمایاں کر کے کہا : کیا تو مالک بن نسیر بدّی[2] ہے !(جس کا تعلق قبیلۂ کندہ سے ہے) ؟ اس شخص نے جواب دیا : ہاں ! اس پر یزید بن زیاد معروف بہ شعثاء نے اس سے کہا : تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے ! یہ تو کیا لے کر آیا ہے ؟

مختار نے فوراً ان قاتلوں کی سمت مالک بن عمرو نہدی کو بھیجا ۔ جب مالک بن عمرو وہاں آئے اور وہ سب کے سب قادسیہ میں موجود تھے مالک بن عمرو نے ان سب کو گرفتار کرلیا اور ان کو لے کر مختار کے پاس آئے۔ جب یہ قاتلین وہاں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ مختار نے اس بدّی سے پوچھا : تو ہی وہ ہے جو امام کی برنس لے گیا تھا ؟ تو عبد اللہ بن کامل نے کہا : ہا یہ وہی ہے. یہ سن کر مختار نے کہا : اس کے دونوں ہاتھ پیر کاٹ دو اور چھوڑ دو تاکہ یہ تڑپے اور مضطرب ہو یہاں تک کہ مرجائے۔ اس کے ساتھ ایسا ہی

---

[1] آپ کا شمار امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے تیر اندزوں میں ہوتا ہے اورآپ حملۂ اولی میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں۔ آپ نے سو تیر چلائے اور اس کے بعد کھڑے ہوکر کہنے لگے : ان تیروں میں سے ابھی فقط پانچ ہی تیر ہدف پر لگے ہیں اور میرے لئے واضح یہی ہے کہ میں نے پانچ لوگوں کوقتل کیا ہے۔ ابو مخنف ہی نے فضیل بن خدیج کندی سے روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد عمر بن سعد کے ہمراہ نکلا تھا لیکن جب حسین علیہ السلام کے ساتھ صلح کی پیش کش ان لوگوں نے ٹھکرادی تو یہ امام علیہ السلام کی طرف چلے آئے اور دشمنوں سے خوب خوب دادشجاعت لی یہاں تک کہ شہید ہوگئے لیکن یہ خبر اوپروالی خبر سے موافقت نہیں رکھتی

[2] مالک بن نسیر قبیلہء بنی بْداَء سے متعلق تھا۔ یہ کربلا میں موجود تھا ۔ اس نے امام علیہ السلام کے سر پر تلوار سے ضربت لگائی جس سے آپ کی برنس کٹ گئی اور تلوار آپ کے سر تک پہنچ گئی جس نے آپ کو خون میں غلطاں کردیا ۔اس حالت میں امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا :" لا أكلت بها ولا شربت بها وحشرک الله مع الظالمين" تو اس کی وجہ سے نہ کھا پائے اورنہ پی پائے اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے ۔شہادت کے بعد مالک بن نسیر آپ کی برنس لے کر چلا گیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی فقیر رہا یہاں تک کہ مرگیا ۔(طبری ،ج۵ ،ص ۴۴۸) یہ واقعہ ابی مخنف سے مروی ہے۔ " برنس " عربی کا ایک غیر مانوس کلمہ ہے۔ یہ ایک لمبی ٹوپی ہے جو روئی سے بنتی ہے اسے نصاریٰ کے عبادت گزار افراد پہنا کرتے تھے۔ صد ر اسلام میں مسلمان عبادت گزار افراد بھی اسے پہنا کرتے تھے جیسا کہ مجمع البحرین میں ہے نیز ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن دبّا س نے مختار کو ان لوگوں کا پتہ بتا یا جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔انھیں میں سے ایک مالک بن نسیرَ بدّی بھی تھا۔

کیا گیا اور اسے چھوڑ دیا گیا تو اس کا خون مسلسل بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا ۶۶ھ کا زمانہ تھا ۔ (طبری، ج٦، ص ۵۷)

مالک بن نسیر نے کہا : میں کچھ بھی لے کر نہیں آیا،میں نے تو فقط اپنے امام کی اطاعت اور اپنی بیعت پر وفاداری کا ثبوت پیش کیا ہے ۔شعثاء نے اس کا جواب دیا : تو نے اپنے رب کی معصیت اور اپنے نفس کی ہلاکت میں اپنے رہبر کی اطاعت کی ہے اور یہ فعل انجام دے کر تو نے ذلت ورسوائی اور جہنم کی آگ کو حاصل کیا ہے کیونکہ خدا وند متعال فرماتا ہے: '' وَ جَعَلْنَاهُمْ اَءِمَّةً يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ[1]'' ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن (ایسے بے کس ہوں گے کہ) ان کو (کسی طرح) کی مدد نہ دی جائے گی۔ اور وہ تیرا پیشوا ہے ۔اس کے بعد حر بن یزید ریاحی حسینی قافلہ کو ایسی ہی جگہ پڑا تارنے کی کوشش کرنے لگا جہاں نہ پانی تھا اور نہ ہی کوئی قریہ و دیہات[2] لہذا ان لوگوں نے فرمایا کہ ہمیں چھوڑ دو تاکہ ہم اس قریہ میں چلے سبط بن جوزی نے کہا : پھر (امام) حسین (علیہ السلام) نے فرمایا : '' ما یقول هٰذه الارض'' اس زمین کو کیا کہتے ہیں تو لوگوں نے کہا : اسے کربلا کہتے ہیں اوراسے نینوی بھی کہا جاتا ہے جو اسی کا ایک قریہ ہے۔ یہ سن کر آپ رو نے لگے اور فرمایا: ''کربٌ وبلا '' یہ کرب وبلا ہے پھر فرمایا : ''اخبرتني ام سلمة قالت'' مجھ کو ام سلمیٰ نے خبر دی ہے وہ کہتی ہیں کہ ''کان جبرئیل عند رسول اللّٰہ وانت معي'' جبرئیل رسول اللہ کے پاس تھے اور تم میرے ہمراہ تھے '' فبکیت فقال رسول اللّٰہ : دعي ابني فترکتک فاخذک ومنعک فی حجره ''تو تم رونے لگے رسول خدا نے فرمایا : میرے فرزند کو چھوڑ دو ۔ میں نے تم کو چھوڑ دیا تو نبی اللہ نے تم کو پکڑا اور اپنی گودی میں بٹھا لیا ۔ '' فقال جبرئیل : أتحبه ؟ قال : نعم ! قال : فان أمتک ستقتله'' جبرئیل نے پوچھا : کیا آپ اس بچے سے محبت کرتے ہیں تو خدا کے نبی نے جواب دیا : ہاں !جبرئیل نے کہا : آپ کی امت اس بچے کو شہید کردے گی ۔ '' وان شئت أن أریک تربة أرضه التي یقتل فیها ؟ قال : نعم '' اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ قتل کئے جائیں گے تو خدا کے نبی نے فرمایا : ہاں !ام سلمیٰ کہتی ہیں : '' فبسط جبرئیل جناحه علی أرض کربلاء فأراه ایاه

---

[1] سورہ قصص، آیت ۴۱

[2] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کر بلا کسی ایک دیہات اور قریہ کا نام نہیں تھا بلکہ یہ ایک علاقہ تھا جس کے تحت چند قریہ اور دیہات آتے تھے جیسا کہ کتاب " الدلا ئل والمسائل "(سید ہبۃ الدین شہر ستانی) میں موجود ہے۔

ثم شمها وقال: هذه واللہ هی الارض التی أخبر بها جبرئیل رسول اللہ وانی اقتل فیها ''،جبرئیل نے زمین کربلا پر اپنے پر پھیلائے اور وہ زمین نبی خدا کو دکھا دی ؛. پھر امام حسین علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا : خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس جائیں جسے نینوا کہتے ہیں یا اس دیہات میں چلے جائیں جسے غاضریہ[1] کہتے ہیںیاایک دوسرے قریہ میں جانے دو جسے شفیہ کہتے ہیں[2] لیکن حر نے تمام درخواستوں کو مسترد کرتے ہوئے کہا : نہیں خدا کی قسم میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں، یہ شخص میرے پاس جاسوس بناکر بھیجا گیا ہے ۔کی خبر جبرئیل نے رسول اللہ کو دی تھی اور میں یہیں قتل کیا جاؤں گا ۔سبط بن جوزی کہتے ہیں: ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے حوالے سے اسی معنی کو ذکر کیا ہے پھرسبط بن جوزی نے کہا : ابن سعدنے شعبی کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا : جب صفین کے راستے میں علی علیہ السلام کا کربلا سے گزر ہوا اور آپ نینوا (فرات کے نزدیک قریہ ہے) کے قریب پہنچے تو وہاں رکے اور اپنے پانی لانے والے اور طہارت کے امور انجام دینے والے فرد کوآواز دی اور فرمایا : اے ابو عبداللہ مجھے خبر دو کہ اس زمین کوکیا کہتے ہیں ؟اس نے جواب دیا :اسے کربلا کہتے ہیں، یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ اتنا روئے کہ وہاں کی زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا : '' دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وھو یبکي فقلت لہ : ما یبکیک؟'' میں ایک دن رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہواتو دیکھا رورہے ہیں؛ میں نے فوراً آنحضرتؐ سے سوال کیا :آپ کو کس چیز نے رلادیا ؟آنحضرت نے جواب دیا : ''کان عندی جبرئیل آنفاً و اخبرنی ؛ ان ولدی الحسین علیہ السلام یقتل بشط الفرات بموضع یقال لہ کربلاء'' ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس موجود تھے، انھوں نے مجھے خبر دی کہ میرافرزند حسین فرات کے کنارے اس جگہ پر قتل کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں ۔ '' ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب فشمنی ایاھا فلم أملک عینی ان فا ضتا ''،پھر جبرئیل نے وہاں کی ایک مٹھی خاک اٹھائی جس کو میں نے سونگھا اس کا اثر یہ ہوا کہ میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکا اور سیل اشک جاری ہوگئے، پھر کہتے ہیں : '' حسن بن کثیر '' اور '' عبد خیر '' نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: جب علی علیہ السلام کربلا

---

[1] غاضریہ، غاضر کی طرف منسوب ہے جو قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص ہے۔ یہ زمین ابھی عون کی قبر کے آس پاس ہے جو کربلا سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک قلعہ کے آثار موجود ہیں جو قلعہ بنی اسد کے نام سے معروف ہے ۔

[2] یہ بھی کربلا کے نزدیک بنی اسد کے کنویں کا مقام ہے ۔

پہنچے تو وہاں رکے اور گریہ کیا اور فرمایا : ''بابی اغلیمۃ یقتلون ھاھنا،ھٰذا مناخ رکابھم ، ھٰذا موضع رحالھم ، ھٰذا مصرع الرجال ثم ازداد بکاءہ'' میرے باپ ان جوانوں پر قربان ہوجائیں جو یہاں قتل کئے جائیں گے ۔یہیں پر ان کی قیام گاہ ہوگی اور وہ اپنی رکابوں سے نیچے آئیں گے،یہی ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے،یہی ان کے مردوں کی قتل گاہ ہے، یہ کہتے کہتے آپ کی آنکھوں سے آنسوابل پڑے اور آپ شدت سے رونے لگے ۔ (تذکرۃ الخواص ،ص ۲۵۰ ،طبع نجف) نصربن مزاحم نے اس خبر کو چار طریقوں سے بیان کیا ہے ۔ (صفین ،ص۱۴۰ ، ۱۴۲ ،طبع ہارون) اس بے ادبی پر زہیر بن قین ، امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگے : ''یابن رسول اللہ، ان قتال ھولاء أھون من قتال مَن یاتینا من بعدھم ، فلعمری لیاتینا من بعد من تری مالا قبل لنا بہ'' اے فرزند رسوخدا ! ان لوگوں سے ابھی جنگ آسان ہوگی بہ نسبت اُن لوگوں کے جو اِن کے بعد آئیں گے ۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی اس کے بعد ہماری طرف اتنے لوگ آئیں گے جن کا اس سے پہلے ہم سے کوئی سابقہ نہ ہوا ہو گا ۔زہیر کے یہ جملے سن کر امام علیہ السلام نے ان سے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جوان کے سابقہ بزرگوں کی سیرت کا بیان کر رہے ۔آپ نے فرمایا : ''ماکنت أبدأ ھم با لقتال'' میں ان سے جنگ کی ابتداء کرنا نہیں چاہتا اس پر زہیر بن قین نے کہا : تو پھر اس کی اجازت فرمائیے کہ ہم اس قریہ کی طرف چلیں اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالیں کیونکہ یہ قریہ سر سبز و شاداب ہے اور دریائے فرات کے کنارے ہے ۔

اگران لوگوں نے ہمیں روکا تو ہم ان سے نبرد آزمائی کریں گے کیونکہ ان سے نبرد آزما ہونا آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے ۔ اس پر امام علیہ السلام نے پوچھا : ''وأےۃ قرےۃ ھی ؟ ''یہ کون سا قریہ ہے ؟ زہیر نے کہا : ''ھی العقر'' اس کانام عقر ہے[1]تو امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا : ''اللّٰھم انی أعوذبک من العقر'' خدا یا !میں عقر سے تیری پناہ

[1] بابل کے دیہات میں ایک جگہ ہے جہاں بنو خذنصر(یہ وہی بخت النصر معروف ہے جس کا صحیح تلفظ بنو خذ نصر ہے) رہاکرتے تھے اس علاقہ کو شروع میں کوربابل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے تصحیف ہو کر کربلا کہا جانے لگا ۔

مانگتا ہوں، پھر آپ نے وہیں اپنے قافلہ کو اتارا ۔ یہ جمعرات دوسری محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے جب دوسرا دن نمودار ہوا تو سعد بن ابی وقاص[1] کا بیٹا عمر کوفہ سے چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچ گیا ۔

[1] مذکورہ شخص کے احوال گذر چکے ہیں ۔

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی روانگی

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کی روانگی کا سبب یہ تھا کہ عبیداللہ بن زیاد نے اسے اہل کوفہ کی چار ہزار فوج کے ہمراہ ''ہمدان ''اور '' ری '' کے درمیان ایک علاقہ کی طرف روانہ کیا تھا جسے دشتبہ[1] کہتے ہیں جہاں دیلمیوں نے حکومت کے خلاف خروج کر کے غلبہ حاصل کر لیا تھا ۔ ابن زیاد نے خط لکھ کر ''ری'' کی حکومت اس کے سپرد کی اور اسے روانگی کا حکم دیا ۔ عمر بن سعد اپنی فوج کے ہمراہ روانہ ہوگیا ۔ '' حمام اعین [2]'' کے پاس جا کر پڑاؤ ڈالا لیکن جب امام حسین علیہ السلام کا مسئلہ سامنے آیا کہ وہ کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو ابن زیاد نے عمر سعد کو بلایا اور کہا : تم حسین کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جب ہمارے اور اس کے درمیان کی مشکل حل ہو جائے تب تم اپنے کام کی طرف جانا ۔

اس پر عمر بن سعد نے کہا : اللہ آپ پر رحم کرے اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمائیں اور یہ کام خود انجام دیں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا : ہاں یہ ممکن ہے لیکن اس شرط پر کہ تم وہ عہد نامہ واپس کر دو جو میں نے تم کو '' ری '' کے سلسلے میں دیا ہے ۔ جیسے ہی ابن زیاد نے یہ کہا ویسے ہی عمر بن سعد بولا : مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے تاکہ میں خوب فکر کر سکوں اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیر خواہوں کے پاس مشورہ کرنے کے لئے آیا ۔ تمام مشورہ دینے والوں نے اسے اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا ۔ اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ[3] اس کے پاس آیا اور کہنے لگا : اے ماموں ! میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حسینؑ کی طرف نہ

---

[1] عربی میں اس کو دستبی کہتے ہیں جو فارسی میں دشتبہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خوبصورت، سر سبز وشاداب اور بہت بڑاعلا قہ ہے جو ہمدان اور ری کے درمیان ہے۔ بعد میں یہ قزوین سے منسوب ہوگیا جیسا کہ معجم البلدان ،ج۴، ص ۵۸میں ذکر ہوا ہے۔

[2] یہ کوفہ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے جہاں عمر بن سعد کا ایک حمام تھا جو اس کے غلام" اعین'' کے ہاتھ میں تھا۔ اسی کے نام پر اس علا قہ کا نام" حمام اعین'' ہو گیا۔(القمقام ،ص۴۸۶)

[3] ۷۷ھ ؁ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے اسے ہمدان کا عامل بنا یا (طبری ،ج۵،ص ۲۸۴) اور اس کا بھائی مطرف بن مغیرہ مدائن میں تھا۔ اس نے حجاج کے خلا ف خروج کیا تو اس کے بھائی حمزہ نے خاموشی کے ساتھ مال اور اسلحے سے اس کی مدد کی (طبری ،ج۵، ص ۲۹۲)لہذا حجاج نے قیس بن سعد عجلی کو (جو ان دنوں حمزہ بن مغیرہ کی پو لس کا سر براہ تھا۔ حمزہ کے عہدہ پرمعین کر کے ہمدان روانہ کیا اور حکم دیا کہ حمزہ بن مغیرہ کو زنجیر وں سے جکڑ کر قید کر لو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے زنجیرمیں جکڑ کر قید کردیا۔ (طبری، ج۵ ،ص ۲۹۴)

جائیں ورنہ آپ اپنے رب کے گناہ گار اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہوں گے ۔ خدا کی قسم اگر آپ دنیا سے اس حال میں کوچ کریں کہ آپ تمام دنیا کے مالک و مختار ہوں اور وہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو یہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہے کہ آپ اللہ سے اس حال میں ملا قات کریں کہ حسینؑ کے خون کا دھبہ آپ کے دامن پر ہو !اس پر ابن سعد نے کہا : انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا[1]۔ یہاں سے طبری کی روایت میں ابو مخنف کی خبروں کے سلسلہ میں انقطاع پایا جاتا ہے اور ابن سعد کے کربلا میں وارد ہونے کی داستان کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس خلاء کو طبری نے ''عوانہ بن حکم ''کی خبر سے پُر کیا ہے۔ چار وناچار ربط بر قرار رکھنے کے لئے ہمیں اسی سلسلے سے متصل ہونا پڑرہا ہے ۔

ہشام کا بیان ہے :مجھ سے'' عوانہ بن حکم '' نے عمار ابن عبداللہ بن یسار جہنی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے کہا :میں عمر بن سعد کے پاس حاضر ہواتو اس کو امام حسین علیہ السلام کی طرف روانگی کا حکم مل چکا تھا ۔مجھے دیکھ کر اس نے فوراًکہا :امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حسینؑ کی طرف روانہ ہوجاؤں لیکن میں نے اس مہم سے انکا رکر دیا ۔ میں نے اس سے کہا : اللہ تمہارا مدد گا ہے،اس نے تم کو صحیح راستہ دکھایاہے۔

تم یہیں رہو اور یہ کام انجام نہ دو اور نہ ہی حسینؑ کی طرف جاؤ!یسار جھنی کہتا ہے: یہ کہہ کر میں پسر سعد کے پاس سے نکل آیا تو کہنے والے نے آکر مجھے خبر دی کہ عمر بن سعد لوگوں کو حسینؑ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلا رہا ہے ؛ یہ سن کر میں حیرت زدہ ہوگیا! فوراً اس کے پاس آیا، وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا اورمجھے دیکھ کر اپنا چہرہ فوراً موڑ لیا ۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور میں فوراً اس کے پاس سے نکل آیا ۔ راوی کا بیان ہے : وہاں سے عمر بن سعد ،ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا : اللہ آپ کو سلامت رکھے !آپ نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کا عہد نامہ بھی میرے لئے لکھ دیا ہے۔ لوگوں نے اس بات کو

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص ۴۰۷) اسی سند کے ساتھ ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے ۔(ص۷۴) لیکن عقبہ کی جگہ پر عتبہ بن سمعان ذکر کیا ہے۔ شیخ مفید نے بھی اس خبر کو الارشاد، ص ۲۲۶ پر ذکر کیا ہے ۔

سن بھی لیا ہے (کہ میں ''ری'' جا رہا ہوں) تو اب اگر آپ بہتر سمجھیں تو ہمارے لئے اسی حکم کو نافذ رکھیں اور حسینؑ کی طرف اس لشکر میں سے کوفہ کے کسی سر برآوردہ شخص کو بھیج دیں کیونکہ میں فنون جنگ کے لحاظ سے ان سے زیادہ ماہر اور تجربہ کار نہیں ہوں۔ اس کے بعد پسر سعد نے چند لوگوں کے نام ابن زیاد کی خدمت میں پیش کئے تو ابن زیاد نے اس سے کہا : تم مجھے اشراف کوفہ کے سلسلے میں سبق مت سکھاؤ اور حسینؑ کی طرف کس کو روانہ کیا جائے اس سلسلہ میں میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں چاہا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہمارے لشکر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ ورنہ ہمارے عہد نامہ کو ہمیں لوٹا دو ! جب پسر سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد ہٹ دھرمی پر آچکا ہے تو اس نے کہا : ٹھیک ہے میں روانہ ہورہاہوں۔ یسار جھنی کا بیان ہے : وہاں سے نکل کر پسر سعد چار ہزار[1] فوج کے ساتھ حسینؑ کی طرف روانہ ہوا اور حسینؑ کے نینوا وارد ہونے کے دوسرے دن کربلا میں وارد ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے اس کے بعد یزید بن رکاب کلبی ۲؍ہزار کی فوج کے ہمراہ ، حصین بن تمیم سکونی ۴؍ہزار کی فوج، فلان مازنی ۳؍ہزار کی فوج اور نصر بن فلان ۲؍ہزار کے لشکر کے ہمراہ حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح سوار اور پیدل ملا کر ۲۰؍ہزار کا لشکر کربلا میں پہنچ گیا۔ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤل میں ذکر کیا ہے کہ وہ ۲۲؍ ہزار افراد تھے اور شیخ صدوق نے اپنی امالی میں امام جعفر صادقؑ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ ۳۰؍ ہزار افراد تھے۔ (الامالی، ص ۱۰۱، طبع بیروت) سبط بن جوزی نے محمد بن سیرین سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے : اس پسر سعد کے سلسلے میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی کرامت آشکار ہوگئی کیونکہ آپ کی عمر بن سعد سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ جوان تھا اور آپ نے اس سے فرمایا : ''ویحک یابن سعد کیف بک اِذا قمت یوما مقاماً تخیر فیہ بین الجنۃ والنار فتختار النار'' (تذکرہ ،ص۲۴۷،ط نجف) اے پسر سعد تیرا حال اس وقت کیا ہوگا جب ایک دن تو ایسی جگہ کھڑا ہوگا جہاں تجھے جنت و جہنم کے درمیان مختار بنایا جائے گا اور تو جہنم کو چن لے گا ۔ کہ وہاں پہنچ کر عمر بن سعد نے عزرہ بن

---

[1] یہی روایت'' الارشاد'' کے ص ۲۲۷ پر بھی موجودہے نیز مقتل محمد بن ابی طالب سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلا صہ یہ ہے : پسر سعد ۹؍ ہزار کے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا ۔

قیس احمسی[1] کو حسین (علیہ السلام) کی طرف روانہ کیا اور کہا : ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کون سی چیز ان کو یہاں لائی ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں ؟ یہ عزرہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جنھوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لہٰذا اسے شرم آئی کہ وہ یہ پیغام لے کر وہاں جائے ؛ جب اس نے انکار کر دیا تو پسر سعد نے ان تمام سر بر آوردہ افراد کے سامنے یہ پیش کش رکھی جن لوگوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لیکن ان تمام لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور اس بات کو پسند نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے درمیان ایک شخص کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھا (جو بڑا بے باک رزم آور تھا اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا) اور کہنے لگا : میں ان کے پاس جاؤں گا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو انھیں دھوکہ سے قتل بھی کر سکتا ہوں[2]۔ عمر بن سعد نے کہا : میں یہ نہیں چاہتا کہ تم ان کو قتل کرو ،بس تم جاؤ اور یہ پوچھو کہ وہ کس لئے آئے ہیں ؟راوی کا بیان ہے : وہ اٹھا اور حسین کی طرف آیا ۔

جیسے ہی ابو ثمامہ صائدی[3] نے اسے دیکھا امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا : اے ابو عبداللہ خدا آپ کو سلامت رکھے!آپ کی طرف وہ شخص آرہا ہے جو روئے زمین پر شریر ترین اور بد ترین شخص ہے، جو خون بہانے اور دھوکے سے قتل کرنے میں بڑا بے باک ہے؛ یہ کہہ کر ابو ثمامہ اس کی طرف بڑھے اور فرمایا : اپنی تلوار خود سے الگ کرو !اس نے کہا : نہیں خدا کی قسم یہ میری کرامت کے خلاف ہے ۔ میں تو ایک پیغام رساں ہوں،اگر تم لوگوں نے چاہا تو میں اس پیغام کو تم تک پہنچا دوں گا جو تمہارے لئے لے کر آیا ہوں اور اگرانکا رکیا تو واپس چلاجاؤں گا ۔

ابو ثمامہ : ٹھیک ہے پھر میں تمہارے قبضۂ شمشیر کو اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اس کے بعد تم جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہو بیان کر لینا

کثیر بن عبداللہ : نہیں خدا کی قسم تم اسے چھو بھی نہیں سکتے ۔ابو ثمامہ صائدی : تم جو پیغام لے کر آئے ہو اس سے مجھ کو خبر دار

---

[1] شیخ مفید نے الارشاد میں عروہ بن قیس لکھا ہے۔ اس شخص کے شرح احوال اس سے پہلے گذر چکے جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا ۔ یہ کوفہ کا ایک منافق ہے جو اموی مسلک تھا ۔

[2] یہ شخص امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا ۔ زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت بھی اسی سے منقول ہے۔ (طبری ،ج۵،ص۴۲۶) یہ وہی شخص ہے جو مہاجر بن اوس کے ہمراہ آپ کے قتل میں شریک تھا۔ (طبری ، ج۵، ص ۴۴۱)اور یہ وہی شخص ہے جس نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا پیچھا کیا تا کہ اسے قتل کردے لیکن جب اسے پہچان لیا کہ یہ ہمدان سے متعلق ہے تو کہا : یہ ہمارا چچا زادبھائی ہے ،یہ کہہ کر اس سے دست بردار ہوگیا ۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۵)

[3] ان کے شرح احوال اس سے قبل گذر چکے ہیں ۔

کردو ،میں تمہاری طرف سے امام تک پہنچادوں گا اورمیں تم کو اجازت نہیں دے سکتا کہ آنحضرت کے قریب جاؤ کیونکہ تم فاجرو دھوکہ باز ہو ۔کثیر بن عبداللہ نے ابوثمامہ کی بات قبول کرنے سے انکار کردیا اور عمر بن سعد کی طرف روانہ ہوگیا ،وہاں جاکراس نے عمر بن سعد کو ساری خبر سے مطلع کردیا ۔اس کے بعد پسر سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بلایا اور اس سے کہا : وائے ہو تجھ پر اے قرہ ! جا حسین ؑسے ملاقات کراور ان سے پوچھ کہ وہ کس لئے آئے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے ؟ یہ سن کر قرہ بن قیس آپ کے پاس آیا ۔ جیسے ہی حسین ؑنے اسے سامنے دیکھا اپنے اصحاب سے دریافت کیاکہ کیاتم لوگ اسے پہچانتے ہو ؟ حبیب بن مظاہر[1]نے کہا : ہاں ! یہ قبیلۂ حنظلہ تمیمی سے تعلق رکھتاہےاور ہماری بہن کا لڑکا ہے ۔ ہم تو اسے صحیح فکرو عقیدہ کا سمجھتے تھےاور میں نہیں سمجھ پارہاہوں کہ یہ یہاں کیسے موجود ہے[2]۔ قرہ بن قیس نزدیک آیا ،امام حسین علیہ السلام کوسلام کیا اورعمر سعد کا پیغام آپ تک پہنچادیا تو حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''کتب الیّ أھل مصرکم ھٰذا : أن أقدم ،فأمّا اذکرھوني فأنا أنصرف عنھم ''تمہارے شہر کے لوگوں نےمجھے یہ خط لکھا کہ میں چلاآؤں،اب اگر وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلاجاؤں گا ۔

راوی کہتا ہے کہ نامہ بر عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور ساری خبر اس کے گوش گزار کردی۔ پسر سعدنے اس سے کہا : میں یہ امید کرتا ہوں کہ خدا ہمیں ان سے جنگ وقتال کرنے سے عافیت میں رکھے اور اسی مطلب کو اس نے لکھ کر ابن زیاد کے پاس روانہ کردیا ۔ ابو مخنف کے بجائے دیگر راویوں کی روایت یہاں پر آکر ختم ہوجاتی ہے ۔

---

[1] کربلا کی خبر میں یہاں حبیب بن مظاہر کا پہلی بار تذکرہ ملتا ہے اور راوی نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے۔ آپ کے احوال گذرچکے ہیں کہ آپ ان شیعی زعماء میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کوفہ سے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا ۔ عنقریب آپ کی شہادت کے حالات بیان کرتے وقت آپ کی زندگی کے بعض رخ پیش کئے جائیں گے ۔

[2] یہ حر بن یزیدریاحی کے لشکر میں تھا ۔عدی بن حرملہ اسدی اس روایت کونقل کرتا ہے کہ یہ کہا کرتا تھا : خدا کی قسم اگر حر نے مجھے اس بات پر مطلع کیا ہوتا جس کا ان کے دل میں ارادہ تھا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف نکل جاتا۔ (طبری ، ج۵،ص۴۲۷) اسی شخص سے ابو زہیر عبسی اس خبر کو نقل کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مخدرات کو امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کی قتل گاہ کی طرف سے لے جایا گیا اور وہیں پر زینب نے اپنے بھائی حسین بن علی علیہما السلام پر مرثیہ پڑھا۔ (طبری ،ج۵، ص ۴۵٦) حبیب بن مظاہر نے اسے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے بلایا اور کہا کہ ظالمین کی طرف نہ جاؤ تو قرّہ نے ان سے کہا : ابھی میں اپنے امیر کی طرف پلٹ رہاہوں اور ان کے پیغام کا جواب دے کر اپنی رائے بیان کردوں گا لیکن وہ عمر بن سعد کی طرف جا کر وہاں سے پلٹ کر حسین ؑ کی طرف نہیںآیایہاں تک کہ آپ شہید ہوگئے۔ (طبری ،ج۵، ص۴۱۱؛ ارشاد ،ص۲۲۸)

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کو پہنچا جس میں مرقوم تھا '': بسم اللہ الرحمٰن الرحیم .أما بعد فانّي حيث نزلت بالحسین بعثت اليه رسولی، فسأ لتہ : عمّا أقد مہ ، وما ذا يطلب ویسأ ل ؟ فقال : كتب اليّ أهل هٰذه البلاد وأتتني رسلهم فسألوني القدوم ففعلت ، فأمّا اِذ كرهوني فبدا لهم غير ما أتتني رسلهم فأنا منصرف عنهم '' بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اما بعد ، میں جیسے ہی حسینؑ کے نزدیک پہنچا میں نے ان کی طرف اپنے ایک پیغام رساں کو بھیجا اور ان سے پوچھا کہ وہ یہاں کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھا تھا اور ان کے نامہ بر میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں چلا آؤں تو میں چلا آیا لیکن اب اگر انھیں میرا آنا نا پسند ہے اور نامہ بروں کو بھیج کر انھوں نے جو مجھے بلایا تھا اب اگر اس سے پلٹ گئے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاتا ہوں ۔

جب ابن زیاد تک یہ خط پہنچا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد یہ شعر پڑھا ۔ الآن اِذ علقت مخا لبنا بہ یرجو النجاۃ ولات حین مناص! جب ہمارے چنگل میں پھنس گیا ہے تو نجات کی امید کرتا ہے لیکن اب کوئی راہ فرار نہیں ہے ۔

ابن زیاد کا جواب

خط پڑھنے کے بعد ابن زیاد نے عمر بن سعد کے نام جواب کے طور پر خط لکھا : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، اما بعد ، فقد بلغني كتا بك وفهمت ما ذكرت ، فأعرض على الحسين أن يبايع ليزيد بن معاويہ هو وجميع أصحابہ ، فاذا فعل ذالك رأينا رأیَنا ، والسلام ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اما بعد ، تمہارا خط مجھے موصول ہوا اور تم نے جو ذکر کیا ہے اسے میں نے سمجھ لیا اب حسین سے کہو کہ وہ اور ان کے تمام اصحاب یزید

بن معاویہ کی بیعت کر لیں ۔ اگر انھوں نے ایسا کر لیا تو پھر ان کے سلسلے میں ہم تم کو اپنا نظریہ بتائیں گے ۔ والسلام جب عمر بن سعد کے پاس وہ خط آیا تو اس نے کہا : میں اسی گمان میں تھا کہ ابن زیاد عافیت کو قبول نہیں کرے گا[۱] ۔

پسر سعد کی امام علیہ السلام سے ملاقات

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کی جانب عمرو بن قرظۃ بن کعب انصاری[۲] کو بھیجا کہ وہ آپ سے دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات کرے ۔ وقت مقررہ پر عمر بن سعد اپنے تقریباً ۲۰، سواروں کے ہمراہ باہر نکلا تو امام حسین علیہ السلام بھی اسی انداز میں نکلے لیکن جب وہ لوگ ملے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ کنارے ہوجائیں اور عمر بن سعد نے بھی اپنے سپاہیوں کو یہی حکم دیا پھر دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا ۔ یہ گفتگو بڑی طولانی تھی یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گذر گیا ۔ اس کے بعد دونوں اپنے اصحاب کے ہمراہ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ گئے اس گفتگو کے درمیان جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس چلو اور ہم لوگ دونوں لشکروں کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ عمر سعد نے کہا : ایسی صورت میں تو میرا گھر منہدم کردیا جائے گا ۔

حسین نے کہا : میں تمہارا گھر بنوا دوں گا ۔ عمر سعد نے کہا : میرے مال ومنال اور باغ وبوستان لوٹ لئے جائیں گے، حسین نے کہا : میں تم کو حجاز میں اپنے مال میں سے اس سے زیادہ دے دوں گا لیکن عمر سعد نے اسے قبول نہیں کیا اور انکار کردیا ۔ اس طرح لوگوں نے آپس میں گفتگو کی اور یہ بات پھیل گئی جبکہ ان میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں سنا تھا اور انھیں کسی بات کا علم

---

[۱] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نضربن صالح بن حبیب بن زہیر عبسی نے حسان بن فائد بن بکیر عبسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا : میں گواہی دیتا ہوں کے عمر سعد کا خط آیا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۴۱۱و ارشاد ،ص۲۲۸)

[۲] عمر و بن قرظۃ حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے لیکن انکا بھائی علی بن قرظہ ،عمربن سعد کے ہمراہ تھا ۔جب اس کے بھائی عمرو شہید ہوگئے تو اس نے اصحاب حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا تاکہ اپنے بھائی کا انتقام لے سکے۔نافع بن ہلال مرادی نے اس پر نیزہ سے حملہ کیا اور اس کو زمین پر گرادیا ۔دوسری طرف نافع پر اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا ۔ اس کے بعد اس کا علاج کیا گیاتو وہ ٹھیک ہوگیا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۳۴)

نہیں تھا[۱]۔ اسی طرح اپنے وہم وگمان کے مطابق لوگ یہ کہنے لگے کہ حسینؑ نے کہا تھا کہ تم لوگ میری تین باتوں میں سے کوئی ایک بات قبول کرلو: ا۔ میں اسی جگہ پلٹ جاؤں جہاں سے آیا ہوں ۔

۲۔ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں تو وہ میرے اور اپنے درمیان اپنی رائے کا اظہار خیال کرے ۔

۳۔ یا تم لوگ مجھے کسی بھی اسلامی حدود میں بھیج دو تاکہ میں انھیں کا ایک فرد ہو جاؤں اور میرے لئے وہ تمام چیزیں ہوں جو ان لوگوں کے لئے ہیں[۲]۔ عقبہ بن سمعان کا اس سلسلے میں بیان ہے کہ میں حسینؑ کے ساتھ تھا ؛آپ کے ہمراہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق آیا اور میں آپ سے پل بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ شہید کر دے ئے گئے۔اس کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم مدینہ، مکہ ،دوران سفر اور عراق میں حتیٰ کہ شہادت کے وقت تک امام کا کوئی خطبہ اور کلام ایسا نہیں تھا جسے میں نے نہ سنا ہواور خدا کی قسم لوگ جو ذکر کرتے ہیں اورگمان کر تے ہیں کہ آپ نے یہ کہا کہ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیدوں گا یہ سر اسر غلط ہے اورآپ نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہمیں کسی اسلامی حدود میں بھیج دیا جائے، ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا : ''دعونی فلأذهب فی هٰذه الارض العریضة حتی ننظر ما یصیر أمر الناس[۳]''مجھے چھوڑ دوتاکہ میں اس وسیع وعریض زمین پر کہیں بھی چلاجاؤں تاکہ دیکھوں کہ لوگوں کا انجام کار کہاں پہنچتا ہے ۔

---

[۱] ابو جناب نے ہانی بن ثبیت حضر می کے حوالے سے مجھ سے روایت کی ہے اور وہ عمربن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے وقت موجود تھا۔ اسی خبر سے یہ ظاہر ہو تا ہے کہ وہ شخص ان ہی ۲۰، سواروں میں تھا جو رات کے وقت ملا قات کے ہنگام پسرسعدکے ہمراہ تھے۔ وہ کہتا ہے ہم نے اس گفتگو سے اندازہ لگایا ہے کیونکہ ہم ان دونوں کی آواز یں نہیں سن رہے تھے ۔(طبری ،ج۵،ص ۴۱۳، الارشاد ،ص ۲۲۹)سبط بن جوزی کا بیان ہے : یہ عمروہی ہے جس کی طرف پیغام رساں کوبھیجاگیا تھا کہ وہ اور حسین علیہ السلام یکجا ہوں تو عمر بن سعد اور امام حسین علیہ السلام تنہائی میں ایک جگہ جمع ہوئے۔ (تذ کرہ ،ص۲۴۸،ط نجف)

[۲] یہ وہ مطلب جس پر محدثین کا ایک گروہ متفق ہے اور ہم سے مجالد بن سعید اور صقعب بن زہیر ازدی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص۴۱۳، ابو الفرج ،ص ۷۵،ط نجف)

[۳] اس مطلب کو ابو مخنف نے عبد الرحمن بن جندب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۴۱۳، الخواص ،ص ۲۴۸)

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

امام علیہ السلام سے مخفیانہ گفتگو کے بعد عمر سعد نے ابن زیاد کے نام ایک دوسرا خط لکھا ''اما بعد ، فان اللّٰہ قد أطفا النائرۃ ، وجمع الکلمۃ و أصلح أمر الامۃ، ھٰذا حسین قد أعطاني ان یرجع الی المکان الذی منہ أتی أو أن نسیّرہ الی أیّ ثغر من ثغور المسلمین شئنا فیکون رجلا من المسلمین لہ مالھم وعلیہ ما علیھم أو أن یاتي یزید أمیر المومنین فیضع یدہ في یدہ فیریٰ فیما بینہ وبین رأیہ ،وفي ھٰذا لکم رضاً وللأمۃ صلاح ''
اما بعد، اللہ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا، ہماہنگی واتحاد کو ایجاد کردیا ہے اور امت کے امور کو صلح و خیر کی طرف موڑدیا ہے۔ یہ حسین ہیں جو مجھے وعدہ دے رہے ہیں کہ یاوہ اسی جگہ پلٹ جائیں گے جہاں سے آئے ہیں یا ہم انھیں جہاں مناسب سمجھیں کسی اسلامی حدود میں روانہ کردیں کہ وہ انھیں کا جز قرار پائیں تا کہ جو ان لوگوں کے لئے ہو وہی ان کے لئے ہو اور جوان لوگوں کے ضرر میں ہو وہی ان کے ضرر میں ہو یا یہ کہ وہ یزید امیر المومنین کے پاس جاکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیں اور وہ ان کے اور اپنے درمیان جو فیصلہ کرنا چاہیں کریں،یہ بات ایسی ہے جس میں آپ کی رضایت اور امت کی خیر و صلاح ہے ۔ جب عبیداللہ بن زیاد نے اس خط کوپڑھا تووہ بولا : یہ اپنے امیر کے لئے ایک خیر خواہ شخص کا خط ہے جو اپنی قوم پر شفیق ہے؛ ہاں ہم نے اسے قبول کرلیا ۔ اس وقت شمر بن ذی الجوشن[1] وہیں پر موجود تھا ۔وہ فوراً کھڑا ہوا اور بولا : کیا تم اس شخص سے اس بات کو قبول کرلوگے !جب کہ وہ تمہاری زمین پر آچکاہے اور بالکل تمہارے پہلو میں ہے ؛ خدا کی قسم اگروہ تمہارے شہر وحکومت سے باہر نکل گیا اور تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیا توقدرت و اقتدارا ورشان و شوکت اس کے ہاتھ میں ہوگی اور تم ناتواں و عاجز ہوجاؤ گے۔ میرا نظریہ تو یہ ہے تم یہ وعدہ نہ دو کیونکہ یہ باعث توہین ہے۔ہاں اگروہ اوراس کے اصحاب تمہارے حکم[2] کے تابع ہوجائیں تو اب اگر تم چاہو ان کو سزا دو کیونکہ وہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور اگر تم معاف کرنا چاہو؛ تو یہ بھی تمہارے دست قدرت میں ہے۔امیر! مجھے خبر ملی ہے کہ حسین

---

[1] اس کے تفصیلی حالات گذر چکے ہیں کہ اشراف کوفہ میں سے ایک یہ بھی ابن زیاد کے ہمراہ قصر میں تھا ۔

[2] سبط بن جوزی نے ص ۲۴۸ پراس واقعہ کو بطور مختصر لکھاہے اور اضافہ کیاہے کہ اس نے اپنے جوابی خط کے نیچے یہ شعرلکھا :
الآ ن حین تعلقتہ حبالنایرجوا لنجاۃولات حین مناص اب جب وہ ہمارے پھندے میں آچکاہے تو نجات کی امید رکھتا ہے اب کوئی راہ فرار نہیں ہے-

اور عمر سعد دونوں اپنے اپنے لشکر کے درمیان بیٹھ کر کافی رات تک گفتگو کیا کرتے ہیں۔یہ سن کر ابن زیاد نے کہا : تمہاری رائے اچھی اور تمہارا نظریہ صحیح ہے[1]۔

ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا جواب

اس کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کے نام خط لکھا ۔ ''امابعد ، فانی لم أبعثک الی حسین لتکف عنہ ، ولتطاولہ ولاتمنیہ السلامۃ والبقاء ،ولاتقعد لہ عندي شافعاً… أنظر فان نزل حسین و أصحابہ علی الحکم واستسلموا ،فابعث بھم الیّسلماًوان أبوا فا زحف الیھم حتی تقتلھم و تمثّل بھم فاِنھم لذالک مستحقون !فان قتل حسین فأوطی الخیل صدرہ وظھرہ !فانہ عاق شاق ۔ قاطع ظلوم ولیس دھري في ھذا أن یضرّ بعد الموت شیئاً ،ولکن عليّ قول لوقد قتلتہ فعلت ھذا بہ !ان أنت مضیت لا مرنا فیہ جزیناک جزاء السامع المطیع، وان أبیت فاعتزل عملنا وجند نا، و خلّ بین شمر بن ذی الجوشن و بین العسکر،فانا قدأمرنا بأمرنا ۔ والسلام ''[2]امابعد ، میں نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم ان سے دستبردار ہوجاؤ اور نہ اس لئے بھیجا ہے کہ مسئلہ کو پھیلا کر طولانی بنادو اور نہ ہی اس لئے کہ ان کی سلامتی و بقاکے خواہاں رہو اور نہ ہی اس لئے کہ وہاں بیٹھ کر مجھ سے حسین کے لئے شفاعت کی درخواست کرو ... دیکھو !اگر حسین اور ان کے اصحاب نے ہمارے حکم پر گردن جھکادی اور سر تسلیم خم کر دیا تو سلامتی کے ساتھ انھیں میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کرکے انھیں قتل کردو اور ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے اور مثلہ کردو کیونکہ یہ لوگ اسی کے حق دار ہیں ۔

قتل حسین کے بعد ان کی پشت اور ان کے سینہ کو گھوڑوں سے پامال کر دو کیونکہ انہوں نے دوری اختیار کی ہے وہ ناسپاس ہیں۔انہوں نے اختلاف پھیلایاہے، وہ حق ناشناس اور ظلم کے خوگر ہیں۔ میری یہ تمنا اور آرزو نہیں ہے کہ موت کے بعد انہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے لیکن میں نے عہد کیا ہے کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ ایسا ہی کروں گا لہٰذا اب اگر تم نے ہمارے حکم پر

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید ہمدانی اور صقعب بن زہیر نے یہ روایت نقل کی ہے ۔ (طبری ،ج۵،ص۴۱۴ ، ارشاد ، ص۲۲۹)

[2] ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ، ج ۵ ، ص ۴۱۵ ارشاد ، ص ۲۲۹و الخواص، ۸ ۲۴)

عمل کیا تو ہم تم کو وہی جزا وپاداش دیں گے جو ایک مطیع وفرمانبردار کی جزا ہوتی ہے اوراگر تم نے انکار کیا تو تم ہمارے عہدے اور فوج سے کنارہ کش ہوجاؤ اور فوج کو شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کردو کہ ہمیں جو فرمان دینا تھا وہ ہم اسے دے چکے ہیں۔

السلام

خط لکھنے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے شمر بن الجوشن کو بلایا اور اس سے کہا : عمر بن سعد کے پاس یہ خط لے کر جاؤ ۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب سے کہے کہ وہ میرے فرمان پر تسلیم محض ہو جائیں!اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو فوراً ان لوگوں کو میرے پاس صحیح وسالم روانہ کردو اور اگر انکار کریں تو ان سے نبردآزما ہوجاؤ ۔اگر عمر بن سعد نے ایسا کیا تو تم اس کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا اور اگر اس نے انکار کیا تو تم ان لوگوں سے جنگ کرنا اور ایسے میں تم اس لشکر کے امیر ہوگے اور اس پر حملہ کرکے اس کی گردن مار دینا اور اس کا (یعنی پسر سعد) سر میرے پاس بھیج دینا [1]۔جب شمر نے وہ خط اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے ساتھ عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام (کلابی) جانے کے لئے اٹھا تو عبد اللہ نے کہا : خدا امیر کو سلامت رکھے حقیقت یہ ہے کہ عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان یہ سب ہماری بہن ام البنین کے صاحبزادے ہیں جو حسینؑ کے ہمراہ ہیں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو ان کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیں ۔ ابن زیاد نے جواب دیا : ہاں سر آنکھوں پر،اس کے بعد اپنے کاتب کو بلایا اور اس نے ان لوگوں کے لئے امان نامہ لکھ دیا ۔ عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی نے اس امان نامہ کو اپنے غلام کُزمان کے ہمراہ روانہ کیا ۔

خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں ورود عبید اللہ بن زیاد کا خط لے کر شمر بن ذی الجوشن عمر بن سعد کے پاس پہنچا جب وہ اس کے قریب آیا اور خط پڑھ کر اس کو سنایا تو خط سن کر عمر بن سعد نے اس سے کہا '' : ویلک مالک ! لا قرّب اللّٰہ دارک، وقبّح اللّٰہ ماقد مت بہ علیّ !

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۱۴و ارشاد ،ص ۲۲۹)

واللہ لأظنک أنت ثنیتہ أن یقبل ماکتبت بہ الیہ أفسدت علینا أمراًکنا رجوناأن یصلح ، لایستسلم واللہ حسین أن نفساً ابیۃ البین جنبیہ''
وائے ہو تجھ پر تو نے یہ کیا کیا !خدا تجھے غارت کرے .اللہ تیرا برا کرے!تو میرے پاس کیا لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تو نے چاپلوسی کے ذریعہ اسے میری تحریر پر عمل کرنے سے بازر کھا ہو گا ۔تو نے کام خراب کر دیا ۔ہم تو اس امید میں تھے کہ صلح ہوجائے گی۔ خدا کی قسم حسینؑ کبھی بھی خود کو ابن زیاد کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑیں گے کیونکہ یقیناً حسینؑ کے سینے میں ایک غیور دل ہے۔[1]

شمر کا دل سیاہ ہو چکا تھا اس کو ان سب چیزوں سے کیا مطلب تھا ۔ اس نے فوراً پوچھا : تم اتنا بتاؤ کہ تم کیا کر نا چاہتے ہو ؟کیا تم امیر کے فرمان کو اجراء کروگے اور ان کے دشمن کو قتل کروگے ؟اگر نہیں تو ہمارے اور اس لشکر کے درمیان سے ہٹ جاؤ ۔
عمر بن سعد : نہیں اور نہ ہی تیرے لئے کوئی کرامت ہے ۔ میں خود ہی اس عہدہ پر باقی رہوں گا ۔ تو جا اور پیدلوں کی فوج کی سر براہی انجام دے ۔

جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ ایسے بحرانی حالات میں شمر اصحاب امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا : ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں ؟تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے فرزند عباس، عبد اللہ جعفر اور عثمان علیہم السلام اس کے پاس آئے اور فرمایا : ''مالک وما ترید ؟ ''کیا کام ہے اور تو کیا چاہتا ہے ؟ شمر نے کہا : اے میری بہن کے صاحبزادو تم سب کے سب امان میں ہو۔ یہ سن کر ان غیر تمند جوانوں نے جواب دیا : ''لعنک اللہ ولعن أمانک [لئن کنت خالنا]أتؤمنا وابن رسول اللہ لا أمان لہ'' !خدا تجھ پر لعنت کرے اور تیرے امان پر بھی لعنت ہو (اگر تو ہمارا ماموں ہے تو) کیا تو ہمیں امان دے رہا ہے لیکن فرزند رسو لخدا کے لئے کوئی امان نہیں ہے !

[1] شیخ مفید نے ارشاد میں ص۲۱۳ یہ جملہ اس طرح لکھا ہے:'' ان نفس أبیہ لبین حبنبیہ'' یقیناً حسین کے سینے میں ان کے باپ کا دل ہے۔

اور جب عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی کا غلام کُز مان امان نامہ لے کر کربلا پہنچا اور ان غیر تمندوں کے پاس جا کر انھیں آوازدی اور کہا : یہ امان نامہ ہے جو تمہارے ماموں نے تمہیں بھیجا ہے تو انھوں نے کہا : ''أقرئ خالنا السلام وقل لہ : أن لا حاجۃ لنا فی أمانکم، أمان اللّٰہ خیر من أمان بن سمیۃ!'' ہمارے ماموں سے ہمارا سلام کہنا اور ان سے کہدینا کہ ہم کو تم لوگوں کے امان کی کوئی حاجت نہیں ہے، اللہ کی امان فرزند سمیہ کی امان سے زیادہ بہتر ہے ۔

امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش عبید اللہ بن زیاد کا ایک اور خط عمر بن سعد تک پہنچا : اما بعد ، حسینؑ اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ ایک قطرہ بھی ان تک نہ پہونچ سکے ؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح تقی وزکی و مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا ۔ راوی کہتا ہے کہ اس خط کا آنا تھا کہا عمر سعد نے فوراً عمرو بن حجاج [2] کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کر دیا ۔ وہ سب کے سب پانی پر پہنچ کر حسینؑ اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے تا کہ کوئی ایک قطرہ بھی پانی نہ پی سکے ۔ یہ امام حسینؑ کی شہادت سے ۳، دن پہلے کا واقعہ ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ جب حسینؑ اور ان کے اصحاب کی پیاس میں شدت واقع ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) کو بلایا اور انہیں تیس (۳۰) سوار اور بیس (۲۰) پیدل افراد کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کیا اور ان کے ساتھ بیس (۲۰) مشکیں بھی بھیجیں ۔ وہ لوگ گئے یہاں تک کہ پانی کے قریب پہنچے ۔ ن لوگوں کے آگے پرچم لئے نافع بن ہلال جملی [3] رواں دواں تھے ۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا : کون ہے ؟ جواب ملا : نافع بن ہلال عمرو بن حجاج نے سوال کیا : کس لئے آئے ہو ؟

---

[1] الا رشاد ،ص۲۳۰،التذکرہ ،ص ۲۴۹

[2] اس کے حالات بھی گذر چکے ہیں کہ یہ بھی انہیں اشراف میں سے ہے جو ابن زیاد کے ساتھ قصر میں موجود تھے۔

[3] آپ ہی نے اپنے گھوڑے کے ہمراہ کوفہ سے ۴،آدمیوں کوراستے میں امام علیہ السلام کے پاس بھیجا تھاجن میں طرماح بن عدی بھی تھے۔ یہ پہلی خبر ہے جس سے معلوم ہوتاہے کہ کربلامیں آپ امام علیہ السلام سے آکر مل گئے تھے اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے علی بن قرظہ انصاری، عمر و بن قرظہ کے بھائی پر نیزہ چلایاتھا جو عمر سعد کے ساتھ تھا۔(طبری،ج۵،ص ۳۳۴) آپ نے اس کانا م اپنی تیر کے اوپر لکھ لیا تھا ۔ آپ نے اپنے تیروں سے ۱۲، لوگوں کو مارا یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور شمر نے آپ کو اسیر بنالیا پھر پسر سعد کے پاس لے جانے کے بعد آپ کو قتل کر دیا۔(ج۵،ص۴۴۳)

نافع بن ہلال نے جواب دیا : ہم اس پانی میں سے کچھ پینے کے لئے آئے جس سے تم لوگوں نے ہمیں دور کردیا ہے ۔ عمرو بن حجاج نے کہا : پیو تمہارے لئے یہ پانی مبارک ہو ۔ نافع بن ہلال نے فرمایا : نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک پانی نہیں پی سکتے جب تک حسینؑ اور ان کے اصحاب پیاسے ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو (یہ کہہ کر ان اصحاب کی طرف اشارہ کیا) اسی اثنا میں وہ اصحاب آشکار ہوگئے اور پانی تک پہنچ گئے ۔ عمرو بن حجاج نے کہا : ان لوگوں کے پانی پینے کی کوئی سبیل نہیں ہے، ہم لوگوں کو یہاں اسی لئے رکھا گیا ہے تاکہ ان لوگوں کو پانی پینے سے روکیں ۔

جب نافع کے دیگر پیدل ساتھی پانی کے پاس پہنچ گئے تو نافع نے کہا : اپنی مشکوں کو بھرو وہ لوگ بھی آگے بڑھے اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا ۔ لیکن عمرو بن حجاج اور اس کی فوج نے ان پیدلوں پر حملہ کردیا ۔ ادھر سے عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کیا اور انہیں روکے رکھا، پھر اپنے سپاہیوں کی طرف آئے تو ان لوگوں نے کہا : آپ لوگ اسی طرح ان لوگوں کو روکے اور ان کے نزدیک کھڑے رہئے تاکہ ہم خیموں تک پانی پہنچا سکیں ۔ ادھر عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہیوں نے پھر حملہ کیا تو ان لوگوں نے بھی دلیری سے دفاع کیا اور آخر کار حسین علیہ السلام کے فداکار اصحاب پانی کو منزلگاہ تک پہنچانے میں کامیاب ہوگئے ۔ اسی شب نافع بن ہلال نے عمرو بن حجاج کی فوج کے ایک سپاہی کو نیزہ مارا جس سے وہ نیزہ ٹوٹ گیا اور بعد میں وہ مرگیا[1] ۔ دشمن کی فوج کا یہ پہلا مقتول ہے جو اس شب مجروح ہوا تھا ۔

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ، ج۵ ص ۲۱۲) ابو الفرج نے ابو مخنف سے اسی سند کوذکر کیا ہے۔(ص ۷۸) ارشاد میں شیخ مفیدؒ نے حمید بن مسلم سے یہی روایت نقل کی ہے۔(ص ۲۲۸)

امام علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم

راوی کہتا ہے : نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے آواز بلند کی: ''یا خیل اللہ ارکبی وأبشری'' اے لشکر خدا سوار ہوجاؤاور تم کو بشارت ہوایہ سن کر سارا لشکر سوار ہوگیا اور پھر سب کے سب حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی طرف ٹوٹ پڑے ۔ ادھر امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے اپنی تلوار پر تکیہ دئےبیٹھے تھے کہ اسی اثنا میں در حالیکہ آپ اپنے گھٹنے پر سر رکھے ہوئے تھے ،آپ کی آنکھ لگ گئی لیکن آپ کی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے چیخ پکار کی آواز سنی تو اپنے بھائی کے قریب گئیں اور عرض کی اے بھیا ! کیا ان آوازوں کو سن رہے ہیں جو اتنے قریب سے آرہی ہیں؟ حسین علیہ السلام نے اپنے سر کو اٹھایا اور فرمایا'' :انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فی المنام فقال لی : انک تروح الینا !''میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں : تم میری طرف آنے والے ہو ، یہ کلمات سن کر آپ کی بہن نے اپنے چہرہ پیٹ لیااور کہا : ''یا ویلتا '' وائے ہو مجھ پر ، یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا : ''لیس لک الویل یا اخیۃ اسکتی رحمک الرحمن'' اے میری بہن!تمہارے لئے کوئی وائے نہیں ہے، خاموش ہوجاؤ، خدائے رحمن تم پر رحمت نازل کرے!

اسی اثناء میں آپ کے بھائی عباس بن علی علیہما السلام سامنے آئے اور عرض کیا : اے بھائی ! دشمن کی فوج آپ کے سامنے آچکی ہے۔یہ سن کر امام حسین علیہ السلام اٹھے اور فرمایا ''یاعباس ارکب بنفسي أنت یاأخي حتی تلقاهم فتقول لهم : مالکم ؟ وما بدأ لکم و تسأ لهم عما جاء بهم ؟''اے عباس !تم پر میری جان نثار ہو،میرے بھائی تم ذرا سوار ہوکر ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو : تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ؟اور کیا واقعہ پیش آگیا ہے ؟اور ان سے سوال کرو کہ کس لئے آئے ہیں ؟یہ سن کر حضرت عباس ۲۰، سواروں کے ہمراہ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے دشمن کی فوج کے پاس گئےاور ان سے آپ نے فرمایا : تمہیں کیا ہوگیا

---

[1] آ پ کے شرح احوال ان لوگوں کے تذکرے میں گذر چکے ہیں جنھوں نے کوفہ سے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا ۔

ہے؟اور تم لوگ کیا چاہتے ہو ؟ان لوگوں نے جواب دیا : امیر کا فرمان آیا ہے کہ ہم آپ کے سامنے یہ معروضہ رکھیں کہ آپ لوگ سر تسلیم خم کر دیں ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے ۔ حضرت عباس نے کہا : ''فلا تعجلوا حتی ارجع الی أبی عبداللہ فأعرض علیہ ما ذکر تم ''، تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو ،میں ابھی پلٹ کر ابوعبداللہ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے سامنے تمہاری باتوں کو پیش کرتا ہوں ۔اس پر وہ لوگ رک گئے اور کہنے لگے ٹھیک ہے تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو ساری روداد سے آگاہ کر دو پھر وہ جو کہیں اسے ہمیں آکر بتاؤ ۔ یہ سن کر حضرت عباس پلٹے اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ کے سامنے صورت حال کو بیان کریں ۔

حضرت عباس کے ساتھ جانے والے دیگر بیس افراد وہیں پر ٹھہرے رہے اور دشمن کی فوج سے گفتگو کرنے لگے ۔ حبیب بن مظاہر نے زہیر بن قین سے کہا : اگر آپ چاہیں تو اس فوج سے گفتگو کریں اور اگر چاہیں تو میں بات کروں زہیر بن قین نے کہا :آپ شروع کریں اور آپ ہی ان سے بات کریں تو حبیب بن مظاہر نے کہا : خدا کی قسم کل وہ قوم خدا کے نزدیک بڑی بدترین قوم ہوگی جو اللہ کے نبی کی ذریت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، جو اس شہر میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں،سپیدہ سحری تک عبادتوں میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرتے ہیں۔ حبیب بن مظاہر، زہیر بن قین سے اس بات کو اس طرح کہہ رہے تھے کہ اموی فوج اسے سن لے۔ عزرہ بن قیس[1] نے یہ گفتگو سنی تو وہ حبیب سے کہنے لگا : تم نے خود کو پاک و پاکیزہ ثابت کرنے میں اپنی ساری طاقت صرف کر دی۔ زہیر بن قین نے عزرہ سے کہا : اے عزرہ !اللہ نے انھیں پاک و پاکیزہ اور ہدایت یافتہ قرار دیا ہے؛ اے عزرہ !تم تقوائے الٰہی اختیار کرو کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں؛ اے عزرہ !میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم پاک و پاکیزہ نفوس کے قتل میں گمراہوں کے معین و مددگار نہ بنو!

[1] اس شخص کے شرح احوال وہاں پر گذر چکے ہیں جہاں امام علیہ السلام کے نام اہل کوفہ کے خط لکھنے کا تذکرہ ہوا ہے کہ یہ اہل کوفہ کے منافقین میں سے ہے ۔

عزرہ بن قیس نے جواب دیا : اے زہیر!ہمارے نزدیک تو تم اس خاندان کے پیرو نہ تھے، تم تو عثمانی مذہب تھے[1]۔ زہیر بن قین نے کہا : کیا ہمارا موقف تمہارے لئے دلیل نہیں ہے کہ میں پہلے عثمانی تھا! خدا کی قسم! میں نے ان کو کوئی خط نہیں لکھا تھا اور نہ کوئی پیغام رساں بھیجا تھا اور نہ ہی انھیں وعدہ دیا تھا کہ میں ان کی مدد و نصرت کروں گا ،بس راستے نے ہمیں اور ان کو یکجا کر دیا تو میں نے ان کو جیسے ہی دیکھا ان کے رخ انور نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلادی اور پیغمبر اکرمؐ سے ان کی نسبت بھی میرے ذہن میں آگئی اور میں یہ سمجھ گیا کہ وہ اپنے دشمن اور تمہارے حزب وگروہ کی طرف جارہے ہیں؛ یہ وہ موقع تھا جہاں میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ان کی مدد کروں گا اور ان کے حزب و گروہ میں رہوں گا ؛ نیز اپنی جان ان کی جان پر قربان کردوں گا تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس حق کی حفاظت کرسکوں جسے تم لوگوں نے ضائع کر دیا ہے جو عثمان بن عفان کے سلسلہ میں مورد اختلاف قرار پایا کہ آیا وہ حق پر تھا یا باطل پر۔اس وقت جو علی علیہ السلام کو اپنا مولا سمجھتا تھا وہ علوی اور شیعی کہا جانے لگا اور جو عثمان کو مولا سمجھتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ عثمان حق پر ہے وہ مظلوم قتل کیا گیا ہے وہ عثمانی کہلاتا تھا ۔

ایک شب کی مہلت

ادھر عباس بن علی(علیہما السلام) امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عمر سعد کا پیغام آپ کو سنا دیا ۔اسے سن کر حضرت نے فرمایا : ''ارجع الیھم فان استطعت أن تؤخر ھم الیٰ غدوۃ و تد فعھم عنا العشیہ ، لعلنا نصلي لربنا اللیلۃ و ندعوہ و نستغفرہ فھو یعلم اني کنت أحب الصلاۃ و تلاوۃ کتابہ و کثرۃ الدعا والاستغفار '' (میرے بھائی عباس) تم ان لوگوں کی طرف پلٹ کر جاؤ اور اگر ہو سکے تو کل صبح تک کے لئے اس جنگ کو ٹال دو اور آج کی شب ان لوگوں کو ہم سے دور کردو تاکہ آج کی شب ہم اپنے رب کی بارگاہ میں نماز ادا کریں اور دعا و استغفار کریں کیونکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے نماز ،تلاوت کلام مجید ، کثرت دعا اور استغفار سے بڑی محبت ہے ۔

---

[1] یہ پہلی مرتبہ ہے جہاں زہیر بن قین کو واقعہ کربلا میں اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا یہ پہلا عنوان ہے

اس مہلت سے امام حسینؑ کا مقصد یہ تھا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ کل کے امور کی تدبیر کر سکیں اور اپنے گھر والوں سے وصیت وغیرہ کر سکیں ۔ حضرت عباس بن علی علیہما السلام اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے فوج دشمن کی طرف آئے اور فرمایا : '' یا ہولاء ! ان أباعبداللہ یسأ لکم أن تصرفوا ھذہ العشیۃ حتی ینظر فی ھٰذا الامر فان ھٰذا أمر لم یجر بینکم و بینہ فیہ منطق فاذا أصبحنا التقینا ان شاء اللہ فأمارضینا ہ فأتینا بالامر الذی تسألونہ و تسمونہ ،أو کرھنا فرددنا ہ '' اے قوم ! ابو عبداللہ کی تم لوگوں سے درخواست ہے کہ آج رات تم لوگ ان سے منصرف ہوجاؤ تاکہ وہ اس سلسلے میں فکر کر سکیں کیونکہ اس سلسلے میں ان کے اور تم لوگوں کے درمیان کوئی ایسی بات چیت نہیں ہوئی ہے ۔ جب صبح ہوگی تو انشاء اللہ ہم لوگ ملاقات کریں گے ۔اس وقت یاتو ہم لوگ اس بات پر راضی ہوجائیں گے اور اس بات کو قبول کرلیں گے جس کا تم لوگ ان سے تقاضا کررہے اور اس پر ان سے زبردستی کررہے ہو یا اگر ہم ناپسند کریں گے تو رد کردیں گے ۔ عمر بن سعد نے یہ سن کر کہا : یا شمر ماتری ؟ شمر تیری رائے کیا ہے ؟

شمر نے جواب دیا : تمہاری کیا رائے ہے ؟ امیر تم ہو اور تمہاری بات نافذ ہے ۔ عمر بن سعد : میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہونے دوں پھر اپنی فوج کی طرف رخ کرکے پوچھا تم لوگ کیا چاہتے ہو ؟ تو عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا : سبحان اللہ! خدا کی قسم اگر وہ لوگ دیلم کے رہنے والے ہوتے اور تم سے یہ سوال کرتے تو تمہارے لئے سزاوار تھا کہ تم اس کا مثبت جواب دیتے ۔ قیس بن اشعث[1] بولا : تم سے یہ لوگ جو سوال کررہے ہیں اس کا انھیں مثبت جواب دو ! قسم ہے میری جان کی کہ کل صبح یہ لوگ ضرور تمہارے سامنے میدان کارزار میں آئیں گے ۔ یہ سن کر پسر سعد نے کہا : خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ نبرد آزما ہوں گے تو میں آج کی شب کی مہلت کبھی نہ دوں گا[2] علی بن الحسینؑ کا بیان ہے کہ اس کے بعد عمر بن سعد کی جانب سے ایک پیغام رساں آیا اور آکر ایسی جگہ پر کھڑا ہوا جہاں سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی اس نے کہا : ہم نے تم لوگوں کو کل تک کی مہلت دی ہے

---

[1] یہ شخص روز عاشورہ قبیلہ ربیعہ اور کندہ کی فوج کا سر براہ تھا ۔(طبری ، ج۵،ص ۴۲۲) یہی امام حسین علیہ السلام کی اونی ریشمی چادر لوٹ کر لے گیا تھا جسے عربی میں " قطیفہ '' کہتے ہیں اس کے بعد یہ قیس قطیفہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ (طبری، ج۵ ، ص ۵۳)اصحاب امام حسین علیہ السلام کے سروں کو کوفہ ابن زیاد کے پاس لے جانے والوں میں شمربن ذی الجوشن ، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہمراہ یہ بھی موجود تھا ۔ ان میں سے ۱۳، سر یہ اپنے قبیلہ کندہ لے کر روانہ ہوگیا(طبری ، ج۵ ،ص ۴۶۸) یہ شخص محمد بن اشعث جناب مسلم کے قاتل اور جعدہ بنت اشعث امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ کا بھائی ہے ۔

[2] حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص ۴۱۵ ، ارشاد ،ص ۲۳۰)

کل تک اگر تم لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو ہم لوگ تم لوگوں کو اپنے امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر انکار کیا تو تمھیں ہم نہیں چھوڑیں گے[1]

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علیؑ بن الحسینؑ سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ، ج۵ ،ص ۴۱۷)

شب عاشور کی روداد

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

چوتھے امام حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں : جب عمر سعد کی فوج پلٹ گئی تو حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا (یہ بالکل غروب کا وقت تھا) میں نے خود کو ان سے نزدیک کیا ؛ کیونکہ میں مریض تھا ۔ میں نے سنا کہ میرے بابا اپنے اصحاب سے فرمارہے ہیں '' :أثنی علیٰ اللّٰہ تبارک و تعالی أحسن الثناء و أحمد ہ علی السرّا ء و الضرّا ء ؛اللّٰھم انی أحمدکَ علی أن أکرمتنا با لنبوۃ و علمتنا القرآن و فقھتنا فی الدین و جعلت لنا أسما عاً وابصاراً و أفئدۃ ولم تجعلنا من المشرکین.اما بعد ؛ فانی لا أعلم أصحاباً أولیٰ و لا خیراً من أصحابی ولا أہل بیت أبرّ وأوصل من أہل بیتی فجزاکم اللّٰہ عنی جمیعاً خیرا.ألا وانّی اظن یوما من ھٰولاء الاعداء غداً ألا وانی قد رأیت لکم فانطلقوا جمیعاً فی حل ،لیس علیکم منی ذمام ،ھٰذا لیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا !ثم لےأ خذ کلُ رجل منکم بید رجل من أھل بیتی؛تفرقوا فی سوادکم و مدائنکم حتی یفرّج اللّٰہ ،فان القوم انما یطلبونی، ولو قد أصابونی لھَوا عن طلب غیری ''.میں اللہ تبارک و تعالی کی بہترین ستائش کرتا ہوں اور ہر خوشی و آسائش اور رنج و مصیبت میں اس کی حمد کرتا ہوں ۔ خدایا !اس بات پر میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے ذریعہ کرامت عطا کی ، ہمیں قران کا علم عنایت فرمایا اور دین میں گہرائی و گیرائی عطا فرمائی اور ہمیں حق کو سننے والے کان ، حق نگر آنکھیں او ر حق پذیر دل عطا فرمائے اور تونے ہمیں مشرکین میں سے قرار نہیں دیا ۔اما بعد ! حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے اصحاب سے بہتر و برتر کسی کے اصحاب کا سراغ نہیں رکھتا ، نہ ہی ہمارے گھرانے سے زیادہ نیکو کار اور مہربان کسی گھرانے کا مجھے علم ہے ؛خدا وند متعال میری طرف سے تم سب کو اس کی بہترین جزا عطا کرے ۔ آگاہ ہوجاؤ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان دشمنوں کی شر انگیزیوں کی بنیاد پر کل ہماری زندگی کا آخری دن ہے ۔ آگاہ ہوجاؤ! کہ میں نے اسی لئے تم لوگوں کے سلسلے

---

[1] ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علی بن حسین علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۱۸) ابو الفرج نے ص ۷۴ پر اور شیخ مفید نے ص ۲۳۱ پر علی بن حسین کے بجائے امام سجاد علیہ السلام لکھا ہے جو ایک ہی شخصیت کے نام اور لقب ہیں ۔

میں یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ تم سب کے سب ہماری بیعت سے آزاد ہو اور میری طرف سے تم لوگوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ رات ہے جس نے تم سب کو اپنے اندر ڈھانپ لیا ہے؛ تم لوگ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے اسے حجاب و مرکب قرار دو اور تم میں سے ہر ایک ہمارے خاندان کی ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اپنے ملک اور شہر کی طرف نکل جائے یہاں تک کہ خدا گشائش کی راہ نکال دے ؛کیونکہ یہ قوم فقط میرے خون کی پیاسی ہے لہٰذا اگر وہ مجھے پا لیتی ہے تو میرے علاوہ دوسروں سے غافل ہوجائے گی۔

ہاشمی جوانوں کا موقف

امام حسین علیہ السلام کی تقریر ختم ہوچکی تو عباس بن علی علیہما السلام نے کلام کی ابتداء کی اور فرمایا : ''لِمَ نفعل ذالک؟ ألنبقی بعدک ؟ لاأرانا اللہ ذالک أبداً!'' ہم ایسا کیوں کریں ؟ کیا فقط اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ و سلامت رہیں ؟ !خدا کبھی ہمیں ایسا دن نہ دکھائے ۔ اس کے بعد حضرت عباس کے بھائی، امام حسین علیہ السلام کے فرزندان، آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی اولاد ،عبداللہ بن جعفر کے فرزند (محمد و عبداللہ) سب کے سب نے اسی قسم کے کلمات سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام فرزندان جناب عقیل کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا : اے فرزندان عقیل ! مسلم کا قتل تم لوگوں کے لئے کافی ہے، تم سب چلے جاؤ ،میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ یہ سن کر ان سبھوں نے عرض کیا '' :فما یقول الناس !یقولون انا ترکنا شیخنا و سیدنا و بنی عمومتنا خیر الاعمام ولم نرم معھم بسھم ، ولم نطعن معھم برمح ولم نضرب معھم بسیف، ولا ندري ما صنعوا !لا واللہ لا نفعل ولکن تفدیک أنفسنا و أموالنا وأھلونا ، ونقاتل معک حتی نرد موردک! فقبح اللہ العیش بعدک''اگر ہم چلیں جائیں تو لوگ کیا کہیں گے !یہی تو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سید و سردار اور اپنے چچا کے فرزندان کو (نرغہ اعداء میں تنہا)چھوڑ دیا جبکہ وہ ہمارے بہترین چچا تھے۔ ہم نے ان کے ہمراہ دشمن کی طرف تیر نہیں چلایا ، نیزوں سے دشمنوں کو زخمی نہیں کیا اور ان کے ہمراہ تلوار

[1] مقاتل الطالبیین، ابو الفرج،ص۷۴ ،ارشاد،ص۲۳۱، خواص۔ ص ۲۴۹

سے حملہ نہیں کیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کر سکتے ؛ ہم اپنی جان، مال اور اپنے گھر والوں کو آپ پر قربان کردیں گے؛ ہم آپ کے ساتھ ساتھ دشمن سے مقابلہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ جہاں آپ وارد ہوں۔ وہیں ہم بھی وارد ہوں. اللہ اس زندگی کا برا کرے جو آپ کے بعد باقی رہے!

اصحاب کا موقف

جب بنی ہاشم اظہار خیال کر چکے تو اصحاب کی نوبت آئی تو۔ (حسینی سپاہ کے سب سے بوڑھے صحابی) مسلم بن عوسجہ[1] اٹھے اور عرض کی: ''أنحن نخلي و لما نعذر الی اللہ فی أداء حقک! أما واللہ حتی أکسر فی صدورھم رمحي، وأضربھم بسیفي ما ثبت قائمۃ فی یدي،ولا أفارقک، ولو لم یکن معي سلاح أقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ دونک حتی أموت معک'' اگر ہم آپ کو تنہا چھوڑدیں ؟تو آپ کے حق کی ادئیگی میں اللہ کے سامنے ہمارے پاس کیا عذر ہوگا؟ خدا کی قسم! جب تک کہ میں اپنا نیزہ ان کے سینے میں نہ توڑلوں اور جب تک قبضۂ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے میں ان کو نہ مارتا رہوں میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اگر میرے پاس کوئی اسلحہ نہ ہوا جس سے میں ان لوگوں سے مقابلہ کر سکوں تو میں آپ کی حمایت میں ان پر پتھر مارتا رہوں گا یہاں تک مجھے آپ کے ہمراہ موت آجائے۔

مسلم بن عوسجہ کے بعد سعید بن عبد اللہ حنفی اٹھے اور عرض کیا '' : واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ أنا حفظنا غیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیک. واللہ لو علمت اني أقتل ثم أحیا ثم احرق حیاثم أذرّ،یفعل ذالک بي سبعین مرّۃ ما فارقتک حتی ألقی حمامي دونک فکیف لاأفعل ذالک وانما ھي قتلۃ واحدۃ ثم ھي الکرامۃ التی لا انقضاء لھا ابداً ''خدا کی قسم! ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خدا ہمیں یہ بتادے کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے پس پشت آپ کی حفاظت ونگرانی کرلی، خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ مجھے قتل کیا جائے گا اور پھر زندہ کیا جائے گا اور پھر زندہ کرنے کے بعد مجھے زندہ جلا دیا جائے اور میری راکھ کو ہواؤں میں اڑا دیا جائے گا اور یہ کام میرے ساتھ ستر (۷۰) مرتبہ بھی کیا جائے تب بھی میں آپ سے جدائی اختیار نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں

[1] جو اشراف کوفہ جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے۔ ان کے ہمراہ آپ کے احوال گزر چکے ہیں ۔واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا تذکرہ ہے آپ کربلا کیسے پہنچے اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

آپ کے سامنے قربان ہو جاؤں۔ اور میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ ایک ہی بار قتل ہونا ہے اور اسکے بعد ایسی کرامت ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے ۔ اسکے بعد زہیر بن قین بولے : '' واللہ لوددت اني قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی أقتل كذ األف قتلۃ وان اللّٰہ یدفع بذالک القتل عن نفسک وعن أنفس ھولاء الفتیۃ من أہل بیتک '' خدا کی قسم! میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ ایسا کیا جائے اور اللہ میرے اس قتل کے ذریعہ آپ کے اور آپ کے گھرانے کے ان جوانوں سے بلا کو ٹال دے ۔ اسکے بعد اصحاب کی ایک جماعت گویا ہوئی : ''واللہ لا نفارقک، ولکن أنفسنا لک الفداء نقیک بنحور نا وجباہنا وأیدینا .فاذا نحن قتلنا کنا وفینا وقضینا ما علینا ''خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ ہماری جانیں آپ پر قربان ہیں۔ ہم اپنی گردنوں، پیشانیوں اور ہاتھوں سے آپ پر قربان ہیں۔ جب ہم قتل ہو جائیں گے تب ہم اس حق کو ادا اور اس عہد کو وفا کریں گے جو ہماری گردن پر ہے ۔ اس کے بعد اصحاب کے گروہ گروہ نے اسی قسم کے فقروں سے اپنے خیالات کا اظہار کیا[1]۔

امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں : جس شام کی صبح کو میرے بابا شہید کردئے گئے اسی شب میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کررہی تھیں۔ اسی اثنا میں میرے بابا اصحاب سے جدا ہوکر اپنے خیمے میں آئے۔ آپ کے پاس ''جون[2]'' ابوذر کے غلام بھی موجود تھے جو اپنی تلوار کو آمادہ کررہے تھے اور اس کی دھار کو ٹھیک کر رہے تھے۔ اس وقت میرے بابا یہ اشعار پڑھ رہے تھے : یا دھر افّ لک من خلیلکم لک بالاِشراق والاصیل من صاحب أو طالب قتیل وا لدھر لا یقنع بالبدیل وانما الامر الیٰ الجلیل وکلّ حي سالک سبیل اے دنیا! اُف اور وائے ہو تیری دوستی پر، کتنی صبح و شام

[1] ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم فایشی نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیاہے۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۱۸؛ابوالفرج ،ص ۷۴ ، ط نجف ؛ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۱ ، ارشاد، ص ۲۳۱)

[2] طبری نے حوَیلکھا ہے۔ ارشاد، ص ۲۳۲ میں ''جوین '' اور مقاتل الطالبیین، ص ۷۵ ، مناقب بن شہر آشوب، ج۲، ص ۲۱۸، تذکرۃ الخواص، ص ۲۱۹ ، اور خوارزمی، ج۱ ،ص ۲۳۷ پر ''جون '' مرقوم ہے ۔ تاریخ طبری میں آپ کا تذکرہ اس سے قبل اور اس کے بعد بالکل موجود نہیں ہے نہ ہی امام علیہ السلام کے ہمراہ آپ کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

تو نے اپنے دوستوں اور حق طلب انسانوں کو قتل کیا ہے، اور ان کے بغیر زندگی گزاری ہے ہاں روزگار بدیل و نظیر پر قناعت نہیں کرتا، حقیقت تو یہ ہے کہ تمام امور خدا ئے جلیل کے دست قدرت میں ہیں اور ہر زندہ موجود اسی کی طرف گامزن ہے۔ بابا نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی تو میں آپ کے اشعار کے پیغام اور آپ کے مقصد کو سمجھ گیا لہذا میری آنکھوں میں اشکوں کے سیلاب جوش مارنے لگے اور میرے آنسو بہنے لگے لیکن میں نے بڑے ضبط کے ساتھ اسے سنبھالا میں یہ سمجھ چکا تھا کہ بلا نازل ہو چکی ہے ۔ ہماری پھوپھی نے بھی وہی سنا جو میں نے سنا تھا لیکن چونکہ وہ خاتون تھیں اور خواتین کے دل نرم و نازک ہوا کرتے ہیں لہٰذا آپ خود پر قابو نہ پاسکیں اور اٹھ کھڑی ہوئیں اور سر برہنہ دوڑتی ہوئی اس حال میں بھائی کے خیمہ تک پہنچیں کہ آپ کا لباس زمین پر خط دے رہا تھا،وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا : ''واثکلاہ !لیت الموت أعد مني الحیاۃ !الیوم ماتت فاطمۃ أمّي و علی أبي، وحسن أخي یا خلیفۃالماضي وثمال الباقي''[1] آہ یہ جانسوز مصیبت !اے کاش موت نے میری حیات کو عدم میں تبدیل کردیا ہوتا!آج ہی میری ماں فاطمہ، میرے بابا علی اور میرے بھائی حسن دنیا سے گزر گئے۔ اے گذشتگان کے جانشین اور اے پسماندگان کی پناہ ، یہ میں کیا سن رہی ہوں ؟

یہ سن کر حسین علیہ السلام نے آپ کو غور سے دیکھا اور فرمایا : ''یا أخیۃ لا یذھبن بحلمک الشیطان'' اے میری بہن مبادا تمہارے حلم و برد باری کو شیطان چھین لے۔ یہ سن کر حضرت زینب نے کہا : ''بأبي أنت و أمي یا أبا عبداللہ !أستقتلت ؟نفسي فداک '' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں اے ابو عبداللہ!کیا آپ اپنے قتل و شہادت کے لئے لحظہ شماری کررہے ہیں ؟میری جان آپ پر قربان ہوجائے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام کو تاب ضبط نہ رہی؛آنکھوں سے سیل اشک جاری ہوگیا اور آپ نے فرمایا : ''لو ترک القطا لیلاً لنام !'' اگر پرندہ کو رات میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ سورہے گا ۔یہ سن کر پھوپھی نے فرمایا : ''یا ویلتی !أفتغصب نفسک

---

[1] ارشاد میں یہ جملہ اس طرح ہے" یا خلیفۃ الماضین و ثمال الباقین''(ص۲۳۲) تذکرہ میں اس جملہ کا اضافہ ہے" ثم لطمت وجھھا''(ص۲۵۰ ،طبع نجف)

اغتصاباً ؟ فذالک أقرح لقلبي وأشد علیٰ نفسي''اے وائے کیا آپ آخری لحہ تک مقابلہ کریں گے اور یہ دشمن آپ کو زبردستی شہید کردیں گے ؟ یہ تو میرے قلب کو اور زیادہ زخمی اور میری روح کے لئے اور زیادہ سخت ہے یہ کہہ کر آپ اپنا چہرہ پیٹنے لگیں اور اپنے گریبان چاک کردئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ بے ہوش ہوگئیں ۔امام حسین علیہ السلام اٹھے اور کسی طرح آپ کو ہوش میں لا کر تسکین خاطر کے لئے فرمایا : ''یا أخیۃ! اتقي اللہ و تعزي بعزاء اللہ و اعلمي ان أھل الارض یموتون و أن أھل السماء لایبقون وأن کل شی ھالک الا وجہ الذی خلق الارض بقدرتہ و یبعث الخلق فیعودون وھو فرد وحدہ، أبي خیر مني، و أمي خیر مني، و أخي خیر مني ولي ولھم ولکل مسلم برسول اللہ أسوۃ ''.اے میری بہن !تقوائے الٰہی پر گامزن رہو اور اس سے اپنی ذات کو سکون پہنچاؤ اور جان لو کہ اہل زمین کو مرنا ہی مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے ۔ جس ذات نے اپنی قدرت سے زمین کو خلق کیا ہے اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے ۔اس کی ذات مخلوقات کو مبعوث کرنے والی ہے، وہ دوبارہ پلٹیں گے،بس وہی اکیلا و تنہا زندہ ہے ۔ میرے بابا مجھ سے بہتر تھے، میری مادر گرامی مجھ سے بہتر تھیں اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے، میرے لئے اور ان لوگوں کے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے رسول خدا کی زندگی اور موت نمونۂ عمل ہے ۔

اس قسم کے جملوں سے آپ نے بہن کے دل میں امڈتے ہوئے سیلاب کو روکا اور انھیں تسلی دی اور پھر فرمایا '' :یاأخےۃ !انی أقسم علیک فأبّری قسمی : لاتشقی علي جیباً ولا تخمشی عليّ وجھا ولاتد عي عليّ بالویل والثبور اذا أنا ھلکت''اے میری بہن !میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد تم اپنے گریبان چاک نہ کرنا، نہ ہی اپنے چہرے کو پیٹنا اور نہ اس پر خراش لگانا اور نہ ہی وای کہنا اور نہ موت کی خواہش کرنا ۔

پھر بابا نے پھوپھی زینب کو میرے پاس لاکر اور بٹھایا اور ان کے دل کو آرام و سکون بخشنے کے بعد اپنے اصحاب کی طرف چلے گئے ۔ وہاں پہنچ کرانھیں حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے نزدیک کرلیں، اس کی طناب کو ایک دوسرے سے جوڑ

لیں اور اپنے خیموں کے درمیان اس طرح رہیں کہ دشمنوں کو آتے دیکھ سکیں[1]۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام بانس اور لکڑیاں لے کر ان لوگوں کے خیموں کے پیچھے آئے جہاں پتلی سی خندق نما بنائی گئی پھر وہ بانس اور لکڑیاں اسی خندق میں ڈال دی گئیں۔ اسکے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ لوگ صبح میں ہم لوگوں پر حملہ کریں گے تو ہم اس میں آگ لگادیں گے تا کہ ہمارے پیچھے سے وہ لوگ حملہ آور نہ ہوسکیں اور ہم لوگ اس قوم سے ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں[2]۔

شب عاشورا امام حسین اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

جب رات ہوگئی تو حسین علیہ السلام اور اصحاب حسین علیہم السلام تمام رات نماز پڑھتے رہے اور استغفار کرتے رہے۔ وہ کبھی دعا کرتے اور کبھی تضرع و زاری میں مشغول ہوجاتے تھے۔ ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی اصحاب حسین علیہ السلام میں سے تھے جو دشمنوں کے چنگل سے نجات پاگئے تھے،وہ کہتے ہیں: سواروں کا لشکر جو ہماری نگرانی کر رہا تھا اور ہم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا وہ ہمارے پاس سے گزرا؛ اس وقت امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی ان آیتوں کی تلاوت فرما رہے تھے: ''وَلاَ یَحْسَبَنَ الَذِین کَفَرُوْ اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیراً لا نفسهم اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَاب مُهِین. مَا کَانَ اللّٰہ لِیَذَرَ الْمُؤمِنِین عَلَی مَا أَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتَی یَمِیزَ الْخَبِیث مِن الطَّیِّب[3]''، جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے جو انھیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم نے تو انھیں اس لئے مہلت دی ہے تا کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور ان کے لئے رسوا کنندہ عذاب ہے۔ خدا وندعالم ایسا نہیں ہے کہ مومنین کو اسی حالت پر رکھے جس پر تم لوگ ہو بلکہ ی اس لئے ہے کہ وہ پلید کو پاک سے جدا کرے ۔اس وقت لشکر عمر بن سعد کے کچھ سوار ہمارے اردگرد چکّر لگا رہے تھے ۔ان میں سے ایک سوار یہ آیتیں سن کر کہنے لگا رب کعبہ کی قسم !ہم لوگ پاک ہیں، ہم

---

[1] حارث بن کعب اور ابو ضحاک نے مجھ سے علی بن الحسین کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے(طبری ،ج۵، ص۴۲۰ ؛ ابو الفرج ، ص ۷۵ ،ط نجف ،یعقوبی، ج۲،ص ۲۳۰ ؛ ارشاد ،ص ۲۳۲ ، طبع نجف)آپ نے تمام روایتیں امام سجاد علیہ السلام سے نقل کی ہیں۔
[2] عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے روایت کی ہے۔ طبری ، ج۵ ،ص ۴۲۱، ارشاد ، ص ۲۳۳ ، پر فقط ضحا ک بن عبداللہ لکھا ہے۔
[3] آل عمران، آیت ۱۷۸و ۱۷۹

لوگوں کو تم لوگوں سے جدا کر دیا گیا ہے ۔ میں نے اس شخص کو پہچان لیا اور بریر بن حضیر ہمدانی[1] سے کہا کہ آپ اسے پہچانتے ہیں یہ کون ہے ؟ بریر نے جواب دیا : نہیں ! اس پر میں نے کہا :یہ ابو حرب سبیعی ہمدانی عبداللہ بن شہر ہے، یہ مسخرہ کرنے والااور بیہودہ ہے،بڑا بے باک اور دھوکہ سے قتل کرنے والا ہے ۔ سعید بن قیس[2] نے بارہا اس کی بد اعمالیوں اور جنایت کاریوں کی بنیاد پر اسے قید کیا ہے ۔

یہ سن کر بریر بن حضیر نے اسے آواز دی اور کہا : اے فاسق ! تجھے اللہ نے پاک لوگوں میں قرار دیا ہے ؟! تو ابو حرب نے بریر سے پوچھا : تو کون ہے ؟ بریر نے جواب دیا : میں بریر بن حضیر ہوں ۔ابو حرب نے یہ سن کر کہا : اناللہ ! یہ میرے لئے بڑا سخت مرحلہ ہے کہ تم بریر ہو، خدا کی قسم ! تم ہلاک ہوگئے، خدا کی قسم تم ہلاک ہوگئے اے بریر ! بریر نے کہا : اے بو حرب ! کیا تو اپنے اتنے بڑے گناہ سے توبہ کرسکتا ہے ؟ خدا کی قسم ! ہم لوگ پاک ہیں اور تم خبیثوں میں ہو ۔

اس پر ابو حرب نے بریر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا : اور میں اس پر گواہ ہوں !میں (ضحاک بن عبداللہ مشرقی) نے اس سے کہا : تیری معرفت تیرے لئے نفع بخش کیوں نہیں ہورہی ہے ؟ ابو حرب نے جواب دیا : میں تم پر قربان ہوجاؤں ! تو پھر یزید بن عذرہ

---

[1] ارشاد ،ص ۲۳۳، اور دیگر کتب میں خضیر مرقوم ہے اور یہی مشہور ہے ۔ آپ کوفہ کے قاریوں میں ان کے سید و سر دار شمار ہوتے تھے۔ (طبری ، ج۵، ص۴۳۱)آپ بڑے عبادت گزار تھے۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا ذکر ہے۔ آپ امام علیہ السلام تک کس طرح پہنچے اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ آپ وہ ہیں جو جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے مقابلہ اور مبارزہ کے لئے اٹھے تو امام علیہ السلام نے آپ کو بٹھا دیا۔(طبری ،ج۵ ،ص ۴۲۹) آپ وہی ہیں جنہوں نے عبدالرحمن بن عبد ربہ انصاری سے کہا تھا : خدا کی قسم! میری قوم جانتی ہے کہ مجھے نہ تو جوانی میں ،نہ ہی بوڑھاپے میں باطل ہنسی مذاق سے کبھی محبت رہی ہے لیکن خداکی قسم جو میں دیکھ رہا ہوں اس سے میں بہت خوش ہوں۔ خدا کی قسم! ہمارے اور حور العین کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ لوگ ہم پر تلوار سے حملہ کریں۔میں تو یہی چاہتا ہوں کہ یہ لوگ حملہ آور ہوں۔(ج۵ ،ص ۴۲۳) آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عثمان نے اپنی جان کو برباد کردیا۔ معاویہ بن ابو سفیان گمراہ اور گمراہ کرنے والا تھا . امام و پیشوای ہدایت اور حق تو بس علی بن ابیطالب علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے عمر بن سعد کے ایک فوجی سے جس کا نام یزید بن معقل تھا اس بات پر مباہلہ کیا کہ یہ مفاہیم و معانی حق ہیں اور یہ کہا کہ ہم میں سے جو حق پر ہے وہ باطل کو قتل کردے گا یہ کہہ کر آپ نے اس سے مبارزہ و مقابلہ کیا اور اسے قتل کردیا۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۴۳۱)

[2] سعید بن قیس ہمدانی ،ہمدان کا والی تھاجسے والی کوفہ سعید بن عاص اشرق نے معزول کر کے ۳۳ ھ میں ''ری'' کا والی بنا دیا تھا۔(طبری، ج۵ ، ص ۳۳۰) امیر المومنین علیہ السلام نے مذکورہ شخص کو شبث بن ربیعی اور بشیر بن عمرو کے ہمراہ معاویہ کے پاس جنگ سے پہلے بھیجا تاکہ وہ سر تسلیم خم کر لے اور جما عت کے ہمراہ ہو جائے۔ (طبری، ج۵ ، ص ۵۷۳) صفین میں یہ شخص علیؑ کے ہمراہ جنگ میں مشغول تھا۔(طبری، ج۴، ص ۵۷۴)یہ وہ سب سے پہلی ذات ہے جس نے امیر المومنین کے مقاصد کا مثبت جواب دیا تھا۔ (ج۵، ص ۹)امیر المومنین ؑ نے آپ کو انبار اور ہیت کی طرف سفیان بن عوف کے قتل و غارت گری کے سلسلے میں روانہ کیا تو آپ ان لوگوں کے سراغ میں نکلے یہاں تک کہ" ہیت ''پہنچے مگر ان لوگوں سے ملحق نہ ہوسکے ۔(طبری، ج۵، ص ۱۳۴)اس کے بعد تاریخ میں ہمیں ان کا کوئی ذکر اور اثر دکھائی نہیں دیتا ،شائد جب آپ عثمان کے زمانے میں" ری'' اور" ہمدان ''کے والی تھے تو اسی زمانے میں ابو حرب کو قید کیا ہو۔

عنزی کا ندیم کون ہوگا جو ہمارے ساتھ ہے ۔ یہ سن کر بریر نے کہا : خدا تیرا برا کرے! تو ہر حال میں نادان کا نادان ہی رہے گا ۔ یہ سن کر وہ ہم سے دور ہوگیا[1] ۔

[1] طبری، ج۵ ،ص ۴۲۱ ،ابو مخنف کا بیان ہے : عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

صبح عاشورا

روز شنبہ کی صبح محرم کی دسویں تاریخ تھی، اذان صبح ہوتے ہی عمر بن سعد نے نماز صبح پڑھی، اپنے فوجیوں کے ہمراہ باہر آیا[۱] اور اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا: ۱۔عبد اللہ بن زہیر ازدی[۲] کو اہل مدینہ کا سربراہ قرار دیا ۔ ۲۔ عبدالرحمن بن ابی سبرہ جعفی[۳] کو قبیلہ مذحج و اسد کا سالار قرار دیا ۔

۳۔ قیس بن اشعث بن قیس کندی کو قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سالار قرار دیا ۔

۴۔ حر بن یزید ریاحی (تمیمی یربوعی) کو قبیلہ تمیم و ہمدان کا سربراہ بنایا ۔

۵۔ عمرو بن حجاج زبیدی کو میمنہ کا سردار بنایا ۔

۶۔ شمر بن ذی الجوشن (ضبابی کلابی) کو میسرہ کا سردار بنایا ۔

امانت کی خاطر روز شنبہ روز عاشورا لکھ دیا گیا جبکہ یہ تاریخ اور یہ دن امام حسین علیہ السلام کے کربلا وارد ہونے کی تاریخ اور دن کے منافی ہے جو خود طبری نے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام ۲، محرم بروز پنجشنبہ وارد کربلا ہوئے اس بنیاد پر عاشورا روز جمعہ ہوتا ہے نہ کہ شنبہ۔ حسن ظن کی بنیاد پر ہم یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ دو روایتیں دو راویوں سے ہیں لہٰذا یہ اختلاف ہے۔ بہر حال روز جمعہ عاشورا کا ہونا مشہور ہے۔ (مترجم)

---

[۱] طبری ج۶ ،ص ۴۲۱و۴۲۲، ابو مخنف کا بیان ہے : عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ارشاد ،ص ۲۳۳ پر فقط ضحاک بن عبد اللہ مرقوم ہے ۔

[۲] حجاج کے زمانے میں ری کے امیر عدی بن وتّاد کے ہمراہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے اصفہا ن میں جنگ کے دوران یہ میمنہ کا سردار تھا۔ (طبری ،ج۶ ،ص ۲۹۶) طبری میں اس کا آخری تذکرہ یہ ملتا ہے کہ ۱۰۲ ھ میں یہ سعد کے نگہبانوں میں تھا ۔ اس پر تیروں سے اتنی جراحت وزخم پہنچے کہ اس کا جسم سیہی (ایک جانور جسکے جسم پر کانٹے ہی کا نٹے ہوتے ہیں) کی طرح ہو گیا ۔(طبری ،ج۶ ،ص ۶۱۳) کربلا سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا ۔

[۳] یہ وہ شخص ہے جس نے ۵۱ھ میں حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری، ج۵،ص ۲۷۰) یہ قبیلہ مذحج اور اسد کے پیدلوں پر سربراہ تھا۔ شمر بن ذی الجوشن نے اسے امام حسین علیہ السلام کے قتل پر بر انگیختہ کیا تو اس نے انکار کیا اور شمرکو گالیاں دیں۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۵۰

۷۔ عزرہ بن قیس احمسی کو سواروں کا سپہ سالار بنایا ۔

۸ ۔ شبث بن ربعی ریاحی تمیمی کو پیدلوں کا سربراہ قرار دیا ۔

۹۔ پرچم اپنے غلام ذوید[1] کے ہاتھوں میں دیا ۔

۱۰۔ اور خود سارے لشکر کا سربراہ بن کر قلب لشکر میں حملہ کے لئے آمادہ ہوگیا ۔

سپاہ حسینی میں صبح کا منظر

ادھر سپیدہ سحری نمودار ہوئی اور ادھر لشکر نور میں خورشید عاشورا امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کرکے دعا کی : ''اللّٰھم أنت ثقتي فی کل کرب و رجاءي في کل شدة و أنت لي فی کل أمر نزل بي ثقة و عدّة ،کم من ھم یضعف فیہ الفؤاد ، و تقلّ فیہ الحیلة ، و یخذل فیہ الصدیق ویشمت فیہ العدوّ، أنزلتہ بک و شکوتہ الیک ، رغبة مني عمن سواکَ، ففرّجتہ ، و کشفتہ ، فأنت وليّ کل نعمة، صاحب کل حسنة ومنتھی کل رغبة[2]'' خدا یا ! تو ہی کرب و تکلیف میں میری تکیہ گاہ اور ہر سختی میں میری امید ہے۔ ہر وہ مصیبت جو مجھ پر نازل ہوئی اس میں تو ہی میری تکیہ گاہ اور پناہ گاہ ہے ؛ کتنی ایسی مصیبتیں اور کتنے ایسے غم و اندوہ ہیں جس میں دل کمزور اور راہ چارہ و تدبیر مسدود ہوجاتی ہے، دوست وآشنا تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن برا بھلا کہتے ہیں لیکن میں ان تمام مصیبتوں میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تجھ ہی سے اس (امت) کا گلہ ہے اور تیرے علاوہ سب سے امیدیں توڑ لی ہیں؛ تو نے گشائش پیدا کی ہے اور مصیبتوں کے سیاہ بادل کو چھانٹ دیا ہے پس تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر نیکی کا مالک اور تمام امیدوں اور رغبتوں کی انتہا ہے ۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا بیان ہے: (یہ اصحاب حسینؑ میں سے وہیں جو زخمی ہونے کے بعد دشمنوں کے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے

---

[1] ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے، اس سے محمدبن بشر نے اور اس سے عمر وبن حضرمی نے یہ روایت کی ہے۔(طبری ، ج۵ ، ص ۴۲۲)

[2] اس روایت کو ابو مخنف نے اپنے بعض ساتھیوں سے اور ان لوگوں نے ابو خالد کاہلی سے بیان کیا ہے (طبری ،ج۵،ص ۴۲۳) شیخ مفیدؒ نے ارشاد کے ص ۲۳۳ پر فرمایا ہے : ابو مخنف ، علی بن الحسین علیہ السلام سے اورابو خالد سے روایت کرتے ہیں جو ان کے ساتھیوں میں تھا اور ابو خالد نے اس خبر کو امام علی بن الحسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ اگر چہ طبری نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے ۔

تھے) جب اموی فوج ہماری طرف بڑھی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ بانس اور لکڑی سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ یہ وہی آگ تھی جسے ہم لوگوں نے اپنے خیموں کے پیچھے جلایا تھا تاکہ پیچھے سے یہ لوگ ہم پر حملہ آور نہ ہوسکیں ۔اسی اثناء میں دشمن فوج کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میری طرف آیا ،وہ اسلحہ سے پوری طرح لیث تھا ،وہ ہم لوگوں سے کچھ نہ بولا یہاں تک کہ ہمارے خیموں سے گزرنے لگا اور غور سے ہمارے خیموں کو دیکھنے لگا لیکن اسے پیچھے کچھ دیکھائی نہ پڑا فقط بھڑکتے ہوئے شعلے تھے جواسے دکھائی دے رہے تھے؛ وہ پلٹا اور چیخ کر بولا : ''یا حسین!استعجلت النار فی الدنیا قبل یوم القیامۃ'' اے حسین!قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ کے لئے جلدی کردی؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''من ھٰذا کأنہ شمر بن ذی الجوشن؟'' یہ کون ہے ؟گویا یہ شمر بن ذی الجوشن ہے ؟ جواب ملا : خدا آپ کو سلامت رکھے !ہاں یہ وہی ہے۔امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا : ''یا بن راعےۃ المعزیٰ أنت أولی بھا صلیا!'' اے بیابان زادہ، بے ثقافت اوربد چلن!آگ میں جلنے کا حق دار تو ہے نہ کہ میں ۔

امام حسین علیہ السلام کے جواب کے بعد مسلم بن عوسجہ نے آپ سے عرض کیا : ''یابن رسول اللہ جعلت فداک ألاأرمیہ بسھم فانہ قد أمکننی ولیس یسقط سھم منی فالفاسق من أعظم الجبارین'' میری جان آپ پر نثار ہو،کیا اجازت ہے کہ ایک تیر چلادوں، اس وقت یہ بالکل میری زد پر آگیا ہے میراتیر خطا نہیں کرے گا اوریہ آدمی بہت فاسق و فاجر ہے۔امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو جواب دیا : ''لا ترمہ ،فانی أکرہ أن أبدأ ھم'' ،نہیں ایسا نہیں کرنا ؛ میں جنگ میں ابتداء کرنا نہیں چاہتا ۔

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ

جب فوج آپ سے نزدیک ہونے لگی تو آپ نے اپنا ناقہ منگوایا اوراس پر سوار ہو کر لشکر میں آئے اور با آواز بلند اس طرح تقریر

[1] ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے : مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۲۳وارشاد ، ص۲۳۴)

شروع کی جسے اکثر وبیشتر لوگ سن رہے تھے'' : أيها الناس ! اسمعوا قولي ولا تعجلوني حتى أعظكم بما يحق لكم عليّ وحتى أعتذر لكم من مقدمي اليكم ، فان قبلتم عذري وصدقتم قولي وأعطيتموني النصف ، كنتم بذالک أسعد ولم يكن لكم عليّ سبيل ، وان لم تقبلوا منّي العذر ولم تعطوا النصف من أنفسكم فَاَجْمِعُوْا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لاَ يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَيَّ وَلاَ تُنْظِرُوْنَ[1] اِنَّ وَلِيِّيَ اللهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ[2]'' ایھا الناس ! میری بات سنو جلدی نہ کرو یہاں تک کہ میں تم کو اس حد تک نصیحت کردوں جو مجھ پر تمہارا حق ہے، یعنی تمہیں بے خبر نہ رہنے دوں اور حقیقت حال سے مطلع کر دوں تاکہ حجت تمام ہوجائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمارے سامنے اپنا عذر پیش کردوں کہ میں کیوں آیا ہوں اور تمہارے شہر کا رخ کیوں کیا ۔ اگر تم نے میرے عذر کو قبول کرلیا اور میرے کہے کی تصدیق کر کے میری بات مان لی اور میرے ساتھ انصاف کیا تو یہ تمہارے لئے خوش قسمتی ہوگی اور اگر تم نے میرے عذر کو نہ مانا اور انصاف کرنا نہ چاہا تو مجھ کو کوئی پروا نہیں ہے۔

تم اور جس جس کو چاہو تمام جماعت کو اپنے ساتھ متفق کرلو اور میری مخالفت پر ہم آہنگ ہوجاؤ پھر دیکھو کوئی حسرت تمہارے دل میں نہ رہ جائے اور پوری طاقت سے میرا خاتمہ کردو، مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی مہلت نہ دو ۔ میرا بھروسہ تو بس خدا پر ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی صالحین کا مددگار ہے ۔ یہ وہ دلسوز تقریر تھی جسے سن کر مخدرات کا دامن صبر لبریز ہوگیا اور آپ کی بہنیں نالہ وشیون کرنے لگیں ؛ اسی طرح آپ کی صاحبزادیاں بھی آنسوبہانے لگیں۔ جب رونے کی آواز آئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی علیہما السلام اور اپنے فرزند جناب علی اکبر کو ان لوگوں کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں سے فرمایا : جاؤ ان لوگوں کو چپ کراؤ! قسم ہے میری جان کی انھیں ابھی بہت زیادہ آنسوبہانا ہے ۔ جب وہ مخدرات خاموش ہوگئیں تو آپ نے حمد وثنائے الہی اور خدا کا تذکرہ اسطرح کیا جس کا وہ اہل تھا پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا ، خدا کے ملائکہ اور اس کے پیغمبروں پر بھی درود و سلام بھیجا ۔ (اس کے بعد بحر ذخار فصاحت وبلاغت میں ایسا تموج آیا کہ راوی کہتا ہے) خدا کی قسم

---

[1] سورہ یونس ،آیت ۷۱
[2] سورہ اعراف، آیت ۱۹۶

!اس دن سے پہلے اور اس دن کے بعد میں نے حضرت کے مانند فصیح البیان مقرر نہیں دیکھا ۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا '' : اما بعد : فانسبوني فا نظروا من أنا ؟ ثم ارجعوا الی أنفسکم وعاتبوھا فأ نظروا ھل یحل لکم قتلي وانتھاک حرمتي؟ ألست ابن بنت نبیکم صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلّم وابن وصیہ وابن عمہ وأوّل المؤمنین باللہ والمصدق لرسولہ بما جاء بہ من عند ربہ، أو لیس حمزۃ سید الشھداء عم ابي ؟ أو لیس جعفر الشھید الطیار ذوا لجناحین عمي ؟! أولم یبلغکم قول مستفیض فیکم: أن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال لی وأخي: '' ھذان سیدا شباب أھل الجنۃ '' ؟ فان صدقتموني بما أقول، فھو الحق فو اللہ ما تعمدت کذباً مذ علمت أن اللہ یمقت علیہ أھلہ و یضر بہ من ا ختلقہ ...وان کذبتموني فان فیکم من ان سالتموہ عن ذالک أخبرکم سلوا جابر بن عبداللہ الانصاری[1] أو ابا سعید الخدری[2] أو سھل بن سعد الساعدی[3] أو زید بن ارقم[4] أوانس بن مالک[5] یخبروکم: انھم سمعوا ھٰذہ المقالۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لي ولا خي، أفا فی ھٰذا حاجز لکم عن سفک دمي؟''

---

[1] امیرا لمومنین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے ۴۰ ھ میں بسر بن ارطاۃ کے ہاتھوں پر معاویہ کی بیعت کرنے سے آپ نے انکار کردیا تھا اور کہا تھاکہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔ یہاں تک کہ بسر بن ارطاہ نے آپ کو بیعت کرنے پر مجبورکیا تو جان کے خوف سے آپ نے بیعت کر لی۔ (طبری ، ج۵، ص ۱۳۹) ۵۰ھ میں جب معاویہ نے حج کی انجام دہی کے بعدرسول کا منبر اور عصا مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہا تو آپ نے اسے اس فعل سے روکا اور وہ رک گیا۔ (طبری، ج۵،ص ۲۳۹) ۷۴ھ میں جب عبدا لملک کی جانب سے ''حجاج'' مدینہ آیا تواس نے اصحاب رسول کی توہین اور سر کوبی کرناشروع کردی اور انھیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ انہیں میں سے ایک جابر بھی تھے ۔

[2] رسوالخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد میں اپنے اصحاب کو میدان جنگ کی طرف لے جاتے وقت آپ کو بچپنے کی وجہ سے لوٹادیا تھا۔ (طبری، ج۲، ص ۵۰۵) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے (طبری،ج۳ ،ص ۱۴۹)لیکن عثمان کے قتل کے بعد ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ یہ عثمانی مذہب تھے۔ (طبری ، ج۴،ص ۴۳۰)

[3] یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری ج ،۳،ص ۴۱۹) انھوں نے ہی روایت کی ہے کہ بصرہ کے فتنہ میں عایشہ نے پہلے عثمان بن حنیف کے قتل کا حکم دیا پھر قید کرنے کا حکم دیا .(طبری، ج ۴،ص ۴۶۸) یہ علی علیہ السلام کی ر وایتوں کو بیان کر تے ہیں۔ (طبری ،ج۴ ،ص ۵۴۷) ۷۴ھ میں عبدالملک کی جانب سے ''حجاج'' جب مدینہ میں وارد ہوا تو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور سر کوبی کی اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا ۔ ان بلا وں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونے والوں میں ایک سھل بن سعد بھی تھے۔ ان لوگوں پر حجاج نے عثمان کا ساتھ نہ دینے کی تہمت لگائی تھی .(طبری ،ج ۶،ص ۱۹۵)

[4] یہ بھی علی علیہ السلام کے فضائل میں روایتیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری، ج۲،ص۳۱) آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کی باتوں کی خبر دی تھی .(طبری ،ج۲،ص۶۰۵) زید بن ارقم ہی نے ابن زیاد پر اعتراض کیا تھا اور ابو عبداللہ علیہ السلام کے دو لبوں پر چھڑی مارنے سے منع کیا تھا۔ (طبری ،ج ۵ ،ص ۴۵۶) الاعلام ،ج ۴، ص ۱۸۸ کے بیان کے مطابق ۶۸ھ میں وفات پائی ۔

[5] جب ۱۷ھ میں عمر نے ابو موسی اشعری کو بصرہ کا گورنر بنایا تو انس بن مالک سے مدد طلب کی (طبری ج۴ ص ۷۱) اور شوستر کی فتح میں اس کو شریک کیا .(طبری ،ج۴، ص ۸۶) ۳۵ھ میں یہ بصرہ میں لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے بر انگیختہ کررہے تھے۔(طبری، ج۴ ،ص ۳۵۲) ان کا شمار انہی لوگوں میں ہوتاہے جن سے ۴۵ھ میں زیاد بن ابیہ نے بصرہ میں مدد طلب کی تھی۔ (طبری ،ج ۵، ص ۲۲۴) عاشورا کے دن یہ بصرہ میں تھے۔ . ۶۴ھ میں ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد ابن زبیر نے ان کو بصرہ کاامیر بنادیا تو انہوں نے ۴۰، دنوں تک نماز پڑھائی (طبری ،ج۵،ص ۵۲۸) اور ۶۴ ھ میں جب عبد الملک کی جانب سے ''حجاج ''مدینہ آیا اور اصحاب رسول خدا کی سر کوبی اور توہین کرنے لگا اور انہیں زنجیروں میں جکڑنے لگا تو انس کی گردن میں زنجیر ڈالی، اس طرح وہ چاہتا تھا کہ ان کو ذلیل کرے اور اس کا انتقام لے کہ اس نے ابن زبیر کی ولایت کیوں قبول کی تھی۔ (طبری ،ج ۶، ص ۱۹۵)

تم ذرا میرا نسب بیان کرو اوردیکھو کہ میں کون ہوں ؟ پھر خود اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو،اپنے گریبان میں منہ ڈالوا ور خود اپنے آپ سے جواب طلب کرو اور غور کرو کہ تمہارے لئے میرا خون بہانا اور میری ہتک حرمت کرناکہاں تک جائز ہے ؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں ؟اور آپ کے وصی،آپ کے چچا زاد بھائی،ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور ہراس چیز کی تصدیق کرنے والے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے کا فرزند نہیں ہوں ؟کیا حمزہ سید الشھداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں ؟کیا جعفر طیار جنہیں شہادت کے بعدخدا نے دو پر پرواز عطا کئے ،میرے چچا نہیں ہیں ؟کیا یہ حدیث تمہارے گوش زد نہیں ہوئی جو زبان زد خلائق ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا : یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

اب اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو اور میری بات کوسچ جانتے ہو کہ حقیقتاًیہ بات سچی ہے کیونکہ خدا کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے پر اللہ عذاب نازل کرتاہے اور ساختہ اور پرداختہ باتیں کرنے والا ضرر و نقصان اٹھاتا ہے اسی وقت سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا؛اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو اسلامی دنیا میں ابھی ایسے افراد موجود ہیں کہ اگر تم ان سے دریافت کرو تو وہ تم کو بتلائیں گے؛تم جابر بن عبداللہ انصاری،ابو سعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم ،یا انس بن مالک سے پوچھ لو،وہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہ سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنا ہے۔کیا رسالتمآبؐ کی یہ حدیث تم کو میری خونریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ جب تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن بیچ میں بول پڑا '': ھو یعبد اللہ علی حرف ان کان یدري ما تقول!'' اگر کوئی یہ درک کرلے کہ تم کیا کہہ رہے تو اس نے خدا کی ایک پہلو میں عبادت کی ہے ۔ شمر کے یہ جسارت آمیز کلمات سن کر حبیب بن مظاہر رطب اللسان ہوئے : ''واللہ اني لاراک تعبد اللہ علی سبعین حرفا و أنا أشھد أنک صادق ما تدري ما یقول قد طبع اللہ علی قلبک''خدا کی قسم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی ستر (۷۰) حرفوں اور تمام جوانب میں عبادت کرتا

---

[1] سبط بن جوزی نے ص ۲۵۲ ،طبع نجف میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے کہ تو نہیں سمجھ پا رہا ہے وہ کیا کہہ رہے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے تیرے قلب پر مہر لگا دی ہے ۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی تقریر پھر شروع کی : '' فان کنتم في شک من هٰذا القول أفتشکون أثراً بعد؟أما اني ابن بنت نبیکم فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبّي غیري منکم ولا من غیرکم ،انا ابن بنت نبیکم خا صتہ۔ '''أاخبروني أتطلبوني بقتیل منکم قتلتہ ؟أو مال استھلکتہ أو بقصاص من جراحۃ ؟ فأ خذوا لا یکلّمونہ '' ۔۔فنادی : یا شبث بن رِبعی ویا حجّار بن ابجَر و یا قیس بن الاشعث ویا یزید بن الحارث[1] ألم تکتبوا اِليَّ : أن قد أینعت الثمار و اخضرّ الجناب و طمّت الجام وانما تقدم علی جند لک مجند فا قبل ؟اقالوا لہ : لم نفعل ![2] فقال : سجان اللہ ابلیٰ واللہ لقد فعلتم،ثم قال : ایھاالناس ! اذاکرھتموني فد عونيأنصرف عنکم الیٰ مأمنيمن الارض۔ فقال لہ قیس بن اشعث : أولا تنزل علی حکم بني عمک ! فانھم لن یروک الاما تحب ولن یصل الیک منھم مکروہ !فقال الحسین علیہ السلام :أنت اخوأخیک[محمد بن اشعث]أترید أن یطلبک بنو ھاشم بأکثر من دم مسلم بن عقیل ؟ لا واللہ لا أ عطیھم بیدیا عطاءالذلیل ولا أقرّ ا قرار العبید[3] ! عبادالله '' وَاِنِّي عُذتُ بِربّيِ وَ رَبّکُم اَن تَرجُمُون[4] أعُوذُ بِربّيِ وَرَبّکُم مِن کُلّ مُتکبّرٍ لا یُؤمِن بِیَومِ الحِسَاب ''[5] اور اگر تمہیں رسول کی حدیث میں شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نوسہ ہوں ؟ خدا کی قسم مشرق و مغرب میں میرے سوا کوئی نبی کا نواسہ نہیں ہے،فقط میں ہی ہوں جو تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ ذرا بتاؤ تو سہی میرے قتل پر کیوں آمادہ ہو ؟ کیا اپنے کسی مقتول کا بدلہ لے رہے ہو جو میرے ہاتھوں قتل ہوا ہے یا اپنے کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے میں نے تلف کردیا ہے ؟ یا کسی زخم کا قصاص چاہتے ہو ؟لشکر پر خا موشی چھائی تھی، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر حضرت نے خاص طور پر لوگوں کو آواز دی : اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر ،اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ

---

[1] ان لوگوں کے حالات وہاں گزر چکے ہیں جہاں یہ بیان کیا گیا کہ اہل کوفہ نے امام کو خط لکھا اور یہ اس گروہ کے منافقین میں سے تھے ۔

[2] شیخ مفیدؒ نے ارشاد کے ص ۲۳۵ پرا ور ابن نما نے مثیرالاحزا ن کے ص ۲۶ پر" ولا افرفرار العبید" لکھا ہے ۔مقرم نے اپنے مقتل ص ۲۸۰ پر اسی کو ترجیح دی ہے لیکن ابن اشعث کے جواب میں اقرار زیادہ مناسب ہے، نہ کہ فرار کیونکہ ابن اشعث نے آپ کے سامنے فرار کی پیشکش نہیں کی تھی بلکہ اقرار کی گزارش کررہا تھا۔مقرم نے اپنے قول کی دلیل کے لئے" مصقلہ بن ہبیرہ" کے سلسلے میں امیرالمومنین کا جملہ : وفرّ فرار العبد (وہ غلام کی طرح بھاگ گیا) پیش کیا ہے لیکن مصقلہ کا فعل امام حسین علیہ السلام کے احوال سے متناسب نہیں ہے جیسا کہ یہ واضح ہے۔

[3] دخان ، آیت ۲۰

[4] سورۂ مومن آیت۲۷

[5]

میوے پختہ اور رسیدہ ہیں، کھیتیاں لہلہارہی ہیں ،چشمے پُر آب اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں، آپ چلے آئیے ؟ان سب نے امام علیہ السلام کو جواب دیا : ہم نے تو ایسا کچھ بھی نہیں لکھا تھا ،توامام علیہ السلام نے فرمایا : سجان اللہ !کیوں نہیں خدا کی قسم تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا ؛پھر عام لشکر کی طرف مخاطب ہوکر گویا ہوئے : جب تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تومجھے واپس ایسی جگہ چلے جانے دو جہاں امن وامان کے ساتھ زندگی گذار سکوں ۔ یہ سن کر قیس بن اشعث بولا : آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کے حکم کے آگے سر تسلیم کیوں خم نہیں کردیتے ۔وہ لوگ ہرگز آپ کے ساتھ کچھ بھی نہیں کریں گے مگر یہ کہ وہی جو آپ کوپسند ہوگا اور ان کی جانب سے آپ کو کوئی ناپسند امر نہیں دکھائی دے گا ۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : تو اپنے بھائی (محمد بن اشعث) کا بھائی ہے ؛کیا توچاہتا ہے کہ بنی ہاشم ،مسلم بن عقیل کے علاوہ مزید خون کے تجھ سے طلبگار ہوں ؟ خدا کی قسم ایسا تو نہ ہوگا کہ میں ذلت کے ساتھ خود کو اس کے سپرد کردوں اور غلامانہ زندگی کا اپنے لئے اقرار کرلوں۔ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرے دامن پر کوئی دھبہ رہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اس جابر و سرکش سے جو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ۔ اس کے بعد آپ پلٹ آئے اور اپنے ناقہ کو بٹھادیا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے زانو بند لگادے[1]۔

زہیر بن قین کا خطبہ

اس کے بعد زہیر بن قین اپنے گھوڑے پر جس کی دم پر بہت سارے بال تھے اسلحوں سے لیس سوار ہوکر نکلے اور فرمایا : ''یا أھل الکوفۃ!نذار لکم من عذاب اللہ نذار !ان حقاً علی المسلم نصیحۃ أخیہ المسلم ،و نحن حتی الآن أخوۃ و علی دین واحد و ملۃ واحدۃ مالم یقع بیننا و بینکم السیف، وأنتم للنصحۃ منّا أھل ، فاذا وقع السیف انقطعت العصمۃ وکُنّا أمۃ وانتم اُمّۃ ۔ ان اللہ قد ابتلانا وایاکم بذرّیۃ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ[وآلہ]و سلم لینظر ما نحن وأنتم عاملون ،أنا ندعوکم الی نصرھم و خذلان الطاغیۃ عبیداللہ بن زیاد ،فانکم لاتدرکون منھما الا بسوء عمر سلطانھما

[1] طبری ،ج۵ ،ص ۴۲۳، ۴۲۶،ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن عا صم کا بیان ہے کہ مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت بیان کی ہے ۔

کلہ، لیسملان أعینکم، و یقطعان أیدیکم وأرجلکم ، ویمثّلان بکم ، ویرفعانکم علی جذوع النخل ، ویقتلان أماثلکم وقراءکم : أمثال حجر بن عدي وأصحابہ ،وهاني بن عروه وأشباهه .فسبّوه واثنوا علی عبیداللہ بن زیاد ودعوا لہ وقالوا : واللہ لا نبرح حتی نقتل صاحبک ومن معہ ،أو نبعث بہ وبأصحابہ الی الامیر عبیداللہ سلماً !فقال لھم : عباداللہ،ان ولد فاطمۃ رضوان اللہ علیھا أحق بالودّ والنصر من ابن سمیۃ فان لم تنصروهم فاعیذکم باللہ أن تقتلوهم ،فخلوا بین الرجل و بین ابن عمہ یزید بن معاویۃ ، فلعمری أن یزید لیرضي من طاعتکم بدون قتل الحسین [علیہ السلام] ۔ فرماہ شمر بن ذي الجوشن بسھم وقال : اسکت ، اسکت اللہ نامتک ابرمتنا بکثرۃ کلامک !فقال لہ زھیر : یا بن البوّال علی عقبیہ ما ایاک أخاطب، انما أنت بھیمۃ! واللہ ماأظنک تحکم من کتاب اللہ آیتین ! فابشر با لخزي یوم القیامۃ والعذاب الالیم ! فقال لہ شمر: ان اللہ قاتلک و صاحبک عن ساعۃ !قال : أفبا لموت تخوّفني ! فواللہ للموت معہ أحب الی من الخلد معکم !ثم أقبل علی الناس رافعاً صوتہ فقال : عباد اللہ ! لا یغرنکم من دینکم ھٰذا الجلف الجافي و أشباهه، فواللہ لا تنال شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ [وآلہ] وسلم قوماً ھراقوا دماء ذرّیتہ وأھل بیتہ ، وقتلوا من نصرھم وذبّ عن حریمھم !فناداہ رجل فقال لہ : ان أبا عبداللہ یقول لک : أقبل ، فلعمري لئن کان مومن آل فرعون نصح لقومہ وأبلغ فی الدعاء ،لقد نصحت لھؤلاء وأبلغت ، لو نفع النصح والابلاغ ''اے اہل کوفہ ! میں تم کو خدا کے عذاب سے ہوشیار کر رہا ہوں !کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلما ن بھائی کو نصیحت کرنا ایک اسلامی حق ہے اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہیں چلی ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی اور ایک دین و ملت کے پیرو ہیں، لہذا ہماری جانب سے تم لوگ نصیحت کے اہل اور حقدار ہو ؛ہاں جب تلوار اٹھ جائے گی تو پھر یہ حق و حرمت خود بخود منقطع ہوجائے گا اور ہم ایک امت ہوں گے اور تم دوسری امت و گروہ ہوجاؤ گے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے ہمیں اور تم لوگوں کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے سلسلے میں مورد آزمائش قرار دیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں، لہذا ہم تم کو ان کی مدد و نصرت اور سرکش عبیداللہ بن زیاد کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں؛ کیونکہ تم لوگ ان دونوں باپ بیٹوں سے ان کے دوران حکومت میں برائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں پاؤ گے ۔ یہ دونوں تمہاری آنکھیں پھوڑتے رہیں گے ،تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹتے رہیں گے اور تم کو مثلہ کرکے کھجور

کے درخت پر لٹکاتے رہیں گے اور تمہارے بزرگوں اور قاریان قرآن کو اسی طرح قتل کرتے رہیں گے جس طرح حجر بن عدی[1]، ان کے اصحاب، ہانی بن عروہ[2] اور ان جیسے دوسرے افراد کو قتل کیا ۔اس پر ان لوگوں نے زہیر بن قین کو گالیاں دیں اور عبیداللہ بن زیاد کی تعریف و تمجید کرتے رہے؛ اس کے لئے دعائیں کیں اور بولے : خدا کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تمہارے سالار اور جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں ان کو قتل نہ کرلیں یا امیر عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں تسلیم محض کر کے نہ بھیج دیں ۔اس پر زہیر بن قین نے ان لوگوں سے کہا : بندگان خدا ! فرزند فاطمہ رضوان اللہ علیھا ، ابن سمیہ[3] سے زیادہ مدد و نصرت کے سزاوار ہیں ۔اگر تم ان کی مدد کرنا نہیں چاہتے ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم انھیں قتل نہ کرو ، تم لوگ اس مرد بزرگوار اور ان کے ابن عم یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ؛ قسم ہے میری جان کی کہ یزید قتل حسین (علیہ السلام) کے بغیر بھی تمہاری اطاعت سے راضی رہے گا ۔جب زہیر بن قین کی تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن نے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا اور بولا خاموش ہوجا ! خدا تیری آواز کو خاموش کردے، اپنی زیادہ گوئی سے تو نے ہمارے دل کو برمادیا ہے ۔اس جسارت پر زہیر بن قین نے شمر سے کہا : اے بے حیا اور بد چلن ماں کے بیٹے جو اپنے پیروں کے پیچھے پیشاب

---

[1] آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ . ١٦ھ میں جنگ قادسیہ میں مدد گار کے عنوان سے شریک تھے۔ (طبری ،ج ۴ ،ص٢٧٠) کوفہ سے بصرہ کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کے لئے سب سے پہلے آپ نے مثبت جواب دیا تھا۔ (طبری، ج۴،ص ۴٨۵) اس سے پہلے یہ عثمان کے خلاف لوگوں کو بر انگیختہ کر نے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج۴ ،ص ۴٨٨)آپ کوفہ میں قبیلہ مذحج اور اہل یمن کے اشعری قبیلہ والوں کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج۴، ص ۵٠٠) جنگ صفین میں آپ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلتے تھے۔ (طبری ،ج۴،ص ۵٧۴) آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صفین میں تحکیم حکمین کے صحیفہ کے خلاف گواہی دی تھی ۔(طبری، ج۵ ،ص ۵۴)خوارج سے جنگ کے موقع پر نہروان میں آپ میمنہ کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج۵،ص٨۵) ٣٩ھ میں علی علیہ السلام نے آپ کو چار ہزار لشکر کے ہمراہ کوفہ سے ضحاک بن قیس کے ٣ہزار کے لشکر سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا تو حدود شام میں مقام '' تدمر'' میں آپ اس سے ملحق ہوگئے اور آپ نے اس کے ٢٠آدمیوں کو قتل کردیا یہاں تک رات ہوگئی تو ضحاک بھاگ کھڑا ہوا اور حجر لوٹ آئے۔ (طبری، ج۵، ص ١٣۵) جب عام الجماعۃ میں معاویہ کوفہ آیا تو اس نے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا والی بنادیا اور مغیرہ نے حضرت علی علیہ السلام کو گا لیاں دینے کابد ترین عمل شروع کر دیا؛ اس پر حجر نے مغیرہ کا زبردست مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا گورنر بنادیا تو اس نے بھی وہی رویّہ اپنا یا اور حجر نے بھی اپنی رفتار کو برقرار رکھا تو زیاد بن ابیہ نے انہیں گرفتار کرکے معاویہ کے پاس بھیج دیا اور معاویہ نے آپ کو قتل کردیا۔ (طبری ،ج۵،ص٢٧٠)

[2] مسلم بن عقیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگوکے دوران آپ کے شرح احوال گذر چکی ہے ۔

[3] سمیہ ایک زنا کار کنیزتھی۔ زمان جاہلیت میں اس کا شمار برے کام کی پرچمدار عورتوں میں ہوتا تھا ۔اس سے قریش کے چھ مردوں نے زنا کیاجس کے نتیجہ میں زیاد دنیا میں آیا۔اس کے بعد ان چھ لوگوں میں تنازعہ اور جھگڑا شروع ہو گیا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ جب اس کے اصلی باپ کاپتہ نہ چل سکا تواسے زیاد ابن ابیہ یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا یا زیاد بن عبید یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے باپ سے ملحق کرلیاتو اسے بعض لوگ زیاد بن ابی سفیان کہنے لگے ۔جب معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنایا اور اس نے حجر بن عدی کو گرفتار کیااوران کے خلاف گواہوں کو جمع کرناشروع کیا تو اس فہرست میں شداد بن بزیعہ کے نام پر اس کی نگاہ گئی تو وہ بولا : اس کاکوئی باپ نہیں ہے جس کی طرف نسبت دی جائے ! اسے گواہوں کی فہرست سے نکالو، اس پر کسی نے کہا : یہ حصین کا بھائی ہے جو منذر کالڑکا ہے،تو زیاد بولا: پھر اسے اسی کے باپ کی طرف منسوب کرو ، اس سفارش کے بعد اس کا نام گواہوں کی فہرست میں لکھا گیااور اسے منذر کی طرف منسوب کیا گیا۔جب شداد تک یہ خبر پہنچی تو وہ بولا : وائے ہو اس پسر زنا کارپر ! کیا اس کی ماں اس کے باپ سے زیادہ معروف نہیں ہے؟ خدا کی قسم اسے فقط اسکی ماں سمیہ سے منسوب کیاجاتا ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ٢٧٠)

کرتی رہتی تھی!میں تجھ سے مخا طب نہیں ہوں، تو تو جانور ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب خدا کی دو آیتوں سے بھی واقف ہوگا ؛ قیامت کے دن ذلت و خواری اور درد ناک عذاب کی تجھے بشارت ہو۔ یہ سن کر شمر نے کہا : خدا تجھے اور تیرے سالار کو ابھی موت دیدے یزید بن مفرغ حمیری سجستان کی جنگ میں عبیداللہ کے بھائی عباد بن زیاد کے ہمراہ تھا وہاں ان لوگوں پر جب سختی کی زندگی گزرنے لگی تو ابن مفرغ نے عباد کی ہجو میں اشعار کہے :

اذا أودی معاویہ بن حرب

فبشر شعب قعبک بانصداع

فاشھد ان امک لم تباشر

أبا سفیان و اضعۃ القناع

ولکن کان أمراً فیہ لبس

علی وجل شدید وا رتیاع

جب معاویہ بن حرب مرجائے گا تو تجھے بشارت ہو کہ تیرا پیالہ ٹوٹ جائے گا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ پردہ ہٹا کر تیری ماں نے ابو سفیان سے مباشرت نہیں کی تھی ۔ لیکن یہ امر ایسا تھا کہ جس میں زیادہ خوف اور دہشت سے بات مشتبہ ہوگئی ۔ اس نے پھر کہا۔

أ لا أبلغ معا وےۃ بن حرب

مغلغلۃ من ا لر جل ا لیما نی

أتغضب أن یقال :أبوک عف

وترضٰى أن يقال: أبوك زاني

فاشهد أن رحمك من زياد

كرحم الفيل من ولد الاتان

(طبری، ج۵، ص ۳۱۷) کیا میں معاویہ بن حرب تک یمانی مرد کا قصیدہ مغلغلہ نہ پہنچاؤں کیا تو اس سے غضبناک ہوتا ہے کہ کہا جائے: تیرا باپ پاک دامن تھا؟ اور اس سے راضی ہوتا ہے کہ کہا جائے: تیرا باپ زنا کار تھا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو زیاد کا بچہ اسی طرح ہے جس طرح گدھی کا بچہ ہاتھی ہو۔ خاندان زیاد کی ایک فرد جسے صغدی بن سلم بن حرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مھدی عباسی کے پاس حاضر ہوا جو اس وقت کے مظالم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مہدی عباسی نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں آپ کا چچا زاد رشتہ دار ہوں! مھدی عباسی نے پوچھا: تم ہمارے کس چچا کے خاندان سے ہو؟ تو اس نے خود کو زیاد سے نسبت دی۔ یہ سن کر مہدی نے کہا: اے زناکار سمیہ کے بچہ! تو کب سے ہمارا ابن عم ہوگیا؟ اس کے بعد اسے باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اس کی گردن پکڑ کر اسے باہر نکال دیا گیا۔

اس کے بعد مہدی عباسی حاضرین کی طرف ملتفت ہوا اور کہا: خاندان زیاد کے بارے میں کسی کو کچھ علم ہے؟ تو ان میں سے کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اسی اثناء میں ایک مرد جسے عیسیٰ بن موسیٰ یا موسیٰ بن عیسیٰ کہتے ہیں ابو علی سلیمان سے ملا تو ابو علی سلیمان نے اس سے درخواست کی کہ زیاد اور آل زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسے مکتوب کردو تاکہ میں اسے مھدی عباسی تک لے جاؤں۔ اس نے ساری روداد لکھ دی اور اس نے اس مکتوب کو وہاں بھیج دیا۔ ہارون الرشید اس زمانے میں مھدی کی جانب سے بصرہ کا والی تھا، پس مھدی نے حکم دیا کہ ہارون کو ایک خط لکھا جائے۔ اس خط میں مھدی نے حکم دیا کہ آل زیاد کا نام قریش و عرب کے دیوان سے نکال دیا جائے۔ مہدی کے خط کا متن یہ تھا: قبیلہ ثقیف کے خاندان عبد آل علاج کی ایک فرد عبید کے لڑکے زیاد کو خود

سے ملحق کرنے کی معاویہ بن ابی سفیان کی رائے اور اس کا دعویٰ ایسا تھا جس سے اس کے مرنے کے بعد تمام مسلمانوں نے اوراس کے زمانے میں بھی کافی لوگوں نے انکار کیا کیونکہ وہ لوگ اہل فضل ورضا اور صاحبان علم وتقویٰ تھے اور انہیں زیاد ،زیاد کے باپ اور اس کی ماں کے بارے میں سب کچھ معلوم تھا ۔

معاویہ کے لئے اس کام کا باعث ورع و ہدایت یا ہدایت گر سنت کی اتباع نہیں تھی اور نہ ہی گزشتہ ائمہ حق کی پیروی نے اسے اس بات کی دعوت دی تھی؛ اسے توبس اپنے دین اور اپنی آخرت کو خراب کرنے کا شوق تھا اور وہ کتاب و سنت کی مخالفت پر مصمم ارادہ کرچکا تھا ۔ زیاد کے سلسلہ میں خوش بینی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ زیاد اپنے کام میں جلد باز نہیں ہے، وہ نافذالقول ہے اور باطل پر معاویہ کی مدد اور پشت پناہی میں اس کی امیدوں پر کھرا اترتا ہے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے فرمایاتھا : بچہ جس بستر پرپیدا ہو اسی کا ہے اور زناکارکا حق سنگ سار ہونا ہے اور آپ نے فرمایا: جو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام سے پکارا جائے اور جو اپنے موالی کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب ہو تو اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو؛ خدا وند عالم نہ تو اس کی توبہ قبول کرے گااور نہ ہی اس کا فدیہ قبول ہوگا ۔ قسم ہے میری جان کی کہ زیاد نہ تو ابوسفیان کی گود میں پیدا ہوا نہ ہی اس کے بستر پر ، نہ ہی عبید ابوسفیان کا غلام تھا ، نہ سمیہ اس کی کنیز تھی ، نہ ہی یہ دونوں اس کی ملک میں تھے اور نہ ہی یہ دونوں کسی اور سبب کی بنیاد پر اس کی طرف منتقل ہوئے تھے لہذا معاویہ نے زیاد کو اپنے سے ملحق کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ بھی انجام دیا اور جو اقدامات کئے سب میں اس نے امر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی مخالفت کی ہے اور اپنی ہواو ہوس کی پیروی، حق سے روگردانی اور جانب داری کا ثبوت دیا ہے ۔ خدا وند متعال فرماتا ہے: '' ومن أضل ممن اتبع هواه بغیرهدی من اللہ ان اللہ لایهدی القوم الظالمین '' (قصص ، ۵۰)اور اس نے جناب داود علیہ السلام کو جب حکم، نبوت، مال اور خلافت عطا کیا تو فرمایا : '' یاداؤد انا جعلناک خلیفةً فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ''(ص، ۲٦) اور جب معاویہ نے (جسے اہل حفظ احادیث بخوبی جانتے ہیں) موالی بنی مغیرہ مخزومین سے مکالمہ کیا جب وہ لوگ نصر بن حجاج سلمی کو خود سے ملحق کرنا چاہتے

تھے اور اسے اپنے قبیلے والا کہنا چاہتے تھے تو معاویہ نے اپنے بستر کے نیچے پتھر آمادہ کرکے رکھا تھا جو ان کی طرف رسولؐ خدا کے قول للعاھر الحجر کی بنیاد پر پھینکنے لگا ۔ تو ان لوگوں نے کہا ہم نے تو تجھے زیاد کے سلسلے میں جو تو نے کیا اس میں حق جوازدید یا کیا تو ہمیں ہمارے فعل میں جو ہم اپنے ساتھی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں حق جواز نہیں دے گا ؟ تو معاویہ نے کہا : رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کا فیصلہ تم لوگوں کے لئے معاویہ کے فیصلہ سے بہتر ہے ۔ (طبری ،ج۱ ،ص ۱۳۱) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور امام علیہ السلام کی دعوت کا مثبت جواب دینے سے قبل اگر چہ زہیر بن قین عثمانی تھے؛ لیکن زیاد کو خود سے ملحق کرنے اور حجر بن عدی کو قتل کرنے پر وہ معاویہ سے ناراض تھے لہٰذا ان کا نفس آمادہ تھا کہ وہ عثمانی مذہب سے نکل جائیں نیز اس کی بھی آمادگی تھی کہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید اور اس کے گرگوں کے خلاف اظہار ناراضگی کریں اور امام علیہ السلام کی دعوت قبول کریں اور وہ راستہ ترک کر دیں جس پر ابھی تک چل رہے تھے ۔

زہیر بن قین نے کہا کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے ۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ موت میرے لئے تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے بہتر ہے،پھر اپنا رخ لشکر کی طرف کر کے بلند آواز میں کہا :بندگان خدا ! یہ اجڈ ،اکھڑ، خشک مغز اور اس جیسے افراد تم کو تمہارے دین سے دھوکہ میں نہ رکھیں ۔ خدا کی قسم وہ قوم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نہیں حاصل کرپائے گی جس نے ان کی ذریت اور اہل بیت کا خون بہایا ہے اور انھیں قتل کیا ہے جو ان کی مدد و نصرت اور ان کے حریم کی پاسبانی کررہے تھے ۔یہ وہ موقع تھا جب حسینی سپاہ کے ایک شخص نے زہیر کو آواز دے کر کہا :ابو عبداللہ فرمارہے ہیں کہ آجاؤ خدا کی قسم!اگر مومن آل فرعون[۱] نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور اپنی آخری کوشش ان کو بلانے میں صرف کر دی تھی تو تم نے بھی اس قوم کو نصیحت کر دی اور پیغام پہنچا دیا ہے ۔ اگر نصیحت و تبلیغ ان کے لئے نفع بخش ہوتی تو یہ نصیحت ان کے لئے کافی ہے[۲] ۔

---

[۱] امام علیہ السلام نے مومن آل فرعون کی تشبیہ اس لئے دی کہ آپ پہلے عثمانی تھے گویا قوم بنی امیہ سے متعلق تھے۔

[۲] ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی نے اپنی ہی قوم کے ایک فرد سے یہ روایت نقل کی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا ،جسے کثیر بن عبداللہ شعبی کہتے ہیں؛ اس کا بیان ہے : جب ہم حسین کی طرف ہجوم

حر ریاحی کی بازگشت

جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام پر ہجوم آو رہو رہا تھا تو حر بن یزید نے عمر بن سعد سے کہا : اللہ تمہارا بھلا کرے !کیاتم اس مرد سے ضرور جنگ کرو گے ؟عمر بن سعدنے جواب دیا : ''أی واللہ قتالاً أیسرہ أن تسقط الروؤس تطیح الایدی!''ہاں !خدا کی قسم ایسی جنگ ہوگی جس کاآسان ترین مرحلہ یہ ہوگا کہ (درختوں کےپتوں کی طرح) سر تن سے جدا ہوں گے اورہاتھ کٹ کٹ کر گریں گے ۔

حرنے سوال کیا : ''أفالکم فی واحدۃ من الخصال التی عرض علیکم رضا !''کیاان مشورں میں سے کوئی ایک بھی تمہارے لئے قابل قبول نہیں ہے ۔عمرابن سعد نے جواب دیا : '' أماواللہ لوکان الامر الیّلفعلت ولکن أمیرک قدأبیٰ ذالک'' خداکی قسم اگر یہ کام میرے ہاتھ میں ہوتا تومیں اسے ضرورقبول کرتا لیکن میں کیاکروں کہ تمہار اامیر اس سے انکا ر کرتاہے ۔یہ سن کر حر نے کنارہ کشی اختیار کرلی او رایک جگہ پر جاکر کھڑاہوگیااس کے ہمراہ اموی فوج کا ایک سپاہی قرہ بن قیس بھی تھا ۔

حر نے قرہ سے کہا : ''یاقرہ !ھل سقیت فرسک الیوم ؟''اے قرہ !کیاتو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا؟قرہ نے جواب دیا : نہیں !حر نے کہا : پھر تو ضرور پلانے کا ارادہ رکھتاہوگا ؟ قرہ کا بیان ہے : خدا کی قسم میں یہ سمجھا کہ وہ وہاں سے دور ہونا چاہتا ہے اور جنگ میں شریک ہونانہیں چاہتا اور اسے بھی ناپسند کرتا ہے کہ جب وہ یہ کام انجام دے تو میں وہاں موجود رہوں کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں میں اس کی خبر وہاں نہ پہنچادوں ۔بہر حال میں نے اس سے کہا : میں نے تو ابھی اسے پانی نہیں پلایا ہے ؛اب اسے لے جارہاہوں تاکہ پانی پلادوں؛ یہ کہہ کر میں نے اس جگہ کوچھوڑ دیا جہاں وہ موجود تھا ۔ خدا کی قسم!اگرمجھے اس کے ارادہ کی اطلاع ہوتی تو میں اس کے ہمراہ حسین(علیہ السلام) کے ہم رکاب ہوجاتا ۔ادھر حر نے آہستہ آہستہ امام حسین علیہ السلام کی طرف نزدیک

آور ہوئے تو زہیر بن قین ہماری طرف آئے اور خطبہ دیا۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۴۲۶) یعقوبی نے بھی اس خطبہ کو ج۲،ص ۲۳۰ ،طبع نجف پر ذکر کیا ہے ۔

[1] امام حسین ؑ کے کربلامیں واردہونے کے بیان میں اس شخص کے حالات گزرچکے ہیں اوریہ کہ حبیب بن مظاہر نے اسے امام علیہ السلام کی نصرت و مدد کی دعوت دی تھی تو اس نے سونچنے کا وعدہ دیاتھالیکن واپس نہیں پلٹا۔ ظاہر ہے کہ ناقل خبر یہی ہے اور اپنے سلسلہ میں خود ہی مدعی ہے ۔

ہونا شروع کیا ۔ حر کی یہ کیفیت دیکھ کر اموی لشکر کے ایک فوجی مہاجر بن اوس[1] نے آپ سے کہا : اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے ؟کیا توکسی پر حملہ کرنا چاہتا ہے ؟تو حر خاموش رہا اور وہ اس طرح لرزہ بر اندام تھا جیسے بجلی کڑکتی ہو ۔ مہاجر بن اوس نے پھر کہا : اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے ؟ خدا کی قسم تمہارا کام شک میں ڈالنے والا ہے ۔ خدا کی قسم جنگ کے وقت میں نے کبھی بھی تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی جیسی ابھی دیکھ رہا ہوں، اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ اہل کوفہ میں سب سے شجاع اور دلیر کون ہے تو میں تیرا نام لیتا لیکن اس وقت میں جو تیری حالت دیکھ رہا ہوں وہ کیا ہے ؟

حر نے کہا : ''انیواللہ أخیر نفسي بین الجنۃ والنار ، واللہ لا اختار علی الجنۃ شیئاً ولو قطعت وحرقت ! ''خدا کی قسم میں خود کو جنت و جہنم کے درمیان مختار دیکھ رہا ہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی دوسری چیز کو اختیار نہیں کروں گا چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے ۔ پھر حر نے اپنے گھوڑے پر ایک ضرب لگائی اور خود کو حسینی لشکر تک پہنچا دیا اور امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا : ''جعلنی اللہ فداک یا بن رسول اللہ !أنا صاحبک الذی حبستک عن الرجوع وسایرتک فی الطریق ، و جعجعت بک فی ھذا المکان ، واللہ الذي لاالہ الا ھو ما ظننت أن القوم یردون علیک ما عرضت علیھم أبداً ولا یبلغون منک ھذہ المنزلۃ فقلت في نفسي : لا أبا لي أن أطیع القوم فی بعض أمرھم ، ولا یرون اني خرجت من طاعتھم ، وأما ھم فیقبلون من حسین علیہ السلام ھذہ الخصال التی یعرض علیھم ، واللہ لو ظننت أنھم لا یقبلونھا منک ما رکبتھا منک ، واني قد جئتک تائباً مما کان مني الی ربيّ ومواسیاً لک بنفسي حتی أموت بین یدیک ، أفتَریٰ ذلک لي توبۃ ؟'' !اے فرزند رسول خدا ! میری جان آپ پر نثار ہو ! میں ہی وہ ہوں جس نے آپ کو پلٹنے سے روکا اور آپ کے ہمراہ راستے میں یہاں تک چل کر آیا ، میں ہی وہ ہوں جو آپ کو اس خشک اور جلتے ہوئے صحرا میں لے کر آیا ۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں گمان بھی نہیں کر رہا تھا کہ یہ لوگ آپ کے منطقی مشورہ اور صلح آمیز گفتگو کو قبول نہیں کریں گے، میرے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس منزل تک پہنچا دیں گے میں اپنے آپ میں کہہ رہا تھا چلو کوئی بات نہیں

[1] شعبی کے ہمراہ یہ زہیر بن قین کا قاتل ہے۔(طبری ،ج٥، ص ٤٤١)

ہے کہ اس قوم کی اس کے بعض امر میں اطاعت کر لیتا ہوں تاکہ وہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں نکل آیا ہوں۔ میں ہمیشہ اسی فکر میں تھا کہ آپ جو مشورہ دیں گے اسے یہ لوگ ضرور قبول کرلیں گے۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ سے کچھ بھی قبول نہیں کریں گے تو میں کبھی بھی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اے فرزند پیغمبر! اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ہر اس چیز سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جو میں نے انجام دیا ہے اور اپنے تمام وجود کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا ؛یہاں تک کہ مجھے آپ کے سامنے موت آجائے۔ کیا آپ کی نگاہ میں میری توبہ قابل قبول ہے ؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''نعم ،یتوب اللّٰہ علیک و یغفر لک،ما اسمک؟'' ہاں تمہاری توبہ قبول ہے، اللّٰہ بھی تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہیں بخش دے !تمہارا نام کیا ہے ؟ حرنے جواب دیا : میں حر بن یزید ہوں[1]۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''أنت الحر کما سمتک أمک أنت الحر ان شاء اللّٰہ فی الدنیا والآخرة انزل '' تو حر ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھاہے،ان شاء اللّٰہ تو دنیا و آخرت دونوں میں حر اور آزاد ہے، نیچے اتر آ ۔ حرنے عرض کیا : ''أنالک فارساً خیر منی لک راجلاً ،أقاتلھم علی فرسي ساعة والی النزول ما یصیر آخر أمري ''میںآپ کی بارگاہ میں سوار رہوں یہ میرے لئے نیچے آنے سے بہتر ہے تاکہ کچھ دیر اپنے گھوڑے پر ان سے جنگ کرسکوں اور جب میں نیچے اتروں تو یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہوں ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : '' فاصنع ما بدا لک'' ، تم جس فکر میں ہو اسے انجام دو ۔ اس گفتگو کے بعد حر اپنے لشکر کے سامنے آئے اور اس سے مخاطب ہوکر کہا

حر بن یزید ریاحی کا خطبہ

''ایھا القوم !ألا تقبلون من حسین علیہ السلام خصلة من ھذہ الخصال التی عرض علیکم فیعافیکم اللّٰہ من حربہ و قتالہ ؟ قالوا : ھذا الامیر عمر بن سعد فکلّمہ ۔ فکلّمہ بمثل ما کلّمہ بہ قبل، و بمثل ما کلّم بہ أصحابہ ۔ قال عمر[بن سعد]قد حرصتُ، لو وجدت الی ذالک سبیلاً فعلتُ ۔ فقال ؛

---

[1] ایک احتمال تو یہ ہے کہ چونکہ حر اسلحہ سے لیس تھا اور شرم سے اپنا سر جھکائے تھا لہٰذا امام علیہ السلام نے اسے نہیں پہچانا اور سوال کیا ورنہ آپ حر کو پہلے سے پہچانتے تھے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ حر کے نام سے صفت کا استفادہ کرنا چاہتے تھے لہٰذا نام پوچھا ورنہ جو اوصاف اس نے بتائے تھے اس سے تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ آنے والا حر ہی تھا۔ (مترجم)

يا اهل الكوفة! لأمكم الهبل والعبر اذا دعوتموه حتی اذا أتاكم أسلمتموه! وزعمتم أنكم قاتلوا أنفسكم دونه، ثم عدوتم عليه لتقتلوه! أمسكتم بنفسه وأخذتم بكظمه، وأحطتم به من كل جانب، فمنعتموه التوجه فی بلاد الله العريضة حتی يأمن ويأمن أهل بيته، وأصبح فی أيديكم كالاسير، لا يملك لنفسه نفعاً ولا يدفع ضراً، وحلاتموه ونساءه وصبيته وأصحابه عن ماء الفرات الجاري، الذي يشربه اليهودي والمجوسي والنصراني، وتمرغ فيه خنازير السواد وكلابه، هاهم أولاء قد صرعهم العطش، بئسما خلفتم محمداً فی ذريته! لاسقاكم الله يوم الظماء ان لم تتوبوا وتنزعوا عما أنتم عليه من يومكم هذا فی ساعتكم هذه ''اے قوم! حسین کی بتائی ہوئی راہوں میں سے کسی ایک راہ کو کیوں نہیں قبول کر لیتے تاکہ خدا تمہیں ان سے جنگ اور ان کے قتل سے معاف فرمادے۔

لشکر نے کہا: یہ امیر عمر بن سعد ہیں انھیں سے بات کرو۔ تو حر نے عمر بن سعد سے بھی وہی بات کی جو اس سے پہلے کی تھی اور جو باتیں ابھی لشکر سے کی تھیں۔ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں اس کا بڑا حریص تھا کہ اگر میں کوئی بھی راستہ پاتا تو ضرور یہ کام انجام دیتا۔ یہ سن کر حر نے لشکر کو مخاطب کر کے کہا: اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں؛ کیونکہ تم ہی لوگوں نے ان کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور جب وہ چلے آئے تو تم لوگ انھیں اس ظالم کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔

پہلے تم اس کے مدعی تھے کہ ان پر اپنی جان نثار کردو گے پھر اپنی بات سے پلٹ کر انھیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے یہاں ان کو روک رکھا اور ان کی بزرگواری اور کظم غیظ کے مقابلہ میں ان پر پہرہ ڈال دیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اللہ کی اس وسیع و عریض زمین میں ان کو کہیں جانے بھی نہیں دیتے کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن و امان کی زندگی گزار سکیں۔ یہ تمہارے ہاتھوں میں اسیروں کی طرح ہوگئے ہیں جو نہ تو خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی خود سے ضرر و نقصان کو دور کر سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے ان پر، ان کی عورتوں پر، ان کے بچے اوران کے اصحاب پر اس فرات کے بہتے پانی کو روک دیا ہے جس سے یہود و مجوسی اور نصرانی سیراب ہورہے ہیں، جس میں کالے سور اور کتے لوٹ رہے ہیں؛ لیکن یہی پانی ہے جو ان پر بند ہے اور پیاس سے یہ لوگ جاں بلب ہیں۔ حقیقت میں تم لوگوں نے محمدؐ کے بعدان کی ذریت کے ساتھ بڑا برا سلوک کیا ہے۔ خدا قیامت

کے دن ،جس دن شدت کی پیاس ہوگی تم لوگوں کو سیراب نہ کرے ۔اگر تم اپنے افعال سے آج اسی وقت توبہ نہ کرلو[1]۔جب حر کی تقریر یہاں تک پہنچی تو پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے آپ پر حملہ کردیا اور تیر بارانی شروع کردی[2]لیکن حر پلٹ کر امام حسین علیہ السلام کے پاس آکر کھڑے ہوگئے ۔ حر کی اس دلسوز تقریر کا بعض دلوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ حسین بن علی علیہما السلام کی طرف چلے آئے ان میں سے ایک یزید بن یزید مھاصر ہیں جو عمر بن سعد کے ہمراہ حسینؑ سے جنگ کے لئے آئے تھے ۔ جب امام حسین علیہ السلام کی تمام شرطوں کو رد کردیا گیا اور جنگ کا بازار گرم ہوگیا تو آپ حسینی لشکر کی طرف چلے آئے[3]آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حر کی تقریر سے راہ حسین کے سالک ہوئے ہیں ۔

---

[1] الارشاد ، ص ٢٣٥، ا لتذکرہ ،ص ٢٥٢

[2] ابو جناب کلبی اور عدی بن حرملہ سے یہ روایت منقول ہے۔(طبری ، ج۵ ،ص ۴٢٧، ارشاد، ص ٢٣٥)

[3] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد وہی ابو شعشاء کندی ہے جو قبیلہ بہدلہ سے متعلق تھا۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۴۵)

آغاز جنگ

پہلا تیر

جب بات یہاں تک پہنچی تو عمر بن سعد حسینی سپاہ کی طرف حملہ آور ہوا اور آواز دی : اے زوید ا[1] پرچم کو اور نزدیک لاؤ تو وہ پرچم کو بالکل قریب لے کر آیا اس وقت عمر بن سعد نے چلہ کمان میں تیر کو جوڑا اور حسینی لشکر کی طرف پھینکتے ہوئے بولا : '' أشھدوا أني أؤل من رمی[2] ''تم سب گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر جس نے پھینکا ہے وہ میں ہوں۔ جب نزدیک ہوکر پہلا تیر عمر سعد نے پھینکا تو سارے اموی لشکر نے تیروں کی بارش کردی۔ اس کے بعد زیاد بن ابو سفیان کا غلام یسار اور عبید اللہ بن زیاد کا غلام سالم دونوں میدان جنگ میں آئے اور مبارز طلبی کرتے ہوئے بولے : کوئی ہم رزم ہے جو تم میں سے ہمارے سامنے آئے ؟ یہ سن کر حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر اٹھے تاکہ اس کا جواب دیں لیکن دونوں سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : '' اجلسا '' تم دونوں بیٹھ جاؤ !اس کے بعد عبداللہ بن عمیر کلبی[3] اٹھے اور عرض کیا : اے ابو عبداللہ !خدا آپ پر رحمت نازل کرے !کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ان دونوں کے مقابلہ پر جاؤں ؟ تو امام حسین ؑ نے اس جوان کی طرف دیکھا ،وہ ایک طویل القامت ، قوی کلائیوں اور مضبوط بازؤں والا جوان تھا۔ آپ نے فرمایا : '' اني لا حبہ للأ قران قتالا !اخرج ان شئت ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں کے مقابلہ میں برابر کا جنگجو ثابت ہوگا،اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ!یہ سن کر وہ جوان ان دونوں کے سامنے آیا تو ان دونوں نے کہا : تو کون ہے ؟تو اس جوان مرد نے اپنا حسب و نسب بتادیا ۔ اس پر وہ دونوں غلام بولے : ہم تم کو نہیں پہچانتے ہیں۔ ہمارے مقابلے میں تو زہیر بن قین

---

[1] شیخ مفید نے ارشاد میں " درید '' لکھاہے، ص۲۳۳و ۲۳۶ ،طبع نجف

[2] صقعب بن زہیر اور سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ۴۲۹ ، ارشاد ، ص ۲۳۶)

[3] آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ قبیلہ ہمدان کے چاہ جعد (جعد کا کنواں) میں ان کا گھر تھا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ عبیداللہ کی طرف سے فوج نخیلہ میں جمع ہے اور حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہورہی ہے۔آپ نے ان لوگوں سے سوال کیا توجواب دیا گیا کہ یہ لوگ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ کے فرزند حسین سے جنگ کے لئے جارہے ہیں ۔اس پر عبداللہ بن عمیر کلبی نے کہا میں تو اہل شرک سے جہاد پر حریص تھا لیکن اب میں یہ امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے نبی کے نواسے سے جنگ کررہے ہیں خدا کے نزدیک مشرکین سے جہاد کرنے سے کم نہ ہوگا۔ آپ کی زوجہ ام وھب بھی آپ کے ہمراہ تھیں ۔ آپ ان کے پاس گئے اورساری روداد سنادی اور اپنے ارادہ سے بھی انھیںآگاہ کردیا ۔سب کچھ سن کر اس نیک سرشت خاتون نے کہا: تمہاری فکر صحیح ہے، خدا تمہاری فکر کو سالم رکھے اور تمہارے امور کو رشد عطا کرے؛ یہ کام ضرور انجام دو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ عبدا للہ راتوں رات اپنی بیوی کے ہمراہ نکل گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوگئے ۔

یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہیے ۔زیاد کا غلام یسار ، عبیداللہ بن زیاد کے غلام سالم کے آگے آمادہ جنگ تھا ۔ کلبی نے یسار کو مخاطب کر کے کہا : اے زنا کار عورت کے بچے ، تیری خواہش ہے کہ کوئی اور تیرے مقابلہ پر آئے ۔ تیرے مقابلہ پر کوئی نہیں آئے گا مگر جو بھی آئے گا وہ تجھ سے بہتر ہو گا ۔ اس کے بعد اس پر سخت حملہ کیا اور تلوار کا ایک وار کر کے اسے زمین پر گرا دیا ۔ابھی آپ اپنی تلوار سے اس پر حملہ میں مشغول تھے کہ عبیداللہ کا غلام سالم آپ پر ٹوٹ پڑا ۔ ادھر سے اصحاب امام حسین علیہ السلام نے آواز دی : وہ غلام تم پر حملہ کر رہا ہے لیکن عبداللہ نے اس کے حملہ کو اہمیت نہ دی یہاں تک کہ اس نے آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا ؛ کلبی نے اپنے بائیں ہاتھ کو سپر بنایا جس سے آپ کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن کلبی زخم کی پرواہ کئے بغیر اس کی طرف مڑے اور اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اسے قتل کر دیا ۔ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد کلبی رجز خوانی کرتے ہوئے مبارزہ طلبی کر رہے تھے ۔

ان تنکرونی فأنا بن کلب

حسبی بیتی فی علیم حسبی

انی امرؤ ذو مرۃ و عصب

و لست بالخوّار عند النکب

انی زعیم لک أم وھب

بالطعن فیھم مقدماً والضرب

اگر تم مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ قبیلہ کلب کا فرزند ہوں، میرا آگاہ اور بینا خاندان میرے لئے کافی ہے، میں بڑا طاقتور اور سخت جاں مرد ہوں، میدان کارزار میں ناگوار واقعات مجھے متزلزل نہیں کر سکتے، اے ام وھب میں تمہیں وعدہ دیتا ہوں کہ میں ان پر بڑھ بڑھ کر حملہ کروں گااور ان کوماروں گا وہ بھی ایسی ضرب لگاؤں گا جو ایک یکتا پرست اور موحد کی ضرب میں اثر ہوتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کی زوجہ ام وھب نے عمود خیمہ اٹھایا اور اپنے شوہر کا رخ کرکے آگے بڑھی اور یہ کہے جارہی تھی'' فداک أبي وأمي'' میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تم محمدؐ کی پاک و پاکیزہ ذریت کی طرف سے دفاع میں خوب جنگ کرو ،اس کے بعد عبد اللہ اپنی زوجہ کو مخدرات کی طرف پلٹا نے لگے ،تو اس نے عبداللہ کے کپڑے پکڑ لئے اور کھینچتے ہوئے بولی : میں جب تک کہ تمہارے ساتھ مرنہ جاؤں تمہیں نہیں چھوڑوں گی یہ صورت حال دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اسے پکارا اور فرمایا : ''جزیتم من أهل بیت خیراً، ارجعي رحمک اللہ الی النساء فاجلسي معهن فانہ لیس علی النساء قتال '' خدا تم لوگوں کو جزائے خیر دے ،اللہ تم پر رحمتوں کی بارش کرے، خواتین کی طرف پلٹ آؤ اور انھیں کے ہمراہ بیٹھو کیونکہ خواتین پر جہاد نہیں ہے ۔

الحملۃالاولی (پہلا حملہ)

اس کے بعد اموی لشکر کے میمنہ کے سردار عمروبن حجاج نے لشکر حسینی کے داہنے محاذپر حملہ شروع کر دیا ۔جب یہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے سپاہیوں کے نزدیک آیا تو وہ سب کے سب اپنے زانو پر بیٹھ کر دفاع میں مشغول ہوگئےاور نیزوں کو ان کی طرف سیدھا کر کے انھیں نشانہ پر لے لیا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لشکر نیزوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور واپس لوٹنے لگا ۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حسینی سپاہ نے ان پر تیر چلانا شروع کیا، جس کے نتیجے میں ان میں سے بعض ہلاک ہوئے تو بعض دیگر زخمی[1]۔

[1] ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو جناب نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے(طبری، ج۵ ، ص۴۲۹ ،الارشاد ، ص ۲۳۶ ،نجف)

کرامت وہدایت

اسی اثناء میں قبیلہء بنی تمیم کا ایک شخص جسے عبد اللہ بن حوزہ کہا جاتا ہے سامنے آیا اور امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل کھڑا ہو کر بولا : اے حسین !اے حسین !تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''ماتشاء ؟'' تو کیا چاہتا ہے ؟ عبد اللہ بن حوزہ نے کہا : ''أبشر بالنار''، تمہیں جہنم کی بشارت ہو،امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''کلاّ ،اني أقدم علی رب رحیم وشفیع مطاع، من ھٰذا ؟'' نہیں ایسا نہیں ہے، میں اپنے مہربان ورحیم رب کی طرف گامزن ہوں، وہی شفیع اور قابل اطاعت ہے پھر امامؑ نے سوال کیا :یہ کون ہے ؟ آپ کے اصحاب نے جواب دیا : یہ ابن حوزہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''رب حزہ الی النار !''خدا یا!اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے ۔امام علیہ السلام کی بد دعا کا اثر یہ ہوا کہ ناگاہ اس کا گھوڑا ایک گڑھے کے پاس بدکا اور وہ گڑھے میں جا گرا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنسا رہ گیا اور اس کا سر زمین پر آگیا ۔اسی حالت میں گھوڑے نے دوڑنا شروع کیا اور وہ جدھر سے گزرتا تھا زمین کے ہر پتھر اور درخت سے اس کا سر ٹکراتا تھا ۔یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا[1]۔

اس سلسلے میں مسروق بن وائل کا بیان ہے : میں اس لشکر کے آگے آگے تھا جو حملہ کے لئے حسینؑ کی طرف آگے بڑھا تھا ۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں لشکر کے بالکل آگے رہوں گا تا کہ جب حسینؑ قتل کر دےئے جائیں تو ان کا سر میرے ہاتھ لگے اور وہ سر میں عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں لے جا کر کسی خاص مقام و منزلت پر فائز ہو جاؤں۔ جب ہم لوگ حسینؑ تک پہنچے تو ہماری فوج کا ایک شخص جسے ابن حوزہ کہتے ہیں وہ سامنے آیا اور بولا : کیا حسینؑ تمہارے درمیان موجود ہیں ؟تو حسین (علیہ السلام) خاموش رہے ۔ اس نے اپنی بات کو دھرایا یہاں تک جب تیسری بار اس نے تکرار کی تو حسین (علیہ السلام) نے فرمایا : ''قولوا لہ : نعم ھٰذا الحسین فما حاجتک ''اس سے کہو : ہاں یہ حسینؑ ہیں، تم کیا چاہتے ہو؟ ابن حوزہ نے کہا : اے حسینؑ!تم کو جہنم کی بشارت ہو!امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : ''کذبت،بل أقدم علی رب غفور وشفیع مطاع، فمن أنت ؟'' تو جھوٹ بولتا ہے، میں تو اپنے

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر حسین نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری ،ج۵ ،ص ۴۳۰)

پالنے والے اور بخشنے والے، شفیع اور قابل اطاعت مالک کی طرف گامزن ہوں، تو کون ہے ؟ اس نے کہا : میں ابن حوزہ ہوں ۔یہ سن کر حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کئے کہ کپڑے کے اوپر سے ہم نے بغل کی سفیدی دیکھ لی پھر کہا : اللّٰھم حزہ الیٰ النار !خدایا!اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے یہ سن کر وہ غصہ میں آگیا اور وہ نہر جو اس کے اور حسینؑ کے درمیان تھی اسے پار کرکے ان پر حملہ کرنا چاہا تو گھوڑے کے چھلانگ لگاتے ہی وہ نیچے گر پڑا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑے نے تیز دوڑنا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نیچے گر گیا اور اس کے قدم ،پنڈلی تک کٹ کر گر گئے اور پیر کا بقیہ حصہ اسی رکاب میں پھنسا رہ گیا ۔عبد الجبار بن وائل حضرمی کا بیان ہے : یہ صورت حال دیکھ کر مسروق لوٹ گیا اور لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا. تو میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو وہ بولا : ''لقد رأیتُ من أہل ھٰذا البیت شےئاً لا أقا تلھم أبداً[1] ''میں نے اس گھرانے سے ایسی چیز دیکھی ہے جس کے بعد میں ان سے کبھی بھی جنگ نہیں کر سکتا ۔

بریر کا مباہلہ اور ان کی شہادت

یزید بن معقل، عمر بن سعد کے لشکر سے نکلا اور بولا : اے بریر بن حضیر[2] !تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ تو بریر نے جواب دیا :خدا نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ؛ ہاں تیرا نصیب بہت برا ہے۔یزید بن معقل:تو جھوٹ بول رہاہے حالانکہ اس کے پہلے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا ۔ کیا تجھے وہ موقع یاد ہے جب میں قبیلہ لوذان کے علاقے میں تیرے ساتھ چل رہاتھااور تو کہہ رہا تھا کہ عثمان بن عفان نے اپنی جان کو گنوادیا اور معاویہ بن ابو سفیان گمراہ اور دوسروں کوگمراہ کرنے والا ہے۔ امام ہدایت و حق تو فقط علی بن ابیطالب ہیں ؟

---

[1] عطا بن سامت نے عبد الجبار بن وائل حضر می سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۲۱)

[2] آپ کے شرح احوال شب نو محرم کے واقعات میں گزرچکے ہیں ۔

بریر نے جواب دیا : ہاں میں گواہی دیتا ہوں، میری رائے اور میرا قول یہی ہے ۔ یزید بن معقل نے کہا : میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا شمار گمراہوں میں ہے ۔ بریر بن حضیر نے اس کے جواب میں فرمایا : کیا تم اس پر تیار ہوکہ پہلے میں تم سے مباہلہ[1] کروں اور ہم اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹے پر اس کی لعنت ہو اور باطل پرست کو موت کے گھاٹ اتار دے ؛ اس کے بعد میں میدا ن کارزار میں آکر تم سے نبرد آزمائی کروں ۔ یزیدبن معقل ا س پر راضی ہوگیا دونوں نے میدان میں آکر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ خدایا !کاذب پر لعنت کر اور صاحب حق کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرادے ۔ اس بد دعا کے بعد دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے ۔ تلواروں کا آپس میں ٹکراؤ ہوااور یزید بن معقل نے بریر بن حضیر پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی جس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن ادھر بریر بن حضیر نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے ''خود ''کو کاٹتی ہوئی تلوار اس کے سر تک پہنچی اور اسے کاٹتی ہوئی اس کے مغز اور دماغ تک پہنچ گئی وہ زمین پر اس طرح گرا جیسے کوئی چیز بلندی سے گر رہی ہو ؛ ادھر فرزند حضیر کی تلوار اس کے سر میں جاکر رک گئی تھی، گویا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ تلوار کو اپنے سر سے باہر نکالنے کے لئے حرکت دے رہا تھا ۔ اسی دوران عمر بن سعد کے لشکر کے ایک سپاہی رضی بن منقذ عبدی نے جناب بریر پر حملہ کردیا ۔ دونوں میں گتھم گتھا ہوگئی اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے ۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی ۔

آخر کار بریر اسے گراکر اس کے سینے پر بیٹھ گئے تو رضی چلایا کہاں ہیں اہل رزم اور کہاں ہیں دفاع کرنے والے؟ ! یہ سن کر کعب بن جابر ازدی نے نیزہ سے بریر پر حملہ کردیا اور وہ نیزہ آپ کی پیٹھ میں داخل ہوگیا جب بریر نے نیزہ کی نوک کو محسوس کیا تو رضی بن منقذ عبدی کے چہرے کو دانتوں سے دبالیا اور اس کی ناک کا ایک حصہ کاٹ ڈالا ؛ لیکن کعب بن جابر نے مسلسل نیزہ کا وار کرکے '' عبدی ''کو بریر کے چنگل سے نکال دیا اور نیزہ کی انی کو بریر کی پشت میں پیوست کردیا پھر اس کے بعد بریر پر تلوار سے حملہ کرکے

---

[1] مباہلہ یعنی ملاعنہ جسمیں دونوں افراد دعا کریں کہ خدا باطل اور ظالم پر لعنت کرے ۔

انھیں شہید کردیا ۔ (ان پر خدا کی رحمت ہو[1]) و کعب بن جابر نے کہا[2] : سلی تخبري عنی و أنت ذمیمة غداة حسین والرماح شوارع الم آت أقصیٰ ما کرهت ولم یُخل عليّ غداة الروع ما أنا صانع معي یزنی لم تخنه کعوبه وأبیض مخشوب الغرارین قاطع فجردته فی عصبة لیس دینهم بدیني واني بابن حرب لقانع ولم ترعیني مثلهم فی زمانهم ولا قبلهم في الناس اذ أنا یافع أشدّ قراعاً بالسیوف لدی الوغی ألا کل من یحمی الذمار مقارع وقد صبروا للطعن والضرب حُسّراوقد نازلوا لوأن ذالک نافع فابلغ (عبید اللہ) أما لقیته بأنی مطیع للخلیفة سامع قتلت بریراً ثم حملت نعمة أبا منقذ لما دعی : من یاصع تو مورد مذمت قرار پاچکی ہے تو مجھ سے حسین کی سپیدہ سحری اور نیزوں کے سیدھے ہونے کے سلسلے میں سوال کر اور مجھ سے خبر لے ۔ کیا میں اس چیز کی انتہا تجھے نہ بتاؤں جو تجھے ناپسند ہے اور جس میدان کارزار کی صبح نے مجھ پر اس امر پر کوئی خلل وارد نہیں کیا جسے میں نے انجام دیا ۔ میرے پاس سیف بن ذی یزن یمنی کا نیزہ تھا جو کبھی ٹیڑھا نہیں ہوا اور جس کی سفید لکڑی کا غلاف دونوں طرف سے براں تھا ۔

میں نے اسے اس گروہ کے سامنے برہنہ کیا جن کا دین میرا دین نہ تھا اور میں ابو سفیان کے خاندان سے قانع ہوں۔ میری آنکھوں نے اپنے زمانے میں ان کے مانند نہیں دیکھااور اس سے قبل کسی نے نہیں دیکھا ؛ کیونکہ میں جوان ہوں۔ جنگ کے وقت ان کی تلوار میں بڑی کاٹ تھی،آگاہ ہوجاؤکہ جو بھی ذمہ داری سے حمایت کرتا ہے وہ سخت کوش ہوتا ہے ۔ واقعا ان لوگوں نے نیزوں اور تلواروں کے زخم پر بڑا صبر کیا اور وہ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اگریہ ان کے لئے مفید ہوتا ۔اگر عبیداللہ سے ملاقات کرے تو اس کو یہ خبر پہنچادے کہ میں خلیفہ کا مطیع اور ان کی باتوں کا سننے والا ہوں ۔ میں نے بریر کو قتل کیااور ابو منقذ کو اپنا احسان مند بنا لیا، جب اس نے پکارا کہ میرا مدد گا کون ہے ؟!ابو مخنف کا بیان ہے : رضی بن منقذ عبدی نے اس کے جواب میں یہ کہا : عمر وبن قرظہ انصاری کی شہادت جناب بریر کی شہادت کے بعد عمر و بن قرظہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے نکلے

---

[1] ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن یزیدنے عفیف بن زہیر بن ابو اخنس کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے اور وہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا ۔(طبری، ج۵، ص ۴۳۱) باقیماندہ خبر حاشیہ شمارہ ۲ میں ملاحظہ ہو ۔

[2] جب کعب بن جابر ازدی لوٹا تو اس کی زوجہ یا بہن نوار بنت جابر نے کہا : تو نے فرزند فاطمہ کے خلاف جنگ کی ہے اور سیدا لقراء (تلاوت و قراء ت قرآن کے سید و سردار) بریرکو قتل کیا ہے، تو نے بہت بڑی خیانت انجام دی ہے۔ خداکی قسم میں اب کبھی بھی تجھ سے بات نہیں کروں گی۔

اور مشغول جہاد ہوگئے ۔آپ وقت قتال ان اشعار کو پڑھ رہے تھے۔قد علمت کتیبة الأ نصا راني سأحمي حوزة الذمار ضرب غلام غیر نکس شاري دون حسین مھجتی وداري لسپاہ انصار کو معلوم ہے کہ میں اس خاندان کی ایسی حمایت ونصرت کروں گا جو ایک ذمہ دار محافظ کا انداز ہوتا ہے ،میں ایک سر بلند اور سرفراز جوان کی طرح وار کروں گا اور کبھی منہ نہیں موڑوں گا کیونکہ میرا خون اور میرا خاندان حسین پرفدا ہے ۔اسی حال میں آپ درجۂ شہادت پر فیضیاب ہوگئے۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔آپ کا بھائی علی بن قرظہ، عمر بن سعد کی فوج میں تھا ۔یہ منظر دیکھ کر وہ پکارا اے کذاب بن کذاب! (اے جھوٹے باپ کے جھوٹے بیٹے) تونے میرے بھائی کوگمراہ کیا ،اسے دھوکہ دیا یہاں تک کہ اسے قتل کردیا !یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا'' : ان اللہ لم یضل أخاک ولکنہ ھدیٰ أخاک وأضلک'' خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ تیرے بھائی کو ہدایت بخش دی، ہاں تجھے گمراہ کردیا ۔ولو شاء ربي ما شھدت قتالھمولا جعل النعماء عندي ابن جابر لقد کان ذاک الیوم عارا وسبّة یعیر ہ الأ بناء بعد ا لمعا شرفیالیت اني کنت من قبل قتلہ ویوم حسین کنت فی رمس قابراگر میرا پروردگار چاہتاتو میں کربلا کی جنگ میں حاضر نہ ہوتا اورنہ جابر کے لڑکے کا مجھ پر احسا ن ہوتا۔ در حقیقت وہ دن تو ننگ وعار کا دن تھا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا ۔ اے کاش بریر کے قتل سے قبل میں مرگیا ہوتا اور حسین کے مقابلہ کے دن سے پہلے میں قبر میں مٹی کے نیچے ہوتا۔

علی بن قرظہ نے کہا خدامجھے نابود کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں، یہ کہہ کر امام علیہ السلام پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے آگے بڑھ کے مزاحمت کرتے ہوئے نیزہ لگا کر اسے زمین پر گرا دیا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا اور اسے کسی طرح بچاکر لے گئے[2]۔جنگ کا بازار گرم تھا، گھمسان کی لڑائی ہورہی تھی، سپاہ اموی نے چاروں طرف گھوم کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔اس دوران حر بن یزید ریاحی اس فوج پر حملہ آور تھے اور اس شعر سے تمثیل کئے جارہے تھے ۔

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری ،ج۵، ص ۴۳۳)

[2] ثابت بن ہبیرہ سے یہ روایت مروی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

مازلت أر میھم بثغرۃ نحرہ ولبانہ حتی تسر بل بالدم میں ان کی گردن اور سینے پر مسلسل تیر بارانی کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ لوگ خون کا لباس پہن لیں ۔اس وقت حالت یہ تھی کہ ان کے گھوڑے کے کان اور ابرؤں سے نیزوں کی بارش کی وجہ سے خون جاری تھا۔ یزید بن سفیان تمیمی مسلسل یہ کہہ رہا تھاکہ خدا کی قسم اگر میں '' حر '' کو اس وقت دیکھتا جب وہ ہماری فوج سے نکلا تھا تو اس نیزہ کی نوک سے اس کا پیچھا کرتا ۔ یہ سن کر حصین بن تمیم[1] نے کہا : یہی ہے حر بن یزید جس کی تم تمنا کررہے تھے۔یزید بن سفیان نے کہا : ہاں! اور حر کی طرف نکل گیا اور آپ سے بولا :کیا تم نبرد آزمائی کے لئے آمادہ ہو ؟ حر نے جواب دیا : ہاں میں ہم رزم ہونا چاہتا ہوں ۔ یہ کہہ کر اس کے مد مقابل آئے ،گویا جان ہتھیلی پر لئے تھے۔ یزید بن سفیان اپنی تمام شرارتوں کے ساتھ سامنے آیا لیکن ابھی حر کو سامنے آئے کچھ دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ نے اسے قتل کردیا [2]۔نافع بن ہلال اسی ہنگا مہ خیز ماحول میں نافع بن ہلال مرادی جملی مصروف جنگ تھے اور کہے جارہے تھے '' : أنا الجملی أنا علیٰ دین علي (علیہ السلام) ''میں ہلال بن نافع جملی ہوں، میں دین علی علیہ السلام پر قائم ہوں ۔یہ سن کر فوج اموی کی ایک فرد جسے مزاحم بن حریث کہتے ہیں سامنے آیا اور بولا : میں عثمان کے دین پر قائم ہوں۔ نافع بن ہلال نے اس سے کہا : تو شیطان کے دین پر بر قرار ہے پھر اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا ۔یہ صورت حال دیکھ کر عمر وبن حجاج زبیدی چلایا کہ اے احمق اور بے شعور لوگو !تم کو کچھ معلوم ہے کہ تم کس سے لڑ رہے ہو ؟ یہ شہر کے بہادر ،شجاع ، فداکارا ور جانباز ہیں، تم میں سے کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آئے ۔ یہ دیکھنے میں کم ہیں اور بہت ممکن ہے کہ باقی رہ جائیں۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ [3] ان پر فقط پتھر پھینکو تو ان کو قتل کر دو گے۔

یہ سن کر عمر بن سعد بولا تمہارا نظریہ بالکل صحیح ہے اور میری رائے بھی یہی ہے .اس وقت اس نے اعلان کیا کہ فوج کہ سب سپاہی اس پر آمادہ ہو جائیں کہ ان لوگوں سے اس طرح جنگ نہ کریں کہ ایک ان کی طرف سے اور ایک تمہاری طرف سے ہو [4]۔ الحملۃ

---

[1] ہ شخص عبید اللہ بن زیاد کی پولس کا سر براہ تھا اور عبید اللہ نے اسے عمر بن سعد کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف جنگ کے لئے بھیج دیا ۔کربلا میں عمر بن سعد نے اسے مجففہّ فوج کا سر براہ بنا دیا تھا۔ تجفاف زرہ کی قسم کا ایک رزمی لباس ہے ۔

[2] ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو زہیر نضر بن صالح عبسی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص ۴۳۴)

[3] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زہیر نضربن صالح عبسی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۴۳۴)

[4] ابو مخنف کا بیان ہے کہ یحيٰ بن ہانی بن عروہ مراوی نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵، ص ۴۳۵)

الثانیۃ (دوسرا حملہ) پھر عمرو بن حجاج زبیدی لشکر امام حسین علیہ السلام سے نزدیک ہوتا ہوا بولا: اے اہل کوفہ! اپنی اطاعت اور اپنی جماعت کے اتحاد واتفاق پر پابند رہو اور اس کے قتل میں کوئی شک وشبہ نہ کرو جو دین سے منحرف ہوگیا اور ہمارے پیشوا اور امام کا مخالف ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا : ''یا عمرو بن حجاج !أعليّ تحرّض الناس ؟أنحن مرقنا وأنتم ثبتّم علیہ !أما واللہ لتعلمن لو قد قُبضت أرواحکم ومُتم علی أعمالکم أیّنا مرق من الدین ومن ہو أولی بصلي النار''اے عمرو بن حجاج! کیا تو لوگوں کو میرے خلاف اکسا رہا ہے؟ کیا ہم دین سے منحرف ہیں اور تم لوگ اس پر قائم ہو! خدا کی قسم اگر تمہاری روحیں قبض کرلی جائیں اور تم لوگوں کو انھیں اعمال پر موت آجائے تو تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ منحرف کون اور جہنم میں جلنے کا سزاوار کون ہے ۔پھر عمرو بن حجاج نے عمر بن سعد کے داہنے محاذ فرات کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کر دیا ۔کچھ دیر تک جنگ کا بازار گرم رہا اور اس حملہ میں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہوگئی جس میں سے ایک مسلم بن عوسجہ ہیں ۔ مسلم بن عوسجہ[1] عمرو بن حجاج کے سپاہیوں میں سے عبد الرحمن بجلی اور مسلم بن عبد اللہ ضبابی نے آپ کو شہید کیا ۔ آپ کی شہادت پر خوشی سے جھومتے ہوئے عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے آواز لگائی : ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا ۔ اس کے بعد عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہی لوٹ گئے اور غبار کا ایک بادل اٹھا ۔جب وہ بادل چھٹ گیا تو اصحاب حسینؑ نے مسلم بن عوسجہ کو جانکنی کے عالم میں دیکھا ۔ امام حسین علیہ السلام چل کر آپ کے پاس آئے ۔ اس وقت آپ کے جسم میں رمق حیات موجود تھی۔امام علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو مخاطب کر کے فرمایا : ''رحمک ربک یا مسلم بن عوسجہ، فمنھم من قضی نحبہ و منھم من

[1] اس خبر میں آیا ہے کہ اصحاب حسین ؑ میں سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے جبکہ اس سے پہلے بریر اور عمرو بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ گزرچکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حملہ کے بعد کچھ دیر کے لئے جنگ بند ہو گئی تھی اس کے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو دوسرے حملہ میں سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں آپ کا شمار ہو تا ہے۔ آپ کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ ابن زیاد کا جاسوس معقل آپ ہی کے توسط سے مسلم تک پہنچ سکا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۳۶۲) مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آپ کو قبیلۂ مذحج اور اسد کا سالا ر بنا یا تھا۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جو کر بلا میں شب عاشور امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اٹھے اور فرمایا : اگر ہم آپ کو چھوڑ دیں تو اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کی ادائیگی میں ہمارا عذر کیا ہوگا؟! خدا کی قسم یہاں تک کہ میں اپنے نیزہ کو ان کے سینوں میں تو ڑنہ لوں اور اپنی تلوار سے جب تک اس کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے ان کو مارنہ لوں میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر میرے پاس ان کو قتل کرنے کے لئے کوئی اسلحہ نہ ہو ا تو میں ان کو آپ کے پاس رہ کرپتھر ماروں گا یہا ں تک کہ آپ کے ہمراہ مجھے موت آجائے۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۴۱۹) آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے شمر پر تیر چلا نے کی اجازت اس طرح طلب کی تھی : فرزند رسول خدا میری جان آپ پر نثار ہو، کیا میں اس پر ایک تیر نہ چلا دوں؟ یہ آدمی بڑا فاسق وفاجر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرما یا تھا : میں جنگ میں ابتدا کرنا نہیں چاہتا ۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۴) لیکن آپ کوفہ سے کس طرح امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے کچھ پتہ نہیں، تاریخ اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے ۔

ینتظر ومابدلواتبدیلا [1] ''اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحمت نازل کرے ،ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنا وقت پورا کرگئے اور بعض منتظر ہیں اوران لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی ۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر مسلم کے قریب آئے اور فرمایا : ''عزعليّ مصرعك یا مسلم ،أبشر بالجنة ''اے مسلم تمہاری شہادت مجھ پر بہت سنگین ہے، جاؤ جنت کی تمہیں بشارت ہو ،یہ سن کر بڑی نحیف آواز میں مسلم نے حبیب سے کہا : ''بشرک اللہ بخیر ''اللہ تمہیں نیکی و خیر کی بشارت دے، یہ سن کر حبیب نے مسلم بن عوسجہ سے کہا : ''لولا اني أعلم أني فی اثرک لاحق بک من ساعتي هذه لأحببت أن توصيني بكل ما أهمك حتى أحفظك في كل ذالک بما أنت أهل له في القرابة والدين '' اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ابھی آرہاہوں تو میرے لئے یہ بات بڑی محبوب تھی کہ تم مجھ سے ہر اس چیز کی وصیت کرو جو تمہارے لئے اہم ہو تاکہ میں ان میں سے ہرایک کو پورا کرسکوں جو تمہارے قرابت داروں اور دین کے سلسلے میں اہمیت رکھتے ہیں ۔ مسلم بن عوسجہ نے کہا ''بل انا اوصیک بھذا رحمک اللہ أن تموت دونہ ''میری وصیت تو صرف ان کے سلسلے میں ہے ،خدا تم پر رحمت نازل کرے یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے حسین کی طرف اشارہ کیا کہ تم ان پر قربان ہو جانا ،انھیں کے سامنے موت کو گلے لگا لینا ۔ حبیب نے کہا : رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا ؛ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد مسلم بن عوسجہ نے ان لوگوں کے ہاتھوں پر دم توڑ دیا (خدا ان پر رحمت نازل کرے) آپ کی موت کا منظر دیکھ کر آپ کی کنیز آہ و فریاد کرنے لگی :

''یا بن عوسجتاہ یا سیداہ [2] ''

بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے حسینی سپاہ کے بائیں محاذ پر حملہ کیا تو اصحاب حسینی نے دلیرانہ دفاع کیا اور نیزوں سے اس پر اور اس کے سپاہیوں پر حملہ کیا ۔ اسی گیرودار میں ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تمیمی نے عبداللہ بن عمیر کلبی پر حملہ کیا اور ان دونوں نے مل کر آپ کو شہید کر دیا ۔ (آپ پر خدا کی رحمت ہو [3]) اصحاب حسین کے حملے اور نبرد آزمائی اپنے دفاع میں اصحاب

---

[1] سورہ احزاب ، ۲۳

[2] عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے جب آوازلگائی کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کردیا تو شبث بن ربعی تمیمی نے اپنے بعض ان الحملۃالثالثۃ (تیسرا حملہ)

[3] اس خبر میں آیا ہے کہ یہ اصحاب حسینؑ کے دوسرے شہید ہیں لیکن یہ ایک وہم ہے ۔

امام حسین علیہ السلام نے بڑا سخت جہاد کیا، ان کے سواروں نے جن کی تعداد ۳۲، تھی [1] حملہ شروع کیا ،وہ اہل کوفہ کے جس سوار پر حملہ کررہے تھے اسے رسوا کردے رہے تھے ۔ جب عزرہ بن قیس تمیمی (جو اہل کوفہ کی فوج کا سربراہ تھا) نے دیکھا کہ اس کے لشکر کو ہر طرف سے رسوا ہونا پڑ رہا ہے تو اس نے عبدالرحمن بن حصین کو عمر بن سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ کیا تم نہیں دیکھ ساتھیوں سے کہا جو اس کے ہمراہ تھے : تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں، تم نے اپنے ہاتھوں سے خود کو قتل کیا ہے اور دوسروں کی خاطر خود کو ذلیل کیا ہے ۔ تم اس پر خوش ہورہے ہو کہ مسلم بن عوسجہ کو قتل کردیا ۔ قسم اس کی جس پر میں اسلام لایا بارہا میں نے مسلمانوں کے درمیان ان کی شخصیت کو بزرگ دیکھا ہے ۔ آذر بایجان کے علاقۂ سلقط میں خود میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ٦، مشرکوں کو مسلمین کے لشکر کے پہنچنے سے قبل قتل کیا تھا ۔ ایسی ذات کو قتل کرکے تم لوگ خوش ہو رہے ہو ۔ رہے ہو کہ ان چند لوگوں کے ہاتھوں ابھی سے ہمارے سواروں پر کیا گزررہی ہے، جلد از جلد پیدلوں اور تیر اندازوں کو روانہ کرو کہ روزگار ہم پر سخت ہو چکا ہے ۔ عمر بن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا : کیا تم ان کی طرف پیش قدمی نہیں کروگے ۔ شبث بن ربعی نے کہا ؛ سبحان اللہ ! کیا جان بوجھ کر قبیلہ مضر کے بزرگوں اور سارے شہر کے بوڑھوں کو تیر اندازوں میں بھیجنا چاہتے ہو ۔ کیا اس کام کے لئے میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے ؟ تو عمر بن سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور اس کے ہمراہ زرہ پوشوں اور پانچ سو (۵۰۰) تیراندازوں کو روانہ کیا ۔

وہ سب کے سب سپاہ حسینی کے مد مقابل آئے لیکن ابھی وہ سب کے سب حسین اور اصحاب حسین کے نزدیک بھی نہ آئے تھے کہ ان لوگوں نے تیر بارانی شروع کردی ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ اصحاب حسینی نے گھوڑوں کو پے کردیا اور وہ سب کے سب پیدل ہوگئے ۔ اسی گیر ودار میں حر بن یزید ریاحی کا گھوڑا بھی زخمی کر دیا گیا ۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ گھوڑا لرزنے لگا

[1] شاید باقیماندہ سواروں کا تذکرہ ہو ورنہ مسعودی کا بیان تو یہ ہے کہ آنحضرت جب کربلا وارد ہوئے تو آپ کے اہل بیت اور انصار پانچ سو اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل ، پھر وہ کہتے ہیں : امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ان میں سے شہید ہونے والے ۸۷، افراد ہیں ۔(مروج الذہب ،ج۳ ،ص ۸۸) سید بن طاوؤس نے لھوف میں امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ۴۵ ، اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل یہی تعداد سبط بن جوزی نے بھی ذکر کی ہے۔(ص ۲۴۶و ۲۵۱) تعجب کی بات یہ ہے کہ سبط بن جوزی نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ ایک ہزار پیدل تھے جب کہ مروج الذہب میں ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔
ظآذر بایجان کے حدود میں شمال عراق او ر ایران کے مغربی علاقہ میں ایک پہاڑ ہے جیسا کہ قمقام ،ص ۴۹۲میں موجود ہے ۔

اور تڑپتے ہوئے زمین پر گر پڑا '' حر '' بڑی پھرتی سے اس گھوڑے سے نیچے آئے گویا شیر بیشۂ شجاعت کی طرح گھوڑے سے نیچے کود پڑے درحالیکہ انکے ہاتھوں میں تلوار تھی اور وہ کہے جا رہے تھے : ان تعقروا بی فانا ابن الحرا شجع من ذي لبد هزبر اس میں کوئی شک نہیں کہ اصحاب حسینی نے بڑا سخت جہاد کیا یہاں تک کہ سورج نصف النھار پر آگیا اور گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور اس طرح ان لوگوں سے نبرد آزمارہے کہ دشمن ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے ان پر حملہ آور نہ ہو سکے ؛کیونکہ ان کے خیمے ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور نزدیک نزدیک تھے ۔جب عمر سعد نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے پیدل سپاہیوں کو بھیجا تاکہ ہرچہار جانب سے خیموں کی طنابوں کو اکھاڑ کر ویران کردیں تاکہ حسینی سپاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جائے لیکن ادھر اصحاب حسینی تین تین چار چار کر کے گروہ میں تقسیم ہوگئے اور خیموں کی طرف بڑھنے والوں پر حملہ کرکے ان کی صفوں کو پراکندہ کرنے لگے، اس کے بعد انھیں قتل کرنے لگے، تیر چلانے لگے اور ان کے گھوڑوں کو پے کرنے لگے ۔ اس صورت حال کو دیکھ کر عمر بن سعد نے کہا : انھیں آگ لگا کر جلادو !تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : انھیں چھوڑدو انھیں جلا لینے دو ؛کیونکہ اگر یہ خیموں کو جلا بھی لیتے ہیں تب بھی ادھر سے تم پر حملہ نہیں کر پائیں گے اور ویسا ہی ہوا سپاہ اموی ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے جنگ نہ کر پائی ۔

الحملۃ الرابعہ (چوتھا حملہ) اس نا برابر جنگ میں ایک بار پھر بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین علیہ السلام کے خیمے پر ایک نیزہ پھینکا اور پکارا میرے پاس آگ لاؤ تا کہ میں اس گھر کو گھر والوں کے ساتھ آگ لگا دوں، یہ سن کر مخدرات آہ و فریاد کرنے لگیں اور خیمہ سے باہر نکلنے لگیں ۔ ادھر امام حسین علیہ السلام نے آواز دی : ''یا بن ذي الجوشن !أنت تدعوبالنار لتحرق بیتي علیٰ أھلي

[1] ہزبر فارسی کا لفظ ہے جس کا فارسی تلفظ ہزبر ہے جو شیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی اگر تم نے میرا گھوڑا پے کردیا تو کیا ہوا میں فرزند حر ہوں۔ میں شیر بیشہء شجاعت سے بھی زیادہ شجاع ہوں۔محترم قاری پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس شعر میں" انا ابن حر'' کہا جارہا ہے جب کہ خود حر اس شعر کے پڑھنے والے ہیں۔اس مطلب پر نہ تو ابو مخنف نے ،نہ ہی کلبی نے ،نہ ہی طبری نے اور نہ ہی کسی دوسرے نے کوئی بھی حاشیہ لگایا ۔ ممکن ہے کہ جس وقت کہاہو اس وقت ابن حروہاں موجود ہو ،یعنی توبہ کے وقت اور امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہادت کے وقت اور ممکن ہے کہ حر کے دادا یا خاندان کے بزرگ کا نام حر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نام کے بجائے معنی اور صفت کاارادہ کیا ہو۔ شیخ مفید ؒ نے بھی اس رجز کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے۔ (ارشاد ،ص ۲۳۷)

؟ حرقک اللہ بالنار ''اے ذی الجوشن کے بیٹے ! تو آگ منگوا رہا ہے تاکہ میرے گھر کو میرے گھر والوں کے ساتھ جلادے ؟ خدا تجھ کو جہنم کی آگ میں جلائے[1]۔ حمید بن مسلم ازدی کا بیان ہے کہ میں نے شمر سے کہا : سبحان اللہ! اس میں صلاح و خیر نہیں ہے کہ تم اپنے لئے دونوں صفتوں کو یکجا کرلو : عذاب خدا کے بھی مستحق ہو اور بچوں اور خواتین کو بھی قتل کر دو، خدا کی قسم ان کے مردوں کو قتل کرنا ہی تمہارے امیر کو خوش کردے گا[2] ۔ اسی اثناء میں شبث بن ربعی تمیمی، شمر کے پاس آیا اور بولا : میں نے گفتگو میں تجھ جیسا بد زبان انسان نہیں دیکھا اور تیرے موقف سے قبیح ترین کسی کا موقف نہیں پایا ۔ ان تمام شور و غل کے بعد کیا تو عورتوں کو ڈرانے والا بن گیا ہے ۔ عین اسی موقع پر زہیر بن قین اپنے دس (۱۰) ساتھیوں کے ہمراہ شمر اور اسکے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور بڑا سخت حملہ کرکے انھیں خیموں سے دور کر دیا یہاں تک کہ وہ لوگ عقب نشینی پر مجبور ہوگئے ۔ پھر کیا تھا ٹڈی دل لشکر نے حسینی لشکر پر زبردست حملہ کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب حسینی برگ خزاں کی طرح یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرمانے لگے ۔ اس سپاہ کے ایک یا دو سپاہی بھی شہید ہوتے تو واضح ہوجاتا تھا لیکن وہ لوگ چونکہ کثیر تعداد میں تھے اس لئے پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ ان میں سے کتنے قتل ہوئے ۔

نماز ظہر کی آمادگی

جب ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی[3] نے یہ منظر دیکھا تو امام حسین علیہ السلام سے کہا : '' یا أبا عبداللہ !نفسي لک الفداء انّي أری ھٰؤلاء قد اقتربوا منک، ولا واللہ لا تقتل حتی أقتل دونک انشاء اللہ ،واحب أن ألقی ربي وقد صلیت ھٰذہ الصلاة التی دنا وقتھا ''اے ابوعبداللہ! میری جان آپ پر نثار ہو ! میںیہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دشمن آپ سے قریب تر ہوتے جارہے ہیں، نہیں خدا کی قسم، آپ اس

---

[1] طبری ،ج ۵ ، ص ۲۴۷ ، ابو مخنف کابیان ہے : مجھ سے'' نمیر بن وعلة'' نے بیان کیا ہے کہ ایوب مشرخ خیوانی اس روایت کو بیان کرتا تھا۔

[2] حمید کہتا ہے کہ شمر نے پوچھا :تو کون ہے؟ تو میں ڈر گیا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا توبادشاہ کے پاس مجھے نقصان پہنچائے گا لہٰذا میں نے کہہ دیا : میں نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں ۔

[3] آپ کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے۔ آپ کوفہ میں ان اموال کی جمع آوری کررہے تھے جو شیعہ حضرات جناب مسلم کو مدد کے طور پردے رہے تھے اور جناب مسلم ہی کے حکم سے اس سے اسلحے خرید رہے تھے۔(طبری ،ج۵ ،ص ۳۶۴) اپنے قیام کے وقت جناب مسلم نے آپ کو تمیم اور ہمدان کا سربراہ قرار دیا تھا۔(طبری، ج ۵، ص۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جس نے کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں کو امام حسین علیہ السلام کو پہچنوایا تھا کہ یہ عزرہ بن احمسی ہے اور عرض کیا تھا کہ آپ کے پاس اہل زمین کابد ترین انسان آرہاہے جو خون بہانے میں اور دھوکہ سے قتل کرنے میں بڑا جری ہے اور آپ ہی نے اسے امام حسین علیہ السلام تک آنے سے اس خوف میں روکا تھا کہ کہیں وہ امام علیہ ا لسلام پر حملہ نہ کردے۔(طبری، ج۵ ،ص۴۱۰)

وقت تک قتل نہیں کئے جا سکتے جب تک انشاء اللہ میں آپ کے قدموں میں قربان نہ ہوجاؤں، بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خدا سے اس حال میں ملاقات کروں کہ یہ نماز جس کا وقت نزدیک آچکا ہے آپ کے ہمراہ ادا کر لوں۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا اور پھر فرمایا : '' ذکرت الصلاۃ ، جعلک اللہ من المصلین الذاکرین ! نعم ھذا أوّل وقتھا ''تم نے نماز کو یاد کیا ، خدا تم کو صاحبان ذکراور نمازگزاروں میں قرار دے ہاں یہ نماز کا اوّل وقت ہے ۔پھر فرمایا : ''سلوھم أن یکفوا عنا حتی نصلي ''ان سے سوال کرو کہ ہم سے دست بردار ہوجائیں تا کہ ہم نماز ادا کرلیں۔ یہ سن کر حصین بن تمیم نے کہا : '' انھا لا تقبل! ''تمہاری نماز قبول نہیں ہے یہ سنکر حبیب بن مظاہر نے فوراً جواب دیا : ''زعمت ان الصلاۃ من آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ وسلم) لا تقبل و تقبل منک یا حمار؟ ''اے گدھے توگمان کرتا ہے کہ آل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز قبول ہوجائے گی ؟

حبیب بن مظاہر کی شہادت[1]

اسی گیرودار میں حصین بن تمیم تمیمی نے حسینی سپاہیوں پر حملہ کردیا ۔ادھر سے حبیب بن مظاہر اس کے سامنے آئے اور اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اچھل پڑا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کرکے اسے نجات دلائی ۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے قصاص کے طور پر آپ کے قاتل بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کردیا ،یہ دونوں با جمیرا کی جنگ میں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے ۔ حبیب دلیرانہ انداز میں میدان کارزار میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے: أنا حبیب و أبي مظاہر فارس ھیجاء و حرب تسعر أنتم أعدّ عدّۃ و أکثرو نحن أوفی منکم وأصبرو نحن أعلی حجۃ وأظھر حقاً و أتقیٰ منکم و أعذر میں حبیب ہوں

[1] آپ کا شمار کوفہ کے ان زعمائے شیعہ میں ہوتا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھاتھا۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۳۵۲) آپ نے مسلم بن عقیل کو امام علیہ السلام کے لئے یہ کہہ کر جواب دیا تھا : قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں بھی وہی کہتا ہوں جو انھوں نے کہا اور عابس بن شبیب شاکری کی کی طرف اشارہ کیاتھا (طبری ،ج۵، ص ۳۵۵) کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں قرہ بن قیس حنظلی تمیمی سے آپ نے کہا تھا : وائے ہو تجھ پر اے قرہ بن قیس ! تو ظالموں کی طرف کیوں کر پلٹ رہاہے، تو اس ذات کی مدد کر جس کے آباء واجداد کی وجہ سے اللہ نے تجھے اور ہمیں دونوں کو کرامت عطا کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ۴۱۱) جب نو محرم کو شام میں سپاہ اموی عمر بن سعد کی سالاری میں امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوئی تھی تو عباس بن علی علیہماالسلام بیس (۲۰)سواروں کے ہمراہ ان لوگوں کے پاس گئے جن بیس میں جناب حبیب بھی تھے۔ حبیب نے اس وقت فرمایاتھا : خدا کی قسم کل قیامت میں وہ قوم بہت بری ہوگی جس نے یہ قدم اٹھایا ہے کہ ذریت و عترت واہل بیت پیغمبرؐ کو قتل کردیا جو اس شہر ود یار کے بہت عبادت گزار ، سحر خیزی میں کوشاں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے ہیں۔(طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) جب آپ مسلم بن عوسجہ کے زخمی جسم پر آئے اور مسلم نے امام علیہ السلام کی نصرت کی وصیت کی تو آپ نے فرمایا : رب کعبہ کی قسم میں اسے انجام دوں گا ۔(طبری ،ج۵، ص ۴۳۶)امام حسین علیہ السلام نے آپ کو بائیں محاذ کا سالار بنایا تھا ۔(طبری، ج۵،ص ۴۲۲) حصین بن تمیم آپ کے قتل پر فخر و مباہات کررہا تھا اور آپ کے سر کو گھوڑے کے سینے سے لٹکا دیا تھا۔

اور میرے باپ مظاہر ہیں۔ جب آتش جنگ بر افروختہ ہوتی ہے تو ہم بڑے بہادر اور مرد میدان ہیں۔ تم اگر چہ تعداد میں بہت زیادہ ہو لیکن وفاداری میں ہم تم سے بہت آگے ہیں اور مصیبتوں میں بہت صابر ہیں ۔ ہم حجت و برہان میں سربلند، حق و حقیقت میں واضح تر اور تقوا کے میدان میں تم سے بہت بہتر ہیں اور ہم نے تم پر حجت تمام کر دی۔ پھر فرمایا: أقسم لو کنا لکم أعداداًو شطرکم ولیتم الکتادأیا شر قوم حساًو آداخدا کی قسم اگر ہم تعداد میں تمہارے برابر ہوتے یا تم سے کچھ کم ہوتے تو پھر دیکھتے کہ تمہاری جماعتوں کو کتنے پیچھے کر دیتے، اے حسب و نسب کے اعتبار سے بد ترین لوگو! اس کے بعد آپ نے بڑا سخت جہاد کیا۔ جنگ کے دوران بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نے آپ پر حملہ کیا اور ایک نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور چاہا کہ اٹھیں لیکن فوراً حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار سے وار کر دیا۔ آپ زمین پر گر پڑے، تمیمی نیچے اترا اور اس نے آپ کا سر قلم کر دیا[1]۔[2]

حر بن یزید ریاحی کی شہادت

پھر حر رجز پڑھتے ہوئے سامنے آئے انی أنا الحر ومأوی الضیف أضرب في أعراضهم بالسیف عن خیر من حلّ منیٰ والخیف ضربهم ولا أریٰ من حیف جان لو کہ میں حر ہوں اور مہمانوں کو پناہ دینے والا ہوں، میں اس مہمان کی آبرو کی حفاظت کے لئے تلوار سے وار کروں گا، یہ وہ ہیں جو حل و منی و خیف سے بہتر ہیں، میں ان لوگوں پر حملہ کروں گا اور اسے ذرہ برابر بے عدالتی نہیں سمجھتا۔ آپ یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے: آلیت لا أقتل حتی أقتلا ولن أصاب الیوم الا مقبلاً أضربهم بالسیف ضرباً مقصلا لا ناکلا عنهم ولا مهلّلاً اپنے گھوڑے کی گردن میں جناب حبیب کا سر لٹکائے پوری فوج میں چکر لگانے لگا پھر اس کے بعد یہ سر بدیل کو لوٹا دیا. جب یہ لوگ کوفہ لوٹے تو بدیل نے اپنے گھوڑے کے سینے سے حبیب کے سر کو لٹکا دیا اور اسی حال میں ابن زیاد کے محل میں حضوری دی

---

[1] ابو مخنف نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے ۔

[2] جب بدیل نے سر کاٹ لیا تو حصین اس سے بولا : میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں۔ بدیل بولا : خدا کی قسم میرے علاوہ کسی دوسرے نے اسے قتل نہیں کیا ہے تو حصین نے کہا اچھا یہ سر مجھے دے دو تاکہ میں اسے گھوڑے کی گردن میں لٹکادوں تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور جان لیں کہ میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں . پھر تم اسے لے کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس چلے جانا۔ وہ جو تمہیں اس کے قتل پر عطایا اور بخشش سے نوازے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے لیکن بدیل نے اس سے انکار کیا تو پھر ان کی قوم نے اس مسئلہ میں ان دونوں کے درمیان صلح کرائی جس کے نتیجے میں اس نے حبیب بن مظاہر کا سر حصین بن تمیم کو سونپ دیا اور حصین

جب حبیب بن مظاہر شہید ہوگئے تو حسین علیہ السلام کے دل پربڑا دھکا لگا؛ آپ نے فرمایا : ''أحتسب نفسي وحماة أصحابي'' خود کو اور اپنی حمایت کرنے والے اصحاب کے حساب کو خدا کے حوالے کرتا ہوں اور وہیں ذخیرہ قرار دیتاہوں ۔

قاسم بن حبیب جو ابھی جوان تھے انہوں نے یہ منظر دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ساتھ ہوگئے اور اسے کسی طرح نہیں چھوڑ رہے تھے تو بدیل مشکوک ہوگیا اور بولا : اے بچے تجھے کیا ہوگیا ہے کہ میرا پیچھا پکڑے ہے ؟ قاسم نے کہا : یہ سر جو تمہارے ساتھ ہے یہ میرے بابا کا سر ہے ۔ کیا تم مجھ کو عطا کروگے تاکہ میں اسے دفن کردوں ؟ بدیل: اے بچے امیر اس سے راضی نہ ہوگا کہ یہ سر دفن کیا جائے ۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قتل پر امیر مجھے اس کی اچھی پاداش دے ۔ اس نوجوان بچے نے جواب دیا : لیکن خدا اس پر تمہیں بہت برا عذاب دے گا ،خدا کی قسم تم نے اپنی قوم کے بہترین شخص کو قتل کردیا اور پھر وہ بچہ رونے لگا ۔ یہ واقعہ گزر گیا اور روزگار اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ جب مصعب بن زبیر نے ''باجمیرا'' میں جنگ شروع کی تو قاسم بن حبیب بھی اس کے لشکر میں داخل ہوگئے تو وہاں آپ نے اپنے باپ کے قاتل کو ایک خیمے میں دیکھا ۔ جب سورج بالکل نصف النہار پر تھا آپ اس کے خیمے میں داخل ہوئے وہ سورہا تھا تو آپ نے تلوار سے اس پر وار کرکے اس کو قتل کردیا ۔ (طبری ،ج۵،ص۴۴۰) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اس وقت تک نہیں قتل ہوں گا جب تک کہ دشمنوں کو قتل نہ کرلوں اور آج کوئی زخم مجھے نہیں لگے گا مگر یہ کہ سامنے سے ،میں ان لوگوں پر تلوار کا بڑا زبردست وار کروں گا جس کا کام فقط کاٹنا ہوگا نہ تو میں اس سے باز آؤں گا نہ پیچھے ہٹوں گا اور نہ مہلت دوں گا ۔

حر کا دلاورانہ جہاد اپنے اوج و شباب پر تھا کہ زہیر بن قین بھی میدان کارزار میں اتر آئے اور دونوں نے مل کر گھمسان کی جنگ کی۔ جب ان میں سے ایک قلب لشکر پر حملہ کرتا اور وہ دشمنوں کے نرغے میں گھر جاتا تو دوسرا شعلہ جنگ کو برافروختہ کرکے دشمنوں پر عرصہ حیات تنگ کردیتا یہاں تک کہ اپنے ساتھی کو نجات دلادیتا ۔ یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا اور جنگ کا بازار گرم رہا کہ یکایک پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے حر بن یزید پر سخت حملہ کردیا جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو!)

نماز ظہر

پھر امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کے ہمراہ نماز خوف ادا کی[1] درحالیکہ سعید بن عبداللہ حنفی پیش قدم ہوکر امام علیہ السلام کے آگے آگئے لیکن دشمنوں نے آپ کو تیر کے نشانے پر لے لیا اور ہر دائیں بائیں سے تیر آنے لگے۔ تیروں کا یہ مینہ مسلسل برستا رہا یہاں تک کہ آپ زمین پر گر کر شہید ہوگئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ) زہیر بن قین کی شہادت سعید بن عبداللہ حنفی کی شہادت کے بعد زہیر میدان میںآئے۔ آپ نکلتے وقت امام حسین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے: أقدم هديت هادياً مهدياً فاليوم تلقى جدك النبيا وحسنا والمرتضى علياً وذا الجناحين الفتى الكميا واسد الله الشهيد الحيا اے راہبر ہدایت اور ہادی برحق آگے بڑھےئے آج آپ اپنے جد نبی، بھائی حسن، اور بابا علی مرتضی سے ملاقات کریں گے۔ آج آپ کی ملاقات جعفر طیار سے ہوگی جنہیں دو پر دےئے گئے ہیں اور شیر خدا و شہید زندہ حمزہ کا دیدار ہوگا۔ پھر آپ نے بڑا سخت جہاد کیا وقت جہاد آپ یہی کہے رہے تھے: أنا زهير وأنا بن القين أذودهم بالسيف عن حسين[2] میں زہیر ہوں، میں قین کا فرزند ہوں، میں تلوار سے ان کے مقابلہ میں حسین کا دفاع کروں گا؛ ناگہاں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مھاجر بن اوس نے مل کر ایک سخت حملہ میں آپ کو شہید کر ڈالا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

نافع بن ہلال جملی کی شہادت[3] آپ نے اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھ لیا تھا اور نام لکھے تیر کو پھینکا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے: 'أنا الجملي'' میں جملی ہوں '' أنا على دين علي'' میں علی علیہ السلام کے دین پر قائم ہوں۔ عمر بن سعد کے لشکر میں زخمیوں کو چھوڑ کر آپ نے ۱۲، لوگوں کو قتل کیا لیکن پھر آپ خود مجروح ہوگئے اور آپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے تو آپ کو شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسیر کرتے ہوئے کھینچتا ہوا عمر بن سعد کے پاس لے کر آیا جب کہ آپ کی ڈاڑھی سے خون جاری تھا۔ عمر بن سعد نے

---

[1] شاید یہ نماز قصر ہو نہ کہ نماز خوف ، شیخ مفیدؒ نے اپنی روایت میں فقط نماز کا تذکرہ کیا۔(ارشاد ،ص ۲۳۸ ، تذکرہ ، ص ۲۵۲)
[2] سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔(تذکرہ، ص ۲۵۳، طبع نجف)
[3] آپ وہی ہیں جس نے کوفہ کے راستہ میں اپنا گھوڑا طرماح بن عدی کے ہاتھوں امام علیہ السلام کے پاس روانہ کیا تھا۔(ج ۵، ص ۴۰۵) جب امام اور اصحاب امام علیہ السلام پر پیاس کی شدت ہوئی تو امامؑ نے عباس بن علی علیہما السلام کو بلایا اورآپ کو ۳۰، سواروں اور ۲۰ ، پیدلوں کے ہمراہ روانہ کیا، ان کے آگے نافع بن ہلال موجود تھے تو عمر وبن حجاج نے آپ کو مرحبا کہتے ہوئے کہا : پانی پی لو، تمہیں پانی پینا مبارک ہو تو آپ نے کہا نہیں، خدا کی قسم میں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا جب کہ حسین ابھی پیاسے ہیں۔ (طبری ج۵، ص ۴۱۲) اور جب علی بن قرظہ ، عمر بن قرظہ کا بھائی حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تو نافع بن ہلال مرادی نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا ۔

آپ سے کہا : وائے ہو تجھ پر اے نافع !کس چیز نے تمہیں برانگیختہ کیا کہ تم اپنے ساتھ ایسا سلوک کرلو تو نافع بن ہلال جملی نے جواب دیا : میرے رب کو معلوم ہے کہ میرا ارادہ کیا ہے، خدا کی قسم میں نے تمہارے ۱۲لوگوں کو قتل کیا ہے، یہ میرے ہاتھوں مجروح اور زخمی ہونے والوں کے علاوہ کی تعداد ہے ۔ میں اس کوشش پر اپنی ملامت نہیں کرتا ۔ اگر میرے بازواور میری کلائی سلامت رہتی تو تم لوگ مجھے اسیر نہیں کرپاتے ۔ شمر نے عمر سعد سے کہا : اللہ آپ کو صحیح و سالم رکھے، اسے قتل کردیجئے ۔ عمر بن سعد نے کہا : اگر تم چاہتے ہو تو قتل کردو، پس شمر نے فوراً نیام سے تلوار نکال لی ۔ نافع نے اس سے کہا : خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے اوپر یہ بڑا سخت ہوتا کہ تو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے کہ ہمارا خون تیری گردن پر ہو ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری شہادت اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں قرار دی ۔ یہ سن کر شمر نے آپ کو فوراً قتل کردیا ۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو)

غفاری برادران

جب اصحاب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ آپ کی حفاظت کر سکیں تو ان لوگوں نے آپ کے قدموں میں جان دینے کا عمل شروع کردیا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے ۔ اسی شہادت کے میدان میں سبقت کے لئے عزرہ غفاری کے دو فرزند عبداللہ اور عبدالرحمن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا '' :یا أباعبداللہ! علیک السلام، حازنا العدو الیک ،فاحببنا أن نُقتل بین یدیک و ندفع عنک '' اے ابو عبداللہ!آپ پر سلام ہو ،دشمن کی فوج نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہم سب اس کے نرغے میں ہیں لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ان سے جنگ کریں تاکہ آپ کی حفاظت کر سکیں اور آپ کا دفاع کریں ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''مرحباً بکما ادنوامنی '' تم دونوں قابل قدر ہو، میرے نزدیک آؤ تو وہ دونوں امام علیہ السلام کے قریب آئے اور اس کے بعد میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئے ۔ ان میں سے ایک یہ کہہ رہا تھا : قد علمت حقا بنو غفار وخندف بعد بنی نزار لنضر بن معشر الفجار بکل عضب صارم بتار یا قوم ذودوا عن بني الأحرار بالمشرفي والقنا الخطار بنی غفار بخوبی جانتے ہیں، نیز نسل

خندف اور خاندان نزار آگاہ ہوجائیں کہ ہم گروہ فجار کو شمشیر براں سے ضرور ماریں گے۔ اے لوگو! فرزندان حریت وآزادی کی حمایت میں اپنے نیزوں اور شمشیروں سے دفاع کرو۔ اس کے بعد ان دونوں نے شدید جنگ کی یہاں تک کہ شھید ہوگئے ۔ (ان پر اللہ کی رحمت ہو)

قبیلہ جابری کے دو جوان

اس کے بعد قبیلۂ جابری کے دوجوان حارث بن سُریع اور مالک بن عبد بن سریع جو ایک دوسرے کے چچا زاد اورمادری بھائی تھے امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے نزدیک تر ہوئے در حالیکہ وہ گریہ کر رہے تھے ۔امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''أي ابني اخي مایبکیکما ؟ فواللہ أنّي لأرجوأن تکونا قریري عین عن ساعۃ '' اے جان برادر! کس چیزنے تم دونوں کو رلادیا؟ میں امید کرتا ہوں کہ تھوڑی ہی دیر میں تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی ۔ ان دونوں نے جواب دیا : خدا ہم کو آپ پر نثار کرے! نہیں خدا کی قسم ہم لوگ اپنے آپ پر آنسو نہیں بہارہے ہیں ۔ ہم لوگ تو آپ پر گریہ کناں ہیں کہ آپ چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں اور ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے۔یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ''فجزاکما اللہ یا ابني اخي بوجدکما من ذالک و مواساتکما ایاي بأنفسکما أحسن جزاء المتقین '' اے جان برادر !خدا تم دونوں کو میرے ساتھ اس مواسات کی بہترین جزا دے ،ایسی جزا و پاداش جو متقین اور صاحب تقویٰ افراد کو دیتا ہے ۔

پھر یہ جابری جوان امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کی طرف ملتفت ہوکر عرض کیا : ''السلام علیک یا بن رسول اللہ ''اے فرزند رسول خدا آپ پر سلام ہو! امام علیہ السلام نے جواب دیا : ''علیکما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ '' اس کے بعد ان دونوں نے جم کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ (ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو) حنظلہ بن اسعد شامی کی شہادت اس کے بعد حنظلہ بن اسعد شامی آئے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو کر باآواز بلند کہنے لگے: ''یٰاَقَوْمِ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِثْلَ یَوْمِ الْأَحْزَابِ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِھِمْ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ وَیٰا قَوْمِ اِنِّی اَخَافُ عَلَیْکُمْ

یَـوْمَ التَّنَادِ یَـوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ مَا لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ یُضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ هَادٍ[1] یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم اللہ بعذاب وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی[2] ''اے میری قوم کے لوگو!مجھے تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جو بہت سی قوموں کو نصیب ہوا ۔ (کہیں تمہارا بھی ایسا ہی حال نہ ہو) جیسا نوح، عاد ،ثمود اور ان کے بعد آنے والی قوموں کا حال ہوا،اور خدا تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ،اے میری قوم مجھے تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر (جہنم کی طرف) چل کھڑے ہوگے تو خدا (کے عذاب) سے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی رو براہ کرنے والا نہیں ۔اے قوم حسین کو قتل نہ کروورنہ خدا تم پرعذاب نازل کرے گا اور یاد رکھو جس نے افترا پردازی کی وہ نامراد رہا ۔

حنظلہ کے اس قرآنی سخن کے بعد امام حسین علیہ السلام نے آپ سے فرمایا : '' یا بن اسعد ! رحمک اللہ ! انھم قد استوجبوا العذاب حیث ردوا علیک ما دعوتھم الیہ من الحق ونھضوا الیک لیستبیحوک و أصحابک فکیف بھم الأن وقد قتلوا أخوانک الصالحین '' اے فرزند اسعد!خدا تم پر رحمت نازل کرے ان گمراہوں نے جب سے تمہاری دعوت حق کو ٹھکرادیا اورتمہارے ساتھیوں کی خونریزی کی اسی وقت سے دردناک عذاب کے مستحق ہوگئے ۔ذرا تصور کرو کہ اب ان کا حال کیا ہوگا جب کہ ان لوگوں نے تمہارے نیک اورصالح بھائیوں کو قتل کردیاہے!ابن سعد نے کہا آپ نے سچ فرمایا،میں آپ پر نثار ہو جاؤں،آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس کے زیادہ حقدار ہیں ۔کیامیںآخرت کی طرف نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ ہوجاؤں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''رح الی خیر من الدنیا وما فیھا والی ملک لا یبلی'' .کیوں نہیں،جاؤ اس چیز کی طرف جو دنیااور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے اوراس مملکت کی طرف روانہ ہوجاؤ جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے ۔ابن اسعد نے کہا: ''السلام علیک یااباعبداللہ ،صلی اللہ علیک وعلی أھل بیتک وعرف بیننا وبینک'' سلام ہوآپ پر اے ابو عبداللہ،آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر خدا کا درود و سلام ہو نیزوہ ہمارے اور آپ کے درمیان آشنائی قائم فرمائے ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :آمین آمین

---

[1] سورہ غافر ، ۳۱ و ۳۲
[2] سورہ طہ ، ۶۱

اس کے بعد حنظلہ شامی میدان قتال میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے ۔ (رحمۃ اللہ علیہ)عابس بن ابی شبیب شاکری اور ان کے غلام شوذب کی شہادت اس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری آئے،ان کے ہمراہ ان کے باپ شاکر کے غلام شوذب بھی تھے۔آپ نے اس سے پوچھا : ''یا شوذب !ما فی نفسک أن تصنع؟'' اے شوذب تیرے دل میں کیا ہے ؟ تو کیا کرنا چاہتا ہے ؟اس نے کہا : میرا ارادہ تو یہی ہے کہ آپ کے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسہ کی خدمت میں جنگ کروں یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں ۔

پھر نیام سے تلوار نکال کر دشمنوں کی طرف چلے اور اس سے اپنی پیشانی پر ایک ضرب لگائی[2]۔ ربیع بن تمیم ہمدانی کا بیان ہے :میں نے جب انھیں آتے دیکھا تو پہچان لیا اور میں نے لوگوں سے کہا : ''أیھا الناس !'' یہ شیروں کا شیر ہے یہ فرزند ابو شبیب شاکری ہے،اس کے سامنے تم میں سے کوئی نہ نکلے ۔عابس نے ندا دینا شروع کیا :کوئی مرد ہے جو ایک مرد کے مقابلے میں آئے ؟ لیکن کوئی سامنے نہیں آیا ۔ عمر بن سعد نے بوکھلا کر کہا : اس پر سنگباری کردو،پس ہر طرف سے آپ پر پتھر پھینکا جانے لگا ۔ جب آپ

---

[1] یہ وہی عابس ہیں جو کوفہ میں جناب مسلم بن عقیل کے زبانی امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھنے کے بعد اٹھے تھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا تھا : اما بعد ، میں آپ کو تما م لوگوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں دے رہا ہوں ،نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ ان کے عابس نے کہا : تم سے یہی توقع تھی، اب اگر تم جنگ سے منصرف نہیں ہونا چاہتے ہوتو تم آگے بڑھ کر ابوعبداللہ کے سامنے جاؤ تاکہ وہ تمہیں اپنے دیگر اصحاب کی طرح دیکھیں اورتمہارا حساب ان کی طرح خدا کے حوالے کردیں اور میں بھی تمہیں خدا اور ان کے حساب میں ڈال دوں کیوں کہ اگر اس وقت میرے پاس کوئی اور ہو تاجو تم سے زیادہ مجھ سے قریب ہوتا تو مجھے اس بات کی خوشی ہوتی کہ میں اپنے سامنے اسے میدان جنگ میں بھیجوں تاکہ وہ میرے حساب میں آئے؛ کیونکہ آج کادن اسی کاسزاوار ہے کہ ہم اپنی پوری قدرت سے اجرو پاداش طلب کریں اس لئے کہ آج کے بعد کوئی عمل نہیں ہے، بس حساب ہی حساب ہے ۔
یہ سن کر شوذب آگے بڑھے اورامام حسین علیہ السلام کو سلام کیا پھر میدان میںآئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے ۔(ان پرخدا کی رحمت ہو)
پھر عابس بن ابی شبیب شاکری نے کہا :'' یاأباعبداللّٰہ ! أما واللّٰہ ما أمسی علی وجہ الأرض قریب ولا بعید أعزعليّ وأحب اليّ منک ولو قدرت علی أن أدفع عنک الضیم والقتل بشیء أعز عليّ من نفسي و دمي لعملتہ، السلام علیک یاأباعبداللّٰہ اشھداللّٰہ انی علی ھدیک و ھدي أبیک ''
اے ابو عبداللہ ! خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی نزدیکی اور دوری رشتہ دار آپ سے زیادہ مجھے عزیز و محبوب نہیں ہے۔ اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ اس ظلم و دباؤ اور قتل کو کسی ایسی چیز کے ذریعے آپ سے

دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے آپ کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ کہہ رہا ہوں جو میرے دل میں ہے۔ خدا کی قسم جب آپ دعوت دیں گے اور بلائیں گے تو میں اس کو اجابت کروں گااور لبیک کہوں گا اور آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے لڑوں گا اور آپ کے دفاع میں انہیں اپنی تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ میں خدا سے ملاقات کرلوں اور اس کے عوض میں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے مگر وہ کہ جو اللہ کے پاس ہے۔اس پر حبیب بن مظاہر نے کہا تھا : اللہ تم پر رحمت نازل کرے تمہارے دل میں جو تھا اسے مختصر لفظوں میں تم نے ادا کردیا۔ (. طبری، ج۵،ص ۳۵۵)جب مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوئے اور ۱۸ ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو مسلم نے امام حسین علیہ السلام کوخط لکھ کر عابس بن ابی شبیب شاکری کے ہاتھوں روانہ کیا تھا کہ آپ جلد آجائیں۔(طبری ،ج۵،ص۳۷۵)
دور کرسکوں جو میری جان اور میرے خون سے بھی عزیز تر ہوتو میں اسے ضرور انجام دیتا ، اے ابوعبد اللہ! آپ پر سلام ہو میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے بابا کے صحیح راستے پرگامزن ہوں ۔
[2] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے بنی ہمدان کے اس شخص سے یہ روایت نقل کی ہے جو اس روز وہاں موجود تھا۔(طبری، ج۵،ص ۴۴۴)

نے یہ منظر دیکھا تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دیا اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے ۔ خدا کی قسم میں نے خود دیکھا کہ آپ نے اموی سپاہ کی فوج میں سے دوسو سے زیادہ لوگوں کو تہہ تیغ کیا ۔ لیکن اس کے بعد سارا لشکر چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑا اورآپ درجہ شہادت پر فائز ہوگئے[۱] ۔ و[۲]

یزید بن زیاد ابو شعثاء کندی کی شہادت

یزید بن زیاد مھاصر جنھیں ابو شعثاء کندی کہا جاتا ہے، عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے آئے تھے لیکن جب امام علیہ السلام کی ساری شرطیں رد کردی گئیں تو امام حسینؑ کی طرف چلے آئے اور اس کے بعد دشمنوں سے خوب جنگ کی ۔ اس دن آپ کا رجز یہ تھا :أنا یزید وأبي مھاصرأشجع من لیث بغیل خادریا رب اني للحسین ناصرولا بن سعد تارک وھاجر [۳] میں یزید ہوں اور میرے باپ ابو مھاصر تھے، میں شیر بیشہ سے زیادہ شجاع ہوں، پروردگارا میں حسین علیہ السلام کا ناصر ومددگار اور ابن سعد کو ترک کردینے والا اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں ۔ آپ بڑے ماہر تیر انداز تھے ۔ مام حسین علیہ السلام کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک کر دشمن کی طرف سو تیر چلائے جس میں سے فقط پانچ تیروں نے خطا کی تھی ۔ جب بھی آپ تیر چلاتے تھے فرمایاکرتے تھے : '' أنا بن بھدلۃ ، فرسان العرجلۃ''میں خاندان بھدلہ کا فرزند اورعرجلہ کا یکہ تاز ہوں اور امام حسین علیہ السلام فرمارہے تھے: '' اللّٰھم سدد رمیتہ واجعل ثوابہ الجنۃ'' خدا یا!اس کے تیر کو نشانہ تک راہنمائی کر اور اس کا ثواب جنت قراردے، پھرآپ نے بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے ۔ (رحمتاللّٰہ علیہ)

---

[۱] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری ،ج۵،ص ۴۴۱)

[۲] میں نے دیکھا کہ آپ کاسر چندلوگوں کے ہاتھوں ادھر ادھر ہورہا ہے اور ہرایک کہہ رہا ہے اسے میں نے قتل کیا تو وہاں عمر بن سعد آیااور بولا : لڑائی مت کرواسے کسی ایک نیزہ نے قتل نہیں کیا ہے یہ سن کر سب وہاں سے ایک دوسرے سے جدا ہوگئے ۔

[۳] یہ فضیل بن خدیج کندی کی روایت ہے۔ شاید راوی نے پسر سعد کو چھوڑنے اور اس سے دوری اختیار کرنے اور امام حسین علیہ السلام کی مددو نصرت کرنے کی بات اسی شعر سے حاصل کی ہے در حالیکہ اس سے پہلے عبدالرحمن بن جندب کی روایت عقبہ بن سمعان کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ ابن زیاد کا خط لے کر کربلا میں جب حر کے پاس مالک بن نسیر بدی کندی آیا تھا تو اس سے یزید بن زیاد نے کہا تھا : تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو کیا لے کر آیا ہے ؟ اس نے کہا : میں کچھ لے کر نہیںآیا ،میں نے اپنے پیشوا کی اطاعت اور اپنی بیعت سے وفاداری کی ہے تو ابو شعشاء نے اس سے کہاتھا : تو نے اپنے رب کی نافرمانی اور اپنی ہلاکت میں اپنے پیشوا کی پیروی کی ہے، تو نے ننگ و عار اور جہنم کو کسب کیا ہے، خدا وند عالم فرماتا ہے:" وجعلنا ھم أئمۃ یدعون الی النار و یوم القیامۃ لاینصرون''اور اس نار کی طرف دعوت دینے والا تیرا پیشوا ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۰۸) یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ کربلا پہنچنے سے پہلے آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے بلکہ حرسے ملاقات سے پہلے موجود تھے ۔تعجب ہے کہ طبری اور ابو مخنف اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ۔

چار دوسرے اصحاب کی شہادت

وہ چار افراد جو طرماح بن عدی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور وہ جابر بن حارث سلیمانی ، مجمع بن عبداللہ عایذی،[1] عمر بن خالد صیداوی اور عمر بن خالد کے غلام سعد ہیں،ان لوگوں نے آگے بڑھ کر اپنی تلواروں سے شدید حملہ کیا اور جب وہ دشمن کی فوج میں اندر تک وارد ہوگئے تو سپاہ اموی نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کو اپنے محاصرہ میں لے کر اصحاب حسینی سے ان کا رابطہ منقطع کردیا ۔ایسی صورت میں عباس بن علی (علیہما السلام) نے دشمنوں پر حملہ کیااور انھیں دشمنوں کی چنگل سے نکال لیا ۔ ان چار جوان مردوں نے اپنی تلوار سے پھر زبردست حملہ کیا اور خوب خوب جہاد کیا یہاں تک کہ چاروں ایک ہی جگہ پر شہید ہوگئے[2] ۔

سوید خثعمی و بشر حضرمی یہ دونوں اصحاب حسینی کی دو آخری نشانیاں ہیں جنھیں سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی[3] اور بشر بن عمرو حضرمی کہا جاتا ہے پہلے بشر سامنے آئے اور میدان قتال میں جاکر داد شجاعت لی اور شہید ہوگئے (رحمۃ اللہ علیہ)پھر سوید میدان کارزار میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ کمزور ہو کر زمین پر گر پڑے[4] ۔ آپ اسی طرح شہیدوں کے درمیان کمزور وناتواں پڑے رہے اور آپ کو مردہ سمجھ کر آپ کی تلوار اتار لی گئی لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید کر دئے گئے تو دشمنوں کی آواز آپ کے کانوں میں آئی کہ وہ کہہ رہے ہیں : '' قتل الحسین '' حسین مارڈالے گئے تو آپ کو غشی سے افاقہ ہوا آپ کے پاس چھری

---

[1] یہ وہی ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا : اشراف کوفہ کے تھیلے رشوت سے بھر چکے ہیں،ان کی محبت کو اپنی طرف مائل کرلیا گیا ہے اور انکی خیر خواہی کو اپنے لئے خالص کرلیا گیا ہے ۔یہ ایک گروہ کا حال ہے اور اب رہے دوسرے گروہ کے لوگ تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کی سمت کھنچی ہوں گی ۔

[2] ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ۴۴۵)

[3] ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن بن زہیر خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ،ج۵،ص ۴۴۶)

[4] ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(. طبری ،ج ۵ ، ص ۴۴۴)

تھی۔آپ کچھ دیر تک اسی چھری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ زید بن رقاد جنبی [1] اور عروہ بن بطار تغلبی نے آپ کو شہید کردیا ،آپ سپاہ حسینی کے آخری شہید ہیں [2]۔ و [3]

بنی ہاشم کے شہداء

علی بن الحسین اکبر کی شہادت قاسم بن حسن کی شہادت عباس بن علی اور ان کے بھائی لشکر حسینی کے سردار آپ کے امتیازات و خصوصیات حسن و رشادت معنوی شوکت علمدار کربلا سقائی سالار عشق و ایمان اسلام کا غیرتمند سپاہی معراج وفا حسین علیہ السلام کا شیر خوار عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت آل عقیل کی شہادت حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت علی بن الحسین اکبر کی شہادت کربلا میں روز عاشورا اولاد ابو طالب کے سب سے پہلے شہید علی اکبر فرزند حسین بن علی (علیہم

---

[1] یہ شخص حضرت عباس بن علی علیہماالسلام کا قاتل ہے۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۴۶۸) اسی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر تیر چلایا تھا اور کہا کرتاتھا میں نے ان میں کے ایک جوان پر تیر چلایاہے اور اس نے تیر سے بچنے کے لئے اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھا تو میں نے اس پر ایسا تیر چلایا کہ اس کی ہتھیلی اس کی پیشانی سے چپک گئی اور اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کرسکا ؛ پھر اس نے اس نوجوان پر ایک تیر چلاکر اسے شہید کر دیا ۔وہ کہتا ہے : میں جب اس کے پاس آیا تو وہ مر چکا تھا لہٰذامیں اس تیر کو مسلسل حرکت دیتا رہا تاکہ اسے اس کی پیشانی سے کھینچ لوں لیکن تیر کی نوک کچھ اس طرح اس کی پیشانی میں پیوست ہوچکی تھی جب آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے اپنے گھوڑے کو خیمے سے نکالااور اس پر سوار ہو کر اسے ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے سموں پر اچھل پڑا۔ اس کے بعد اسے فوج کے دریا میں ڈال دیا ۔ گھوڑے سے ٹکرانے والے اِدھر اُدھر گرتے ر ہے اورمیں راستہ بناتا نکلتاگیا لیکن پندرہ (۱۵) آدمیوں کے ایک گروہ نے میرا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے ایک دیہات شفیہ تک پہنچ گیا۔ جب وہ لوگ وہاں تک میرے ساتھ آئے تو میں پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے کثیر بن عبداللہ شعبی ، ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے مجھ کو پہچان لیا اور بولے : یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہے ، یہ ہمارا چچا زاد ہے، ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس سے دست بردار ہوجاؤ۔اس پر ان میں سے بنی تمیم کے تین لوگوں نے کہا : ہاں ہاں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کی درخواست کو قبول کریں گے اور جووہ چاہتا ہے اسے انجام دے کر اس سے دست بردار ہوجائیں گے۔جب ان تین تمیمیوں نے ہمارے ساتھیوں کی پیروی کی تو دوسروں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا اس طرح خدا نے مجھے نجات دی۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۴۴۵) کہ میں اسے نہیں کھینچ پایا۔ روزگار اسی طرح گزر تے رہے اور مختار کی حکومت کازمانہ آگیا تو مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس شخص کی طرف روانہ کیا ۔عبداللہ بن کامل اس کے دروازے پر آئے اور اسے گھیر لیا اور لوگوں کی وہاں بھیڑ لگ گئی۔یہ اپنی تلوار سونت کر باہر نکلا تو ابن کامل نے کہا : اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ گر گیا پھر ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے اس آگ میں جلادیا درحالیکہ وہ زندہ تھا اور اس کی روح نہیں نکلی تھی۔(طبری ،ج۶، ص ۶۴)یہ شخص قبیلہ جنب سے متعلق تھا (ج ۶ ،ص ۶۴) طبری کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جہنی حنفی ذکر کیا ہے ۔

[2] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ، ج۵،ص ۴۵۳)

[3] ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے : میں نے جب دیکھا کہ اصحاب حسین علیہ السلام شہید ہوچکے ہیں اور اب خاندان رسالت کی نوبت ہے اور آپ کے ہمراہ اصحاب میں سوید بن عمر وبن ابی مطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے تو میں اپنے گھوڑے کو لے کر آیا اور چونکہ دشمن ہمارے گھوڑوں کو پے کررہے تھے لہٰذا ہم نے اپنے ساتھیوں کے خیموں کے درمیان اسے داخل کردیا اور پیدل لڑنا شروع کردیا۔ میں نے اس دن دشمن کے دوآدمیوں کو قتل کیا اور تیسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا ۔اس دن حسین علیہ السلام مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے:
تمہارے ہاتھ سالم رہیں، اللہ تمہارے ہاتھ کو محفوظ رکھے، اللہ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کے لئے جزائے خیر عطاکرے ۔اس کے بعدمیں نے امام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول خدا آپ کو معلوم ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان کیا قرار پایا تھا ۔ میں نے آ پ سے کہا تھا کہ میں آپ کی طرف سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک آپ کے یارو ناصر موجود ہوں گے اور جب کوئی نہ ہوگا تو مجھے اختیار ہو گا کہ میں پلٹ جاؤں ۔ تو آپ نے کہا تھا ؛ ہاں تمہیں اختیار ہوگا ۔ یہ سن کر حسین علیہ السلام نے فرمایا :تم سچ کہہ رہے ہو لیکن تم یہاں سے کیسے نکل سکو گے اگر تم اس پر قادر ہو تو تم آزاد ہو ۔

السلام) ہیں[1]۔ آپ کی مادر گرامی ابو مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی جناب لیلیٰ تھیں[2]۔ آپ نے دشمنوں پر سخت حملہ کرنا شروع کیا درحالیکہ آپ یہ کہے جارہے تھے: أنا عليّ بن حسين بن علي نحن و رب البيت أولیٰ بالنبي تالله لا يحكم فينا ابن الدّعي[3] میں علی، حسین بن علی کا فرزند ہوں، رب کعبہ کی قسم ہم نبی سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں، خدا کی قسم بے حسب ونسب باپ کا لڑکا ہم پر حکمرانی

---

[1] ابو مخنف نے اپنی روایت میں جوانھوں نے سلیمان ابن ابی راشد سے بیان کی ہے اورسلیمان نے حمید بن زیاد سے نقل کی ہے اس میں امام سجاد علیہ السلام کو علی بن حسین اصغر کے وصف سے یاد کیا ہے۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۴۵۴) اور جو بچہ امام علیہ السلام کی گود میں شہید ہواتھا اس کا نام اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن حسین ذکر کیا ہے۔ (طبری، ج۵ ، ص ۴۴۸) طبری نے اپنی کتاب ''ذیل المذیل'' میں کہا ہے کہ علی اکبر فرزند حسین اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں ساحل فرات پر شہید ہوئے اور ان کا کوئی بچہ نہیں تھا اور علی بن حسین اصغر اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت وہ ۲۳، سال کے تھے اوربیماری کے عالم میں بستر پر پڑے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب میں ابن زیاد کے دربار میں وارد ہوا اور اس نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تو میں نے کہا: علی بن الحسین میرا نام سن کر اس نے کہا : کیا اللہ نے علی کو قتل نہیں کیا؟ تو میں نے کہا کہ میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے ،ان کانام بھی علی تھا، انھیں لوگوں نے قتل کردیا ۔ابن زیاد بولا : نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے ۔میں نے کہا :'' اللّٰہ یتوفیٰ الأنفس حين موتها'' (ذیل المذیل، ص ۶۳۰ ، طبع دارا لمعارف) اس مطلب کو ابو الفرج نے بھی بیان کیا ہے۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۸۰ ،طبع نجف) اسی طرح یعقوبی نے بھی علی اکبر ذکر کیا ہے اور امام سجاد علیہ السلام کو علی بن الحسین اصغر ذکر کیا ہے۔ (تاریخ یعقوبی، ج۲،ص ۲۳۳، طبع نجف) مسعودی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ (مروج الذهب، ج ۳،ص ۷۱) نیز سبط بن جوزی کا بھی یہی بیان ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۲۵) شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں فقط علی بن الحسین ذکر کیا ہے اور اکبر کا اضافہ نہیں کیا ہے۔

[2] ۶ھ میں عروہ بن مسعود ثقفی نے طائف میں قبیلہ ء ثقیف سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور قریش کے تمام اہل و عیال اوران کے اطاعت گزاروں کا حلیف ہوگیا ۔ صلح حدیبیہ کے سال جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے آئے اورآپؐ نے ان کی طرف بدیل بن ورقا ء خزاعی کو پیغام لے کر روانہ کیا جسے پیغام رساں کہا جاتا تھاادُھر دوسری طرف عروہ کھڑا ہوااور اس نے قریش کے سربرآوردہ لوگوں سے کہا : یہ مرد تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھارہا ہے، اسے تم لوگ قبول کرلو اور مجھے اجازت دو تاکہ میں ان کے پاس جاؤں۔ ان لوگوں نے کہاجاؤ تو عروہ پیغمبر اکرمؐ کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنا شروع کیا۔نبی اکرمؐ نے اس سے بھی اس قسم کی باتیں کہیں جو بدیل سے فرمائی تھی کہ ہم یہاں کسی سے جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں،ہم تو یہاں فقط عمرہ انجام دینے کے لئے ہیں۔ جنگ قریش کو رسوا کردے گی اور انھیں نقصان پہنچائے گی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس دین میں آجائیں جس میں سب آگئے ہیں تو وہ ایسا کریں ورنہ آرام کریں اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس پر میں ان سے نبرد آزمائی کروں گایہاں تک کہ یا تو میں بالکل تنہا رہ جاؤں یا اللہ اپنے امر کو نافذکردے ۔ اس وقت عروہ نے کہا اے محمد ! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی قوم کو محکم کرلیا ہے ؟کیا آپ نے اس سے پہلے کسی عرب سے سنا ہے کہ وہ اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور دوسروں کا ہوجائے؟ خدا کی قسم میں ان مختلف چہرے اور مختلف طبیعت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ فرار کرجائیں گے اور آپ کو تنہاچھوڑدیں گے۔عروہ یہ کہہ رہاتھا اور بڑے غور سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھے جارہاتھا، پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ گیا اور بولا : اے قوم ! خدا کی قسم میں سارے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں ،میں قیصر و کسریٰ اورنجاشی کے پاس بھی گیا ہوں ،خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ا س کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنا محمد کے اصحاب محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ لعاب دہن باہر ڈالتے ہیں تو ان میں کا ایک اسے اپنی ہتھیلی پر لے کر اسے اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا ہے . جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں اسے فوراً انجام دیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے بقیہ پانی کے لئے سب لڑنے لگتے ہیں اور جب وہ کچھ بولتے ہیں تو یہ لوگ بالکل خاموش ہو کر تعظیم میں نظریں گڑا کر ان کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔انھوں نے تمہاری طرف رشد وہدایت کی راہ پیش کی ہے تمہیں چاہیے اسے قبول کرلو! (طبری ،ج۶، ص ۴۲۷) ۸ھ میں یہ جنگ حنین میں ایک گوشے میں منجنیقیں بنانے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور خود جنگ حنین میں موجود نہیں تھے۔ ابوسفیان نے اپنی بیٹی آمنہ کی اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ حنین کے دن ابو سفیان ، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ طائف آیا اوردونوں نے مل کر قبیلہ ثقیف کو آوازدی کہ ہمیں امن دو تاکہ ہم تم سے کچھ گفتگو کریں۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو امن و امان دے دیا توان لوگوں نے قریش کی عورتوں کو اسیر ی کے خوف میں چھوڑ دیا تو ان لوگوں نے انکار کیا (طبری ،ج۳ ،ص ۸۴) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل طائف کے پاس سے واپس لوٹنے لگے توعروہ بن مسعود آپ کے پیچھے ہولئے اور مدینے پہنچنے سے پہلے ہی عروہ نے آپ کو درک کرلیا اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام لے آئے۔ نبی اکرمؐ نے آپ سے کہا کہ اسی اسلام کے ہمراہ اپنی قوم کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ عروہ بن مسعود اپنی قوم میں بہت محبوب تھے اور آپ کی باتوں کو لوگ بے چوں و چرا قبول کرلیتے تھے لہٰذاعروہ بن مسعود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے نکل پڑے۔ وہ اس امید میں تھے کہ ان کے مقام و منزلت کے پیش نظر لوگ ان کی مخالفت نہیں کریں گے لیکن ان کی قوم نے چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کردی اور آپ کو شہید کردیا گیا۔ وقت شہادت کسی نے ان سے پوچھا : اپنے خون کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے ؟ تو عروہ نے جواب دیا : یہ کرامت اور بزرگی ہے جس سے خدا نے مجھے سرفراز کیا اور ایک جام شہادت ہے جسے خدا نے مجھے نوش کرایا ہے۔ میرا اجر وہی ہو گاجو ان لوگوں کا اجر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں شہید ہوئے لہٰذا تم لوگ مجھے انھیں کے ہمراہ دفن کرنا لہذا۔آپ کو انھیں لوگوں کے ہمراہ دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: ان کی مثال اپنی قوم میں اس طرح ہے جیسے صاحب یٰسین اپنی قوم میں۔'' ان مثله فی قومہ کمثل صاحب یٰسین فی قومہ''(طبری، ج۳،ص ۹۷) سیرة بن ہشام، ج۲،ص ۳۲۵)نبی خداؐ نے آپ کا اور آ کے بھائی اسود بن مسعود کا قرض ادا کیا۔ (طبری، ج۳، ص ۱۰۰)

[3] ابو لفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ سخت حملے کے بعد علی اکبر اپنے بابا کے پاس آئے اور عرض کیا: بابا پیاس مارے ڈال رہی ہے تو حسین علیہ السلام نے ان سے کہا : ''اصبر حبيبى حتى يسقيک رسول اللّٰہ بکاسہ ''اے میرے لال صبر کرو یہاں تک کہ رسولؐ خدا تمہیں جام کوثر سے سیراب کریں اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر پے در پے کئی حملے کئے ۔(مقاتل الطالبیین، ص ۷۷)

نہیں کرسکتا ۔آپ نے بارہا دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کیا اوران رزمیہ اشعار کو دھراتے رہے۔ جب مرہ بن منقذ عبدی[1]نے آپ کو دیکھا تو بولا: تمام عرب کا گناہ میرے سر پر ہو !اگر یہ میرے پاس سے گزرا تو میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا یہ کررہا ہے؛ اس کے باپ کواس کے غم میں بٹھادوں گا !اس اثناء میںآپ اپنی تلوار سے سخت حملہ کرتے ہوئے ادھر سے گزرے،پس مرہ بن منقذ نے نیزہ کاایسا وار کیا کہ آپ زمین پر گر گئے دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے آپ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردئیے[2] ۔ و[3]ضعوہ بین یدی الفسطاط الذی کانوا یقاتلون أمامہ ''[4]ان جوانوں نے لاشہ علی اکبر کو مقتل سے اٹھا کراس خیمے کے پاس رکھ دیا جس کے آگے وہ لوگ مشغول جہاد تھے ۔

نے ایک دوسری سند کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب علی بن الحسین میدان جنگ میں دشمن کی طرف آنے لگے تو حسین کی نگاہیں ان کے ساتھ ساتھ تھیں اور وہ گریہ کناں تھے پھر فرمایا : ''[1]اللّٰھم کن أنت الشھید علیھم فقد برز الیھم غلام أشبہ الخلق برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم '' خدایا !تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف اب وہ جوان جارہاہے جو سیرت و صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

---

[1] اس کی نسبت بنی عبد قیس کی طرف ہے۔ یہ جنگ صفین میں اپنے باپ منقذ بن نعمان کے ہمراہ حضرت علی ؑکے ساتھ تھا اور عبد قیس کا پرچم اپنے باپ سے لے لیا پھر وہ اسی کے پاس رہا۔(طبری، ج۴،ص ۵۲۲)۶۶ھ ؁ میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے پاس روانہ کیا تو وہ اس کے گھر پر آئے اور اسے گھیر لیا تویہ اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے تیز گھوڑے پر سوار تھا ۔ ابن کامل نے تلوار سے ایک ضرب لگائی تواس نے بائیں ہاتھ سے اپنا بچاؤ کیا لیکن تلوار اس پر لگی اور گر پڑا ۔ پھر مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگیا درحالیکہ اس کے ہاتھ شل تھے۔ (طبری، ج ۶،ص۶۴)

[2] اس کی نسبت بنی عبد قیس کی طرف ہے۔ یہ جنگ صفین میں اپنے باپ منقذ بن نعمان کے ہمراہ حضرت علی ؑکے ساتھ تھا اور عبد قیس کا پرچم اپنے باپ سے لے لیا پھر وہ اسی کے پاس رہا۔(طبری، ج۴،ص ۵۲۲)۶۶ھ ؁ میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے پاس روانہ کیا تو وہ اس کے گھر پر آئے اور اسے گھیر لیا تویہ اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے تیز گھوڑے پر سوار تھا ۔ ابن کامل نے تلوار سے ایک ضرب لگائی تواس نے بائیں ہاتھ سے اپنا بچاؤ کیا لیکن تلوار اس پر لگی اور گر پڑا ۔ پھر مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگیا درحالیکہ اس کے ہاتھ شل تھے۔ (طبری، ج ۶،ص۶۴)

[3] ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن بن زہیر خثعمی نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری ،ج۵،ص ۴۴۶) اور ابو الفرج نے بھی ابو مخنف سے زہیر بن عبداللہ خثعمی کے حوالے سے روایت کی ہے (مقاتل الطالبیین، ص ۷۶) اورانھوں امام حسین علیہ السلا م خو ن میں ڈوبے فرزند کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے:'' قتل اللّٰہ قوماً قتلوک یا بني'' اے میرے لال !خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیاہے،'' ماأجرأھم علیٰ الرّحمٰن وعلی انتھاک حرمۃ الرسول''یہ لوگ مہربان خدا پر اور رسولؐ کی ہتک حرمت پر کتنے بے باک ہیں،''علی الدنیا بعدک العفا''. میرے لا ل تمہارے بعد اس دنیا کی زندگی پر خاک ہو. ناگاہ اس اثناء میں ایک بی بی شتاباں خیمے سے باہر نکلی وہ آوز دے رہی تھی :'' یاأخیّاہ ! و یابن أخیاہ '' اے میرے بھائی اے جان برادر!وہ آئیں اور خود کو علی اکبر پر گرادیا تو حسین علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں خیمے میں لوٹا دیا اور خود ہاشمی جوانوں کی طرف رخ کر کے کہا :'' احملوا أخاکم الی الفسطاط'' اپنے بھائی کو اٹھاکر خیمے میں لے جاؤ ''فحملوہ من مصرعہ حتی و

[4] ابو الفرج ہی نے روایت کی ہے کہ : زمین پر آتے وقت علی اکبر نے آوازدی : ''یاأبتاہ!علیک السلام '' باباآپ پر میرا سلام ہو،'' ھذاجدی رسول اللّٰہ یقرئک السلام و یقول: عجل القدوم الینا ثم شھق شھقۃ و فارق الدنیا''یہ ہمارے جد رسول خدا ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ ہمارے پاس جلدی آؤ. پھر ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے ۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵، ص ۴۴۶) اور ابو الفرج نے بھی اسی سند کو ذکر کیا ہے ۔(مقاتل الطالبیین، ص ۷۶و۷۷)

قاسم بن حسن کی شہادت

حمید بن مسلم کا بیان ہے : ہماری جانب ایک نو جوان نکل کر آیا ،اس کا چہرہ گویا چاند کا ٹکڑا تھا،اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، جسم پر ایک کرتہ اور پائجامہ تھا پیروں میں نعلین تھی جس میں سے ایک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ بائیں طرف والی نعلین تھی۔ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی[1] نے مجھ سے کہا :خدا کی قسم میں اس بچہ پر ضرور حملہ کروں گا تو میں نے کہا : ''سبحان اللہ'' تو اپنے اس کام سے کیا چاہتا ہے۔ لشکر کا یہ انبوہ جو اس کو اپنے گھیرے میں لئے ہے تیری خواہش پوری کرنے کے لئے کافی ہے لیکن اس نے اپنی بات پھر دھرائی : خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا، یہ کہہ کر اس نے اس جوان پر زبردست حملہ کردیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ تلوار سے اس کے سر پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ منہ کے بھل زمین پرگر پڑا اور آواز دی : ''یا عماہ ! ''اے چچا مدد کو آیئے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام شکاری پرندے کی طرح وہاں نمودار ہوئے اور غضب ناک و خشمگین شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور عمرو پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس نے بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کہنیوں سے اس کے ہاتھ کٹ گئے یہ حال دیکھ کر لشکر ادھر ادھر ہونے لگا اور وہ شقی (عمرو بن سعد) پامال ہو کر مرگیا۔ جب غبار چھٹا تو امام حسین علیہ السلام قاسم کے بالین پر موجود تھے اور وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے ۔

اور حسین علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے : بعداً لقوم قتلوک ومن خصمھم یوم القیامة فیک جدک، عزّ واللّٰہ علیٰ عمک أن تدعوہ فلا یجیبک أو یجیبک ثم لاینفعک صوت واللّٰہ کثر واترہ و قلّ ناصرہ'' برا ہو اُس قوم کا جس نے تجھے قتل کردیا اور قیامت کے دن تمہارے دادا اس کے خلاف دعویدار ہوں گے۔ تمہارے چچا پر یہ بہت سخت ہے کہ تم انھیں بلاؤ اور وہ تمہاری مدد کو نہ آسکیں اور آئے بھی تو تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ خدا کی قسم تمہاری مدد کی آواز آج ایسی ہے کہ جس کی غربت و تنہائی زیادہ اور اس پر مدد کرنے

[1] طبری، ج۵،ص ۴۶۸ ، اس شخص کا نام سعد بن عمرو بن نفیل ازدی لکھا ہے اور دونوں خبر ابو مخنف ہی سے مروی ہے ۔

والے کم ہیں ۔پھر حسین نے اس نوجوان کو اٹھایا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس نوجوان کے دونوں پیر زمین پر خط دے رہے ہیں جبکہ حسین نے اس کا سینہ اپنے سینے سے لگا رکھا تھا پھر اس نوجوان کو لے کر آئے اور اپنے بیٹے علی بن الحسین کی لاش کے پاس رکھ دیا اور ان کے اردگرد آپ کے اہل بیت کے دوسرے شہید تھے، میں نے پوچھا یہ جوان کون تھا ؟ تو مجھے جواب ملا : یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابیطالب (علیہم السلام) تھے[1] ۔

عباس بن علی اور ان کے بھائی

پھر عباس بن علی (علیہما السلام) نے اپنے بھائیوں : عبد اللہ ، جعفر اور عثمان سے کہا : یا بني أمي !تقد مواحتی أرثیکم فانہ لا ولد لکم ! اے مرے ماں جایو !آگے بڑھو تاکہ میں تم پر مرثیہ پڑھ سکوں کیونکہ تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے جو تم پر نوحہ کرے ۔ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور میدان جنگ میں آئے اور بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہوگئے ۔ (خدا ان سب پر رحمت نازل کرے) [2]

---

[1] ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص ۴۴۷ و ارشاد ، ص ۲۳۹)

[2] ابو مخنف نے حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا مقتل اور ان کی شہادت کا تذکرہ نہیں کیاہے لہٰذا ہم اسے مختلف مقاتل کی زبانی ذکر کرتے ہیں ۔ارشاد میں شیخ مفید ؒ فرما تے ہیں : جب حسین علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا ارادہ کیا، آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے بھائی عباس بھی تھے۔ ابن سعد لعنۃ اللہ علیہ کا لشکرآپ کے لئے مانع ہوا اور اس لشکرمیں" بنی دارم" کا ایک شخص بھی تھا جس نے اپنی فوج سے کہا ؛ وائے ہو تم پر ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور انہیں پانی تک نہ پہنچنے دو، اس پر حسین علیہ السلام نے بددعا کی" اللّٰھم أظمہ " خدا یا! اسے پیاسا رکھ ! یہ سن کر"دارمی" کو غصہ آگیا اور اس نے تیر چلادیا جو آپ کی ٹھڈی میں لگا ۔حسین علیہ السلام نے اس تیر کو نکالا اور ٹھڈی کے نیچے اپنا ہاتھ لگا یا تو خون سے آپ کی دونوں ہتھیلیاں بھر گئیں ۔آپ نے اس خون کو زمین پر ڈال دیا اور فرمایا :" اللّٰھم انی أشکوا الیک ما یفعل بابن بنت نبیک" خدا یا !میں تجھ سے شکوہ کرتا ہوں کہ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے پھرآپ اپنی جگہ لوٹ آئے؛ لیکن پیاس میں اضافہ ہورہاتھا۔ ادھر دشمنوں نے عباس کو اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا کہ آپ کا رابطہ امام حسین علیہ السلام سے منقطع ہو گیا۔ آپ تنہا دشمنوں سے مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپ شہید ہوگئے ،آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ زید بن ورقاء حنفی[2] اور حکیم بن طفیل سنسبی نے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ زخموں سے چور ہوچکے تھے اور حرکت کی طاقت نہ تھی۔ (ارشاد، ص ۲۴۰ ، طبع نجف اشرف)یہاں سے ہم مقتل الحسین مقرم ، مقتل الحسین امین، ابصارالعین سماوی،فاجعۃالطف علامہ قزوینی ، عمدۃ الطالب اورخصال صدوق، ج۱،ص ۶۸، اور تاریخ طبری کی مدد سے حضرت ابو الفضل العباس کی شخصیت پر تھوڑی سی روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں ؛ شاید بارگاہ ایزدی میں یہ کوشش آخرت کی رسوائی سے نجات دلائے اور سقائے سکینہ کی خدمت اقدس میں یہ سعی ناچیز تحفہ قرار پائے۔

لشکر حسینی کے سردار

علمدار حسینی عباس(علیہ السلا م)آخر میں امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت اورآ پ کے حقوق و بلند مقاصد کے دفاع میں تنہا رہ گئے تھے ؛کیوں کہ تمام یاور و انصار اور بھائی بھتیجے اور فرزند شہید ہو چکے تھے ۔آپ نا قابل توصیف شجاعت و شہامت کے ساتھ اپنے آقا حسین علیہ السلام کی حفاظت میں پہاڑ کی طرح مستحکم تھے۔ حوادث کی تند وتیز ہوائیں آپ کے وجود پر اثر انداز نہیں ہورہی تھیں۔ آپ قابل افتخارشخصیت کے مالک تھے کیونکہ علم وعقل ، ایمان و عمل اور جہادو شہادت میں یکتائے تاز روزگار تھے۔ ان خصوصیات کو ہم آپ کے رجز ، آپ کے اعمال اور آ پ کے بیانات میں واضح طور پر مشاہدہ کرسکتے ہیں ۔

آپ کے امتیازات و خصوصیات

حقیقت میں آپ فضیلتوں کے سر چشمہ اور انسانی قدروں کے سربراہ تھے۔ آپ کے امتیازو خصوصیات قابل قدر و تحسین اور انسان ساز ہیں، وہ اوصاف و خصوصیات جو فردی و اجتماعی زندگی کو نیک بختی اور نجات کے معراجی مراحل تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں پر آپ کے بعض اوصاف کا تذکرہ منظور نظر ہے ۔

ا۔ حسن ورشادت: آپ بلند قامت، خوش سیما اور خوب رو تھے ۔ خاندان کے درمیان ایک خاص عظمت و شکوہ کے حامل تھے لہٰذا قمر بنی ہاشم یعنی بنی ہاشم کے چاند کہلاتے تھے. جب آپ حق و عدالت سے دفاع کے لئے مرکب پر سوار ہوتے تھے تو آپ کی صولت و ہیبت سے شیر دل افراد خوف زدہ ہوجاتے تھے اور رزم آورو دلیرافرادترس و خوف میں مبتلا ہو کر لرزہ براندام ہوجاتے تھے ۔ طبری نے زید بن رقاد جنبی لکھا ہے۔ (ج۵،ص ۴۶۸) اور جلد ٦ ،صفحہ ٦۴ پر لکھا ہے کہ یہ جَنب کا ایک شخص تھا ۔ یہ شخص عبد اللہ بن مسلم بن عقیل اور سویدبن عمرو خثعمی صحابی امام حسین علیہ السلام کا بھی قاتل ہے۔ اس کے احوال سوید کی شہادت کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مختار نے اسے زندہ جلا دیا تھا ۔ اسے حنفی کہنا واضح تحریف ہے ۔

حق و عدالت کی راہ میں جاں نثاری، دلاوری اور شجاعت آپ کا طرۂ امتیاز تھا ۔یہ صفت آپ نے اپنے شہوار باپ امیرا لمومنین علی علیہ السلام سے حاصل کی تھی۔ اگر چہ آپ کی مادر گرامی بھی علم و معنویت کی پیکر اور عرب کی ایک شجاع خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے بڑے ہی اہتمام سے آپ کی مادر گرامی کا انتخاب کیا تھا اور جب اس اہتمام کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا : ''لتلدلی فارساً شجاعاً ''میں چاہتا ہوں کہ وہ خاتون میرے لئے ایک شجاع بچہ دنیا میں لے کر آئے۔ یہ سبب تھا کہ افق علوی سے بنی ہاشم کا چاند خورشید فاطمی کی حفاظت کے لئے آسمان ام البنین پر طلوع ہوا ۔

۲۔ معنوی شوکت :دنیا میں ایک سے ایک بہادر ،پہلوان، شجاع اور خوبصورت گزرے ہیں۔ اگر ہم ابو الفضل عباس کو فقط اس نگاہ سے دیکھیں کہ آپ رشید قامت، ہلالی ابرو ، ستواں ناک اور گلابی ہونٹوں والے تھے تو تاریخ کے پاس ایسے سینکڑوں نمونے ہیں جو خوبصورت بھی تھے اور بہادر بھی لیکن ابولفضل العباس علیہ السلام کی خصوصیت فقط یہ نہ تھی کہ آپ فقط خوبصورت اور بہادر تھے بلکہ آپ کی اہم خصوصیت جو آپ کو گوہر نایاب بناتی ہے وہ آپ کا باطنی جوہر اور باطنی حسن ہے یعنی آپ کا ایمان، اخلاص، مردانگی، انسان دوستی، سچائی، امانت داری، آزادی، عدالت خواہی، تقویٰ، حلم، جانثاری اور وہ پیروی محض ہے جو اپنے امام علیہ السلام کے سامنے پیش کی ہے ۔ تاریخ میں ایک بہادر ، دلیر اور شجاع کا اتنے سخت اور دل ہلادینے والے حوادث میں اس قدر تابع اور مطیع ہونا کہیں نہیں ملتا اور نہ ملے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی بلند و بالا شخصیت کی اس طرح منظر کشی کی ہے: ’’کان عمنا العباس نافذ البصیرۃ ، صلب الایمان، جاھد مع اخیہ الحسین علیہ السلام وأبلی بلاء حسناَ و مضی شھیداَ ‘‘(عمدۃ الطالب، ۳۵٦) ہمارے چچا عباس عمیق بصیرت والے اور محکم صاحب ایمان تھے جس میں کوئی تزلزل نہ تھا،آپ نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کیا اور بلاؤں کی آماجگاہ میں بہترین امتیاز حاصل کیا اور شہید ہوگئے ۔امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں : ’’ رحم اللّٰہ العباس فلقد آثر وابلیٰ وفدا أخاہ بنفسہ حتی قطعت یداہ فأبدلہ اللّٰہ عزو جل بھا جناحین یطیر بھا مع الملائکۃ فی الجنۃ کما جعل لجعفر بن ابیطالب وان للعباس عنداللّٰہ تبارک وتعالیٰ منزلۃیغبطہ بھا جمیع الشھداء یوم القیامۃ‘‘ (خصال شیخ صدوق ج۱؛ ص ٦۸)

خدا (ہمارے چچا) عباس پر رحمت نازل کرے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے نا قابل وصف ایثار کا ثبوت دیا اور بزرگ ترین آزمائش میں کامیاب ہوکر سر بلند و سر فراز ہوگئے اور آخر کار اپنی جان کو اپنے بھائی پر نثار کردیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو اللہ عز و جل نے اس کے بدلے آپ کو دو پر عطا کئے جس کی مدد سے آپ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں

جس طرح خدا نے جعفر بن ابوطالب کو پر عطا کئے تھے۔ اللہ تبارک و تعالی کے نزدیک جناب عباس کی وہ قدر و منزلت ہے کہ قیامت کے دن تمام شہداء آپ پر رشک کریں گے۔

۳۔ علمدار کربلا :آپ کی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ روز عاشوراآپ حسینی لشکر کے علمدار تھے اور یہ اتنا بلند و بالا مرتبہ ہے کہ آسانی سے کسی کو نہیں ملتا جنگ کے بدترین ماحول میں آپ اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے لیکن سرکار سیدالشھداء کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ فقط فراق و جدائی کے تصور نے امامؑ کی آنکھوں کے جام کو لبریز کردیا اور سیل اشک جاری ہوگئے؛ یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا : ''اخی أنت العلامة من عسکری''میرے بھائی تم تو میرے لشکر کے علمدار ہوتو حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا : ''فداک روح أخیک لقد ضاق صدری من حیاة الدنیا وأرید آخذ الثار من ھولاء المنافقین''آپ کے بھائی کی جان آپ پر نثار ہو، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی سے میرا سینہ تنگ ہوچکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے انتقام لوں۔

۴۔ سقائی آپ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ سقا کے لقب سے نوازے گئے اور حسینی لشکر کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی سبیل کی خاطر نہر فرات کی طرف دشمنوں کے نرغے میں چل پڑے ،۔ بچوں کی تشنگی نے آپ کے دل کو برمادیا۔ امام حسین علیہ السلام سے میدان جنگ کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا : ''فاطلب لھولاء الأطفال قلیلاً من الماء'' بھائی اگر میدان میں جانا چاہتے ہو تو ان بچوں کے لئے دشمنوں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو۔

۵۔سالار عشق و ایمان :عباس غازی کی یہی وہ صفت ہے جو آپ کو دوسرے ساونت اوردلیروں سے جدا کرکے بہادری اور شجاعت کا حقیقی پیکر بناتی ہے۔ آپ کی جگہ پر کوئی بھی بہادر ہوتا تو وہ میدان جنگ میں آتے ہی تلوار سونت کر جنگ میں مشغول ہوجاتا لیکن یہ عباس پروردۂ آغوش تربیت علی مرتضیٰ ہیں جسمی توانائی کے علاوہ ان کا قلب تقویٰ، اخلاق، علم و حلم سے معمور ہے، اسی

لئےجب میدان میں آئے تو پہلے سردار لشکر عمر بن سعد کو ہدایت کی، راہ دکھائی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا : ''یا عمر بن سعد ! هٰذا الحسین ابن بنت رسول اللّٰہ قد قتلتم أصحابہ و أخوتہ وبنی عمہ وبقی فریداً مع أولادہ و عیالہ وھم عطاشا، قد أحرق الظماء قلوبھم فاسقوھم شربۃ من الماء لأن أولادہ و أطفالہ قد و صلوا الی الھلاک''.اے عمر بن سعد !یہ حسین نواسہ رسول ہیں جن کے اصحاب، بھائیوں اور چچا زادگان کو تم لوگوں نے قتل کردیا ہے اور وہ اپنی اولاد اور عیال کے ہمراہ تنہارہ گئے ہیں اور بہت پیاسے ہیں ،پیاس سے ان کا کلیجہ بھنا جا رہا ہے لہٰذا انھیں تھوڑا ساپانی پلادو ؛کیوں کہ ان کی اولاد اور بچے پیاس سے جاں بہ لب ہیں۔ آپ کے ان جملوں کا اثر یہ ہواکہ بعض بالکل خاموش ہوگئے ،بعض بے حد متاثر ہو کر رونے لگے لیکن شمر و شبث جیسے شقاوت پیکروں نے تعصب کی آگ میں جل کر کہا : ''یابن أبی تراب !قل لأخیک : لوکان کل وجہ الارض ماء وھو تحت أیدینا ما سقیناکم منہ قطرۃ حتی تدخلوا فی بیعۃ یزید'' اے ابو تراب کے فرزند !اپنے بھائی سے کہہ دوکہ اگر ساری زمین پانی پانی ہوجائے اور وہ ہمارے دست قدرت میں ہو تب بھی ہم تم کو ایک قطرہ پانی نہیں پلائیں گے یہاں تک کہ تم لوگ یزید کی بیعت کرلو۔

٦۔ اسلام کا غیرت مند سپاہی :حضرت عباس علیہ السلام اموی سپاہ کی غیر عاقلانہ اور جاہلانہ گفتگو پر افسوس کر کے اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور سارے واقعات سے آگاہ کردیا ۔ امام حسین علیہ السلام قرآن اور خاندان رسالت کی تنہائی پر آنسو بہانے لگے اور اتنا روئے کہ یہ آنسو آپ کے سینے اور لباس پر ٹپکنے لگے ۔

دوسری طرف ننھے بچوں کی صدائے العطش بار بار حضرت عباس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ یہ وہ موقع تھا جب اسلام کا یہ غیر تمند سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور خیمہ سے مشکیزہ لے کر دلیرانہ اور صفدرانہ انداز میں لشکر پر ٹوٹ پڑا ۔عمر بن سعد نے خاندان رسالت پر پانی بند کرنے کے لئے چار ہزار کا رسالہ فرات کے کنارے تعینات کر رکھا تھا اور وہ کسی طرح اصحاب واولاد حسین علیہ السلام کو پانی تک پہنچنے نہیں دے رہے تھے ۔علمدار لشکر حسینی نے اسی رسالہ پر حملہ کیا ۔آپ جو امیر المومنین علیہ السلام کی ایک نشانی تھے اپنی ناقابل وصف شجاعت وشہامت کے ساتھ دشمن کی فوج کو تتر بتر کردیا ،فوج کے پہرے کو بالکل توڑدیا اور ان میں

سے اسی (۸۰) لوگوں کو قتل کردیا جوان میں سب سے زیادہ شریر تھے ۔آپ کی شجا عانہ آواز فضا میں گونج رہی تھی: لا أرھب الموت اذاالموت رقاحتی أواری فی المصالیت لقی انّي أنا العباس أعدوا با لسقاولا أخاف الشرّ یوم الملتقی موت جب میری طرف رخ کرتی ہے تو میں اس سے نہیں ڈرتا یہاں تک کہ خدا کی مدد سے آتش افروز اور جنگجوؤں کے سروں کو خاک میں ملا دوں . .میں عباس ہوں جسے سقائیت کا رتبہ ملا ہے اور میں پانی ضرور پہنچاؤں گا ،میں حق وباطل سے مڈبھیڑ کے دن کبھی بھی باطل کی شرانگیز یوں سے نہیں ڈرتا ۔

۷۔معراج وفا:حضرت ابو الفضل نے اپنی ناقابل وصف شجاعت سے دشمن کی صفوں کو تتر بتر کردیا اور خود فرات میں داخل ہوگئے ۔پیاس کی شدت کی وجہ سے چلو میں پانی لیاتا کہ تھوڑا ساپی لیں لیکن اسی پانی میں حسین علیہ السلام کی پیاس کا عکس جھلکنے لگا ؛پانی کو فرات کے منہ پر مار دیا اور اپنی روح کو مخاطب کرکے فرمایا :یانفس من بعد الحسین ھوني وبعد ہ لاکنت ان تکوني ھذا الحسین شارب المنون وتشر بین بارد المعین ھیھا ت ما ھذ ا فعال دیني ولا فعال صادق الیقین اے نفس تو حسینؑ کے بعد ذلیل ورسوا ہے اور ان کے بعد زندگی کی تمنا نہیں ہے ،یہ حسینؑ ہیں جو جام شہادت نوش فرما رہے ہیں اور تو صاف و خوش گوار پانی پےئے گا ،یہ ہم سے بہت دور ہے،یہ ہمارے دین کا کام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام سچے یقین رکھنے والے کا ہو سکتا ہے ۔

اس کے بعد مشک کو پانی سے بھرکر دوش پر رکھا اور خیام حسینی کا رخ کیا ۔ وہ تتر بتر فوج جس نے اتنی مدت میں خود کو آمادہ کرلیا تھا آپ پر راستہ کو بند کر دیا اور ہزاروں لوگوں نے آپ کو تیروں کی باڑہ پر لے لیا ؛ جس کے نتیجے میں آپ کا پورا جسم تیروں کی آماجگاہ ہوگیا اور تیروں نے آپ کے سارے بدن کو چھلنی کر دیا لیکن آپ شجاعت وشہامت کے ساتھ ان پر وار کرتے رہے اور خیموں تک پہنچنے کا راستہ بناتے رہے کہ اسی درمیان ایک پلید شخص '' زید بن ورقاء ''جو ایک خرمہ کے درخت کے پیچھے چھپا تھا ایک دوسرے ظالم حکیم بن طفیل کی مدد سے پیچھے سے آپ کے داہنے ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ آپ کا ہاتھ کٹ گیا ۔ آپ نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا اور پر جوش انداز میں یہ رزمیہ اشعارپڑھنے لگے: واللہ ان قطعتم یمنی انی أحامی أبدَ اعن دینی وعن امام صادق الیقین

نجل النبی الطاھر الأ مین خدا کی قسم اگر چہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین اور اپنے سچے یقین والے امام کی حمایت کرتا رہا ہوں گا جو طاہر وامین بنی کے نواسے ہیں ۔ اپنے اس شور انگیز اشعار کے ساتھ آپ نے خیمہ تک پہنچنے کی کوشش کو جاری رکھا یہاں تک کہ مسلسل خون بہنے سے آپ پر نقاہت طاری ہوگئی لیکن آپ اپنی طرف توجہ کئے بغیر خیمہ کی طرف رواں دواں تھے کہ کسی نے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کمین گاہ سے کاٹ دیا لیکن پھر بھی آپ نے اپنے جہاد کو جاری رکھا اور یہ اشعار پڑھنے لگے: یا نفس لا تخشي من الکفار وابشري برحمۃ الجبار قد قطعوا ببغیھم یساري فأ صلھم یا رب حر النار اے نفس کفار سے نہ ڈر ؛ تجھے رحمت جبار کی بشارت ہو ؛ انھوں نے دھوکہ سے میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو پروردگارا تو انھیں جہنم کی آگ کی گرمی میں واصل کردے ۔

آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے لیکن آپ کی شجاعت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی آپ اس امید میں تھے کہ پانی خیمہ تک پہنچ جائے گا لیکن ناگہاں دشمنوں کی طرف سے ایک تیر آیا اور مشک پر لگا مشک کا سارا پانی زمین پر بہہ گیا ۔ اب عباس علیہ السلام کی فکر بدل گئی ،اب کیا کیا جائے ؟ نہ تو ہاتھ باقی ہیں کہ دوبارہ دشمن کی صفوں پر حملہ کیا جائے اور نہ ہی پانی بچا کہ خیمہ کی طرف جائیں ۔ابھی آپ اسی فکر میں تھے کہ ایک لعین نے ایک گرز آہنی آپ کے سر پر مارا ،عباس،زمین پر آئے صدا دی: ''یا أخاہ أدرك أخاك'' بھائی، اپنے بھائی کی مدد کو پہونچئے ۔اب میری کمر ٹوٹ گئی : علمدار کی آواز سنتے ہی امام حسین علیہ السلام ایک غضبناک شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور خود کو بھائی تک پہنچا دیا لیکن جب دیکھا کہ ہاتھ قلم ہو چکے ہیں پیشانی زخمی ہو چکی ہے اور تیر عباس کی آنکھوں میں پیوست ہے تو حسین علیہ السلام خمیدہ کمر لئے بھائی کہ پاس آئے اور خون میں غلطیدہ علمدار کے پاس بیٹھ گئے، سر زانو پر رکھا اسی اثنا میں عباس، ہمیشہ کے لئے سوگئے اور حسین علیہ السلام نے مرثیہ شروع کیا: ''أخی الأن انکسر ظھري و قلت حیلتي و شمت بي عدوّي'' اے میرے بھائی اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ وچارہ تدبیر مسدود ہوگئی اور دشمن مجھ پر خندہ زن ہے ،پھر فرمایا: الیوم نامت أعین بك لم تنم وتسھدت أخری فعز منامھا اب وہ انکھیں سوئیں گی جو تمہارے خوف سے نہیں سوتی تھیں اور وہ آنکھیں بیدار رہیں گی جو تمہارے وجود حسین علیہ السلام کا شیر خوار اس کے بعد حسین علیہ السلام اپنے خیمے کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک چھوٹا سا بچہ

جو ابھی شیر خوار تھا یا اس سے تھوڑا سا بڑا تھا جسے عبد اللہ بن حسین[1] کے نام سے یاد کیا جاتاہے آپ کو دیا گیااور آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھایا [2]۔ناگہاں قبیلہ بنی اسد کی ایک فرد حرملہ بن کاہل یا ہانی بن ثبیث حضرمی نے ایک تیر چلایااور وہ بچہ اس تیر سے ذبح ہو گیا ۔ حسین علیہ السلام نے اس کے خون کواپنے ہاتھوں میں لیا اور جب آپ کی ہتھیلی خون سے بھر گئی تو اسے زمین پرڈال دیا اور فرمایا :''رب ان تک حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذالک لما ھو خیر ، وانتقم لنا من ھٰؤ لاء الظالمین'' خدا یا اگر اپنی حکمت کے پیش نظر تو نے آسمان سے اپنی مدد ونصرت کو ہم سے روک لیا ہے تو اس سے بہتر چیز ہمارے لئے قرار دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے ۔

سے آرام سے سوتی تھیں ۔ایک شاعر نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی اہل حرم کے محافظ کو اس طرح یاد کیا ہے: عباس تسمع زینبا تدعوک من لي یا حامي اذا العدی سلبوني ؟أولست تسمع ماتقول سکینة عماہ یوم الأ سر من یحمیني؟اے عباس!تم سن رہے ہوزینب تم کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہے کہ اے زینب کے محافظ و حامی تمہاری شہادت کے بعد دشمنوں کے حملہ کے مقابلہ اب ہماری حفاظت کون کرے گا ؟ کیا تم نہیں سن رہے ہوکہ سکینہ کیا کہہ رہی ہے چچا جان آپ کی شہادت کے بعد اسیری کے دنوں میں ہماری حفاظت و حمایت کون کرے گا ؟اس کے بعد غم و اندوہ کی ایک دنیا لے کر آپ خیمے کی طرف پلٹے، سکینہ نے جیسے ہی بابا کو آتے دیکھا دوڑتی ہوئی گئیں اور پوچھا :''أبتاہ ھل لک علم بعمي العباس ؟'' بابا !آپ کو چچا کی کوئی خبر ہے ؟ یہ سن کر مولا رونے لگے اور فرمایا : ''یا بنتاہ أن عمک قد قتل'' بیٹی تیرے چچا مارڈالے گئے ۔ یعقوبی کا بیان ہے :آغاز جنگ کے بعد ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش فرمانے لگے یہاں تک کہ حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے ۔ آپ کے اصحاب،فرزند اور رشتہ داروں میں کوئی باقی نہ رہا ؛ آپ تنہا اپنے گھوڑے پر بیٹھے تھے کہ ایک بچہ نے اسی وقت دنیا میں آنکھ کھولی ۔ آپ نے اس کے کان میں اذان دی اور ابھی اسکی تحنیک (تالو اور

---

[1] ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۴۸)

[2] طبری نے عماردہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا : ایک تیر آیا اور اس بچہ کو لگا جو آپ کی آغوش میں تھا تواور آپ اس کے خون کو ہاتھ میں لے کر فرمارہے تھے :" اللھم احکم بیننا و بین قو م دعونا لینصرونا فقتلونا''خدا یا تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کرے اور پھر ہمیں قتل کردیا۔ (طبری، ج۵ ،ص ۳۸۹)

زبان کے درمیان جدائی کرنے) میں ہی مشغول تھے کہ ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا اور اس نے اسے ذبح کردیا۔امام حسین علیہ السلام نے اس کے حلق سے تیر نکالا اور وہ خون میں لت پت ہوگیا۔ اس وقت آپ فرمارہے تھے'' واللہ لأنت أکرم علی اللہ من الناقۃ ولمحمد أکرم من الصالح'' خدا کی قسم تو خدا کے سامنے ناقہ (صالح)سے زیادہ ارزش مند ہے اور محمد ،صالح سے زیادہ باکرامت ہیں پھر اس کے بعد آکر اس نونہال کو اپنے فرزندوں اور بھتیجوں کے پاس لٹا دیا۔ (تاریخ یعقوبی، ج۲،ص۲۳۲،طبع نجف) سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ پھر حسین ملتفت ہوئے کہ ایک بچہ پیاس کی شدت سے رورہا ہے تو آپ اسے اپنے ہاتھ پر لے کر دشمنوں کے سامنے گئے اور فرمایا :''یا قوم ان لم ترحمونی فارحموا ھٰذا الطفل'' اے قوم !اگر تم لوگوں کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچہ پر رحم کرو لیکن اس کے جواب میں دشمن کی فوج میں سے ایک نے اس بچہ پر تیر چلادیا جس سے وہ ذبح ہوگیا ۔یہ صورت حال دیکھ کر حسین علیہ السلام رودیے اور کہنے لگے : ''اللّٰھم احکم بیننا وبین القوم دعونا لینصرونا فقتلونا'' خدایا !تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے لیکن اس نے ہمیں قتل کردیا۔ اسی درمیان فضا میں ایک آواز گونجی'' دعہ یا حسین! فان لہ مرضعاً فی الجنۃ'' اے حسین !اس بچہ کو چھوڑ دو کیونکہ جنت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔ (تذکرہ ،ص ۲۵۲،طبع نجف)ان تینوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کربلا میں ایسے تین بچے شہید ہوئے ہیں جو شیر خوار یا اس سے کچھ بڑے تھے اور ابو مخنف نے فقط ایک شیر خوار کا تذکرہ کیا ہے جسے طبری نے ذکر کیا ہے۔اس روایت کی بنیاد پر جناب علی اصغر کی روایت اور امام حسین علیہ السلام کا انہیں میدان میں لے جانے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ واقعہ سبط بن جوزی کی زبانی ثابت ہے لہٰذا اگر کوئی آغوش میں شہید ہونے والے واقعہ کو پڑھتا ہے یا لکھتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ حضرت علی اصغر کی شہادت کا منکر ہے اور نہ ہی حضرت علی اصغر کی شہادت کا ذکر کرنے والوں کو اس پر مصر ہونا چاہیے کہ شیر خوار بچے کے عنوان سے فقط یہی شہید ہوئے ہیں۔ان کے علاوہ دو بچے اور بھی ہیں جو تیر ستم کا نشانہ بنے ہیں۔ (مترجم)

عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

پھر عبداللہ بن جعفر کے فرزند میدان نبرد میں آئے اور دشمن کی فوج نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ عبد اللہ بن قطبہ نبہانی طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب پر حملہ کرکے انھیں شہید کردیا[1] اور عامر بن نہشل تیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پر حملہ کرکے انھیں شہید کردیا[2]۔

آل عقیل کی شہادت '' عثمان بن خالد بن اسیر جہنی '' اور '' بشر بن حوط قابضی ھمدانی '' نے ایک زبردست حملہ میں عبدالرحمن بن عقیل بن ابیطالب کو شہید کردیا[3]۔ اوردونوں نے مل کر ان کے لباس وغیرہ لوٹ لئے اور عبداللہ بن عزرہ خثعمی[4] نے جعفر بن عقیل بن ابیطالب کو تیر مار کر شہید کردیا ،پھر عمرو بن صبیح صدائی[5] نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل [1] پرایک تیر چلایا ۔آپ اپنا ہاتھ پیشانی پر لے

---

[1] آپ کی مادر گرامی جمانۃ بنت مسیب بن نجبۂ غزاری تھیں۔ (طبری ،ج ۵، ص ۴۶۹) مسیب بن نجبہ کا شمار کوفہ کے شیعوں میں توابین کے زعماء میں ہوتا ہے۔ ابو الفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ آپ کی مادر گرا می عقیلہ بنی ہاشم زینب بنت علی بن ابی طالب (علیہم السلام)تھیں (ص۶۰ ،طبع نجف) ۔

[2] آپ کی مادر گرامی خوصاء بنت خصفہ بن ثقیف تیمی خاندان بکر بن وائل سے متعلق تھیں۔(طبری ،ج۵،ص ۴۶۹) ابوالفرج نے بھی یہی لکھا ہے (ص ۶۰ ،طبع نجف)لیکن سبط بن جوزی نے حوط بنت حفصہ التمیمی لکھاہے۔ (تذکرہ، ص ۲۵۵ ، ط نجف)

[3] مختار نے ان دونوں کی طرف عبداللہ بن کامل کو روانہ کیا۔ ادھر یہ دونوں جزیرہ یعنی موصل کی طرف نکلنے کا ارادہ کررہے تھے تو عبداللہ بن کامل اور دوسرے لوگ ان دونوں کی تلاش میں نکلے اورمقام جبانہ میں انہیں پالیا۔ وہاں سے ان دونوں کو لے کر آئے اور جعد کے کنویں کے پاس لے گئے اور وہیں ان دونوں کی گردن ماردی اور آگ میں جلادیا ۔ اعشی ہمدان نے ان دونوں پر مرثیہ کہا ہے (طبری، ج۶، ص ۵۹) لیکن طبری نے جلد ۵، ص ۴۶۹ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن عقیل کو فقط عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا ہے اوربشر بن حوط ہمدانی ان کے ہمراہ اس کے قتل میں شریک نہ تھا لیکن اسی سند سے ابوالفرج نے دونوں کو ذکر کیا۔ (ص، ۶۱،طبع نجف)

[4] طبری نے ج۵، ص ۴۶۹ پر لکھ اہے کہ آپ کو بشر بن حوط بن ہمدانی نے شہید کیا اور ج۶، ص ۶۶۵ پر عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔ مختار نے اس شخص کو طلب کیا تو یہ آپ کے ہاتھ سے نکل کر مصعب سے ملحق ہوگیا۔ابولفرج نے بعینہ اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔ (ص ۶۱طبع نجف)

[5] مختار نے اسے طلب کیا تو یہ رات میں اس وقت لایا گیا جب آنکھیں نیند کا مزہ لے رہی تھی۔ اس وقت یہ چھت پر تھا تاکہ پہچانا نہ جا سکے۔ اسے پکڑا گیا درحالیکہ اس کی تلوار اسکے سر کے نیچے تھی ۔ پکڑنے والے نے اس سے کہا خدا تیری تلوار کا برا کرے جو تجھ سے کتنی دور ہے اور کتنی نزدیک ۔ وہ کہہ رہاتھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزہ چلایا ہے مجروح کیا ہے لیکن کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اسے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے اسے اسی قصر میں قید کر دیا ۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں کو دربارمیں آنے کی اجازت ملی اور لوگ دربار میں داخل ہونے لگے تو وہ قیدی بھی لایا گیا۔ اس نے کہا : اے گرو ہ کفار و فجار ! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمہیں معلوم ہوجاتا کہ میں تلوار کی نوک سے لرزہ براندام نہیں ہوتا اورنہ ہی خوف زدہ ہوتا ہوں۔ میرے لئے کتنا باعث سرور ہے کہ میری موت قتل ہے۔ خلق خدا میں مجھے تم لوگوں کے علاوہ کوئی اور قتل کرے گا ۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بد ترین مخلوق خدا ہو مگر مجھے اس کی آرزو تھی کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اس سے تم لوگوں کو کچھ دیر تک مارتا ،پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابن کامل جو اس کے پہلو میں تھے اس کی آنکھ پر طمانچہ لگایا،اس پرابن کامل ہنس پڑااور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا پھر گویا ہوا : اس کا گمان یہ ہے کہ اس نے آل محمد کو زخمی کیا ہے اور نیزہ چلایا ہے لہٰذا اس کے فیصلہ کو ہم نے آپ پرچھوڑ دیا ہے۔ مختار نے کہا : میرا نیزہ لاؤ ! فوراً نیزہ لایا گیا، مختار بولے : اس پر نیزہ سے وار کرو یہاں تک کہ یہ مرجائے پس اتنا وار ہوا کہ وہ مرگیا ۔(طبری ،ج۶، ص ۶۵)لیکن طبری نے ج۵،ص ۴۶۹ پر ابو مخنف سے روایت کی ہے کہ اس نے عبداللہ بن عقیل بن ابیطالب علیہم السلام کو قتل کیا ہے اور ج۶،ص ۶۴ پر روایت کی ہے کہ جس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا وہ زید بن رقاد جنبی ہے اور وہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے تمہارے ایک جوان پر تیر چلایا جب کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھا اور میں نے اس کی ہتھیلی کو اس کی پیشانی سے چپکا دیا اس طرح سے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کرسکا جب اس کی پیشانی اس طرح ہتھیلی سے چپک گئی تو اس جوان نے کہا :" اللّٰھم انھم استقلونا واستذلونا اللھم فاقتلھم کماقتلونا و اذلھم کما استذلونا" خدا یا !ان لوگوں نے ہماری تعداد کم کردی اور ہمیں ذلیل کرنے کی کوشش کی خدا یا! توبھی ان لوگوں کو اسی طرح قتل کرجیسے انھوں نے ہمیں قتل کیا ہے اور انھیں اسی طرح ذلیل و رسوا کر جیسے انھوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کر نے کی کوشش کی ہے؛ پھر اس جنبی نے ایک تیراورچلاکر آپ کو شہید کر دیا۔ وہ کہتاہے:جب میں اس جوان کے پاس آیاتووہ مرچکاتھا۔ میں نے اس تیر کو حرکت دیا تاکہ اسے

گئے تاکہ تیر نکال لیں لیکن پھر ہتھیلیوں کو حرکت دینے کی طاقت نہ رہی،اسی دوران ایک دوسرا تیر چلا جو آپ کے سینے میں پیوست ہوگیا[1]اور بسط بن یاسر جہنی نے محمد بن ابوسعید بن عقیل کو شہید کر دیا[3]۔

حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

عبد اللہ بن عقبہ غنوی[4]نے ابوبکر بن حسن بن علی علیہما السلام[5]پر تیر چلا کر انھیں شہید کر دیا[1]اور عبداللہ بن حسن بن علی(علیہما السلام)کو حرملہ بن کاہل اسدی[6]نے تیر چلاکر شہید کردیا ۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

امام حسین علیہ السلام کی شہادت سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے جب فقط تین یا چار ساتھی رہ گئے تو آپ نے اپنا یمنی لباس منگوایا جو مضبوط بناوٹ کا صاف وشفاف کپڑا تھا اسے آپ نے جا بجا سے پھاڑدیا اور الٹ دیا تاکہ اسے کوئی غارت

باہر نکال دوں لیکن اس کا پھل کچھ اس طریقے سے پیشانی میں پیوست ہوچکا تھا کہ میں اسے نکالنے سے عاجز ہوگیا۔ اپنے زمانے میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے سراغ میں روانہ کیا،عبداللہ نے آکراس کے گھر کو گھیر لیا اور وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ لگ گئی تو وہ شخص تلوار سونتے باہر نکلا۔ ابن کامل نے کہا : اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو،لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑا لیکن اس کے جسم میں ابھی جان باقی تھی۔اس کے بعد ابن کامل نے آگ منگوائی اوراسے زندہ جلادیا۔(طبری، ج۶،ص ۶۴)

[1] آپ کی مادر گرامی کانام رقیہ بنت علی بن ابیطالب علیہم السلام ہے۔(طبری، ج۵،ص۴۶۹،ابوالفرج ،ص۶۲ ،طبع نجف)

[2] ابو مخنف کا بیان ہے۔(طبری، ج۵،ص۴۶۹ ، ابو الفرج ،ص ۶۲، طبع نجف)

[3] مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵ ،ص۴۴۷)

[4] طبری نے جلد ۵، ص ۴۶۸ پر یہی لکھا ہے مگر ص ۴۴۸ پر ابوبکر بن حسین بن علی لکھ دیا ہے جو غلط ہے ۔

[5] عقبہ بن بشیر اسدی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام نے بیان کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۴۸)
ابوالفرج نے مدائنی سے اس نے ابو مخنف سے اس نے سلیمان بن ابی راشد اور عمرو بن شمر سے اس نے جابرسے انھوں نے ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔(مقاتل الطالبیین، ص ۵۷ ،طبع نجف)

[6] طبری نے ج۶،ص ۶۵ پر یہی لکھا ہے لیکن یہاں ج۵ ،ص ۴۶۸ پر حرملہ بن کاہن لکھا ہے جو غلط ہے۔اس کے سلسلے میں مختار کی جستجو اور کیفیت قتل کو بھی ذکر نہیں کیا ہے ۔ہشام کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو ہذیل" سکون " کے رہنے والے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے :خالد بن عبداللہ کے زمانے میں حضرمیوں کی نشست میں ،میں نے ہانی بن ثبیت حضرمی کو دیکھا جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ کہہ رہاتھا : میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حسین کے قتل کے وقت وہاں موجودتھے۔ خدا کی قسم میں ان دس (۱۰) میں کا ایک تھا جو ہمیشہ گھوڑے پر تھے اور میں پورے لشکر میں گھوم رہا تھا اور ان کے روز گار کو بگاڑ رہاتھا اسی اثنا میں ان خیموں سے ایک نوجوان نکلا جس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس کے جسم پر ایک کرتا اور پاجامہ تھا اور وہ بہت خوفزدہ تھا اور وہ ادھرادھر دیکھ رہا تھا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے کان میں دو درتھے جب وہ ادھر ادھر دیکھ رہاتھا تو وہ در ہل رہے تھے ۔
ناگہاں ایک شخص گھوڑے کو سر پٹ دوڑا تاہوا سامنے آیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہوگیا پھر جب وہ اپنے گھوڑے سے مڑا تو اس نے اس نوجوان کو تلوار سے دو نیم کردیا۔ ابولفرج مدائنی نے اس کی روایت کی ہے۔(ص ۷۹ ،طبع نجف) ابو مخنف کا بیان ہے کہ حسن بن حسن اور عمر بن حسن چھوٹے تھے لہٰذا قتل نہ ہوئے۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۴۹) حسین علیہ السلام کے غلاموں میں سے دو غلام سلیمان اور منجح بھی جام شہادت نوش فرماکر راہی ملک جاوداں ہوگئے ۔(طبری ،ج۵، ص ۴۶۹)

[7] طبری نے ج۵، ص۴۶۸ پر یہی لکھاہے اور ابو الفرج نے ص ۵۸ ،طبع نجف پر مدائنی کے حوالے سے یہی لکھا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو خیمہ سے نکل کر اپنے چچا کی شہادت گاہ کی طرف بھاگا تھا اور وہیں پر ان کے پاس شہید کردیا گیا جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا ۔ ارشاد میں مفید ؒ نے اس روایت کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔(ص ۲۴۱ ،طبع نجف)

نہ کرے ۔[1] اور[2] اس بھری دوپہر میں آپ کافی دیر تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے ۔ دشمنوں کی فوج کا جو شخص بھی آپ تک آتا تھا وہ پلٹ جاتا تھا کیونکہ کوئی بھی آپ کے قتل کی ذمہ داری اور یہ عظیم گناہ اپنے سر پر لینا پسند نہیں کررہا تھا ۔ آخر کار مالک بن نسیر بدی کندی[3] آنحضرت کے قریب آیا اور تلوار سے آپ کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ برنس (ایک قسم کی ٹوپی جو آغاز اسلام میں پہنی جاتی تھی) جو آپ کے سر پر تھی شگافتہ ہوگئی اور ضرب کا اثر آپ کے سر تک پہنچا اور آپ کے سر سے خون جاری ہوگیا ، برنس خون آلود ہوگئی ، تو حسین علیہ السلام نے اس سے کہا : ''لا أکلت بھا ولا شربت وحشرک اللہ مع الظالمین '' تجھے کھانا ، پینا نصیب نہ ہو، اور اللہ تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے ۔ پھر آپ نے اس برنس کو الگ کیا اور ایک دوسری ٹوپی منگوا کر اسے پہنا اور اس پر عمامہ باندھا[4] ۔ اسی طرح سیاہ ریشمی ٹوپی پر آپ نے عمامہ باندھا ۔ آپ کے جسم پر ایک قمیص[5] یا ایک ریشمی جبہ تھا ، آپ کی ڈاڑھی

---

[1] آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا : اگر آپ اس کے نیچے ایک چھوٹا سا کپڑاپہن لیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے جواب دیا:" ثوب مذلہ ولا ینبغی لی أن البسہ '' یہ ذلت ورسوائی کا لباس ہے اور میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں اسے پہنوں۔ جب آپ شہید ہوگئے تو بحر بن کعب وہ یمنی لباس لوٹ کے لے گیا ۔(طبری ،ج۵،ص۴۵۱) ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے عمروبن شعیب نے محمد بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ بحر بن کعب کے دونوں ہاتھوں سے سردی میں پانی ٹپکتا تھا اور گرمی وہ بالکل سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہوجاتا تھا۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۵۱)

[2] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔(طبری ،ج۵ ،ص ۴۵۱وارشاد، ص ۲۴۱)

[3] یہ وہی شخص ہے جو راستے میں حر کے پاس ابن زیاد کا خط لے کر آیا تھا جس میں یہ لکھاتھا کہ حسین(علیہ السلام) کو بے آب وگیاہ صحرا میں اتارلو ؛امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے اس صحرا میں وارد ہونے کے ذیل میں اس کے احوال گزرچکے ہیں ۔

[4] وہ برنس ریشمی تھا ۔ مالک بن نسیر کندی آیا اور اسے اٹھا لے گیا، پھر جب اس کے بعد وہ اپنے گھر آیا تو اس برنس سے خون کو دھونا شروع کیا۔ اس کی بیوی نے اسے دیکھ لیا اور وہ سمجھ گئی تو بولی : نواسۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان لوٹ کر لا تا ہے اور میرے گھر میں داخل ہوتا ہے ! میرے پاس سے اسے فوراً نکال لے جا! اس کے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ (طبری، ج۵،ص ۴۴۸، ارشاد ،ص ۲۴۱) ارشاد میں شیخ مفید ؒ نے مالک بن یسر لکھا ہے۔ ہشام اپنے باپ محمد بن سائب سے اور وہ قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا : مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو اپنے لشکر میں حسین علیہ السلام کی جنگ کا گواہ ہے وہ کہتا ہے : جب حسین ؑ کے سارے سپاہی شہید کردےئے گئے تو آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا رخ کیا اور اپنے گھوڑے کو ایک ضرب لگائی یہ دیکھ کر قبیلہ بنی آبان بن دارم کے ایک شخص نے کہا : وائے ہو تم پر ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ توان لوگوں نے اس کے حکم کی پیروی کی اور ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہوگئے ۔ اور" اباتی'' نے ایک تیر چلا یا جو آپ کی ٹھڈی میں پیوست ہوگیا ۔امام حسین علیہ السلام نے اس تیر کو کھینچا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا دیں تو وہ خون سے بھر گئیں پھر آپ نے فرمایا :" اللّٰھم انی أشکو الیک ما یفعل بابن بنت نبیک،اللّٰھم اظمہ''خدا یا! میں تیری بارگاہ میں اس چیز کی شکایت کر تا ہوں جو تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ خدا یا! اسے ہمیشہ پیاسا رکھ۔ قاسم بن اصبغ کا بیان ہے : میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاس دودھ سے بھرے بڑے بڑے برتن اور کوزوں میں ٹھنڈے ٹھنڈے شربت رکھے ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہا تھا : وائے ہو تم لوگوں پر مجھے پانی پلا ؤ ،پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے پھر بڑا برتن اور کوزہ لا یا جاتا اور وہ سب پی جاتا اور جب سب پی جاتا تو پھر تھوڑی ہی دیر میں فریاد کرنے لگتا اور پھر کہنے لگتا : وائے ہو تم لوگوں پر ! مجھے پانی پلا ؤ پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے، خدا کی قسم تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح پھٹ گیا۔ ابو الفرج نے اسے ابو مخنف کے حوالہ سے لکھا ہے۔(ص ۷۸، طبع نجف)
ہشام کا بیان ہے : مجھ سے عمروبن شمر نے جابر جعفی کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے : حسین ؑ کی پیاس شدید سے شدید تر ہو رہی تھی لہٰذاآپ فرات کے نزدیک پانی کی غرض سے آئے لیکن ادھر سے حصین بن تمیم نے ایک تیر چلا یا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا ، آپ نے اپنے دہن سے اس خون کو ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا :" اللّٰھم أحصھم عدداً واقتلھم بدداً ولا تذرعلی الارض منھم أحداً''(طبری ،ج ۵،ص۴۴۹و ۴۵۰) خدا یا!ان کی تعدادکو کم کردے ،انھیں نابود کردے اور ان میں سے کسی ایک کوروئے زمین پرباقی نہ رکھ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص۴۴۷و ۴۴۸)

[5] ابو مخنف نے کہا:مجھ سے صقعب بن زہیرنے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص۴۵۲)

خضاب سے رنگین تھی، اس حال میںآپ میدان جنگ میںآئے اور شیر بیشۂ شجاعت جیسا قتال شروع کیا، دشمنوں کے ہر تیر سے خود کو ماہرانہ انداز میں بچا رہے تھے، دشمن کی ہر کمی اور ضعف سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور اسے غنیمت و فرصت شمار کررتے ہوئے اور دشمن پر بڑا زبردست حملہ کررہے تھے[1]۔ اسی دوران شمر اہل کوفہ کے دس پیدلوں کے ساتھ حسین علیہ السلام کے خیموں کی طرف بڑھنے لگا جن میں آپ کے اثاثہ اور گھر والے تھے۔ آپ ان لوگوں کی طرف بڑھے تو ان لوگوں نے آپ اورآپ کے گھر والوں کے درمیان فاصلہ پیدا کردیا۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ نے فرمایا: ''ویلکم !ان لم یکن لکم دین ،وکنتم لاتخافون یوم المعاد فکونوا في أمر دنیاکم أحراراً ذوی أحساب !امنعوا رحلی وأھلي من طغامکم وجھالکم''! وائے ہو تم پر !اگر تمہارے پاس دین نہیں ہے اور تمہیں قیامت کا خوف نہیں ہے توکم ازکم دنیاوی امور میں تو اپنی شرافت اور خاندانی آبرو کا لحاظ رکھو ؛ ان اراذل واوباشوں کو ہمارے خیموں اور گھر والوں سے دور کرو۔ یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن بولا : اے فرزند فاطمہ یہ تمہارا حق ہے !یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کردیا، حسین (علیہ السلام) نے بھی ان لوگوں پر زبردست حملہ کیاتووہ لوگ ذلیل ورسوا ہوکر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے[2]۔ عبداللہ بن عمار بارقی[3] کا بیان ہے : پھر پیدلوں کی فوج پر چپ وراست سے آپ نے زبردست حملہ کیا ؛ پہلے آپ ان پر حملہ آور ہوئے جوداہنی طرف سے یلغار کررہے تھے اورایسی تلوار چلائی کہ وہ خوف زدہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے پھر بائیں جانب حملہ کیا یہاں تک وہ بھی خوف زدہ ہوکر بھاگ گئے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا ٹوٹا ہوا انسان نہیں دیکھا جس کے سارے اہل بیت، انصار اور ساتھی قتل کئے جاچکے ہوں اس کا دل اتنا مستحکم، اس کا قلب اتنا مطمئن اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس قدر شجاع ہو جتنے کہ حسین علیہ السلام تھے۔ خدا کی قسم میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو ان کے جیسا نہیں دیکھا ۔اگرپیدل کی فوج ہوتی تھی تو چپ وراست سے ایسا ذلیل ورسوا ہوکے بھاگتی تھی جیسے شیر کودیکھ کرہرن بھاگتے ہیں[4]۔ اسی دوران عمر بن سعد ،امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا، اسی اثناء

---

[1] ابومخنف نے حجاج سے اور اس نے عبداللہ بن عمار بارقی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص۴۵۲)

[2] یہ ابو مخنف کی روایت میں ہے۔(طبری ،ج۵،ص۴۵۰) ابوالفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔(ص۷۹)

[3] یہی شخص امیرالمومنین علیہ السلا م کی اس خبر کا بھی راوی ہے جس میں آپ ۲۶ھ میں صفین کی طرف جارہے تھے تو فرات پر پل بنانے کی بات ہوئی تھی۔(طبری ،ج۵،ص ۵۶۵)

[4] روایت میں معزیٰ اور ذئب استعمال ہوا ہے جس کے معنی گلہء گوسفند اور بھیڑئیے کے ہیں عرب تہذیب اور کلچر میں کسی کی شجاعت ثابت کرنے کی یہ بہترین مثال ہے لیکن ہماری ثقافت میں بزرگ شخصیتوں کو بھیڑئیے سے تعبیر کرنا ان کی توہین ہے اور قاری پر بھی گراں ہے لہٰذا محققین کرام نے مترجمین کو اس بات کی پوری اجازت دی ہے کہ وہ تشبیہات کے ترجمہ میں اپنی تہذیب اور

میں امام کی بہن زینب بنت فاطمہ علیہا السلام خیمہ سے باہر نکلیں اورآواز دی : ''یا عمر بن سعد !أیقتل أبو عبداللہ وأنت تنظر الیہ '' اے عمر بن سعد !کیا ابو عبداللہ الحسین قتل کئے جارہے ہیں اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے ۔ تو اس نے اپنا چہرہ ان کی طرف سے پھیر لیا گویا میں عمر کے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے [٢]۔ادھر آپ دشمنوں کی فوج پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے : ''أعلی قتلي تحاثون ؟اما واللہ لا تقتلون بعدي عبدا من عباد اللہ أسخط علیکم لقتلہ مني او أیم اللہ اني لأرجو أن یکرمنی اللہ بھوانکم ثم ینتقم لي منکم من حیث لا تشعرون [٣] أما واللہ لو قد قتلتموني لقد ألقی اللہ بأسکم بینکم و سفک دمائکم ثم لا یرضی لکم حتی یضاعف لکم العذاب الألیم [٤]!'' کیا تم لوگ میرے قتل پر (لوگوں کو) برانگیختہ کررہے ہو ؟خدا کی قسم میرے بعد خدا تمہارے ہاتھوں کسی کے قتل پر اس حد تک غضبناک نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر وہ تم سے غضبناک ہوگا ،خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ تمہارے ذلیل قرار دینے کی وجہ سے خدا مجھے صاحب عزت و کرامت قرار دے گا پھر تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تم لوگ سمجھ بھی نہ پاؤ گے خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کردیا تو خدا تمہاری شرارتوں کو تمہارے ہی درمیان ڈال دے گا ،تمہارے خون تمہارے ہی ہاتھوں سے زمین پر بہا کریں گے اس پر بھی وہ تم سے راضی نہ ہوگا یہاں تک کہ دردناک عذاب میں تمہارے لئے چند گنا اضافہ کردے گا ۔ پھر پیدلوں کی فوج کے ہمراہ جس میں سنان بن انس نخعی ، خولی بن یزید اصبحی [٥] صالح بن وہب یزنی ، خشم بن عمرو جعفی اور عبدالرحمن

کلچر(culture))کا پورا پورا لحاظ رکھیں ، اسی بنیاد پر ترجمہ میں شیر اور ہرن استعمال کیا گیا ہے جو شجاعت اور خوف کی تشبیہات ہیں۔ (مترجم)

[١] شیخ مفید ؒ نے ارشاد میں یہ روایت بیان کی ہے۔(الارشاد ،ص٢٤٢، طبع نجف)

[٢] یہ روایت'' حجاج ''سے ہے۔ اس نے اسے عبداللہ بن عمار بارقی سے نقل کیا ہے۔(طبری ،ج٥،ص ٤٥١) شیخ مفید ؒ نے ارشاد میں حمید بن مسلم سے روایت کی ہے۔(ص ٢٤١)

[٣] امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی اور کچھ زمانے کے بعد مختار نے قیام کیا اور اپنی سپاہ کی ایک فرد ابا عمرہ کو عمربن سعد کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اسے لے کرآ۔ وہ گیا یہاں تک کہ اس کے پاس وارد ہوا اور کہا : امیر نے تم کو طلب کیا ہے۔ عمر بن سعد اٹھا لیکن اپنے جبہ ہی میں پھنس گیا تو ابو عمرہ نے اپنی تلوار سے اس پر وار کرکے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو اپنی قبا کے نچلے حصے میں رکھا اور اس کو مختار کے سامنے لاکر پیش کردیا ۔
حفص بن عمر بن سعد، مختار کے پاس ہی بیٹھا تھا ۔مختار نے اس سے کہا : کیا تم اس سر کو پہچانتے ہو ؟ تو اس نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہاکہ اس کے بعد زندگی میں کوئی اچھا ئی نہیں ہے ! تو مختار نے کہا : تم اس کے بعد زندہ نہیں رہوگے ! اور حکم دیا کہ اسے بھی قتل کردیا جائے۔ اسے قتل کردیا گیا اور اس کا سر اس کے باپ کے ہمراہ رکھ دیا گیا۔ (. طبری ،ج ٦، ص ٦١)

[٤] مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ،ج ٥، ص ٤٥٢)

[٥] مختار نے اس کی طرف معاذ بن ہانی بن عدی کندی جناب حجر کے بھتیجے کو روانہ کیا،نیز اس کے ہمراہ ابو عمرہ ، اپنے نگہبانوں کے سردار کو بھی اس کی طرف بھیجا تو خولی اپنے گھر کی دہلیز میں جا کر چھپ گیا۔ '' معاذ'' نے ابو عمرہ کو حکم دیا کہ اس کے گھر کی تلاشی لے۔ وہ سب کے سب گھر میں داخل ہوئے، اس کی بیوی باہر نکلی، ان لوگوں نے اس سے پوچھا : تیرا شوہر کہاں ہے ؟ تو اس نے جواب دیا : میں نہیں جانتی اور اپنے ہاتھ سے دہلیز کی طرف اشارہ کردیا تو وہ لوگ اس میں داخل ہوگئے۔ اسے وہاں اس حال میں پایا کہ وہ اپنے سر کو کھجور کی ٹوکری میں ڈالے ہوئے ہے۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اور جلادیا۔(طبری، ج٦، ص ٥٩)

جعفی[1] موجود تھے شمر ملعون امام حسین علیہ السلام کی طرف آگے بڑھا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اُکسانے لگا تو ان لوگوں نے حسین علیہ السلام کو پوری طرح اپنے گھیرے میں لے لیا ۔ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے آپ کے خاندان کا ایک بچہ[2] میدان میں آنکلا ۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن زینب بنت علی (علیہا السلام) سے کہا : ''احبسیہ'' بہن اسے روکو، تو آپ کی بہن زینب بنت علی(علیہا السلام) نے روکنے کے لئے اس بچے کو پکڑا لیکن اس بچہ نے خود کو چھڑا لیا اور دوڑتے ہوئے جاکر خود کو حسین علیہ السلام پر گرادیا ۔اسی وقت بحر بن کعب نے ام حسین علیہ السلام پر تلوار چلائی تو اس بچہ نے کہا : ''یابن الخبیثۃ !أ تقتل عمي'' اے پلید عورت کے لڑکے !کیا تو میرے چچا کو قتل کر رہا ہے[3]؟ تو اس نے تلوار سے اس بچہ پر وار کردیا ۔ اس بچے نے اپنے ہاتھ کو سپر قرار دیا اور بچہ کا ہاتھ کٹ کر لٹکنے لگا تو اس بچے نے آواز دی: ''یا أمتاہ'' اے مادر گرامی مدد کیجیے ۔ حسین علیہ السلام نے فوراً اسے سینے سے لگالیا اور فرمایا : ''یابن أخي[4] اصبر علی مانزل بک واحتسب فی ذالک الخیر ،فان اللہ یلحقک بآبائک الصالحین برسول اللہ وعلی بن أبی طالب و حمزۃ والحسن بن علی صلی اللہ علیھم أجمعین''[5] و[6]'' اللھم امسک عنھم قطر السماء وامنعھم برکات الارض اللّٰھم فان متعتھم الی حین ففرقھم فرقاوا جعلھم طرائق قدداً ولاترضی عنھم الولاۃ أبداً فانھم دعونا لینصرونا فعدوا علینا فقتلونا''[7] جان برادر !اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی اوراس کو راہ خدا میں خیر شمار کرو،کیونکہ خدا تم کو تمہارے صالح اور نیکو کار آباء و اجداد رسول خدا ، علی بن ابیطالب ،حمزہ اور حسن بن علی،ان سب پر خدا کا درود و سلام ہو،کے ساتھ ملحق کرے گا ۔خدایا !آسمان سے بارش کو ان کے لئے روک دے اورزمین کی برکتوں سے انھیں محروم کردے! خدایا !اگراپنی

---

[1] یہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں سے ہے ۔(طبری ،ج۵،ص ٢٧٠) روز عاشوراعمربن سعد کے لشکر میں یہ قبیلہ مذحج و اسدکا سالار تھا جیسا کہ اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴٢)

[2] شیخ مفیدؒ نے ارشاد کے ص ٢۴١ پر لکھا ہے کہ وہ بچہ عبداللہ بن حسن تھا اورارشاد میں مختلف جگہوں پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر چلاکر اس بچہ کو شہید کردیا ۔ یہاں یہ روایت ابوالفرج نے ابو مخنف سے نقل کی ہے اور انھوں نے سلیمان بن ابی راشد سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے ۔(ص ٧٧ ،طبع نجف)

[3] گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو ۔

[4] گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو ۔

[5] گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو ۔

[6] ابو مخنف نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے۔ (طبری، ج۵،ص ۴۵٠) ابوالفرج نے ابومخنف سے سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے اوراس نے حمید بن مسلم سے روایت نقل کی ہے۔ (ص٧٧،طبع نجف)

[7] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشدنے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ۴۵١وارشاد ،ص ٢۴١)

حکمت کی بنیاد پر تو نے اب تک انھیں بہرہ مند کیا ہے تو اب ان کے درمیان جدائی اور پراگندگی قرار دے اور ان کے راستوں کو جدا جدا کر دے اور ان کے حکمرانوں کو کبھی بھی ان سے راضی نہ رکھنا کیونکہ انھوں نے ہمیں بلایا تا کہ ہماری مدد کریں لیکن ہم پر حملہ کر دیا اور ہمیں قتل کر دیا ۔

پھر اس بھری دوپہر میں کافی دیر تک حسین علیہ السلام آستانۂ شہادت پر پڑے رہے کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی بھی آپ کو قتل کرنا چاہتا تو قتل کر دیتا لیکن ان میں سے ہر ایک اس عظیم گناہ سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا اور اسے دوسرے پر ڈال رہا تھا ۔ ہر گروہ چاہ رہا تھا کہ دوسرا گروہ یہ کام انجام دے کہ اسی اثناء میں شمر چلّایا :وائے ہو تم لوگوں پر!اس مرد کے سلسلے میں کیا انتظار کر رہے ہو، اسے قتل کر ڈالو، تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں!اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ چاروں طرف سے دشمن آپ پر حملے کرنے لگے ۔

آخری لمحات

اب آپ پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر ایک ضرب لگائی [1] اور ایک ضرب آپ کے شانے پر لگائی۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ کے بیٹھنے کی تاب ختم ہو چکی تھی۔ آپ منہ کے بل زمین پر آئے اسی حال میں سنان بن انس نخعی آگے بڑھا اور آپ پر ایک نیزہ مارا جو آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا لیکن اب کوئی بھی امام حسین علیہ السلام کے نزدیک نہیں ہو رہا تھا مگر یہ کہ سنان بن انس ہی آگے بڑھا اور اس خوف میں کہ کہیں کوئی دوسرا شخص حسین علیہ السلام کے سر کو امیر کے پاس نہ لے جائے؛ لہٰذا وہ آپ کی شہادت گاہ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کر دیا اور آپ کے سر کو کاٹ ڈالا [2] اور اسے خولی بن یزید اصبحی کی طرف پھینک دیا ۔

---

[1] ارشاد میں بایاں بازو ہے۔(ص ۲۴۲) تذکرۃ الخواص میں بھی یہی ہے۔(ص ۲۵۳) مقرم نے اسے الا تحاف بحب الاشراف سے نقل کیا ہے۔(ص ۱۶)

[2] امام حسین کے قاتل کے سلسلے میں سبط بن جوزی نے پانچ اقوال ذکر کئے ہیں۔ آخر میں ترجیح دی ہے کہ سنان بن انس ہی آپ کا قاتل تھا پھرروایت کی ہے کہ یہ حجاج کے پاس گیا تواس نے پوچھا کہ تو ہی قاتل حسین ؑ ہے؟ اس نے کہا ہاں ! تو حجاج نے کہا : بشارت ہو کہ تواور وہ کبھی ایک گھر میں یکجا نہیں ہوں گے ۔ لوگوں کا کہنا ہے حجاج سے اس سے اچھا جملہ کبھی بھی اس کے علاوہ نہیں سناگیا۔ ا س کا بیان ہے کہ شہادت کے بعد حسین ؑ کے جسم کے زخم شمار کئے گئے تو ۳۳، نیزہ کے زخم اور ۳۴، تلوار کے زخم تھے اور ان لوگوں نے آپ کے کپڑے میں ایک سو بیس (۱۲۰) تیر کے نشان پائے ۔

اب لباس اور اسباب لوٹنے کی نوبت آئی تو آپ کے جسم پر جو کچھ بھی تھا کوئی نہ کوئی لوٹ کر لے گیا ۔ آپ کی اس یمانی چادر کو جسے قطیفہ[1] کہا جاتا ہے قیس بن اشعث نے لے لیا[2]۔ اسحاق بن حیوۃ بن حضرمی نے امام حسین علیہ السلام کی قمیص کو لوٹ لیا[3] قبیلۂ بنی نہشل کے ایک شخص نے آپ کی تلوار لے لی، آپ کی نعلین کو ''اسود اودی'' نے اٹھا لیا ۔آپ کے پاجامہ کو '' بحر بن کعب '' لے گیا[4] اور آپ کو برہنہ چھوڑ دیا[5] ۔

خیموں کی تاراجی

خیموں کی تاراجی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دشمنوں نے آپ کی خواتین، مال واسباب، ورس[6] وزیورات اور اونٹوں کی طرف رخ کیا ۔ اگر کوئی خاتون اپنے پردہ اور چادر سے دفاع کرتی تو وہ زور و غلبہ کے ذریعہ چادریں چھیننے لئے جا رہے تھے[7]۔ لشکریوں نے سنان بن انس سے کہا : تو نے حسینؑ فرزند علی وفاطمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا ،تو نے عرب کی اس سب سے بزرگ وباعزت شخصیت کو قتل کیا جو یہاں ان لوگوں کے پاس آئے تھے تاکہ تمہارے حاکموں کو ان کی حکومت سے ہٹا دیں تو اب تم اپنے حاکموں کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی پاداش لو ۔ اگر وہ حسینؑ کے قتل کے بدلے میں اپنے گھر کا سارا مال بھی دیدیں تب بھی کم ہے ۔

---

[1] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید کے مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے(طبری ،ج٥، ص ٤٥٣)

[2] شب عاشور کی بحث میں اس کے احوال گزر چکے ہیں ۔

[3] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج٥،ص ٤٥٥)

[4] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج٥، ص ٤٥٢)

[5] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے ر وایت کی ہے۔(طبری، ج٥،ص ٤٥١) اسی طرح سبط بن جوزی نے بھی صرا حت کی ہے کہ وہ لوگ وہ سب کچھ لوٹ لے گئے جوآپ کے جسم پر تھا حتی یہ کہ" بحر بن کعب تمیمی'' آپ کاپاجامہ بھی لے گیا۔ (طبری، ج٥،ص ٢٥٣) ارشاد میں شیخ مفیدؒ نے اضافہ کیا ہے کہ بحربن کعب لعنۃ اللہ علیہ کے دونوں ہاتھ اس واقعہ کے بعد گرمی میں سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہوجاتے تھے اورسردی میں مرطوب ہوجاتے تھے اور اس سے بد بو دار خون ٹپکتا تھا یہاں تک کہ خدا نے اسے ہلا ک کردیا ۔(ص ٢٤١ ، ٢٤٢)

[6] ورس ایک قسم کا پیلا پھول ہے جو زعفران کی طرح ہوتا ہے۔یہ خوشبودار ہوتا ہے اور رنگنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ یمن سے لا یا گیا تھا جسے امام علیہ السلام نے مکہ سے نکلنے کے بعد منزل" تنعیم'' میں ان لوگوں سے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جو اسے یزید کی طرف لے جارہے تھے۔ روز عاشورا یہ ورس زیاد بن مالک صبیعی ،عمران بن خالد وعنزی ، عبد الرحمن بجلی اور عبد اللہ بن قیس خولانی کے ہاتھوں لگا تھا۔ جب مختار کو ان سب کا پتہ معلوم ہوگیا تو ان سب کو طلب کیا۔ سب وہاں مختار کے پاس لائے گئے۔ مختار نے ان لوگوں سے کہا : اے نیکو کاروں کے قاتلو؛اے جو انان جنت کے سردار کے قاتلو ! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ خدا نے تم سے آج انتقام لینے کے لئے تمہیں یہاں بھیجا ہے ! تم لوگ اس برے دن میں ورس لے کر آئے تھے ! پھر ان لوگوں کو بازا ر میں لے جایا گیا اور ان کی گرد نیں اڑادی گئیں۔

[7] ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔(طبری ،ج٥، ص ٤٥٣) یعقوبی کا بیا ن ہے : دشمنوں نے آپ کے خیموں کو تاراج کردیا اور آپ کی حرمت شکنی کی۔(ج٢،ص ٢٣٢) شیخ مفید ؒ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔(ارشاد ،ص ٢٤٢) سبط بن جوزی کا بیان ہے : دشمنوں نے آپ کی عورتوں اور بیٹیوں کی چادر یں اتار کرا نھیں برہنہ کردیا ۔(ص ٢٥٤)

چونکہ وہ ایک کم عقل وبے خرد انسان تھا لہٰذا اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور عمر بن سعد کے خیمہ کے پاس آکر باآواز بلند چلایا : أو قر رکابی فضۃ وذھباًأنا قتلت الملک المحجّا قتلت خیر الناس أمّاً وأباًوخیر ھم اذ ینسبون نسباً میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دو کیونکہ میں نے شاہوں کے شاہ کو تمہارے لئے قتل کر دیا، میں نے اسے قتل کیا جو ماں باپ کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بہتر انسان تھے اور جب نسب کی بات آئے تو ان کا نسب سب سے اچھا ہے ۔

یہ سن کر عمر بن سعد نے کہا : اس کو میرے پاس لاؤ ۔ جب اسے ابن سعد کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنی چھڑی سے مار کر اس سے کہا : اے دیوانہ ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا مجنوں ہے کہ کبھی صحت یاب نہیں ہو سکتا ۔ تو کیسی باتیں کر رہا ہے کیا تجھے اس قسم کی باتیں کرنی چاہیے ؟ خدا کی قسم اگر تیری ان باتوں کو ابن زیاد نے سن لیا تو تیری گردن اڑادے گا ۔[1] ادھر شمر بن ذی الجوشن جو پیدلوں کی فوج کے ہمراہ خیموں کی تاراجی میں مشغول تھا خیموں کو لوٹتے ہوئے علی بن الحسین اصغر کی طرف پہنچا جو بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے اس وقت پیدلوں کی فوج جو اس کے ہمراہ تھی، میں سے ایک نے کہا کیا ہم اسے قتل نہ کردیں ؟ حمید بن مسلم کہتا ہے : میں نے کہا سبحان اللہ ! کیا ہم بچوں کو بھی قتل کریں گے ؟ یہ بچہ ہی تو ہے ![2] اسی اثناء میں عمر بن سعد وہاں پہنچ گیا اور اس نے کہا آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی اس نوجوان مریض کو کسی بھی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی کسی بھی صورت میں عورتوں کے خیموں میں داخل ہوگا . اور جس نے جو مال واسباب لوٹا ہے وہ فوراً انھیں لوٹا دے لیکن کسی نے شمہ برابر بھی کچھ نہ لوٹایا ۔ پھر عمر بن سعد نے عقبہ بن سمعان کو پکڑا اور اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے جواب دیا : میں ایک زر خرید غلام ہوں تو عمر بن سعد نے اسے بھی چھوڑ دیا . اس طرح سپاہ حسینی میں اس غلام کے علاوہ کوئی اور زندہ باقی نہ بچا[3] ۔ ا ۔ اس کے علاوہ

---

[1] ابو الفرج نے اس کی روایت کی ہے۔(ص ۸۰ ،طبع نجف ، تذکرۃ الخواص ،ص ۲۵۴ ،نجف ومروج الذہب ، مسعودی ،ج۳،ص۷۰)

[2] طبری نے اپنی کتاب ''ذیل المذیل'' میں بیان کیا ہے : علی بن حسین ؑ اصغر اپنے بابا کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت آپ ۲۳ سال کے تھے اور بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے ۔ جب حسین (علیہ السلام) شہید ہوگئے تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا : تم لوگ اسے قتل کر دو ! تو اسی کے لشکر یوں میں سے ایک نے کہا : سبحان اللہ ! ایک ایسے نوجوان کو قتل کرو گے جو مریض ہے اور تم سے لڑبھی نہیں رہا ہے پھر عمر بن سعد آگیا اور اس نے کہا : آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی تم میں سے نہ تو ان عورتوں کو نقصان پہنچائے ،نہ ہی اس مریض کو۔(ذیل المذیل ،ص ۶۳۰، طبع دار المعارف ،تحقیق محمد ابو الفضل ابرا ہیمی) اسی سے ملتی جلتی بات شیخ مفید ؒ نے لکھی ہے۔(ص ۲۴۴، تذکرہ ،ص ۲۵۶، ۲۵۸،طبع نجف)

[3] اس سے قبل ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی کا واقعہ گزر چکا ہے کہ وہ اپنی شرط کے مطابق امام علیہ السلام سے اجازت لے کر آپ کو تنہاچھوڑکر چلا گیا تھا ۔قتل سے بچ جانے والوں میں بھی ایک سے زیادہ لوگ ہیں ۔ اس سلسلے میں ابو مخنف کے الفاظ یہ ہیں کہ

چند افراد ہیں اور جو زندہ بچے ہیں۔ ا۔ مرقع بن ثمامہ اسدی آپ اپنے زانوں پر بیٹھ کر تیر پھینک رہے تھے تو ان کی قوم کا ایک گروہ ان کے سامنے آیا اور ان لوگوں نے اس سے کہا : تو امان میں ہے ہماری طرف چلا آتو وہ چلا آیا ۔ جب عمر بن سعد ان لوگوں کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس آیا اور اس شخص کی خبر سنائی تو ابن زیاد نے اسے شہر ''زرارہ'' شہربدر کردیا جو عمان کے خلیج میں ایک گرم سیر علاقہ ہے۔ اس جگہ ان لوگوں کو شہر بدر کیا جاتا تھا جو حکومت کے مجرم ہوتے تھے۔

پامالی

پامالی پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کہ تم میں سے کون آمادہ ہے جو لاش حسینؑ پر گھوڑے دوڑائے ۔ اس کے جواب میں دس (۱۰) آدمیوں نے آمادگی کا ظہار کیا جن میں اسحاق بن حیوۃ حضرمی اور احبش بن مرثد حضرمی قابل ذکر ہیں۔ یہ دس افراد آئے اور اپنے گھوڑوں سے امام حسینؑ کی لاش کو روند ڈالا یہاں تک کہ آپ کے سینہ اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں[1] پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے کشتوں کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں دفن کر دیا اور اسی دن خولی بن یزید کے ہاتھوں امام علیہ السلام کا سر عبیداللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔ جب وہ محل تک پہنچا تو دیکھا محل کا دروازہ بند ہے لہذا اپنے گھر آیا اور اس سر مقدس کو اپنے گھر میں ایک طشت میں چھپادیا[2] جب صبح ہوئی تو سر کے ہمراہ عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔

علی بن الحسین ؑ اپنی صغر سنی کی وجہ سے بچ گئے اور قتل نہ ہوئے ۔(طبری ،ج۵، ص ۴۶۸) اسی طرح امام حسن کے دو فرزند حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بھی صغر سنی کی وجہ سے چھوڑ دئے گئے اور قتل نہیں ہوئے (طبری، ج۵،ص ۴۶۹) لیکن عبد اللہ بن حسن شہید ہوگئے۔ (طبری ،ج۵،ص۴۶۸) ابو الفرج کا بیا ن ہے : حسن بن حسن بن علی زخموں کی وجہ سے سست ہو گئے تو انہیں اٹھا کر دوسری جگہ چھوڑ دیا گیا۔(ص ۱۷۹ ،طبع نجف)

[1] اسحاق بن حیوۃ حضرمی سفید داغ کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور مجھے خبر ملی ہے کہ احبش بن مرثد حضرمی اس کے بعد کسی جنگ میں کھڑا تھا کہ پچھم کی طرف سے ایک تیر آیا (پتہ نہیں چلاکہ تیر انداز کون ہے) اور اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اوروہ وہیں ہلاک ہوگیا۔ پامالی کی روایت کو ا بوالفرج نے ص ۷۹پر تحریر کیا ہے ۔اس طرح مروج الذہب ،ج ۳ ، ص ۷۲ ، ارشاد، ص ۲۴۲ ، طبع نجف اور تذکرۃ الخواص ،ص ۲۵۴ پر بھی یہ روایت موجود ہے ۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی پشت پر سیاہ نشانات دیکھے اوراس کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے کہا : آپ رات کو اپنی پیٹھ پر کھانا رکھ کر مدینہ کے مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے ۔ پسر سعد نے اس عظیم شقاوت کا ارتکاب ابن زیاد کے قول کی پیروی کرتے ہوئے کیا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا جب حسین قتل ہوجائیں توگھوڑے دوڑاکہ کر ان کے سینہ اور پیٹھ کو روند ڈالنا کیونکہ یہ دوری پیدا کرنے والے اور جدائی ڈالنے والے ہیں،بڑے ظالم اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہیں میری آرزو یہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد انہیں کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں انہیں قتل کردوں تو ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں۔(طبری، ج ۵ ،ص ۴۱۵)

[2] ہشام کا بیا ن ہے : مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی ہے اور انہوں نے ''نوار بنت مالک بن عقرب'' جو ''حضرمی''قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی (خولی کی بیوی تھی) سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہے : خولی امام حسین علیہ السلام کے سرکو لے کر گھرآیااور اسے گھر میں ایک طشت کے اندر چھپا کے رکھ دیا پھر کمرے میں داخل ہوا اور اپنے بستر پر آگیا تو میں نے ا س سے پوچھا کیا خبرہے ؟ تیرے پاس کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا:" جئتکِ بغنی الدھر، ھذا رأس الحسین معک فی الدار'' میں تیرے لئے دنیا اور روزگار کی بے نیازی لے کر آیا ہوں یہ حسین کا سر ہے جو تیرے ساتھ گھر میں ہےیہ سن کر میں نے کہا:" ویلک جاء الناس با لذھب والفضۃو جئت برأس ابن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ(وآلہ) وسلم، لا واللّٰہ لا یجمع رأسی و رأسک بیت أبداً'' وائے ہو تجھ پر ! لوگ سونا اور چاندی لے کر

اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

امام علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے پاس دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد عبداللہ بن عفیف کا جہاد اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

روز عاشورااور اس کی دوسری صبح تک عمر بن سعد نے کربلا میں قیام کیا اور حکم دیا کہ بقیہ شہداء کے بھی سر وتن میں جدائی کردی جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور بہتر سروں کو [2] شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہاتھوں کوفہ کی طرف روانہ کیا ۔ یہ سب کے سب وہاں سے چلے اور ان مقدس سروں کے ہمراہ عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ پھر اس نے حمید بن بکیر احمری [3] کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان اعلان کرے کہ کوفہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے آمادہ ہوجائیں۔ وہ اپنے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹیوں،بہنوں، بچوں اور مریض و ناتواں علی بن حسین (علیہ السلام) کو بھی لے کرچلا [4]۔ قرہ بن قیس تمیمی کا بیان ہے کہ میں زینب بنت علی کو اس وقت فراموش نہیں کرسکتا جب وہ اپنے بھائی کے خون آلودہ جسم کے پاس سے گزررہی تھیں اور یہ فریاد کر رہی تھیں: ''یا محمد اہ !یا محمداہ صلی علیک ملائکۃ السماء، ھذا الحسین بالعراء مرمّل بالدماء مقطع الأعضاء، یا محمدا ہ!و بناتک سبایا، و ذریتک مقتلۃ تسفی علیھا الصبا ''!

اے (نانا) محمد اے (نانا) محمد !آپ پر تو آسمان کے فرشتوں نے نماز پڑھی، لیکن یہ حسین ہیں جو اس دشت میں خون میں غلطاں ہیں، جسم کا ہر ہر عضو ٹکڑے ٹکڑے ہے ۔ (اے جد بزرگوار) اے محمد ! (ذرا دیکھئے تو)آپ کی بیٹیاں اسیر ہیں اور آپ کی

آتے ہیں اور تو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر لے کر آیا ہے ،نہیں خدا کی قسم اس گھر میں آج کے بعد کبھی بھی میرا اور تیرا سر یکجا نہیں ہوگا ۔ پھراپنے بستر سے اتری اور کمرے سے باہر آئی اور گھر کے اس حصہ میں گئی جہاں وہ سر موجود تھا اور بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی ۔خدا کی قسم میں دیکھ رہی تھی کہ مسلسل ستون کی طرح ایک نور آسمان تک اس طشت کی طرف چمک رہا ہے اور ایک سفید پرندہ اس کے ارد گرد پرواز کررہا ہے۔ (. طبری ،ج۵ ،ص ۴۵۵)

[1] ارشاد میں یہی مرقوم ہے۔(ص۲۴۳)

[2] ارشاد، ص ۲۴۳لیکن سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ۹۲ سر تھے(ص ۲۵۶)شاید سبعین اور تسعین میں تصحیف ہو گئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سبط بن جوزی کابیان ہے:" کانت زیادہ علی سبعین رأساً'' سروں کی تعداد ستر (۷۰) سروں سے زیادہ تھی۔(ص ۲۵۹ ،طبع نجف)

[3] ہ شخص ابن زیاد کے محافظوں میں تھا۔ اسی کو ابن زیاد نے قاضی شریح کے ہمراہ اس وقت نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا جب وہ ہانی کو دیکھنے گیا تھا اور ان کے قبیلے کو باخبرکرنے کے لئے روانہ ہواتھا کہ ہانی صحیح و سالم ہیں ۔شریح یہ کہا کرتا تھاخدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہانی کے قبیلے والوں کووہ باتیں بتادیتا جس کا حکم ہانی نے مجھے دیا تھا۔(طبری ،ج۵، ص ۲۶۸)

[4] طبری ،ج۵ ،ص ۴۵۳۔ ۴۵۵ ،مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے ۔

پاک نسل اپنے خون میں نہائے سورہی ہے جن پر باد صبا چل رہی ہے۔ خدا کی قسم زینبؑ نے ہر دوست ودشمن کو رلا دیا [1] اور مخدرات عصمت آہ و فریاد کرنے لگیں اور اپنے چہروں پر طانچے لگانے لگیں [2]۔ حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کے ایک دن [3] بعد محلہ غاضریہ میں رہنے والے بنی اسد نے آپ لوگوں کے جسم کو سپرد لحد کیا [4]۔ امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے دربار میں حمید بن مسلم کا بیان ہے: عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور اپنے گھر والوں کے پاس مجھے روانہ کیا تاکہ میں ان لوگوں کو خوش خبری دوں کہ اللہ نے اسے سلامتی کے ساتھ فتحیاب کیا۔ میں آیا اور اس کے گھر والوں کو اس سے باخبر کیا۔ پھر میں پلٹ کر محل آیا تو دیکھا کہ ابن زیاد بیٹھا ہے اور اس وقت وہ لوگ جو سروں کو لے کر کربلا سے چلے تھے گروہ گروہ اس کے پاس آرہے ہیں۔ قبیلۂ کندہ ۱۳، سروں کے ہمراہ آیا جس کا سربراہ قیس بن اشعث تھا۔ ہوازن ۲۰، سروں کے ہمراہ آئے جن کا سربراہ شمر بن ذی الجوشن تھا۔ قبیلۂ تمیم ۱۷، سروں کے ساتھ وارد ہوا، بنی اسد ٦، سروں کے ہمراہ، مذحج ۷، سر اور بقیہ ۷، ۷، سر لے کر وارد ہوئے۔ اس طرح ستر (۷۰) سر ہوگئے۔

وہ سب کے سب عبید اللہ کے پاس آئے اور عام لوگوں کو بھی دربار میں آنے کی اجازت ملی تو داخل ہونے والوں کے ساتھ میں بھی داخل ہوا۔ میں نے دیکھا امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے سامنے رکھا ہے اور وہ چھڑی سے دونوں دانتوں کے درمیان آپ کے لبوں سے بے ادبی کر رہا ہے۔ جب زید بن ارقم [5] نے اسے دیکھا اور غور کیا کہ وہ اپنی شقاوتوں سے باز نہیں آرہا ہے اور چھڑی سے دندان مبارک کو چھیڑے جا رہا ہے تو انھوں نے ابن زیاد سے کہا: ''أعل بهذا القضيب عن هاتين الشفتين فوالذي لا

---

[1] سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔(ص ۲۵۶)

[2] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زہیر عبسی نے قرہ بن قیس تمیمی سے روایت کی ہے۔(طبری ،ج۵ ،ص ۴۵۵)

[3] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵ ،ص ۴۵۳، ۴۵۵)

[4] شیخ مفیدؒ نے ارشاد ،ص ۲۴۳ و ص ۲۴۹ پر اسی طرح مسعودی نے مروج الذہب، ج۳، ص ۷۲ پر لکھا ہے : مشہور یہ ہے کہ شہادت کے تین دن بعد دفن کئے گئے اور یہ دفن کی انجام دہی امام سجاد علیہ السلا م کی موجود گی میں ہوئی ہے جیسا کہ امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ علی بن حمزہ کا مناظرہ اس پر گواہ ہے ۔مقتل الحسینؑ مقرم ،ص ۴۱۵ کی طرف رجوع کریں ۔

[5] اہل کوفہ سے مخاطب ہوکر روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے ذیل میں ان کے احوال گزر چکے ہیں۔سبط بن جوزی نے بخاری سے اور انھوں نے ابن سیر ین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : جب حسینؑ کا سر ابن زیاد کے سامنے طشت میں رکھا گیا تو اس نے آپ کے لبوں پر چھڑی مار نا شروع کیا ۔اس وقت وہاں پر انس بن مالک موجود تھے، وہ رونے لگے اور کہا : یہ رسول خدا سے سب سے زیاد مشابہ تھے۔(ص ۲۵۷)

الہ غیرہ لقد رأیت شفتي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ھا تین الشفتین یقبلھما !'' اس چھڑی کو ان دونوں لبوں سے ہٹالے، قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ،میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ آپ اپنے دونوں لبوں سے ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے ۔

پھر وہ ضعیف العمر صحابیٔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیخ مار کر رونے لگا تو ابن زیاد نے کہا : خدا تمہاری آنکھوں کو گریاں رکھے!اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل فاسد اور تو بے عقل و بے خرد نہ ہوگیا ہوتا تو میں تیری گردن اڑادیتا ۔ یہ سن کر زید بن ارقم وہاں سے اٹھے اور فوراً باہر نکل گئے[1]۔ نکلتے وقت وہ یہی کہے جارہے تھے : ''ملک عبد عبداً فاتخذھم تلداً !أنتم یا معشر العرب العبید بعد الیوم قتلتم ابن فاطمہ و أمّرتم بن مرجانۃ ! فھو یقتل خیارکم ویستعبد شرارکم فرضیتم بالذل ! فبعداً لمن رضي بالذل !''[2] ایک غلام نے دوسرے غلام کو تخت حکومت پربٹھا یا اور ان لوگوں نے تما م چیزوں کو اپنا بنالیا .اے گروہ عرب آج کے بعد تم لوگ غلام ہو کیونکہ تم نے فرزند فاطمہ کو قتل کردیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنالیا ۔وہ تمہارے اچھوں کو قتل کرے گا اورتمہارے بروں کو غلام بنالے گا، تم لوگ اپنی ذلت و رسوائی پرراضی و خوشنود ہو، برا ہو اس کا جو رسوائی پر راضی ہوجائے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب زید بن ارقم باہر نکلے اور لوگوں نے ان کی گفتار سنی تو کہنے لگے : خدا کی قسم زید بن ارقم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر ابن زیا د اسے سن لے تو انھیں قتل کردے گا ۔

---

[1] شیخ مفیدؒ نے ارشاد ، ص ٢٤٣ پر اس کی روایت کی ہے ۔

[2] سبط بن جوزی نے ص ٢٥٧ پر اس کی روایت کی ہے اور وہاں اضافہ کیا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا : اے ابن زیاد ! میں اس حدیث سے زیادہ سنگین حدیث تجھ سے بیان کررہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسن کو اپنے داہنے زانوپرا ور حسین کو اپنے بائیں زانو پر بٹھا ئے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ کوان کے سر پر رکھ کر فرمارہے تھے:'' اللّٰھم انی استودعک ایاھما و صالح المومنین'' خدا یا! میں ان دونوں کو اور ان کے باپ صالح المومنین کو تیری امانت میں سپرد کررہاہوں'' فکیف کان ودیعہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم عندک یابن زیاد ؟'' اے ابن زیاد ! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ امانت تیرے پاس کس طرح موجود ہے ؟ سبط بن جوزی نے پھربیان کیا کہ ہشام بن محمد کابیان ہے : جب ابن زیاد کے سامنے حسین علیہ السلام کا سر رکھا گیا تو کاہن اور پیشنگوئی کرنے والوں نے اس سے کہا: اٹھو اور اپنے قدم ان کے منہ پر رکھو، وہ اٹھا اور اس نے اپنے قدم آپ کے دہن مبارک پررکھ دیا، پھر زید بن ارقم سے کہا: تم کیسا دیکھ رہے ہو ؟ تو زید بن ارقم نے کہا : خدا کی قسم میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں اپنے لب رکھتے دیکھا ہے جہاں تو نے قدم رکھاہے۔ سبط بن جوزی کا پھر بیان ہے کہ شبعی نے کہا: ابن زیاد کے پاس قیس بن عباد موجود تھا ؛ابن زیاد نے اس سے کہا میرے اور حسین علیہ السلام کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : قیامت کے دن ان کے جد ، والد اور ان کی والدہ آکر ان کی شفاعت کریں گے اورتمہارا دادا ، باپ اور تمہاری ماںآکر تمہاری سفارش کریں گی ۔یہ سن کر ابن زیاد غضب ناک ہوگیا اور اسے دربار سے اٹھا دیا۔سبط بن جوزی ہی نے طبقات ابن سعد سے روایت کی ہے کہ صاحب طبقات بن سعد کا بیان ہے : ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے خبیث تو نے فرزند رسول اللہ کو قتل کیا ہے؛ خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت نہیں دیکھ پائے گا۔ (تذکرہ ، ص ٢٥٩ والکامل فی التاریخ، ج٤، ص ٢٦٥)

دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد جب امام حسین علیہ السلام کی بہنیں، خواتین اور بچے عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں پہنچے تو زینب بنت فاطمہ بہت ہی معمولی لباس پہنے ہوئے تھیں اور غیر معروف انداز میں دربار میں وارد ہوئیں۔ کنیزیں اور خواتین آپ کو چاروں طرف سے اپنی جھرمٹ میں لئے تھیں تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے پھر آپ انھیں کے درمیان بیٹھ گئیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے پوچھا : یہ بیٹھی ہوئی خاتون کون ہے ؟آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے تین بار اس سوال کی تکرار کی اور تینوں بار آپ نے اس سے تکلم نہیں کیا پھر آپ کی بعض کنیزوں نے کہا کہ یہ زینبؑ بنت فاطمہؑ ہیں ۔ یہ سن کر اس نے کہا : '' الحمد للہ الذی فضحکم و قتلکم وأکذب أحدوثتکم ! ''شکر ہے اس خدا کا جس نے تم لوگوں کو ذلیل کیا ، قتل کیا اور تمہاری باتوں کو جھوٹا ثابت کیا! زینب کبریٰ نے جواب دیا : '' الحمد للہ الذی أکرمنا بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و طھّرنا تطھیراً لاکما تقول أنت انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر ''شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے عزت وکرامت عطا فرمائی اور ہمیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق تھا ؛ ایسا نہیں ہے جیسا تو کہہ رہا ہے ،بے شک ذلیل فاسق ہے اور جھوٹ فاجر کا ثابت ہوتا ہے ۔ابن زیاد نے کہا : '' کیف رأیت صنع اللہ بأ ھل بیتک ؟'' اپنے اہل بیت کے سلسلے میں اللہ کے سلوک کو کیسا محسوس کیا؟ زینب(علیھا السلام) نے جواب دیا : '' کتب علیھم القتل فبرزوا الی مضا جعھم ،و سیجمع اللہ بینک و بینھم فتحاجون الیہ و تخا صمون عندہ[۱] ''خدا وند عالم نے اپنی راہ میں افتخار شہادت ان کے لئے مقرر کر دیا تھا تو ان لوگوں نے راہ حق میں اپنی جان نثار کر دی،اور عنقریب خدا تجھے اور ان کو یکجا اور تمہیں ان کے مد مقابل لا کر کھڑا کرے گا تو وہاں تم اس کے پاس دلیل پیش کرنا اور اس کے نزدیک مخاصمہ کرنا ۔

ابن زیاد رسوا ہو چکا تھا اور اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہٰذا وہ غضبناک اور ہیجان زدہ ہوکر بولا: '' قد أشفی اللہ نفسي من طاغیتک والعصاۃ المردہ من أھل بیتک ! ''خدا نے تمہارے طغیان گر بھائی اور تمہارے خاندان کے سر کش باغیوں کو قتل کر کے میرے

---

[۱] شیخ مفیدؒ نے ارشاد ص ۲۴۳ پر یہ روایت بیان کی ہے۔اسی طرح سبط ابن جوزی نے تذکرہ ، ص ۲۵۸ ۔ ۲۵۹ ،طبع نجف میں یہ روایت بیان کی ہے۔

دل کو ٹھنڈا کر دیا ۔یہ سن کر فاطمہ کی لخت جگر رونے لگیں پھر فرمایا : ''لعمری لقد قتلت کهلي وأبرت اهلي وقطعت فرعي واجتثثت أصلي ! فان يشفيک هذا فقد اشتفيت! ''،قسم ہے میری جان کی تو نے ہمارے خاندان کے بزرگ کو قتل کیا ہے، ہمارے عزیزوں کے خون کو زمین پر بہایا، ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، اگر اس سے تجھے خوشی ملی ہے تو خوش ہولے ۔ عبیداللہ بن زیاد احساس شکست کرتے ہوئے بولا : یہ تو بڑی قافیہ باز عورت ہے[1]۔ میری جان کی قسم تیرا باپ بھی قافیہ باز شاعر تھا ۔اس کے جواب میں زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا : عورت کو قافیہ بازی سے کیا مطلب! ہمیں اس کی فرصت ہی کہاں ہے لیکن یہ دل کا درد اور اندوہ ہے جو زبان پر جاری ہو گیا ۔پھر ابن زیاد نے علی بن حسین علیہا السلام کی طرف نگاہ کی اور آپ سے بولا : تمہارا نام کیاہے[2] ؟ امام علی بن الحسین (زین العابدین) نے جواب دیا : ''أنا علی بن الحسین'' میں علی فرزند حسین ہوں ۔ ابن زیاد نے کہا : کیا اللہ نے حسین کے بیٹے علی کو قتل نہیں کیا ؟ یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے تو ابن زیاد نے کہا : تمہیں کیا ہوگیا ہے، بولتے کیوں نہیں ؟ علی بن الحسین ؑنے فرمایا : میرے ایک بھائی تھے ان کا نام بھی علی تھا جنہیں دشمنوں نے قتل کر دیا ۔ ابن زیاد نے کہا : اسے اللہ ہی نے قتل کیا ہے. یہ سن کر پھر آپ خاموش ہوگئے تو ابن زیاد نے کہا : تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے کیوں نہیں ؟ علی بن الحسین ؑنے فرمایا : ''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا[3] وما کان لنفس أن تموت الا باذن اللّٰہ[4]''خدا وند متعال لوگوں کے مرتے وقت ان کی روحیں (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور بغیر حکم خدا کے تو کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا ۔

ابن زیاد خجل ہو کر بولا : خدا کی قسم تو بھی انھیں میں کا ایک ہے، پھر اپنے دربار کے ایک جلاد مری بن معاذ احمری سے کہا : وائے ہو تجھ پر اس کو قتل کردے ، یہ سنتے ہی آپ کی پھوپھی زینب آپ سے لپٹ گئیں اور فرمایا : ''یاابن زیاد ! حسبک منا أما رویت من دمائنا ؟ وھل أبقیت منا أحداً و اعتنقتہ وقالت : أسالک باللہ ۔ ان کنت مومنا ۔ ان قتلتہ لمّا قتلتني معہ ! '' اے ابن زیاد !کیا ہمارے

---

[1] طبری میں کلمۂ شجاعۃ و شجاعاآیا ہے یعنی بڑی بہادر خاتون ہے لیکن شیخ مفید ؒ نے ارشاد میں وہی لکھاہے جو ہم نے یہا ں ذکر کیا ہے۔(ص ۲۴۲ ،طبع نجف) اور گفتگو کے سیاق و سباق سے یہی مناسب بھی ہے ۔

[2] ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۵۶۔ ۴۵۷)

[3] سورۂ زمر، آیت ۴۲

[4] سورۂ آل عمران، آ یت ۱۴۵

خاندان کی اس قدر تاراجی تیرے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا تو ہمارے خون سے ابھی تک سیراب نہیں ہوا ؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی ایک کو بھی باقی رکھا ہے، پھر آپ نے اپنے بھتیجے کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا : تجھ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تجھ میں ایمان کی بو باس ہے اور اگر تو انھیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کردے ۔ علی بن الحسین علیہ السلام نے آواز دی: ''ان کانت بینک و بینھن قرابۃ فابعث معھن رجلاً تقیا یصحبُھن بصحبۃ الاسلام '' اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اگر تیرے اور ان کے درمیان کوئی قرابت باقی ہے تو انھیں کسی متقی مرد کے ساتھ مدینہ روانہ کردے ۔ پھر ابن زیاد نے جناب زینبؑ اور امام سجادؑ کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور بولا : تعجب ہے اس رشتہ داری اور قرابتداری پر ،خدا کی قسم یہ چاہتی ہے کہ اگر میں اسے قتل کروں تو اس کے ساتھ اس کو بھی قتل کردوں !اس جوان کو چھوڑ دو [1] ۔ و پھر ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو نیزہ پر نصب کردیا اور کوفہ میں اسے گھمایا جانے لگا [2] ۔

ابن سعد کا بیان ہے :مجھے عبدالرحمن بن یونس نے سفیان سے اور اس نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے خبر نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا : علی بن الحسین (علیہ السلام) نے ۵۸ سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ کیا ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علی بن الحسین کربلا میں

---

[1] ابو مخنف کہتے ہیں:سلیمان بن ابی راشد نے مجھ سے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵ ، ص ۴۵۷)

[2] طبری نے ذیل المذیل میں بیان کیا ہے : علی بن الحسین جو (کربلامیں شہید ہونے والے علی بن الحسین سے) چھوٹے تھے نے فرمایا:جب مجھے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا : تمہارا نام کیا ہے ؟ میں نے جواب دیا: : علی بن الحسین تو اس نے کہا : کیا علی بن الحسین کو اللہ نے قتل نہیں کیا ؟ میں نے جواب دیا : میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے، دشمنو ں نے انھیں قتل کردیا ۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ! میں نے کہا: " اللّٰہ یتوفی الأنفس حین موتھا '' یہ سن کر اس نے میرے قتل کا حکم نافذ کردیا تو زینب بنت علی علیھما السلام نے کہا : اے ابن زیاد ! ہمارے خاندان کا اتنا ہی خون تیرے لئے کافی ہے ! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اگر انھیں قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کردے ! یہ سن کر اس نے یہ ارادہ ترک کردیا ۔
طبری نے ابن سعد (صاحب طبقات) سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مالک بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے باپ شعیب سے اور انھوں نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : میں علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی : آپ نے صبح کس حال میں کی؛خدا آپ کو صحیح و سالم رکھے! انھوں نے جواب دیا : میں نے اس شہر میں تجھ جیسا بوڑھا اور بزرگ نہیں دیکھا جسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہماری صبح کیسی ہوئی! اب جب کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی قوم میں اسی طرح صبح کی جس طرح فرعون کے زمانے آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل نے صبح کی۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کردیتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ ہمارے بزرگ اورسید و سردار علی بن ابیطالبؑ نے اس حال میں صبح کی کہ لوگ ہمارے دشمن کے دربار میں مقرب بارگاہ ہونے کے لئے منبروں سے ان پر سب وشتم کررہے تھے ۔ (اے منہال) قریش نے اس حال میں صبح کی کہ سارے عرب پر وہ صاحب فضیلت شمار ہورہے تھے کیونکہ محمدؐ ان میں سے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کی کوئی چیز نہ تھی اور سارے عرب اس فضیلت کے معترف تھے اور سارے عرب تمام غیر عرب سے صاحب فضیلت شمار کئے جانے لگے کیونکہ محمدؐ عربی ان میں سے تھے ؛اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور سارے عجم ان کی اس فضیلت کے معترف تھے۔اب اگر عرب سچ بولتے ہیں کہ انھیں عجم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ان میں سے تھے اور اگر قریش سچے ہیں کہ انھیں عرب پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ان میں سے ہیں تو اس اعتبار سے ہم اہل بیت ہیں اور ہمیں قریش پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمدؐ ہمارے ہیں لیکن ہم لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ہمارے حق کو چھین لیاگیا اور ہمارے حقوق کی کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ ہمارا روزگار اور ہماری زندگی ہے، اگر تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے کیسے صبح کی تو ہم نے اس حال میں صبح کی ۔

اپنے باپ کے ہمراہ ۲۳،یا ۲۴، سال کے تھے۔ لہٰذا کہنے والے کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ وہ بچہ تھے اور ابھی ان کے چہرے پر ڈاڑھی بھی نہیںآئی تھی ؛ لیکن وہ اس دن مریض تھے لہٰذا جنگ میں شرکت نہیں کی۔ کیسے ممکن ہے کہ ان کو ڈاڑھی تک نہ آئی ہو جب کہ ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن علی (علیہما السلام) دنیا میں آچکے تھے۔ (ذیل المذیل ،ص ۶۳۰ ،طبع دار المعارف بحوالہ طبقات ابن سعد ،ج ۵ ص ۲۱۱ ۔ ۲۱۸وارشاد ، ص ۲۴۴) سبط بن جوزی نے اصل خبر کو بطور مختصر بیان کیا ہے۔ (ص ۲۵۸ ،طبع نجف)

عبداللہ بن عفیف کا جہاد

مسجد میں نماز جماعت کا اعلان ہوالوگ آہستہ آہستہ مسجد آعظم میں جمع ہونے لگے۔ ابن زیاد منبر پر گیا اور بولا : ''الحمد للّٰہ الذي أظھرالحق و أھلہ و نصر أمیر المومنین یزید بن معاویہ و حزبہ و قتل الکذاب ابن الکذاب الحسین بن علي و شیعتہ ''حمد وثنا اس خدا کی جس نے حق اور اس کے اہل کو آشکار کیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد و نصرت فرمائی اور کذاب بن کذاب حسین بن علی اور اس کے پیروؤں کو قتل کیا ۔

ابھی ابن زیاد اپنی بات تمام بھی نہ کرپایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی غامدی اس کی طرف بڑھے۔ آپ علی کرم اللہ وجہہ کے پیرو ؤں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ رات تک مسجد سے جدا نہیں ہوتے تھے بلکہ وہیں عبادتوں میں مشغول رہتے تھے[1]۔جب آپ نے ابن زیاد کی بات سنی تو فرمایا : ''ان الکذّاب وابن الکذاب أنت و أبوک، والذی ولاّک وابوہ یابن مرجانۃ[2] أتقتلون أبناء النبیین و تتکلمون بکلام الصدیقین ! ''جھوٹا اور جھوٹے کا بیٹا تو اور تیراباپ ہے اور وہ جس نے تجھ کو والی بنایااور اس کا باپ ہے،اے مرجانہ کے بیٹے !کیا تم لوگ انبیاء کے فرزندوں کو قتل کرکے راست بازوں جیسی بات کرتے ہو!

---

[1] جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ نبرد آزمائی میں آپ کی بائیں آنکھ جاتی رہی۔ جنگ صفین میں کسی نے آپ کے سر پر ایک وار کیا اورپھر دوسرا وارآپ کی ابرؤں پر کیا جس سے آپ کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔(طبری ،ج ۵، ص ۴۵۸، ارشاد ، ص ۲۴۴)اور سبط بن جوزی نے اس خبر کو بطور مختصر ذکرکیا ہے۔ (ص ۲۵۹)

[2] مرجانہ فارسی کے'' مہرگانہ'' سے معرب ہے۔ یہ ابن زیاد کی ماں ہے۔ یہ ایک قسم کی گالی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے شہر خوزستان کی رہنے والی تھی ۔

یہ سن کر ابن زیاد پکارا : اسے میرے پاس لاؤ ! یہ سنتے ہی اس کے اوباش سپاہی آپ پر جھپٹ پڑے اور آپ کو پکڑلیا ۔ یہ دیکھ کر آپ نے قبیلہ ''ازد ''کو آواز دی : ''یا مبرور '' اے نیکو کار!یہ سن کر قبیلہ ''ازد '' کے جوان آگے بڑھے اور آپ کو ان لوگوں کے چنگل سے نکالا اور آپ کے گھر پہنچا دیا[1] ۔ماحول ٹھنڈا ہوگیا تو ابن زیاد نے پھر آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور جب آپ کو گرفتار کر لیا تو قتل کرکے آپ کو کوفہ کے مقام سبخہ پر لٹکا نے کا حکم دیا لہٰذا آپ کی لاش وہیں پر لٹکی رہی[2] ۔

---

[1] اس وقت عبدالرحمن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا : وائے ہو ! تو نے خود کو بھی ہلاکت میں ڈالا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت میں مبتلا کردیا۔(طبری، ج۵، ص ۴۵۹) یہ ابو مخنف کے باپ کے چچا ہیں کیونکہ ان کے بھائی سعید ابو مخنف کے دادا ہیں۔ اس سے پہلے انھوں نے صفین میں شرکت کی ہے اور معاویہ کی غارت گریوں کا مقابلہ کیا ہے جیسا کہ طبری نے ج۵، ص۱۳۳ پر ذکر کیا ہے ۔۶۶ھ میں مختار کے قیام کے وقت یہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے ہمراہ تھے جو ابن زبیر کی جانب سے کوفہ کاوالی تھا ۔عبداللہ بن مطیع نے ان کو ایک لشکر کے ساتھ جبانۃ الصائدین تک روانہ کیا ۔(طبری، ج۶،ص ۹۱۸)یہ ان مشیروں میں سے ہیں جو اسے مشورہ دیا کرتے تھے کہ کوفہ سے حجاز چلاجائے۔ (ج ۶ ،ص ۳۱) یہ مختار پر خروج کو ناپسند کر تے تھے لیکن جب اصرار ہوا توخروج کرنے والوں کے ساتھ نکل پڑے(طبری، ج۶،ص۴۴)تو وہاں فرات پر جنگ کی یہاں تک کہ ناتواں ہوگئے تو لوگ انہیں اٹھالے گئے (طبری، ج۶،ص ۵۱) پھر بصرہ مینیہ ان لوگوں کے ہمراہ جو اشراف کوفہ میں سے نکلے تھے مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے ۔ (ج ۶،ص ۵۹)مصعب نے انہیں کوفہ روانہ کردیا ۔یہ ۶۷ھ کی بات ہے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے مدعو کریں اور لوگوں کو مصعب کی طرف لے جائیں۔(ج۶،ص ۹۶) مختار سے جنگ میں یہ مصعب کے ساتھ تھے۔ (ج ۶،ص ۱۰۴) ۷۴ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں والی بصرہ بشر بن مروان کی طرف سے'' ازارقہ'' کے خوارج سے جنگ کی تھی (ج۶ ،ص ۱۹۷) اور انھیں کازرون تک بھگادیا تھا ۔ ان لوگوں نے خوب مقابلہ کیا یہاں تک کہ کچھ لوگوں کے علاوہ ان کے سب ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے پس یہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ۷۵ھ میں قتل کردئے گئے۔ (ج ۶ ،ص ۲۱۲)

[2] یہ حمید بن مسلم کا بیان ہے۔(طبری ، ج۵،ص ۴۵۸)

شہداء کے سر اور اسیروں کی شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے زخر بن قیس[1] کو آواز دی۔ اس کے ہمراہ ''ابو بردہ بن عوف ازدی'' اور ''طارق بن ظبیان ازدی'' بھی تھے۔ اس نے ان لوگوں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیا[2] پھر امام حسین علیہ السلام کی خواتین اور بچوں کو چلنے کا حکم دیا اور علی بن حسین علیہ السلام کے لئے حکم دیا کہ ان کی گردن میں طوق و زنجیر ڈال دی جائے اور ان سب کو ''محفز بن ثعلبہ عائذی قرشی[3]'' اور شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ دونوں اہل حرم کو لے کر چلے یہاں تک کہ یزید کے پاس پہنچ گئے[4]۔ جیسے ہی یہ سر یزید کے سامنے رکھے گئے اس نے کہا : یفلقن ھا مَاً من رجال أعزّة علینا وھم کانوا أعقّ و أظلما[5] وان مردوں کے سر دو نیم کر دئے جو ہمارے لئے تسلی و تشفی کا باعث ہے وہ لوگ عامل جنایت اور ظلم کے خو گر تھے۔ ابو مخنف نے کہا : مجھ سے صقعب بن زہیر نے یزید کے غلام قاسم بن عبد الرحمن سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری

---

[1] زحر بن قیس جعفی کندی کاان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری ،ج۵، ص ۲۷۰) ۶۶ھ میں یہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف نبرد آزماتھا ۔ اس کی طرف سے یہ دشت کندہ کی طرف لشکر کا سر براہ بن کر گیاتھا ۔(ج۶، ص ۱۸) اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ یہ اور اس کا بیٹا فرات کے پاس کمزور ہو کر گر گئے۔ (طبری ،ج۶ ، ص ۵۱) ۶۷ھ میں یہ مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ میں شریک تھا ۔ مصعب نے فوج کا سردار بنا کر اسے دشت ''مراد'' روانہ کیا۔ (ج ۶،ص ۱۰۵) ۷۱ ھ میں عبدالملک نے عراق کے مروانیوں میں سے جن لوگوں کو خط لکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ان لوگوں نے اس خط کا مثبت جواب دیا اور مصعب کو چھوڑ دیا۔(طبری، ج۶ ،ص ۶۵۶) ۷۴ھ میں خوارج سے جنگ میں یہ قبیلہ مذحج اور اسد کا سر براہ تھا ۔ (طبری ،ج۶، ص ۱۹۷) ۷۶ھ میں اس نے حجاج کی طرف رخ کیا اور اس کے ایک ہزار آٹھ سو کے رسالہ میں داخل ہو گیا جو شبیب خارجی سے لڑنے جارہا تھا ۔ اس نے شبیب سے خوب لڑائی لڑی لیکن آخر میں شبیب نے اسے مجروح کر کے گرادیا اور یہ اسی مجروح حالت میں حجاج کے پاس پلٹ آیا۔(طبری، ج۶،ص ۲۴۲) اس لعنۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں یہ آخری خبر ہے اس کے بعد اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

[2] ہشام کا بیان ہے : مجھ سے عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباغ جذامی نے اپنے باپ کے حوالے سے اور اس نے غاز بن ربیعۃ جرشی حمیری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے : خدا کی قسم میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا کہ اسی اثنا ء میں زخر بن قیس آیا اور یزید بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ یزید نے اس سے کہا :وائے ہو تجھ پر تیرے پیچھے کیا ہے ؟اور تیرے پاس کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین !آپ کے لئے خوشخبری ہے، اللہ نے آپ کو فتح دی اور آپ کی مدد کی۔ حسین بن علی(علیہما السلام)اپنے خاندان کے ۱۸، اور اپنے چاہنے والے ۶۰ ، افراد کے ساتھ ہماری طرف آئے ۔ ہم ان کے پاس گئے اوران سے سوال کیا کہ وہ تسلیم محض ہوجائیں اور امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم کو قبول کرلیں نہیں تو جنگ کے لئے آمادہ ہوجائیں ۔ ان لوگوں نے تسلیم ہونے کے بجائے جنگ کو قبول کیا لہٰذا ہم نے طلوع خورشید سے ان پر حملہ شروع کیا اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تلواریں ان کے سروں پر چمکنے لگیں اور وہ سب کے سب قتل کر دئے گئے۔ اب وہاں ان کے بے سر جسم برہنہ پڑے ہیں ، ان کے کپڑے خون سے آ غشتہ ، رخسار غبارآلود اور آفتاب کی تپش میں ان کا جسم ہے ، ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور ان کے زائرین عقاب ہیں اوروہ وہیں تپتی ریتی پر پڑے ہیں ۔(طبری ،ج ۵ ، ص ۴۶۰ ، ارشاد ،ص۲۵۴ ،تذکرہ ،ص ۲۶۰)

[3] ۱۳ھ میں جنگ قادسیہ میں اور اس سے پہلے یہ موجود تھا اور اس سے ان اخبار کی روایت کی جاتی ہے۔(طبری، ج۳،ص ۴۶۵ ۔ ۴۷۷ ، ارشاد ، ص۲۵۴)

[4] یہ ابو مخنف کی روایت ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۵۹)

[5] یہ حصین بن ہمام مری کے مفضلیات قصائد میں سے ایک قصیدہ کا شعر ہے جیسا کہ دیوان حماسہ میں موجودہے ۔

،ج۵ ،ص ۴۶۰ ،ارشاد ، ص۲۴۶ ،طبع نجف ، مروج الذہب ،ج۳ ،ص ۷۰ وتذکرۃ الخواص، ص ۲۶۲) سبط بن جوزی نے زہری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا : جب شہداء کے سرآئے تو یزید جیرون کی تماشاگاہ پر موجود تھا ، وہیں پر اس نے یہ اشعار کہے :

لما بدت تلک الحمول وأشرقت:

تلک الشموس علی ربی جیرون

نعب الغراب فقلت نح اولاتنح

فلقد قضیت من الغریم دیونی

جب وہ قافلے آشکار ہوئے اور وہ خورشید جیرون کی بلندی پر چمکنے لگے تو کوے نے چیخنا شروع کیا ؛ میں نے کہا : اب چاہے تو فریاد کر یا نہ کر ؛ میں نے تو اپنے قرض دار سے اپنا حساب چکتا کرلیا ہے ۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے : تمام روایتوں میں یزید یہ سن کر یحيٰ بن حکم ، مروان بن حکم کے بھائی نے کہا :

لھام بجنب الطف أدنی قرابۃ

من ابن زیاد العبد ذي الحسب الوغل

سمےۃ أمسیٰ نسلھا عدداا لحصی

وبنت رسول اللہ لیس لھا نسل

شہداء کی زیاد کے بے اصل و نسل بیٹے سے نزدیکی قرابت تھی، سمیہ کی نسل ریگزاروں کے برابر ہو گئی اور رسول اللہ کی بیٹی کی کوئی نسل باقی نہ بچی۔ یہ سن کر یزید بن معاویہ نے یحیٰ بن حکم کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا : چپ رہ! پھر لوگوں سے یہ مشہور ہے کہ جب سر حسین اس کے سامنے آیا تو سارے اہل شام وہاں جمع تھے اور وہ چوب خیزران سے آپ کے سر کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا اور ابن زبعری کے اشعار پڑھ رہا تھا :

لیت أشیاخي ببدر شهدوا

جزع الخزرج من وقع الأسل

قد قتلنا القرن من ساداتهم

و عدلناه ببدر فاعتدل

اے کاش! ہمارے وہ بزرگان ہوتے جو جنگ بدر میں مارے گئے تو وہ شمشیر و نیزہ کے چلنے سے خزرج کی آہ زاری کو مشاہدہ کرتے، ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر دیا اور بدر کا حساب بے باق کر لیا ۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: شعبی نے اس کا اضافہ کیا ہے:

لعبت هاشم بالملک فلا

خبر جاء ولا وحيٌ نزل

لست من خندف ان لم انتقم

[1] یہ اپنے بھائی مروان بن حکم کے ہمراہ جنگ جمل میں بصرہ میں موجود تھا اور وہاں مجروح ہوگیا تو شکست کھا کر بھاگا یہاں تک کہ معاویہ سے ۳۷ھ میں ملحق ہوگیا۔ (طبری، ج۵،ص ۵۳۵) ۷۵ھ میں اپنے بھائی کے لڑکے عبد الملک بن مروان کے زمانے میں مدینہ کا والی بن گیا۔ (طبری، ج۶، ص ۲۰۲) ۷۸ھ تک اسی عہدہ پر باقی رہا پھر عبد الملک نے اسے ایک جنگ میں روانہ کیا ۔(ج۶، ص ۳۲۱) اس کے سلسلے میں آخری خبر یہی ہے۔ ہاں اس نے اپنی بیٹی ام حکم کی شادی ہشام بن عبد الملک سے کردی تھی۔ (طبری ،ج۷،ص ۶۷۱)

من بني أحمد ما كان فعل

بنی ہاشم نے تو حکومت کے لئے ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ تو کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی ؛فرزندان احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کام کیا اگرمیں اس کا بدلہ نہ لوں تو خندف کی اولاد نہیں، پھر قاضی بن ابی یعلی نے احمد بن حنبل کے حوالے سے حکایت کی ہے کہ انھوں نے کہا : اگر یہ خبر یزید کے سلسلے میں صحیح ہے تو وہ فاسق تھا اور مجاہد نے کہا : وہ منافق تھا ۔ لوگو آنے کی اجازت دی گئی ۔ لوگ دربار میں داخل ہوگئے ۔اس وقت حسینؑ کا سر یزید کے سامنے تھا اور یزید کے ہاتھ میں ایک ھڑی تھی جس سے وہ آپ کے گلوئے مبارک کو چھیڑ رہا تھا ۔ یہ حال دیکھ کر ابو برزہ اسلمی[1] صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا : کیا تو اپنی چھڑی سے حسینؑ کے گلوئے مبارک سے بے ادبی کررہا ہے، خدا کی قسم تیری چھڑی اس گلوئے مبارک اور دہن مبارک سے متصل ہورہی ہے جہاں میں نے بارہا رسول خدؐا کو بوسہ دیتے دیکھا ہے ۔ اے یزید تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کے شفیع محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم ہوں گے ۔پھر ابو برزہ اٹھے اور دربار سے باہر آگئے ۔ ابو برزہ کی یہ گفتار ہند بنت عبد اللہ بن عامر بن کریز[2] نے سن لی ۔ یہ یزید کی بیوی تھی اس نے فوراً چادر اوڑھی اور باہردربار میں نکل آئی اور کہا : اے امیر المومنین !کیا یہ حسینؑ ابن فاطمہ بنت رسول کا سر ہے ؟یزید نے جواب دیا ہاں!رسول اللہ کے نواسہ اور قریش کی بے نظیر وبرگزیدہ شخصیت پر نالہ وشیون اور سوگواری کرو ابن زیاد نے ان کے سلسلے میں عجلت سے کام لیا اور انھیں قتل کر دیا ،خدا اسے قتل کرے! یحییٰ حکم نے کہا : تم نے اپنے اس فعل سے قیامت کے دن اپنے اور محمدؐ کے درمیان پردہ حائل کر دیااورتم لوگ ایک امر پر کبھی بھی یکجا نہیں ہو گے اور ان کی شفاعت سے دور رہو گے ۔یہ کہہ کر وہ

---

[1] فتح مکہ میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ عبداللہ بن خطل مرتد کے قتل میں شریک تھے جس کے خون کو رسول خدا نے مباح قرار دے دیا تھا ۔(طبری ،ج۳،ص ۶۰) ۲۰ھ میں مصر کی فتح میں یہ عمر وعاص کے ہمراہ تھے۔ (طبری، ج۴، ص ۱۱) آپ کے اعتراض کی خبر طبری نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے سے بھی نقل کی ہے جس کے راوی عمار دہنی ہیں۔ (طبری، ج۵،ص ۳۹۰) مسعودی نے مروج الذہب ج۳،ص ۷۱ پر روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا :یزید اپنی چھڑی کو اٹھا لے، خدا کی قسم میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول ؐ خداان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے پھر بلا ذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید کے سامنے جس نے یہ جملہ کہا وہ انس بن مالک تھے، پھر اس کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ انس کوفہ میں ابن زیاد کے پاس تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔(ص ۲۶۲، طبع نجف)

[2] عثمان نے انہیں سجستان سے کابل روانہ کیا تھا تو اس نے ۲۴ھ میں اسے فتح کرلیا (طبری، ج۴،ص ۲۴۴) پھر وہاں سے معزول کر کے ۲۹ھ میں ابو موسی اشعری کے بعد بصرہ کا والی بنایا ۔اس و قت اس کی عمر ۲۵ سال تھی۔ یہ عثمان بن عفان کے ماموں زاد بھائی تھا۔(طبری ،ج۴،ص ۲۶۴) اس نے فارس کو فتح کیا ۔(طبری، ج۴،ص ۲۶۵) ۳۱ھ میں خراسان کی طرف روانہ

اٹھااور باہر چلاگیا[1]۔ دربار کی سجاوٹ کے بعد یزید جب دربار میں بیٹھا تو اس نے اہل شام کے اشراف کو بلایا اور وہ سب کے سب اس کے اطراف میں ادھر ادھر بیٹھ گئے پھر حکم دیا کہ علی بن الحسین زین العابدین (علیہ السلام)اور امام حسین (علیہ السلام) کی خواتین اور بچوں کو دربار میں لایا جائے۔ حکم کی ہوا اور ''ابر شھو''، ''طوس''،ابیور داور نسا کو فتح کیا۔یہاں تک کہ سر خس پہنچ گیا اور اہل ''مرو'' سے صلح کی۔ (ج۴،ص ۳۰۰) بصرہ میں زیاد بن سمیہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (طبری،ج۴،ص ۳۰۱)۳۲ھ میں ابن عامر نے مرو، طالقا ن، فاریاب، گرگان اور طخارستان کو فتح کیا ۔(طبری ،ج۴،ص ۳۰۹)اسی طرح ہراہ اور بادغس کو بھی فتح کیا ۔(طبری، ج۴،ص ۳۱۴)۳۴ھ میں عثمان نے اس سے ان لوگوں کے سلسلے میں مشورہ لیا جو عثمان سے انتقام لینا چاھتے تھے تو اس نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو جنگ میں بھیج دو۔ (طبری، ج۴،ص ۳۳۳)۳۵ھ میں عثمان نے اسے خط لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو عثمان کے دفاع کے لئے آمادہ کرے۔ ابن عامر نے عثمان کے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو لوگ فوراً عثمان کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ربذہ کے مقام پر پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ عثمان قتل کر دئیے گئے پھر وہ لوگ پلٹ گئے۔ (طبری ،ج۴،ص ۳۶۸)۳۵ھ میں عثمان قتل کئے گئے، اس وقت ابن عامر بصرہ کا حاکم تھا (طبری ،ج۴،ص ۴۲۱) اور وہاں سے وہ حجاز آگیا اور طلحہ ،زبیر ،سعید بن عاص ، ولید بن عقبہ اور بقیہ بنی امیہ بھی وہیں تھے؛ ایک طویل گفتگو کے بعد ان کے بزرگوں کی رائے یہ ہوئی کہ بصرہ چلیں لیکن بعض کی رائے یہ تھی کہ شام چلیں لیکن اسے ابن عامر نے رد کردیا اور کہا : شام سے تمہارے لئے وہ شخص کفایت کرے گا جو مستدام اسی کے علاقہ میں ہو۔ ان لوگوں کو طلحہ کی تمنا تھی اور عایشہ وحفصہ کا مثبت جواب ان کا پشت پناہ تھا لیکن عبد اللہ بن عمر نے انھیں منع کر دیا تھا اور اس نے کہا : میرے ساتھ فلاں فلاں ہیں تو سب اس کے ساتھ آمادہ ہوگئے۔ (طبری، ج۴،ص ۴۵۱) جنگ جمل میں یہ زخمی ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا ۔ (طبری ،ج۴،ص ۵۳۶) اسی کے ہمراہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کے لئے ایک وفد مدائن روانہ کیا تھا (طبری ،ج۵، ص ۱۵۹) پھر معاویہ نے اسے دوبارہ بصرہ کا والی بنا دیا (طبری،

---

[1] ابو مخنف نے کہا:مجھ سے ابو حمزہ ثمالی نے قاسم بن نجیب کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ۴۶۵)
تعمیل ہوئی اور خاندان رسالت کو دربار میں اس حال میں وارد کیا گیا کہ سب کے سب آپ لوگوں کو غور سے دیکھ رہے تھے پھر آپ لوگوں کو اس کے سامنے بیٹھا دیا گیا ۔ اس نے خاندان رسالت کو اس بری حالت میں دیکھا تو کہنے لگا ابن مرجانہ کا خدا برا کرے ! اگر تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت داری ہوتی تو وہ تم لوگوں کے ساتھ ایسا نہ کرتا اور اس حال میں نہ بھیجتا ۔

ج۵،ص ۲۱۲) اور اپنی بیٹی ہند بنت معاویہ سے اس کی شادی کر دی ۔ اس نے زیاد کے ساتھ معاویہ کی نسبت پر اعتراض کیا تو معاویہ اس پر ناراض ہوگیا پھر یزید نے اس کی سفارش کی۔ (طبری، ج۵،ص ۲۱۴) طبری نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ یزید نے کب اس کی بیٹی ہند سے شادی کی لیکن ظاہر یہی ہے کہ جب ابن عامر نے یزید کی بہن ہند سے شادی کی ٹھیک اسی وقت یزید نے اس کی بیٹی سے شادی کی ۔ اس عورت سے یزید کو ایک لڑکا بنام عبد اللہ تھا ۔ اور اس عورت کی کنیت ام کلثوم تھی۔ (طبری،ج۵،ص ۵۰) ۶۴ھ میں یزید کی ہلاکت اور بصرہ سے ابن زیاد کے فرار کے بعد اہل بصرہ کے ایک گروہ نے ابن زبیر کی ولایت سے ایک ماہ قبل اس کے بیٹے عبد الملک بن عبد اللہ بن عامر کو بصرہ کا حاکم بنا دیا ۔ (طبری، ج۵، ص ۵۲۷)

پھر یزید نے علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا :اے علی !تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحم اور میرے حق کو پامال کیا اور حکومت پر مجھ سے جھگڑا کیا تو اللہ نے ان کے ساتھ وہی کیا جو تم نے دیکھا ۔ یہ سن کے آپ نے یزید کو جواب دیا : '' مَا اَصَابَ مِن مُّصِیبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِن قَبْلِ اَن نَبْرَاَھَا[1] '' جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انھیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہیں ۔

یہ سنکر یزید نے جواب دیا : '' وَمَا اَصَابَکُمْ مِن مُّصِیبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیکُمْ وَ یَعْفُوْعَن کَثِیرٍ[2] ''اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کا کرتوت ہے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔فاطمہ بنت علی (علیہ السلام[3]) سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں : جب ہم لوگوں کو یزید بن معاویہ کے سامنے بٹھایا گیا تو ایک سرخ پوست شامی جو یزید کے پاس کھڑا تھا بولا : اے امیر المومنین !اسے مجھے ہبہ کر دیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے میری طرف اشارہ کیا تو میں ڈر کر لرزنے لگی اور ذرا کنارے

---

[1] سورہ حدید آیت ۲۲ ، ابو الفرج نے اس کے بعد ایک آیت کا اور اضافہ کیا ..'' ان ذالک علی اللّٰہ یسیر لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللّٰہ لا یحب کل مختال فخور'' (مقاتل الطا لبیین) سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور پھر کہاہے : علی بن ا لحسینؑ اور ان کی خواتین کورسیوں میں جکڑا گیاتھا تو علی (امام زین العابدین علیہ السلام) نے آواز دے کر فرمایا: ''یا یزید ما ظنک برسول اللّٰہ لو رأنا موثقین فی الحبال عرا یا علیٰ أقتاب الجمال'' اے یزید رسول اللہ کے سلسلے میں تیرا کیا گمان ہے اگر وہ ہمیں رسیوں میں جکڑا اونٹوں کی برہنہ پشت پر دیکھیں گے تو ان پر کیا گذرے گی؟ جب امامؑ نے یہ جملہ فرمایا تو سب رونے لگے۔(تذکرہ ،ص ۲۶۲)

[2] سورہ شوریٰ آیت، ۳۰، ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ یزید نے پہلے اس آیت کو پڑھا پھر امام علیہ السلام نے سورہ حدید کی آیہ ۲۲ سے اس کا جواب دیا اور یہی زیاد ہ مناسب ہے ۔ابو مخنف کا بیان ہے۔ (طبری، ج۵ ،ص ۴۶۱ و ارشاد ،ص ۲۴۶، طبع نجف)

[3] طبری کی عبارت یہی ہے لیکن شیخ مفیدؒ نے ارشاد،ص ۲۴۶، اور سبط بن جوزی نے تذکرہ کے ،ص ۲۶۴، پر فاطمہؑ بنت الحسینؑ ذکر کیا ہے۔اس کا مطلب ہوا حضرت زینبؑ پھو پھی تھیں ۔

ہٹ گئی اور میں نے یہ گمان کیا کہ یہ کام ان کے لئے ممکن ہے اور میں نے اپنی بہن زینبؑ کے کپڑے کو پکڑ لیا جو عمر میں مجھ سے بڑی نیز مجھ سے زیادہ عاقل تھیں۔ انھیں معلوم تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا لہٰذا اس سے کہا : ''کذبت واللہ ولؤمت! ما ذالک لک ولا لہ!'' خدا کی قسم تو جھوٹا اور قابل ملامت ہے، یہ حق نہ تو تجھے حاصل ہے نہ ہی یزید کو!یہ سن کر یزید غضبناک ہو گیا اور بولا : خدا کی قسم تو جھوٹ بولتی ہے؛ یہ حق مجھ کو حاصل ہے اور اگر میں اسے انجام دینا چاہوں تو انجام دے سکتا ہوں ۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا : ''کلاّ واللہ، ما جعل اللہ ذالک لک الاّ ان تخرج من ملتنا وتدین بغیر دیننا'' نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں، خدا نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو ہمارے دین سے خارج ہو کر کوئی دوسرا دین اختیار کرلے ۔

یہ سن کر یزید آگ بگولا ہو گیا پھر بولا : تو مجھے دین کی تلقین کرتی ہے !دین سے خارج تو تیرے باپ اور بھائی تھے !حضرت زینب سلام اللہ علیہانے جواب دیا : '' بدین اللہ ودین أبي وأخي وجدي اهتديت أنت وأبوک وجدک! ''خدا کے دین نیز میرے آباء و اجداد اور بھائی کے دین سے تو نے اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے ۔

یزید شدید غصہ کی حالت میں بولا: تو جھوٹ بولتی ہے اے دشمن خدا !حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا : ''أنت أمیر مسلّط تشتم ظالماً تقہر بسلطانک ! ''تجھ سے کیا کہہ سکتی ہوں تو ایک مسلط اور سر پھرا بادشاہ ہے جو ظلم وستم کے ساتھ برا بھلا کہہ رہا ہے اور اپنی سلطنت وبادشاہت میں قہر وستم کررہا ہے۔ یہ سن کر ناچار یزید خاموش ہو گیا، پھر اس شامی نے اپنی بات کی تکرار کی : اے امیر المومنین یہ کنیز مجھے بخش دے !تو غصہ کے عالم میں یزید نے کہا : میرے پاس سے دور ہو جا، خدا تجھے موت دے !پھر حکم دیا کہ عورتوں کے لئے ایک علحٰدہ گھر قرار دیا جائے اور ان کے ہمراہ علی بن الحسینؑ بھی ہوں اور ان کے ہمراہ زندگی کی ضروریات موجود ہوں۔ اس بنیاد پر سب کے سب اس گھر میں منتقل ہوگئے جو ان کے لئے قرار دیا گیا تھا ۔ جب خاندان رسالت کے یہ افراد وہاں پہنچے تو شام کی عورتیں روتی ہوئی ان کے استقبال کو آئیں اور حسین علیہ السلام پر نوحہ وماتم کر نے لگیں اور اس نوحہ وماتم کا سلسلہ

---

[1] اس خبر کو طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلا م سے نقل کیا ہے۔(طبری، ج۵،ص ۳۹۰)

تین دنوں تک جاری رہا ۔ جب جناب زینب وزین العابدین علیہما السلام کا قافلہ مدینہ کی طرف جانے لگا تو یزید نے کہا :اے نعمان بن بشیر! سفر کے تمام اسباب اور ضروریات ان کے ساتھ کردو ، ان کے ہمراہ اہل شام کی ایک امین و صالح شخصیت کو روانہ کرو نیز ان کے ہمراہ سواروں اور مددگاروں کو بھی فراہم کرو تاکہ یہ انھیں مدینہ تک پہنچادیں ۔اس طرح خاندان رسالت کا قافلہ عزت و احترام کے ساتھ ان لوگوں کے ہمراہ نکلا ۔یہ لوگ ان لوگوں کے ہمراہ رات میں ساتھ ساتھ چلتے اور قافلہ کے آگے آگے اس طرح ہوتے کہ کسی طرح سے کوئی کوتاہی اور غفلت نہ ہونے پائے ۔ جہاں بھی یہ قافلہ اترتا تھا نعمان اوراس کے ساتھی ان کے اطراف سے جدا ہوجاتے تھے نیز ان کے نگہبان تمام راستہ میں ان کی ضرورتوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے جو ایک انسان کی روز مرہ کی حاجت ہوتی ہے مثلاً قضائے حاجت اور وضو وغیرہ ۔ راستہ بھر یہی سلسلہ جاری رہا اور نعمان بن بشیر راستہ بھر قافلہ رسالت پر ملاطفت کرتا رہا اور ان سے ان کی ضرورتیں پوچھتا رہا[1] ۔

محترم قاری پر یہ بات واضح ہے کہ طبری کی نقل کے مطابق ابو مخنف نے نہ تو قید خانہ کا ذکر کیا ہے، نہ ہی قید خانہ میں مدت قیام کو ذکر کیا ہے اور نہ ہی اس میں امام حسین علیہ السلام کی ایک بچی کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے ۔ اسی طرح قید سے رہائی اور اس کے اسباب، امام زین العابدین ؑسے یزید کی گفتگو اور پھر راستے میں کربلا ہو کر مدینہ جانا اور کربلا میں عزاداری وغیرہ کے واقعات اس تاریخ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ان تاریخی حقائق کی معلومات کے لئے قارئین کو لھوف، نفس المہموم اور مقتل کی دوسری معتبر کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے ۔

(مترجم)

---

[1] حارث بن کعب نے فاطمہ سے نقل کیاہے۔(طبری ،ج۵، ص ۴۶۱ ، مقاتل الطالبیین، ص ۸۰ ،تذکرہ ،ص ۶۴ ۲)

اہل بیت کی مدینہ واپسی

اہل بیت کی مدینہ واپسی

جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کو ملی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی ام لقمان[1] خاندان بنی ہاشم کی خواتین کے ہمراہ باہر نکل آئیں درحالیکہ وہ خود کو اپنے لباس میں لپیٹے ہوئے تھیں اور یہ دلسوز اشعار پڑھے جارہی تھیں:

ما ذاتقولون ان قال النبي لكم

ماذا فعلتم وأنتم آخر الاُمم

بعترتي وباهلي بعد مفتقدي

منهم أساری و منهم ضرجوابدم[2]

ماذاتقولون ان قال النبی لكم

ما ذا فعلتم و أنتم آخر الامم

بعترتي واهلي بعد مفتقدي

منهم أساری و منهم ضرجوا بدم

[1] شیخ مفیدؒ کا بیان ہے : ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم نے جب حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو سرپیٹتے ہوئے باہر نکل آئیں۔ ان کے ہمراہ ان کی بہنیں ام ہانی، اسماء ،رملہ اور زینب بھی تھیں جو عقیل بن ابی طالب رحمۃاللہ علیہم کی بیٹیاں تھیں۔ یہ سب کے سب شہداء کربلا پر نالہ وشیون کرنے لگیں اور" ام لقمان'' یہ شعر پڑھنے لگیں ...۔(ارشاد، ص ۲۴۸) سبط بن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں واقدی سے ان اشعار کو زینب بنت عقیل سے نقل کیا ہے۔(تذکرہ ،ص ۲۶۷)

[2] طبری نے ان اشعار کو عمار دہنی کے حوالے سے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا : جب محملوں کو جناب زینب اور زین العابدین علیہماالسلام کے قافلہ کے لئے تیار کردیا گیا اور قافلہ مدینہ تک پہنچ گیا تو جیسے ہی یہ قافلہ مدینہ پہنچا بنی عبد المطلب کی ایک خاتون اپنے بالوں کو پر یشان کئے ، ہاتھوں کو سر پر رکھے اس کوشش میں تھی کہ آ ستینوں سے اپنے چہرہ کو چھپا لے قافلہ سے روتی ہوئی آکر ملی اور یہ اشعار پڑھنے لگی ۔

ما کان ھٰذا جزاءي اذ نصحت لکم

ان تخلفوني بسوء في ذوي رحمي

اے لوگو ! اس وقت کیا جواب دوگے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہیں گے کہ تم نے میرے اہل بیت اور میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا جبکہ تم آخری امت تھے؛ان میں سے بعض کو اسیر بنا دیا اور بعض کو خون میں غلطاں کردیا ۔ اگر میں تم لوگوں کو یہ نصیحت کر تا کہ تم لوگ میرے بعد میرے قرا بتداروں کے ساتھ بد سلوکی کرنا تب بھی ان کی پاداش یہ نہ ہوتی۔ اے لوگو ! اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری عترت اور میرے گھرانے کے ساتھ کیاسلوک کیا تو تم کیا جواب دو گے؟جبکہ تم آخری امت تھے؛تم نے ان میں سے بعض کو اسیر تو بعض کو خون میں غلطاں کردیا ۔

جب عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب[1] کو اپنے دونوں فرزند محمد اور عون کی شہادت کی خبر ملی تو لوگ انھیں تعزیت پیش کرنے کے لئے آنے لگے۔ عبداللہ بن جعفر نے ان لوگوں کی طرف رخ کرکے کہا : ''الحمد للّٰہ ۔ عزَّ وجل ۔ علیٰ مصرع الحسین (علیہ السلام) أن لاتکن آست حسینًا یديّ فقد آساہ ولديّ، واللّٰہ لو شھد تہ لأحببت أن لا أفا رقہ حتی أقتل معہ ! واللّٰہ لما یسخّي بنفسي عنھما و یھوّن علی المصاب بھما : انھما أصیبا مع أخي وابن عمیمواسین لہ، صابرین معہ''[2] اس میں زیادہ دیر نہ لگانااور اگر راستے میں تمہارا اونٹ کسی وجہ سے رک جائے تودوسرا خرید لینا ،اسکے دینار تم کو ہم دے دیں گے ۔ عبدالملک کا بیان ہے : میں مدینہ پہنچا اور عمرو بن سعید کے پاس حاضر

[1] حلیمہ سعد یہ کی خبر کے راوی آپ ہی ہیں۔ (طبری، ج۶، ص ۱۵۸) جعفر طیار کی شہادت کے بعد جب بقیہ لشکر جنگ موتہ سے پلٹا تو رسو خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بلا یا اور اپنے ہاتھوں پر آپ کو اٹھا کر نوازش کی ۔(طبری ،ج۳ ،ص ۴۲) آپ ہی نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ قیس بن سعد کو مصر سے معزول کردیں اور آپ کے مادری بھائی محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنادیں۔ (طبری، ج۴،ص ۳۶) آپ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (طبری، ج۵،ص ۶۱) آپ امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کے کفن و دفن میں شریک تھے پھر انھیں لوگوں کے ہمراہ مدینہ لوٹ آئے تھے۔ (طبری ،ج۵، ص ۱۶۵) جب آپ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنا خط لے کرآئے تھے تو وہاںآپ کے بقیہ حالات گزر چکے ہیں ۔

[2] سلیمان بن ابی راشد نے عبدالرحمن بن عبید ابی کنود کے حوالے سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔(طبری ،ج۵،ص ۴۶۶) ہشام کا بیان ہے : مجھ سے عوانہ بن حکم نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے : جب عبیداللہ بن زیاد کے حکم پر حسین بن علی (علیہما السلام) قتل کر دئیے گئے تو ابن زیاد نے عبدالملک بن ابی حارث سلمی کو بلایا اور اس سے کہا: تم یہاں سے عمرو بن سعید بن عاص کے پاس جاؤ (واضح رہے کہ عمرو بن سعید ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا)اور جا کر اسے حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشخبری دے دو ۔ دیکھو تم سے پہلے کوئی دوسرا یہ خبر اس تک نہ پہنچائے۔

ہوا تو اس نے پوچھا: تمہارے پیچھے کیا خبر ہے؟ میں نے جواب دیا: ایسی خبر ہے جو امیر کو مسرور کردے گی، حسین بن علی قتل کر دیئے گئے تو اس نے کہا: حسین کے قتل کا اعلان کردو! میں نے ان کے قتل کا اعلان عام کردیا۔ میں نے ایسی فریاد اور چیخ پکار کبھی نہ سنی تھی جیسی فریاد وگریہ و زاری حسین کے قتل کی خبر پر بنی ہاشم کی عورتوں کی سنی لیکن عمرو بن سعید ہنسنے لگا اور بولا:

عجت نساء بنی زیاد عجة

کعجیج نسوتنا غداۃ الارنب

بنی زیاد کی عورتیں نالہ وشیون کررہی ہیں جیسے ہماری عورتیں ارنب کی صبح میں گریہ وزاری کررہی تھیں پھر اس نے کہا: یہ نالہ وفریاد عثمان بن عفان کے قتل پر نالہ وفریاد کے بدلہ میں ہے،اس کے بعد وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی۔ شیخ مفید ؒنے ارشاد ص ۲۴۷، طبع نجف پر اس کی روایت کی ہے۔ ہشام نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا: اے عمر! وہ خط کہاں ہے جس میں میں نے تم کو حسین کے قتل کا حکم دیا تھا؟ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں نے تمہارے حکم پر عمل کیا اور خط ضائع ہوگیا۔ عبیداللہ بن زیاد: تم کو وہ خط لانا پڑے گا۔ یہ شعر عمر بن معدیکرب زبیدی کا ہے۔ ان لوگوں نے بنی زبید کے بدلے میں بنی زیاد سے انتقام لیا تھا تو اس پر یہ شعر کہا تھا۔ سبط بن جوزی نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔ (

امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خدائے عز وجل کی حمد وثنا ہے، اگر میرے دونوں ہاتھ حسین کی مدد ویاری نہ کرسکے تو میرے دونوں بیٹوں نے انکی مدد و نصرت فرمائی،خدا کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو مجھے یہی پسند ہوتا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ انھیں کے ہمراہ قتل کردیا جاؤں،خدا کی قسم جو چیز مجھے اپنے دونوں بیٹوں کے سوگ میں اطمینان بخشتی ہے اور ان کی مصیبتوں کو میرے لئے آسان کرتی ہے یہ ہے کہ میرے دونوں فرزند میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی کے ناصر اور ان کے یار و مددگار تھے اور انکے ہمراہ صبر کرنے والوں میں تھے۔

ص۲٦٦) اور شعبی کے حوالے سے ذکر کیاہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا ۔اس نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو اپنے سامنے رکھااور آپ کی ناک کے اوپری حصہ سے بے ادبی کرنے لگا (اگر چہ اس روایت کی قوت ثابت نہیں ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا سر مدینہ نہیں آیا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ مروان مبارک باد دینے کے لئے مدینہ سے شام گیاہواور وہاں یہ واقعہ پیش آیاہو۔ مترجم بامشورہ محقق) اور بولا :

یا حبذا بردک فی الیدین

ولونک الأحمر فی الخدین

اے خوشا کہ تیرا سر د اور مردہ سر میرے دونوں ہاتھ میں ہے اور تیرا سرخ رنگ تیرے رخساروں پر ہے، پھر بولا: خدا کی قسم گویا میں عثمان کا زمانہ دیکھ رہاہوں ۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ، ج۴،ص ۷۲ پر حقیقت سے اس طرح پردہ ہٹا یا ہے: صحیح تو یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعید بن عاص کو خط لکھا جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا مژدہ سنایا گیا تھا ۔ اس نے اس خط کو منبر سے پڑھا اور اس کے ساتھ مذکورہ شعر بھی پڑھے ۔

پھر رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا : ''یوم بیوم بدر'' یہ دن روز بدر کا بدلہ ہے ۔ یہ سن کر اصحاب کے ایک گروہ نے اس پر اعتراض کیا ۔ اس مطلب کو ابو عبیدہ نے اپنی کتاب ''مثالب''میں لکھا ہے ۔عمر بن سعد : وہ ضائع ہوگیا ۔عبیداللہ بن زیاد : خدا کی قسم تم کو اسے میرے پاس لانا ہوگا ۔ عمربن سعد : معذرت کے ساتھ،خدا کی قسم ہم سے جو شقاوت ہوئی ہے اسے مدینہ میں قریش کی بوڑھی عورتیں پڑھ رہی ہیں۔خدا کی قسم میں نے حسین کے سلسلے میں اتنے اخلاص کے ساتھ تم سے گزارش کی تھی کہ اگر اتنا اخلاص اپنے باپ سعدبن ابی وقاص کے ساتھ کرتا تو میں ان کا حق ادا کر چکا ہوتا۔ عبیداللہ کے بھائی عثمان بن زیاد نے کہا : خداکی قسم یہ سچ کہہ رہاہے، میں تو یہ چاہتا تھا کہ خاندان زیاد کی کوئی فرد نہ بچے مگر یہ کہ قیامت

کے دن اس کے ناک میں ایک نکیل ہو لیکن اس نے حسین کو قتل نہ کیا ہو ۔ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن حیزوم کلبی نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے سنا ایک منادی ندا دے رہا تھا :

أیها القاتلون جهلاً حسینا

أبشروا بالعذاب والتنکیل

کل أهل السماء یدعون علیکم

من نبی و ملائک و قبیل

قد لعنتم علی لسان بن داو

د و موسی و حامل الانجیل

اے نادان قاتلان حسین تم کو عذاب و رسوائی کی بشارت ہو تمام اہل آسمان انبیاء ،فرشتے اور سب کے سب تمہارے لئے بد دعا کر رہے ہیں، داود ، موسی اور صاحب انجیل کی زبان سے تم لوگ مورد لعنت ہو ۔ اس خبر کو شیخ مفیدؒ نے ارشاد ،ص ۲۴۸،اور سبط بن جوزی نے تذکرہ،،ص ۲۷۰،طبع نجف پر لکھا ہے ۔

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

واقعہ عاشورہ کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کے سربر آوردہ افراد کو بلایا اور ان کی دل جوئی کرنے لگا لیکن حضرت حر کے فرزند عبیداللہ بن حر جعفی پر اس کی نگاہ نہیں پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد عبیداللہ بن حر آیا اور ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس نے حر کے بیٹے کو دیکھ کر کہا : فرزند حر ! تم کہاں تھے ؟ اس نے جواب دیا : میں مریض تھا تو ابن زیاد کہنے لگا : روح کے مریض تھے یا بدن ؟ "میری روح تو مریض نہیں ہوئی ہے، رہا سوال بدن کا تو خدا نے صحت دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ ته علیّ بالعافیه

یہ سن کر ابن زیاد نے اس سے کہا : تو جھوٹ بولتا ہے تو ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھا۔ عبیداللہ بن حر نے جواب دیا : اگر میں تمہارے دشمنوں میں ہوتا تو وہاں میرا حضور تم سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ اس گفتگو کے درمیان عبیداللہ بن زیاد کچھ دیر کے لئے فرزند حر کی طرف سے غافل ہوگیا تو وہ فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ابن زیاد متوجہ ہوا اور ابن حر کو نہیں پایا تو پوچھنے لگا : فرزند حر کہاں ہے ؟ حاشیہ نشینوں نے جواب دیا : وہ تو ابھی تھوڑی دیر قبل نکلا ہے۔

عبیداللہ بن زیاد نے کہا : اسے میرے پاس لے آؤ۔ یہ سن کر اس کی پولس کے افراد فوراً باہر آئے اور ابن حر کے پاس پہنچ کر کہا : امیر نے تم کو بلایا ہے ان کے پاس چلو لیکن حر کے فرزند نے آنے کے بجائے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور کہا : تم لوگ اس تک میرا پیغام پہنچا دو کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی فرمانبردار ہو کر اس کے پاس نہیں آؤں گا۔ پھر وہ وہاں سے نکل گیا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا کربلا پہنچا اور وہاں یہ اشعار پڑھے :

يقول أمير غادر وابن غادر

ألا كنت قاتلت الشهيد ابن فاطمة

فيا ندمي أن لا أكون نصرته

ألا كل نفس لا تسدّد نادمة

واني لاني لم اكن من حماته

لذو حسرة ما ان تفارق لازمة

سقي الله ارواح الذين تأزّروا

على نصره، سُقياً من الغيث دائمة

وقفتُ على أجداثهم و مجالهم

فكاد الحشا ينقضّ والعين ساجمة

لعمري لقد كانوا مصاليت في الوغى

سراعاً الى الهيجا حماة ضراغمة

فان يقتلوا فكلُّ نفس تقيّة

على الارض قد أضحت لذالک واجمة

وما ان رأى الرّاؤون أفضل منهم

لدی الموت سادات و زُھراً قاقمۃ

أ تقتلھم ظلماًو ترجوا ودادنا

فدع خطۃ لیست لنا بلائمۃ

لعمری لقد راغمتمونا بقتلھم

فکم ناقم منّا علیکم و ناقمۃ

أھُمّ مراراًان أسیر بجحفل

الی فءۃ زاغت عن الحق ظالمۃ

کفوا والاذدتکم فی کتائب

اشد علیکم من زحوف الدیالمۃ[1]

جب یزید مر گیا پیما ن شکن امیر اور فریب کار بیٹا کہتا ہے کہ فاطمہ کے شہید لال سے جنگ کیوں نہ کی؟! ہائے افسوس کہ میں ان کی نصرت و مدد نہ کر سکا ، حقیقت یہ ہے کہ جس کی فکر صحیح و سالم نہ ہو اسے ندامت ہی اٹھانی پڑتی ہے ، میں اس وجہ سے حسرت و اندوہ میں ہوں کہ میں ان کی حمایت نہ کر سکا اور یہ حسرت و ندامت مجھ سے جدا نہیں ہوگی، خدا ان لوگوں کی ا رواح کو اپنی بے پایان

---

[1] عبدالرحمن بن جندب ازدی نے مجھ سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ۴۶۹) ضرب المثل میں ''دیلمیوں'' کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ" ساسانیوں ''کے سقوط کے بعد دفاعی جنگ میں انھوں نے بڑا زبردست حملہ کیاتھا۔ واضح رہے کہ ابن حر عثمانی مذہب تھے اور جب عثمان قتل کر دئے گئے تو یہ کوفہ سے نکل کر معاویہ کے پاس گئے اور اسی کے پاس مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہوگئے (طبری، ج۵ ، ص ۱۲۸) امام کی شہادت کے بعد یہ کوفہ پلٹ آئے۔یہ حجر بن عدی کی گرفتاری کے وقت آرزو مند تھے کہ اگر دس یا پانچ آدمی بھی میری مدد کرتے تو میں حجر اور ان کے ساتھیوں کو نجات دلادیتا۔ (طبری، ج۵ ، ص ۲۷۱) امام حسین علیہ السلام نے انھیں اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو بہانہ کرکے کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں کوفہ سے نہیں چلاتھا مگر یہ کہ مجھے ناپسند تھا کہ میرا آپ سے سامنا ہو تو اما م حسین علیہ السلام نے فرمایا : اگرتم ہماری مدد نہیں کرنا چاہتے ہوتو نہ کرو لیکن اس دن خدا سے خوف کھاؤ جس دن کہیں ان میں سے نہ ہوجاؤ جوہم سے جنگ کریں گے، خدا کی قسم کوئی ایسا نہیں ہے کہ جوہماری فریاد سنے اورہماری مددنہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوجائے گا ۔(طبری ،ج۵،ص ۴۰۷)

رحمتوں کی بارش سے سیراب کرے جنھوں نے ان کی نصرت و مدد کا پورا پورا حق ادا کیا، میں ان کے جسموں اور ان کی آرامگاہ پر اس حال میں کھڑا ہوں کہ میری آنکھوں سے سیل اشک جاری ہے، قریب ہے کہ دل پاش پاش ہوجائے اور میں گر پڑوں، میری جان کی قسم وہ لوگ میدان جنگ میں ایسے بیشۂ شجاعت تھے کہ شیر سے زیادہ سرعت و تیزی کے ساتھ میدان فضل و شرف کی طرف گامزن تھے اور مدافع حق کی حمایت کرنے والے نیز شیر بیشۂ حق تھے، اگر وہ شہید کر دئے گئے تو اہل زمین کے تمام متقین ان کی شہادت پر اندوہناک ہیں حقیقت نگر اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے افراد جتنی تحقیق کرنا چاہیں کرلیں لیکن موت کے مقابلہ میں ان کے جیسا بہادر و ساونت نہیں پائیں گے، کیا تم ان کو ظلم وستم کے ساتھ قتل کرنے کے بعد ہم سے دوستی کی امید رکھتے ہو ؟ اپنی اس بری سازش کو کنارے رکھو یہ ہمارے افکار سے سازگار نہیں ہے، میری جان کی قسم ان کو قتل کرنے کے بعد تم لوگوں نے ہم سے دشمنی مول لی ہے، کتنے ہمارے مرد اور کتنی ہماری عورتیں ہیں جنہیں تم لوگوں نے اپنے خلاف بر انگیختہ کیا ہے.

اور ابن زیاد بھاگ گیا ۔ ادھر مختار قیام کے لئے اٹھے تو یہ سات سو سواروں کے ہمراہ مدائن کی طرف نکلے اور وہاں لوگوں سے مال لینے لگے تو مختار نے کوفہ میں ان کی بیوی کو قید کر لیا اور کہا : میں اس کے ساتھیوں کو ضرور قتل کروں گا تو یہ مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگئے اور مختار سے جنگ شروع کر دی ۔ (طبری، ج۵، ص ۱۰۵) یہی وہ شخص ہے جس نے مختار کے قتل کے بعد مصعب کو مشورہ دیا کہ مختار کے ساتھیوں میں سے ان موالیوں کو قتل کر دو جو غیر عرب ہیں اور عرب نسل لوگوں کو چھوڑ دو لہذا مصعب نے ایسا ہی کیا ۔ (طبری، ج۵، ص۱۱۶) اس وقت مصعب خود اپنی زندگی سے اس کے حوالے سے خوف زدہ ہوگیا اور اسے قید کردیا ۔ قبیلۂ مذحج کے ایک گروہ نے اس کی سفارش کی تو مصعب نے اسے آزاد کر دیا پھر اس نے مصعب پر خروج کر دیا (طبری، ج ۵، ص ۱۳۱) اور عبد الملک بن مروان سے ملحق ہوگیا ۔ اس نے اسے کوفہ کا گورنر بنا کر کوفہ لوٹایا ۔ وہاں ابن زبیر کا عامل موجود تھا ۔ عبیداللہ بن حر نے اس سے جنگ کی اور قتل کردیا ۶۸ھ کا واقعہ ہے ۔ (طبری، ج۵ ، ص ۱۳۵) راہ کربلا میں منزل قصر بنی

مقاتل کے پاس امام حسین علیہ السلام سے اس کی ملاقات کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں ۔ ہمیشہ میں اس فکر میں ہوں کہ ایک لشکر جرار کے ہمراہ ان ظالموں کی طرف حرکت کروں جنہوں نے حق سے منہ موڑ کر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی ہے ۔

اب بس کرو اور اپنے ظلم و ستم سے ہاتھ کھینچ لو ورنہ تمہارے ظلم و ستم کو دور کرنے کے لئے دیلمیوں سے سر سخت اور بہادر سپاہیوں کے ہمراہ تمہارے خلاف نبرد آزمائی کروں گا ۔

خاتمہ

خدائے متعال کی رحمتوں کے صدقے میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات سے متعلق روایتیں جو تاریخ طبری میں ہشام کلبی سے منقول ہیں جسے انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے اپنے راویوں اور محدثین سے نقل کیا ہے، تحقیقات و تعلیقات کے ساتھ تمام ہوئیں ۔ یہ توفیق شامل حال رہی کہ تعلیقات کے لئے بھی ہم نے تاریخ طبری ہی کو پہلا منبع قرار دیا مگر یہ کہ اگر ہمیں تاریخ طبری میں کچھ نہیں ملا تو دوسری کتابوں کی طرف رجوع کیا ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

سخن مترجم

خدا کا شکر کہ کتاب ''وقعۃ الطف'' کا ترجمہ محمد وآل محمد علیہم السلام کی مدد سے تمام ہوگیا۔ خداوند عالم سے دست بہ دعا ہوں کہ اس کوشش کو قبول فرمالے اور ہمارا یہ فعل امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی خوشنودی اور ان کے ظہور میں تعجیل کا سبب قرار پائے تاکہ وہ آکر تاریخی حقائق سے پردہ ہٹائیں اور ان کی موجودگی میں ہم مصائب محمد وآل محمد علیہم السلام سن کر مثاب ہوں۔ آمین یا رب العالمین بحق محمد وآلہ الطاہرین العبد

سید مراد رضا رضوی

۶ رجب المرجب ۱۴۲۶ ہجری۔

فہرست منابع

۱۔ ابصار العین فی انصار الحسین، شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی، طبع نجف

۲۔ الارشاد لمعرفۃ حجج اللہ علی العباد، محمد بن محمد بن نعمان العکبری بغدادی ابن المعلم معروف بہ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ، طبع نجف

۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، متوفی ساتویں صدی ہجری

۴۔ الاصابہ فی تمیز صحابہ، ابن حجر عسقلانی فلسطینی، نویں صدی ہجری

۵۔ الاعلام، خیر الدین زرکلی

۶۔ اعلام الوری باعلام الہدی، فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ ق

۷۔ الاغانی، ابوالفرج اصفہانی

۸۔ امالی شیخ صدوق، محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی، متوفی ۳۸۱ھ، طبع بیروت

۹۔ بصائر الدرجات، محمد بن حسن صفار قمی

۱۰۔ تاریخ امم والرسل والملوک (معروف بہ تاریخ طبری)، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، طبع دار المعارف قاہرہ

۱۱۔ تاریخ یعقوبی، احمد بن واضح بن یعقوب، متوفی ۲۸۴، طبع نجف

۱۲۔ تاسیس الشیعۃ الکرام لعلوم الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع بغداد

۱۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان قایاز ترکمانی، متوفی ۷۴۸ھ

۱۴۔ تذکرۃ خواص الامۃ بخصائص الائمۃ (معروف بہ تذکرۃ الخواص)، سبط بن جوزی حنبلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف

۱۵۔ تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، محمد بن حسن حر عاملی، متوفی ۱۱۰۴ھ ق

۱۶۔ تقریب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی مصری شافعی، ۸۵۲ھ

۱۷۔ تنزیہ الانبیاء، محمد بن علی بن حسین موسوی بغدادی معروف بہ سید مرتضیٰ، متوفی ۴۳۶، طبع بغداد، آفسٹ بصیرتی

۱۸۔ تنقیح المقال، شیخ عبداللہ مامقانی، طبع نجف

۱۹۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، متوفی ۸۵۲ھ

۲۰۔ جامع الرواۃ وازاحۃ الاشتباہات عن الطریق و الاسناد، محمد بن علی اردبیلی غروی حائری

۲۱۔ الجرح و التعدیل، محمد بن ادریس رازی

۲۲۔ خصائص الحسینیہ، شیخ جعفر بن حسین شوشتری

۲۳۔ الخلاصہ، محمد بن حسن بن یوسف بن مطہر اسدی حلی، طبع نجف

۲۴۔ خصال، شیخ صدوق، محمد بن علی، متوفی ۳۸۱

۲۵۔ خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال

۲۶۔ الدلایل والمسائل، ہبۃ الدین شہرستانی، ۱۹۶۷م

۲۷۔ ذیل المذیل، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، طبع آستانہ

۲۸۔ رجال الشیخ، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۴۶۰ھ، طبع نجف

۲۹۔ رجال کشی (اختیار معرفۃ الرجال، اصل کتاب بنام معرفۃ الرجال شیخ کشی کی جو تیسری صدی ہجری کے عالم تھے اور اس کا ختیار شیخ طوسی کے رشحات قلم میں شمار ہوتا ہے)، طبع نجف

۳۰۔ سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور بہ سیرۃ النبی، عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ق

۳۱۔ شرح نہج البلاغہ، عزالدین عبد الحمید بن ابی الحدید مدایني بغدادی معتزلی شافعی، متوفی ۶۵۶، طبع قاہرہ مصر

۳۲۔ الشیعہ و فنون الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع قاہرہ، مصر

۳۳۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ

۳۴۔ طبقات الکبری، محمد بن سعید کاتب واقدی، متوفی ۲۲۰

۳۵۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، احمد بن علی بن عنبہ، متوفی ۸۲۸ق

۳۶۔ فرج المہموم، علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاووس حسنی حلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف

۳۷۔ فوات الوفیات، محمد بن شاکر کتبی، متوفی ۷۶۴ھ

۳۸۔ الفہرست، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۴۶۰ھ، طبع نجف

۳۹۔ فہرست لابن الندیم، محمد بن اسحاق بن ندیم بغدادی، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع رضا تجدد، تہران

۴۰۔ فہرست اسماء مصنفی الشیعہ، احمد بن عباس نجاشی، متوفی ۴۵۰ھ، طبع حجر بمبئی، آفسٹ داوری

۴۱۔ کافی، محمد بن یعقوب کلینی رازی، متوفی ۳۲۹ھ، طبع آخوندی

۴۲۔ کامل الزیارات، ابو القاسم جعفر بن قولویہ، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع حجر، نجف

۴۳۔ الکامل فی التاریخ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، ساتویں صدی ہجری

۴۴۔ الکتاب الکامل، مبرد ابو العباس محمد بن یزید، متوفی حدود ۲٦۷ھ

۴۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، شیخ علی بن عیسیٰ اربلی بغدادی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع تبریز

۴٦۔ الکنی والالقاب، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع نجف

۴۷۔ لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور، ۷۱۱ق

۴۸۔ لسان المیزان، سبط بن جوزی، متوفی ٦۵۴ھ

۴۹۔ مثیر الاحزان، شیخ ابن نما حلی، متوفی ٦۴۵ھ، طبع نجف

۵۰۔ مجمع البحرین، فخر الدین طریحی نجفی، متوفی ۱۰۵۰ھ

۵۱۔ المراجعات، الامام عبد الحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰، طبع دار صادر، لبنان، شہید حسن شیرازی کے مقدمہ کے ساتھ

۵۲۔ مروج الذہب، علی بن حسین مسعودی بغدادی، متوفی ۳۵٦، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، طبع قاہرہ، مصر

۵۳۔ مسند احمد، احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۰ھ

۵۴۔ مطالب السؤال فی مناقب آل الرسول، محمد بن طلحہ شافعی مصری، طبع مصر

۵۵۔ المطبوع مع التاریخ

۵۶۔ معالم العلماء، محمد بن علی بن شہر آشوب حلبی ساروی مازندرانی، متوفی ۵۸۸ھ، طبع نجف

۵۷۔ معجم البلدان، یاقوت حموی، متوفی پانچویں صدی ہجری

۵۸۔ معجم مقاییس اللغۃ، ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا، متوفی ۳۹۵ھ

۵۹۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی

۶۰۔ مقاتل الطالبیین، ابوالفرج اصفہانی، طبع نجف

۶۱۔ مقتل الحسین، ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی، متوفی چھٹی صدی ہجری، طبع نجف

۶۲۔ مقتل الحسین وحدیث کربلا، سید عبدالرزاق موسوی مقرم نجفی، متوفی ۱۳۹۰ھ، طبع سوم، آفسٹ بصیرتی

۶۳۔ مولفوا الشیعہ فی صدر الاسلام، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰ھ، طبع صید، لبنان

۶۴۔ میزان الاعتدال، ذہبی، متوفی پانچویں صدی ہجری، طبع قاہرہ، مصر

۶۵۔ نفس المہموم، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع قم، بصیرتی

۶۶۔ وقعۃ صفین، نصر بن مزاحم منقری تمیمی، متوفی ۲۱۹ھ، تحقیق ڈاکٹر عبدالسلام ہارون، طبع قاہرہ مصر، آفسٹ بصیرتی